مزارات پر گنبد بنانے کے بارے
میں اکابر علماء اہلسنت کی
تحقیقات

مزارات پر گنبد

امام المفسرین حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ الوری
صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی
مفتی اعظم حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری
حضرت سید ابو الفیض قلندر علی سہروردی

مسلم کتابوی لاہور

مزارات پر گنبد بنانے کے بارے
میں اکابر علماء اہلسنت کی
تحقیقات

مزارات پر گنبد

امام المفسرین حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ
صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مفتی اعظم حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

مسلم کتابوی لاہور

اللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا
نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

نام کتاب	--------	مزارات پر گنبد
موضوع	--------	دعوت فکر واصلاح
تحقیق	--------	مزارات پر گنبد بنانے کے بارے میں اکابر علماء اہلسنت کی تحقیقات
صفحات	--------	۳۲۰
تاریخ اشاعت	--------	بدھ ۲/ جمادی الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۶/ اپریل ۲۰۱۱ء
طابع	--------	اکبر ندیم پریس لاہور
تعداد	--------	گیارہ صد
ناشر	--------	مسلم کتابوی لاہور
قیمت	--------	روپے

ملنے کا پتا

مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

042-37225605-0321-4477511

Email:raza_muneer@yahoo.com

Muslimkitabevi@gmail.com

اللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا
نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

مجموعہ رسائل

(۱) اَلْقُبَّۃُ الصُّغْرٰی بِلْمُسْتَفِیضِین عن الاولیاء
(۲) اسواط العذاب علی قوامع القباب
(۳) اثبات بناء قبہ جات
(۴) پکی قبر اور اس پر گنبد بنانے کا حکم شرعی
(۵) ہاں! ہمارے لیے اللہ عزوجل کافی ہے۔

مصنفین

(۱) حضرت علامہ سید محمد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ
(۲) حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ
(۳) حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
(۴) حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
(۵) حضرت علامہ مولانا محمد شکیل احمد سبحانی

ملنے کا پتا

مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

042-37225605-0321-4477511

Email:raza_muneer@yahoo.com

Muslimkitabevi@gmail.com

القبۃ الصغریٰ

للمستفیضین عن الاولیاء

موضوع

دلائل اثبات قبّہ جات

بر قبورِ اولیاء و صلحاء

برائے راحتِ زائرین و امتیاز مشاہد مقدّسہ

فخر العلماء استاذ العصر حضرت علامہ مولانا ابو محمّد
سید محمّد دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(بانی دار العلوم حزب الاحناف لاہور)

مُسلم کتابوی دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقابر و مقامات و مساجد کا ڈھا دینا وہابیہ ہند کے نزدیک قابلِ الزام نہیں

ابن سعود نے سرزمین حرم میں جو مظالم کئے ہیں۔ انہوں نے مسلمانانِ عالم کو تڑپا دیا ہے، لیکن تعجب ہے کہ اُس کے حامی باوصف دعویٰ علم و فضل اُس کی ذلیل ترین حرکات پر پردے ڈالنے بلکہ اس کے خبیث افعال کو جائز ٹھہرانے کے لیے ہر قسم کی طاقتیں صرف کر رہے ہیں۔ اخباروں میں فتووں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ مولوی محمد رفیع۔ مولوی کفایت اللہ۔ مولوی عبد الحلیم۔ مولوی ولایت احمد۔ مولوی عبد الحیّ کے فتوے چھاپے گئے ہیں۔ اُن میں یہ زور دیا گیا ہے کہ مزارات پر قبّے بنانا شرعاً ناجائز اور قابلِ انہدام ہے۔ بلکہ بعضوں نے اُس کا ڈھانا واجب کہا ہے۔ اِس سے مُدعا یہ ہے کہ ابن سعود نے جو اکابر صحابہ کے مزارات کے ساتھ گستاخیاں کی ہیں۔ اُن سب کو جائز قرار دیا ہے، لیکن ان کی اس جانکاہی سے بھی مُدعا حاصل نہیں ہوتا۔

ابن سعود نامسعود نے کیا کیا خباثتیں کی ہیں

کیونکہ ابن سعود نے قبروں اور مزاروں کے قبے ہی ڈھانے پر اکتفا نہیں کیا ہے۔ اُس نے مسجدیں بھی

شہید کی ہیں۔ بے گناہوں کو قتل بھی کیا ہے۔ مسجدوں اور مزاروں کے مقام پر نجاستیں بھی ڈالی ہیں، مکہ مشرکہ کو گدھوں کی لیدوں سے بھی بھر دیا ہے۔ قبروں پر پٹرول ڈال کر آگ بھی لگائی ہے۔ مسجدوں کی کڑیاں بازاروں میں بکوائی ہیں۔ اگر ابن سعود کو بری کرنا منظور ہے تو ان تمام افعال کو بھی جائز کہیے۔ اتنے فتوے ترتیب دے دیئے جاتے ہیں اور اخباروں کے صفحات اُن سے لبریز ہوتے ہیں، لیکن کہیں یہ فتویٰ نہیں لکھا جاتا کہ مسجد ڈھانے والے کا کیا حکم ہے۔ اُس کو سُلطان غازی کہنا۔ اُس کی فتح و نُصرت کے لیے دُعا کرنا کیسا ہے۔ باوجود نجدی کے ان افعال کے اور باوجود اس کے کہ مُسلمان اُس سے مقابلہ کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ طائف و مکّہ مکرّمہ میں لوگوں نے بے روک ٹوک اُس کو داخل ہونے دیا۔ اس پر لُوٹ مار قتل و غارت خونریزی بے حرمتی کے جو واقعات اُس سے ظہور میں آئے۔ یہ وہابی علماء اُس سے چشم پوشی کر لیتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ وہ اُس کے تمام افعال کے حامی ہیں۔ حتیٰ کہ اُس کے لشکر کی نصرت کی دُعائیں کی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ لشکر کفّار کے مقابلہ میں کبھی نہیں آئے اُن کے ظُلم کی تلوار مسلمان علماء، سادات، باشندگان بیت الحرام کی گردنوں پر چلتی رہی ہے اور اس کے لشکر اُنہیں پر ظلم و ستم توڑتے رہے ہیں۔ پھر اُس کی نصرت و تائید کی دُعا یہ تہ دیتی ہے کہ یہ قتل و غارت مفتی صاحب کے نزدیک عین اسلام کے مطابق ہوا اور ہندوستان کے وہابی مفتی بھی نجدی کی طرح تمام مسلمانانِ عالم کو کافر مشرک واجب القتل مباح الدّم جانتے ہیں حتیٰ کہ اس دُعا میں یہ کلمات بھی ہیں:۔ واسحق

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

بسیفہ رقاب الطائفۃ الباغیۃ الکفرۃ الظلمۃ۔ یعنی یا ربّ باغی کافر ظالم گروہ کی گردنیں اُس کی تلوار سے مٹا دے۔ تو اب جو مکّہ مکرّمہ اور طائف میں بے گناہ مارے گئے یا مارے جا رہے ہیں یا مدینہ طیّبہ کے حملے میں مارے جائیں یہ تمام دیندار مسٹر محمد علی صاحب کے جامعہ مِلّیہ کے مُفتی صاحب کے نزدیک کافر فاجر ظالم ہیں۔ یہ عجیب ظلم ہے کہ کسی پر چڑھ کر نہیں گئے۔ اپنی جانوں کی حفاظت تک نہ کر سکے مگر پھر بھی کافر فاجر ظالم باغی ہوئے ؎

عجیب واقعہ ہست و غریب حادثہ ایست ٭ انا اصطبرت قتیلاً و قاتلے شاکی

جمعیۃ العلماء کے مفتی کفایت اللہ نے تمام اُمّت اسلامیہ صحابہ کرام سے اب تک سارے اہل اسلام کو شرک و کفر کا نشانہ بنایا ہے

جمعیۃ العلماء کے مفتی مولوی کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

اُونچی اُونچی قبریں بنانا ــــ قبریں پُختہ بنانا ــــ قبروں پر گنبد اور قبّے اور عمارتیں بنانا ــــ غلاف ڈالنا ــــ چادریں چڑھانا ــــ نذریں ماننا ــــ طواف کرنا ــــ سجدہ کرنا ــــ یہ تمام اُمور منکرات شرعیہ میں داخل ہیں۔ شریعت مقدسہ اسلامیہ نے ان اُمور سے صراحۃً منع فرمایا ہے۔ احادیث صحیحہ میں اس قسم کے اُمور کی ممانعت وارد ہے جو شرک یا مفضی الی الشرک ہیں۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) **فائدہ**: حامیان ابن سعود مردود کا کید ہے کہ اس کے اور اخبث افعال سے چشم پوشی کرتے اور قبّوں کی بحث لے دوڑتے ہیں۔ ہندوستانی وہابی نجدی ندوی بھی تمام مسلمانانِ عالم کو کافر مشرک جانتے ہیں۔ علماء و مشائخ و سادات و عام اہل اسلام کا قتل

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ان مفتی صاحب نے مذکورۂ بالا تمام امور کو شرک یا مفضی الی الشرک بتا کر تمام اُمّتِ اسلامیہ کو جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی ہیں شرک کا نشانہ بنا دیا اور اس شرک کے احاطہ سے کسی قرن کے مسلمان باہر نہیں جا سکتے۔ ان مفتی صاحب نے یہ بھی تصریح کر دی کہ ابن سعود کے عقائد و اعمال میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جس کو قابلِ الزام قرار دے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جمعیۃ العلماء کے یہ مفتی صاحب نجدی عقائد ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے کسی فعل کو قابلِ الزام بھی نہیں جانتے۔ اب جس قدر بھی مظالم اور مساجد و مقابر کی توہین اور عورتوں کی بے حُرمتی اور بوڑھوں اور بچّوں کا قتل وغیرہ جتنے افعال شنیعہ نجدی نے کیے ہیں۔ ان میں سے کوئی ان مفتی صاحب کے نزدیک قابلِ الزام نہیں۔ پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ ابن سعود اور اس کے ہوا خواہ یہ وعدہ کس طرح کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں کوئی خلافِ شرع امر آزار دینے والا کام نہ کیا جائے گا اور ہندوستان کے وہابی اور نجدی کے ہندی قافلہ سالار لیڈر ان مسلمانوں کو کس طرح بتاتے ہیں کہ اب، وہ آئندہ کسی مزار کی توہین نہ کرے گا اور اُس سے کوئی ظلم وقوع میں نہ آئے گا۔ جب اُس کا ظلم اور توہین قابلِ الزام بھی نہ ہو تو اُس کا یہ وعدہ کہ وہ کوئی کام خلافِ شرع نہ کرے گا اور مدینہ طیبہ کا احترام رکھے گا۔ یہ مزارات متبرکہ اور مشاہد مقدسہ اور مساجد کے حفظ و احترام کے معنی میں کس طرح آ سکتا ہے اور مسلمانوں کو اس کی طرف سے مطمئن کرنا یہی معنی رکھتا ہے کہ آج انہیں مغالطہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اور سعودی خباثتیں ان مفتیان وہابی بلکہ ان دونوں کے نزدیک عین اسلام ہے۔ (حاشیہ صفحہ موجودہ) جمعیۃ العلماء کے مفتیوں نے کیوں کہا؟

ڈالا جاتا ہے اور کل اس کے شدید توہین آمیز مظالم پر وہ اعتراض کریں تو انہیں بیوقوف بنایا جائے کہ یہ تو ہم پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ اس کا کوئی فعل قابلِ الزام نہیں ہے جو کچھ وہ کر چکا اس کے ماسوا کوئی اور کام اس نے کیا ہو تو اعتراض کرو۔ ان میں سے تو کوئی بات قابلِ گرفت نہیں ہے۔ اس پر نظر کرتے ہوئے ان فتووں کے جواب کی طرف التفات کرنا میں کچھ ضروری نہ سمجھتا تھا کیونکہ جو لوگ تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک جانتے ہوں اور جن کے مذہب میں مسجدیں ڈھانا تک جائز نا قابلِ الزام ہو۔ اس گروہ کا فتویٰ مسلمانوں کی نظر میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا۔ علاوہ بریں وہ تعصب کے رنگ میں اس قدر ڈوب کر لکھا گیا ہے کہ عاقل متیقظ اُسی تحریر پر نظر ڈال کر اُس سے متنفر ہو سکتا ہے۔ یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ نجدی کے افعال کے بعض نجدی کے کمزور حامی یہ قابلِ مضحکہ توجیہ کر دیا کرتے ہیں کہ یہ مظالم اُس کے لشکر نے کیے ہیں۔ اُن سادہ لوحوں کے خیال میں کسی بادشاہ کی طرف وہی فعل منسوب ہو سکتے ہیں جو وہ اپنے ہاتھ سے کرے۔ قلعہ بنانا ــــ مُلک فتح کرنا ــــ مارنا ــــ قتل کرنا کون بادشاہ اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ یہ سب کام اُس کے خُدام لشکری ہی انجام دیتے ہیں۔

حامیانِ ابن سعود مردود کی ایک قابلِ مضحکہ توجیہ کا ردّ

مگر یہ عجیب قسم کی محبت ہے کہ ابن سعود کے بُرے افعال خادموں کی طرف منسوب کر دیئے جائیں گو اُس کے زبردست حامی جیسے یہ علمائے وہابیہ ہیں۔ وہ اس توجیہ کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ جرأت کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس کے افعال قابلِ الزام نہیں۔ ان بزرگواروں سے میری یہ استدعا ہے کہ جہاں

اُنہوں نے قبوں کی حُرمت اور اُن کے قابلِ انہدام ہونے پر فتویٰ دے
کر ان الزاموں سے نجدی کو بری کرنا چاہا ہے۔ وہاں وہ خوں ریزی اور
ہدم مساجد کی اباحت بلکہ وجوب پر اپنا زورِ قلم صرف کر کے نجدی کی پوری
پوری اعانت کریں اور جرأت کے ساتھ اپنے عقیدے اور مذہب کو دُنیا
کے سامنے پیش کر دیں۔ چونکہ میرے محترم کرم فرمانے ان فتووں کے جواب
لکھنے کے لیے مجھے ایما فرمایا ہے۔ اس لیے میں ان تمام فتووں کو زیرِ نظر رکھ
کر مسئلہ کی اصلی صورت پیش کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک
وتعالیٰ حق بولنے حق لکھنے کی توفیق دے اور تعصب و طرفداری اور سخن پروری
کی آفات سے بچائے آمین حسبنا اللہ ونعم المولیٰ ونعم المعین ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی
سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ الطیبین واصحابہ
الطاھرین۔ مذکورہ بالا اصحاب کے تمام فتوے میرے زیرِ نظر ہیں۔
انہوں نے اپنے مُدعا کی تائید میں جس قدر عبارات پیش کی ہیں اُن سب کا مدار
چند احادیث پر ہے۔ میں انہیں پہلے ذکر کر دوں۔ اور اس کے بعد ان کے معانی
سے بحث کروں کہ بعون اللہ حق واضح ہو جائے۔

ان تمام احادیث کا ذکر جنہیں مخالفین اپنی سند بناتے ہیں

حدیث نمبر ۱: لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا	(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی جنہوں نے انبیاء کی

فائدہ: وہابی وندوی علماء خونریزی وہدم مساجد وغیرہ کے وجوب پر اپنا زورِ قلم صرف کریں۔

قبور انبیائھم مساجد (بخاری ومسلم)

حدیث نمبر ۲: عن ابن عباس لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج۔ (ابوداؤد۔ ترمذی ونسائی)

حدیث نمبر ۳: عن ابی ھیاج الاسدی قال قال لی علی الا ابعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ (مسلم)

حدیث نمبر ۴: عن جندب قال سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول الا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائھم وصالحیھم مساجد الا ولا تتخذوا القبور مساجد انی انھاکم من ذلک (مسلم)

حدیث نمبر ۵: عن عائشۃ

جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مسجدیں بنانے اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی۔

۳۔ ابو ہیاج اسدی سے روایت ہے کہ مجھ سے علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ میں تجھے اُس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ وہ یہ کہ تو کسی تصویر کو بے مٹائے نہ چھوڑے اور نہ کسی قبر بلند کو بے برابر کئے۔

۴۔ جندب سے مروی ہے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے خبردار وہ جو لوگ تم سے پہلے تھے۔ وہ اپنے انبیاء و صالحین کی قبروں کو مسجد بناتے تھے۔ خبردار تم قبروں کو مسجد نہ بنانا۔ میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔

۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان امحبیبة وامسلمة ذکرتا کنیسة رأیتها بالحبشة فیها تصاویر فذکرتا ذلك للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال ان اولئك اذا کان فیهم الرجل الصالح فمات بنوا علی قبره مسجد وصوروا فیه تلك الصور اولئك شرار الخلق عند الله یوم القیمه۔

(فتح الباری ص۲۶۱ پ ۴)

سے مروی ہے کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک کنیسہ کا ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔ اس میں تصویریں ہیں تو حضور سے یہ ذکر کیا حضور نے فرمایا اُن لوگوں کی یہ حالت تھی کہ جب اُن میں کوئی مرد صالح انتقال فرماتا۔ اُس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے اور اُس میں تصویریں بناتے وہ اللہ کے نزدیک روزِ قیامت بدترین خلق ہیں۔

حدیث نمبر ۶: اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب الله علی قوم اتخذ قبور انبیائهم مساجد۔

رواہ مالک مرسلا مشکوٰۃ ص۷۲

الٰہی میری قبر کو بُت نہ بنا کہ پوجی جائے۔ اللہ کا غضب اس قوم پر بہت سخت ہے جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔

حدیث نمبر ۷: نھی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یجصص القبور وان یکتب علیها وان توطاء (ترمذی مشکوٰۃ ص۱۴۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ قبروں پر گچ کیا جائے اور ان پر کتابت کی جائے انہیں روندا جائے۔

مسطورۂ بالا احادیث اور اُن کے ہم معنی خواہ وہ کتنی ہی ہوں بس یہی

سرمایہ ہے جس پر مفتیان جمعیۃ العلماء و جامعہ ملیہ وغیرہ کو اعتماد ہے اور جس کے بھروسہ پر وہ اکابر اسلام کے مزارات منہدم کرنے کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ باقی تمام عبارات جو انہوں نے نقل کی ہیں۔ اُن میں بھی انہیں حدیثوں سے تمسک کیا گیا ہے۔ لہٰذا اب ہمیں یہ تحقیق کرنا ہے کہ آیا احادیث مذکورۂ بالا سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح ہے یا نہیں۔

حدیث نمبر ۱، ۲، ۳، ۵، ۶ میں یہود و نصاریٰ پر انبیاء و صلحاء کی قبروں کو مسجد بنانے کی وجہ سے لعنت فرمائی گئی ہے۔ حدیث نمبر ۳ میں بلند قبر کو برابر کرنے کا ذکر ہے۔ حدیث نمبر ۷ میں قبروں کو پختہ کرنے سے نہی ہے۔

ان احادیث کو بزرگانِ دین، صلحاء اور انبیاء کے مزارات سے کیا تعلق

ان احادیث کو بزرگانِ دین، صلحاء و انبیاء کے قبہائے مزار سے کیا تعلق ہے۔ اتنا تو اُردو جاننے والا بھی محض ترجمہ سے سمجھ سکتا ہے یہود و نصاریٰ پر انبیاء و صلحاء کی قبروں کو مسجد بنا لینے پر جو لعنت فرمائی گئی ہے اُس کا سبب کیا ہے۔ احادیث کے شروح کی طرف ہاتھ بڑھانے سے قبل پانچویں اور چھٹی حدیث پر نظر کرنے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے۔

پانچویں حدیث پر نظر سے کیا معلوم ہوا

پانچویں حدیث میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اُن لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب ان میں کوئی مرد صالح انتقال فرماتا تو وہ اُس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے اور اُس میں اُن کی تصویریں بناتے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزِ قیامت بدترین خلق ہیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اُن کا قبورِ انبیاء پر مسجد بنانا۔ ان قبور یا تصویر کی عبادت کے

لیے تھا اور یہ بے شک مستحق لعنت ہے۔

چھٹی حدیث کا کیا مطلب ہے

چھٹی حدیث میں اس سے بھی زیادہ صراحت ہے کہ

ارشاد فرمایا یا رب میری قبر کو بُت نہ بنا کہ پُوجی جائے۔ اللہ کا سخت غضب ہے اس قوم پر جس نے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنایا۔ اس حدیث نے بتا دیا کہ قبروں کو مسجد بنانے کے یہ معنیٰ ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے یا کم از کم انہیں قبلہ بنا کر اُن کی طرف نماز پڑھی جائے جیسا کہ ابو مرثد غنوی کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لا تجلسوا علی القبور ولا تقبلوا الیھا۔

کہ قبروں پر نہ بیٹھو نہ ان کی طرف کو نماز ادا کرو۔

اس سے خاص قبر کے اوپر نماز بھی ممنوع ہوئی کہ اس میں جُلوس علی القبر ہوگا۔ اور قبر حقِ مقبور ہے والقبر حق للمقبور اور اسی وجہ سے حضور نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی اور اس سے اپنی اُمّت کو مُتنبہ فرمایا۔ یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے اور ہر مومن قبر کی عبادت کو شرک جانتا ہے —— معاذ اللہ کون مومن ہوگا کہ قبر کو معبود بنائے۔ مسلمانوں پر یہ افتراء ملک گیری کے لیے انہیں مشرک ٹھہرا کر اُن پر جہاد کرنے اور ان کے مِلک و مال لوٹنے کا ذریعہ ہے اور بس۔ جن احادیث میں بناء کی ممانعت ہے ان سے بھی یہی بناء مراد ہے۔ یہ حدیث ان کی بہترین شرح ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ احادیثِ مذکورہ بالا سے قُبّہ کی حُرمت تو کیا ثابت ہوتی، جس کا ذکر تک ان میں نہیں ہے۔ اور مسجد کی حُرمت بھی ثابت نہیں ہوتی جو قبر کے نزدیک عبادتِ الٰہی کے لیے بنائی گئی ہو۔ آئمہ محدثین

نے بھی اِن احادیث کا یہی مطلب سمجھا ہے۔

محدثین نے ان احادیث کا کیا مطلب سمجھا؟

شیخ العصر اوحد الحفاظ

قاضی القضاۃ علامہ ابو الفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، فتح الباری شرحِ صحیح البخاری میں فرماتے ہیں:-

قال البیضاوی لما کانت الیھود والنصاریٰ یسجدون لقبور الانبیاء تعظیماً لشانھم ویجعلونھا قبلۃ یتوجھون فی الصلوٰۃ نحوھا واتخذوھا اوثانا لعنھم و منع المسلمین عن مثل ذلک قال من اتخذ مسجد فی جوار صالح وقصد التبرک[1] بالقرب منہ لا التعظیم لہ والتوجہ نحوہ فلا یدخل فی ذلک الوعید[2]

بیضاوی نے کہا جبکہ یہود و نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو بہ نیت تعظیم سجدہ کرتے تھے اور ان قبور کو قبلہ بنا کر نماز میں اُن کی طرف مُنہ کرتے تھے اور اُنہیں بُت بنا رکھے تھے تو اللہ و رسول نے اُن پر لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا لیکن جس شخص نے کسی صالح کے مزار کے قریب بقصد متبرک مسجد بنائی اور بہ نیت تعظیم نماز اسکی طرف نہ پڑھی وہ اس وعید میں داخل نہیں۔

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب تبرّک کی نیّت سے مسجد بنانا جائز ہے اور حدیث میں اس کی ممانعت نہیں۔ اس سے قُبّوں کا جواز مستفاد ہوتا ہے کیونکہ مخالفین کے نزدیک مسجد و قُبّہ کا ایک حکم ہے چنانچہ انہوں نے مسجد کے عدم جواز سے قُبّوں کے عدم جواز پر اِستدلال کیا ہے تو ضرور مسجد کا جواز قُبّوں کے جواز کی دلیل ہوا - ۱۲

[2] فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۱

وجه التعليل ان الوعيد على
ذلك متناول من اتخذ قبور
هم مساجد تعظيما و مغالاة
كما صنع اهل الجاهلية جرهم
ذلك الى عبادتهم ويتناول
من اتخذ امكنة و قبورهم
مساجد بان تنبش وترمى
عظامهم فهذا يختص بالانبياء
ويلحق بهم اتباعهم واما
الكفرة فانه لا حرج فى نبش
قبورهم اذ لا حرج فى اهانتهم۔[1]

وجہ تعلیل یہ ہے کہ یہ وعید اُن لوگوں کو شامل ہے جنہوں نے انبیاء و صالحین کی قبروں کو تعظیماً مسجد بنایا جیسا کہ اہل جاہلیت کا عمل تھا جس میں بڑھتے بڑھتے وہ اُن کی عبادت ہی کرنے لگے اور یہ وعید ان کو بھی شامل ہے جو صالحین کی قبریں اُکھاڑ کر اُن کی جگہ مسجدیں بنائیں یہ ممانعت انبیاء اور اُن کے متبعین کے ساتھ خاص ہے۔ کفار کی قبریں کھودنے میں حرج نہیں کیونکہ ان کی اہانت میں حرج نہیں۔

نیز اس میں ہے :۔

وما يكره من الصلوة فى القبور
يتناول ما اذا وقعت الصلوة
على القبر او الى القبر او بين
القبرين وفى ذلك حديث
رواه مسلم من طرق الى
مرثد الغنوى مرفوعا لا تجلسوا
على القبور ولا تصلوا اليها
او عليها قلت وليس هو على

قبروں میں نماز کی کراہت جب ہے کہ نماز قبر کے اُوپر یا قبر کی طرف یا دو قبروں کے درمیان واقع ہو اور اس مسئلہ میں ابو مرثد غنوی کی حدیث امام مسلم نے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قبروں پر نہ بیٹھو۔ ان کی طرف یا ان کے اوپر نماز نہ پڑھو۔ امام ابن حجر

۱؎ فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ ؂

شرط البخارى فاشار اليه فى
الترجمة واورد معه اثر
عمر الدال على ان النهى عن
ذلك لا يقتضى فساد الصلوٰة۔[1]

فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر نہیں۔ اس لیے ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا اور اس کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر وارد کیا جو دلالت کرتا ہے کہ یہ نہی نماز کے فساد کی مقتضی نہیں۔

ایسا ہی امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرمایا اور ایسا ہی حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں تحریر فرمایا۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں :۔

والمتخذين عليها المساجد
والسرج لعنت کردہ است
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کسانے را کہ میگیرند بر قبور مسجد ہا
یعنی سجدہ برندگان بجانب قبر
بقصد تعظیم[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو قبروں کے اوپر مسجد بناتے ہیں۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو قبر کی طرف بقصدِ تعظیم سجدہ کریں۔

قبور کے سامنے مساجد ٹھہرا لینے سے کیا مراد ہے؟

مدارج النبوۃ میں ہے :۔

۱؎ فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ ۲؎ اشعۃ اللمعات صفحہ ۲۶۶ ؂

مراد از اتخاذ قبور مساجد سجدہ کردن بجانب قبور است واین ہر دو تقدیر متصور است یکے آں کہ سجدہ بقبور انذ و مقصود عبادت آں دارند چنانکہ بت پرستاں بعنی پرستند۔

دوم آنکہ مقصود و منظور عبادت مولیٰ تعالیٰ دارند ولیکن اعتقاد کنند کہ توجہ مقبور ایشاں در نماز و عبادت موجب قرب و رضائے وے تعالیٰ ست و موقع عظیم ست تر و حق تعالیٰ از جہت اشتمال وے۔ عبادت و مبالغہ در تعظیم انبیائے وے ایں ہر دو طریق نامرضی و نامشروع ست اول خود شرک جلی و کفر صریح ست وثانی نیز حرام و ممنوع از اشتمال بر شرک خفی و بر ہر تقدیر لعن متوجہ است۔

و نماز کردن بجانب قبر نبی یا مرد صالح بقصد تبرک و تعظیم

قبروں کو مسجد بنانے سے قبروں کی طرف سجدہ کرنا مراد ہے اُس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ خاص قبروں کو سجدہ کیا جائے اور ان کی عبادت مقصود ہو۔ جیسے بت پرست کرتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ مقصود تو عبادت الٰہی ہو لیکن اعتقاد یہ ہو کہ نماز و عبادت میں ان قبور کی طرف منہ کرنا قرب و رضائے الٰہی کا موجب ہے اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک اُس کا بڑا مرتبہ ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کی عبادت اور انبیاء کی غایت تعظیم پر مشتمل ہے یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں۔ پہلا شرک جلی اور کفر خالص ہے اور دوسرا شرک خفی پر مشتمل ہے اور ان میں سے ہر تقدیر پر لعن متوجہ ہے۔

اور انبیاء و صالحین کی قبروں کی طرف تعظیم و تبرک کے ارادہ سے

حرام ست و ہیچ کس را از علماء در آں خلاف نیست اما اگر قریب قبر ایشاں مسجدے بنا کنند تا نماز گزارند توجہ بجانب آں تا برکت مجاورت بآں موضع کہ مدفن جسد مطہر ایشاں ست و نوریت بامداد نورانیت روحانیت ایشاں عبادت کمال و قبول یا بد محظورے دریں جا لازم نمی آید وباکے ندارد ؎

نماز پڑھنا حرام ہے اور علماء میں سے اس میں کسی کو خلاف نہیں لیکن اگر اُن کی قبر کے نزدیک نماز کے لیے کوئی مسجد بنائیں بغیر اس کے کہ نماز میں ان قبروں کی طرف مُنہ کریں۔ اس لیے کہ وہ جگہ جو ان کے جسدِ مطہر کا مدفن ہے۔ اس کی برکت سے اور اُن کی روحانیت و نورانیت کی امداد سے ہماری عبادت کامل و مقبول ہو۔ اس میں کوئی حرج اور کچھ مضائقہ نہیں ؎

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مفتیانِ جدّت طراز نے جو مطلب احادیث سے نکالنا چاہا، وہ صحیح نہیں۔ اور انہیں ان احادیث سے استدلال نہیں پہنچتا۔ درمختار میں ہے :-

ولا یجصص للنھی عنہ ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وھو المختار کما فی کراھۃ السراجیۃ ؎

اور گچ نہ کریں۔ کہ منع ہے چونہ نہ کریں۔ بلند عمارت نہ بنائیں بعض نے فرمایا حرج نہیں اور یہی مختار ہے اسی طرح سراجیہ میں ہے۔

تحقیق حدیث نمبر ۳

جس میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی اس روایت کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھے مامور فرمایا کہ میں جو تصویر پاؤں محو کردوں

اور جو قبر بلند پاؤں اس کو برابر کر دوں۔

اس حدیث سے استدلال کرنے سے قبل مفتی صاحبان پر لازم تھا کہ وہ یہ ثابت کرتے کہ وہ قبور مسلمانوں کی تھیں۔

دوم یہ کہ برابر کرنے سے کیا مراد ہے۔ آیا بالکل زمین سے ہموار کر دینا کہ نشان بھی باقی نہ رہے تو یہ سُنّتِ مُتواترہ سے معارض ہے۔

تیسرے یہ کہ تصاویر کا ذکر قبروں کے ساتھ کیا مناسبت رکھتا ہے۔ جب ان امور کو صاف کر لیتے تب انہیں استدلال کی گنجائش تھی۔ اب میں بالاختصار عرض کر دوں۔ یہ بات تو ہر مومن کے لیے یقینی ہے کہ زمانۂ اقدس میں مسلمانوں کی جو قبور بنیں وہ حضور کے علم و اجازت سے کہ عادت شریف دفن میں شرکت کی تھی اور اپنے نیاز مندوں کو اپنی شرکت سے محروم نہیں فرماتے تھے۔ تو جس قدر قبور زمانۂ اقدس میں بنیں صحابہ نے بنائیں حضور کی موجودگی میں بنائیں اور موجودگی نہ بھی ہوتی تو صحابہ کوئی کام بے دریافت کئے کب کرتے تھے۔ وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو ناجائز طور پر اُونچی بن گئی تھیں اور ان کے ڈھانے کا حکم دیا۔ یہ بات بالکل عقل سے باہر ہے۔ البتہ کفار کی قبریں بہت بہت اُونچی بنائی جاتی تھیں۔ جیسا کہ اب بھی نصاریٰ کی قبریں دیکھی جاتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ڈھانے کا حکم دیا۔ کما فی الصحاح اور کفار کی قبریں ڈھانا جائز بھی ہے۔ مسلمانوں کی قبریں ڈھانا توہین ہے۔

بخاری کی حدیث سے اس کا ثبوت کہ مشرکوں کی قبریں ڈھانے کا حکم سنایا تھا

بخاری شریف میں ہے:
امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بقبور المشرکین فنبشت۔[1] یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کے لیے حکم فرمایا وہ اکھاڑ دی گئیں۔

یہ کہاں سے کہا جاتا ہے کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو مسلمانوں کی قبروں کے لیے حکم تھا یا مشرکین کا حکم مسلمانوں پر چسپاں کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ میں فرماتے ہیں:-

مسلمانوں کے مقابر محترم ہیں انہیں ڈھانا یا انہیں تصرف کرنا حرام ہیں

هل تنبش قبور مشركي الجاهلية

ای دون غیرها من قبور الانبیاء واتباعهم لما فی ذلك من الاهانة لهم بخلاف المشركين فانهم لاحرمة لهم۔

کیا مشرکین جاہلیت کی قبور اکھاڑ دی جائیں یہ جائز ہے۔ عنوان بات یہ تھی علامہ فرماتے ہیں یعنی ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں ان کی اہانت ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

وفی الحدیث جواز تصرف فی المقبرة مملوكة بالهبة والبیع وجواز نبش قبور الدارسة اذا لم یكن محرمة۔

بخلاف مشرکین کے کہ ان کی کوئی حرمت نہیں۔ یعنی حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ جو مقبرہ ہبہ و بیع سے ملک میں آگیا ہو اسمیں تصرف کیا جائے اور پُرانی بوسیدہ قبریں اکھاڑ دی جائیں بشرطیکہ محترمہ نہ ہوں۔

[1] فتح الباری جلد ثانی صفحہ ۲۶۱؛

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی قبریں محترم ہیں۔ اُن کو ڈھانا، اُن میں تصرف کرنا ناجائز اور اُن کی اہانت ہے۔ قبریں اُکھاڑنے کا حکم مشرکین کی قبروں کے لیے ہے۔ یہ بالاجمال والاقتصار اُن تمام فتووں کی حقیقت ہے جو اخبار "الجمعیۃ" اور "ہمدرد" میں چھپے ہیں۔

مولوی سلیمان ندوی کی تحریر کا رد

ایک تحریر مولوی سلیمان صاحب ندوی کی اخبار "زمیندار" میں چھپی ہے۔ انہوں نے قبّوں کے جواز و عدم جواز سے تو بحث نہیں کی مگر وہ اس کے درپے ہیں کہ قبّے اکثر مفروض ہیں، لیکن ان کی یہ تحریر نجدی کو جرم سے بری نہیں کرتی کیونکہ نجدیوں نے مساجد بھی شہید کی ہیں۔ مولوی صاحب نے یہ بھی بحث فرمائی ہے کہ مسجد جن میں سورۂ جنّ نازل نہیں ہوئی تھی اور مسجد انا اعطینا میں سورۂ اعطینا نازل نہیں ہوئی تھی۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ بحث چہ معنی دارد۔ اگر یہی فرض کرلیا جائے تو کیا اُن مساجد کا ڈھانا جائز ہوگیا۔ ہندوستان کی کسی مسجد میں کوئی سورت نازل نہیں ہوئی تو کیا یہاں کی تمام مسجدیں شہید کر دی جائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی قبر کا کسی زمانہ میں واقع ہونا آیا یہ مسائل دینیہ اور احکام شرعیہ میں سے کوئی ایسا مسئلہ ہے جس کے لیے حدیث صحیح الاسناد ضروری ہو اور اگر ایسی حدیث نہ ملے تو وہ قبر بھی ثابت نہ ہو ہندوستان میں لاکھوں اولیاء کے مزار ہیں۔ حدیث کے قاعدہ سے کسی کی اسناد محفوظ و مکتوب نہیں تو کیا یہ ان بزرگوں کی قبریں نہیں ہیں۔ اس سے اُن کا ڈھانا جائز ہو جائے گا۔ مسلمانوں کا نسلاً بعد نسل ایک چیز کی

نسبت خبر دینا کیا مسلمان کے وثوق و اطمینان کے لیے کافی نہیں ہے۔ اگر مولوی صاحب ایسا فرمائیں تو صدہا مثالیں ایسی پیش کی جاسکیں گی جہاں مولوی صاحب محض نقل و شہرت پر اعتماد فرما کر احکام شرعی جاری کرتے ہوں۔ البتہ جہاں نقل و مخالف موجود ہو وہاں غور کی حاجت ہوتی ہے۔ اُس میں بھی جب تک قبر ہونے کا بطلان یقینی نہ ہو جائے۔ اُس کو ڈھانے کا جواز محض ادعا ہے جس کی کوئی سند مولوی صاحب کے پاس نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مقامِ ابواء میں بنائی گئی، یہ مسلّم لیکن اس حدیث پر بھی تو نظر ہے جو طبرانی اور ابن شاہین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نزل بالجعول کیئبا حزیناً وفی روایت وھو باك حزین فاقام به ماشاء اللہ ثم رجع مسرورا قال یخاطب عائشۃ رضی اللہ عنھا سالت ربی فاحیا لی امی فامنت بی ثم ردّھا۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جعول میں ایک اونچی جگہ ٹھہرے اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم غمگین تھے اور گریہ فرماتے تھے۔ وہاں کچھ دیر قیام فرمایا اور پھر مسرور واپس تشریف لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خطاب فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی اُس نے میرے لئے والدہ کو زندہ کیا

پھر وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ پھر انہیں واپس کر دیا۔ حجون مکۂ مکرمہ کا قبرستان ہے جس کو جنت المعلیٰ کہتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مکۂ مکرمہ میں ہے۔ اس میں علماء نے اس طرح تطبیق دی ہے۔

وقیل جمعا بین الروایتین انها دفنت اولاً بالابواء ثم نبشت ونقلت الی مکۃ ودفنت بالحجون۔	کہ پہلے اَبْواء میں دفن کی گئیں۔ پھر وہاں سے مکہ کی طرف نقل کر کے حجون میں دفن کی گئیں۔ ؎

حرمین طیبین کی طرف اموات کو نقل کرنا، وہاں کے برکات حاصل کرنے کے لیے سلف میں بہت ہوا ہے۔ اب اس قبر کا انکار اور اس پر مضحکہ اپنا ہی مضحکہ ہے۔

مقامِ میلادِ اقدس

مکانِ میلاد کی نسبت مولوی صاحب نے بہت تہذیب کے خلاف دل آزار الفاظ استعمال کیے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ کا تذکرہ ان لفظوں میں کیا ہے۔ "کہ یہ مقام ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شکمِ مادر سے گر کر اس سطحِ خاکی کو مشرف فرمایا تھا؟" (نقلِ کفر کفر نباشد) گرنے کا لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کرنا ایماندار سے کس طرح متصور ہو۔ کیا جرأت ہے کہ یہ کلمہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کیا گیا۔ یہ ایمان ہو تو آثارِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹانا کچھ تعجب

؎ آثارِ محمدیہ وسیرۃ نبویہ للعلامہ سید احمد زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ۔

نہیں۔ مولدِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان بزرگانِ اسلام اور علماءِ دین کی زیارت گاہ رہا ہے۔ اور وہ اس سے تبرک حاصل کرتے رہے ہیں۔

مولوی صاحب کا تمسخر اس کی تکذیب کے لیے نص نہیں ہو سکتا وہ کہتے ہیں کہ سِیَر کی کتابوں میں تذکرہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سِیَر کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ ان میں خوب تذکرہ ہے نہ ملے تو مجھ سے دریافت کریں، میں حوالہ بتاؤں گا۔ افسوس تعصب میں یہ حال ہے کہ ایسے زبردست واقعات کا انکار کر دیا جاتا ہے۔ آپ نے ابن سعود کی تائید میں بہت زور کی جو بات کہی وہ یہ ہے کہ ان کو یعنی مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھ کر ابن سعود کے بدُّو افسروں کا نہیں بلکہ پیکرِ اسلام محیٔ سنت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑیں۔ جنہوں نے شجرۂ رضوان، جس کے نیچے بیٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حُدَیبیہ میں بیعتِ رضوان لی تھی۔ کلہاڑی چلائی اور اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔

کیا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصلی شجرۂ الرضوان کو کاٹنے کا حکم دیا تھا؟

بات آدمی کو تحقیق سے کہنی چاہیے اور کسی معاملہ میں جتنے پہلو ہوں، اُن سب کو ظاہر کرنا چاہیے۔ یہ نہیں کہ اپنے مطلب کے لیے واقعہ کی شکل مسخ کر دی جاتے۔ حدیث شریف میں ہے:۔

عن سعید بن المسیب عن ابیه قال لقد رأیت الشجرۃ ثم اتیتها بعد عام فلم اعرفها وروی عن عمر	یعنی سعید بن مُسَیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے شجرۂ رضوان کو دیکھا تھا پھر میں ایک سال بعد آیا، اسکو نہ پہچانا۔

بذلک المقام بعد ان ذھبت
الشجرۃ فقال این کانت
فجعل بعضھم یقول ھھنا
و بعضھم یقول ھھنا فلما
کثر اختلافھم قال سیروا
ذھبت الشجرۃ -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ وہ اس جگہ پر گزرے
بعد اس کے کہ شجرہ جاتا رہا تھا۔
جب اُن میں زیادہ اختلاف ہوا
تو فرمایا کہاں تھا بعض کہنے لگے کہ
یہاں اور بعض کہنے لگے کہ یہاں۔
جب اُن میں زیادہ اختلاف ہوا
تو فرمایا چلو درخت جاتا رہا۔

اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تجسس فرمانا، مولوی صاحب سوچیں کیا بتاتا ہے علامہ اسمٰعیل حقی، تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں :-

بلغ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی زمان خلافتہ ان ناسًا یصلون عندھا فتوعدھم وامر بھا فقطعت خوف ظہور البدعۃ۔ انتھی۔ وروی الامام النسفی فی التیسیر انھا عمیت علیھم من قابل فلم یدروا این ذھبت یقول الفقیر یمکن التوفیق بین الروایتین بانھم لما عمیت علیھم ذھبوا یصلون تحت الشجرۃ علی ظن انھا ھی شجرۃ البیعۃ فامر عمر رضی اللہ عنہ بقطعھا وفی کشف النور لابن النابلسی اما قول بعض المغرورین بانا نخاف علی العوام اذا اعتقدوا اولیاء وعظموا قبورھم والتمسوا البرکۃ والمعونۃ منہ ان یدرکھم اعتقاد ان الاولیاء تؤثر فی الوجود

مع اللہ یکفرون ویشرکون باللہ تعالی فننھاھم عن ذالک ونھدم قبور الاولیاء ونرفع البنایات الموضوعۃ علیھا ونزیل الستور عنھا ونجعل اھانۃ الاولیاء ظاھرا حتی تعلم العوام الجاھلون ان ھؤلاء الاولیاء لو کانوا مؤثرین فی الوجود مع اللہ تعالی لدفعوا عن انفسھم ھذہ الاھانۃ التی نفعلھا معھم فاعلم ان ھذا الصنیع کفر صراح ماخوذ من قول فرعون علی ما حکاہ اللہ تعالی لہ فی کتابہ القدیم وقال فرعون ذرونی اقتل موسی ولیدع ربہ انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظھر فی الارض الفساد وکیف یجوز ھذا الصنیع من اجل الامر الموھوم وھو خوف الضلال علی العامۃ انتھی۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانہ خلافت میں خبر پہنچی کہ لوگ شجرۃ الرضوان کے پاس نماز پڑھتے ہیں۔ آپ نے انہیں دھمکایا۔ اور آپ کے حکم سے وہ درخت کاٹا گیا بخوف ظہور بدعت۔ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسیر میں روایت کیا کہ اگلے سال وہ درخت گم ہوگیا اور کسی نے نہ جانا کہ کہاں گیا: علامہ فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں موافقت کی یہ صورت ہے کہ جب وہ اصلی درخت ناپدید ہوگیا تو لوگ اس گمان سے اور درخت کے نیچے نماز پڑھنے لگے کہ وہ ہی درخت بیعت ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا (یعنی جس کو

لوگوں نے غلط طور پر درخت بیعت گمان کیا تھا نہ کہ اصلی درخت کو) ابن نابلسی کی کشف النور میں ہے بعض مغروروں کا یہ کہہ دینا کہ "ہمیں خوف ہے کہ عام لوگ کسی ولی کے معتقد ہو جائیں اور اُس کی قبر کی تعظیم کریں۔ اور اس سے برکت و مدد طلب کریں تو وہ اس اعتقاد میں گرفتار ہو جائیں گے کہ وہ اولیاء وجود میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مؤثر ہیں۔ یعنی کسی چیز کے پیدا کرنے میں اس کے ساتھ شریک ہیں تو کافر و مشرک ہو جائیں گے۔ ہم اُن کو اس سے منع کرتے ہیں اور اولیا کی قبریں ڈھاتے ہیں اور جو عمارتیں اُن پر بنائی گئی ہیں اُن کو دُور کرتے ہیں اور چادریں ہٹاتے ہیں۔ اور اولیاء کی ظاہری اہانت کرتے ہیں تاکہ عام جاہل جان لیں کہ اگر یہ اولیاء اللہ کے ساتھ وجود میں مؤثر ہوتے تو اپنی ذات سے اس اہانت کو دُور کر دیتے۔ جو ہم اُن کے ساتھ کرتے ہیں۔"

تو جاننا چاہیے کہ یہ فعل (یعنی اس مقصد سے قبریں ڈھانا اور اُن کی اہانت کرنا) کفرِ خالص ہے جو فرعون کے اس مقولے سے ماخوذ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قدیم میں نقل فرمایا کہ "مجھے چھوڑو کہ موسیٰ کو قتل کر ڈالوں۔ اور انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے رب کو پکاریں۔ میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دیں یا زمین میں فساد ظاہر کریں"۔ اور یہ فعل یعنی قبریں ڈھانا ایک اَمرِ موہوم یعنی عوام کی گمراہی کے خوف سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ اب مولوی صاحب اِس میں غور فرمائیں۔ تفسیر میں پورا مسئلہ بیان کر دیا گیا ہے جس کے وہ درپے ہیں۔ اور مولوی صاحب کے قیاسِ فاسد

کا پُورا ردّ آگیا ہے اللہ تعالیٰ راہِ راست دکھائے۔ آمین!

کتبہ

العبد المعتصم بحبل اللہ المتین محمد نعیم الدین

تمّت

تقریظ

مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العلمین والصّلوٰۃ والسّلام علی المرسلین لاسیما علی افضلھم سیّدنا ومولٰنا محمّد خاتم النّبیین والہ الطیّبین وصحبہ الطاھرین وازواجہ الطاھرات امھات المومنین وعلماء ملتہ واولیاء امّتہ الراشدین المرشدین الھادین المھدین خصوصًا الامام الھمام سیّدنا سیّد الاعلام امامنا الاعظم وحضرۃ قطب الاقطاب غوث الاغواث محی الملۃ والدّین وسائر الائمّۃ اجمعین۔

فقیر نے یہ رسالہ ہدایت قبالہ مصنّفہ حضرۃ الفاضل الجلیل والعالم النبیل الالمعی اللوذعی الفطین اوستاذ العلماء مولانا المولوی الحافظ الحکیم محمد نعیم الدّین خصہم اللہ تعالیٰ بمزید العلم والصدق والیقین

وجعلہم کا سہم نعیم الدین و معین الدین و منیح الدین دیکھا بحمد اللہ تعالیٰ اُسے طالب حق کے لیے کافی و وافی اور ہزلیات ہر معاند کا نافی اور مرضِ نجدیت کے لیے دواءِ شافی پایا۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس رسالہ کو مسلمانوں کے لیے نافع بنائے آمین !

حضرت مولانا زید فضلہ نے مُفتیانِ نجدیہ و ندویہ کے خیالاتِ خام اور باطل اَوہام کی خوب خوب صَفر اشکنی فرمائی ہے۔ نہایت وضاحت سے ان کی سفاہتوں، وقاحتوں کو طشت اَزبام فرمایا ہے۔ اُن کا کوئی شبہہ ایسا نہیں رہا جس پر کافی نقض و ابرام نہیں فرما دیا ہے۔ یہ مختصر مگر نہایت جامع رسالہ ازہاق باطل و دفع ظُلماتِ نجدیاں گمراہ و غافل کے لیے حق کا آفتاب نصفُ النہار ہے۔ ہر منصف پر یہ مبارک رسالہ دیکھ کر ان نجدیوں و ندویوں کی ذلیل ترین حرکات کیادی و مکاری و فریب دہی و غداری جیسی گندی صفات روشن و آشکارہ۔ اگرچہ علماءِ اہلِ سُنت کثرہم اللہ تعالیٰ و شکر سعیہم نے مسئلہ کو واضح فرما دیا اور اب کوئی ادنیٰ خفا باقی نہ رہا۔ ہر مخالف دریدہ دہن کے مُنہ میں پتھر دے دیا۔ اور اس کے لیے مجال دم زدن و بارائے لب جنبانیدن نہ رکھا۔ مگر اب بھی یہ دعوئے سے کہا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ پر اُس کے علاوہ جو اُن علمائے کرام نے تحریر فرمایا جُز کے جُز لکھے جا سکتے ہیں۔ مگر کیا ضرورت ہے کہ اگر در خانہ کس ست ایک حرف بس است۔ اور مُعاندین کے لیے دفتر بیکار کہ وہ تو سب کچھ دیکھ سُنکر بہرے اندھے بنتے ہیں۔ اور جلوۂ حق سے اپنی مریض آنکھوں میں چکا چوند پا کر انہیں خوب میچ لیتے اور ظلمت کے گڑھوں میں گرتے ہیں اور جس زبُوں حال میں

خود ہیں، دوسروں کو بھی اُسی میں مبتلا دیکھنا چاہتے ہیں خود حق سے اندھے ہیں اور دوسروں کی آنکھوں میں بھی خاک او پُھنچ کر اپنی طرح گنگوہی بنانا چاہتے ہیں۔

جامعہ ملّیہ کے مفتی عبدالحی صاحب نے تو وہ اندھا دُھند کیا ہے کہ توبہ ہی بھلی ہے

گر ہمیں جامع ست و ایں مفتی ☆ کار فتویٰ تمام خواہد شد

جس کی حالت یہ ہو کہ اپنے صریح مخالف عبارتیں اپنے موافق جان کر نقل کرے۔ زہر پیئے اور شہد سمجھے، وہ اور فتوے۔ جامعہ ملّیہ کا مفتی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آپ کا دعویٰ باطل تو یہ ہے کہ قُبّے بنانا قرآن و حدیث و فقہ کی نظر میں ناجائز اور حرام اور ہر قبر و قبہ واجبُ الانہدام ہے اور ابن سعود نے جس قدر قُبّوں کو مُنہدم کیا ہے۔ وہ بالکل کتاب و سنت کے مطابق کیا ہے۔ مگر ہر آنکھ والا دیکھ رہا ہے کہ اُنہوں نے قرآنِ عظیم کی کوئی ایک آیت ایسی نہیں پیش کی جس میں قُبّوں کی حُرمت کا کوئی ذکر ہو۔ بلکہ جو آیت پیش کی ہے وہ، وہ ہے جس سے حضرت علامہ شہاب خفاجی قدس سرہ نے ان کے جواز پر استدلال فرمایا ہے اگرچہ ابن کثیر و آلوسی و ابن تیمیہ سے انہوں نے اس پر ردّ بھی نقل کر دیا مگر اس سے کیا اتنا ہے کہ ان کے نزدیک ابن کثیر وغیرہ کے قول سے حرمت نکلی۔ یہ ابن کثیر و ابن تیمیہ کے دامنوں میں کیوں چھپتے ہیں۔ ان میں کچھ دم ہے تو قرآنِ عظیم کی کسی آیت سے قُبّوں کی حُرمت ثابت کریں اور کتاب کریم سے اُن کا واجبُ الانہدام ہونا دکھائیں۔ مگر ہم کہے دیتے ہیں کہ قیامت تک قرآن عظیم کے کسی ایک حرف سے بھی اپنا باطل دعوٰی

ثابت نہ کر سکیں گے۔ تیرھویں صدی کے آلوسی نے حضرت علامہ شہاب خفاجی پر جو رد کیا اُس کا حاصل تو صرف اِتنا ہے کہ اِس آیت سے قبّوں پر استدلال صحیح نہیں۔ بالفرض اُس کی یہ بات قابل قبول ہو۔ تو آپ کا باطل دعویٰ قرآن سے کیونکر ثابت ہوا۔

یونہی ہر عقل والا سمجھ رہا ہے کہ جو احادیث نقل کی گئیں۔ اُن میں حُرمتِ قبہ سے کوئی علاقہ نہیں۔ قبّوں کا ان میں کہاں ذکر ہے دعویٰ یہ کہ قبہ بنانا ناجائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ قبر کو سجدہ گاہ نہ ٹھہراؤ۔ اور حدیث میں ہے کہ کوئی قبر اُونچی نہ چھوڑو۔ اگر یوں کتاب و سُنّت سے اپنے دعاوی ثابت کیے جائیں تو وہ کونسا باطل دعویٰ ہے جس کا اہل باطل قرآن و حدیث سے ثبوت نہ دے لیں گے۔

رہی فقہ آپ نے اُس پر جو کچھ ظلم ڈھایا ہے وہ بھی کسی سمجھ دار سے مخفی نہیں۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ مطلقاً قبہ بنانا حرام اور ہر قبہ واجبُ الانہدام اور دلیل میں وہ عبارتیں پیش کی جاتی ہیں جو اُن عمارتوں سے متعلق ہیں جو قبرستان وقف میں بنائی جائیں۔ یا ملک غیر میں بے اذن مالک بنی ہوں یا اپنے ملک میں محض بے فائدہ بنائی گئی ہوں۔ صرف احکام کے لحاظ سے تعمیر کی گئی ہوں۔ یا محض زینت و تفاخر کے لیے بنی ہوں۔ علماء کرام قدست اسرارہم کی ان عبارتوں میں زینت و احکام وغیرہ الفاظ دیکھ کر ان سے آنکھ چُرا جانا۔ سچ کہنا کتنے بڑے حیادار کا کام ہے۔

لُطف یہ ہے کہ وہ بھی صرف قبّوں کے متعلق نہیں بلکہ ان میں مساجد و مدارس کا بھی ذکر ہے۔ کیوں صاحب مدارس و مساجد کے الفاظ دیکھ کر بھی جو یہ نہ سمجھے کہ ان عبارات کا محمل کیا ہے وہ کتنا بلید و نافہم ہے اور اگر

سمجھ کر اُلٹی کہے تو کیسا عنید و ہٹ دھرم ہے۔ اگر آپ کی یہ بات مان لی جائے تو ہم آپ سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے ان عبارات سے مطلقاً قبّوں کا حرام و واجب الانہدام ہونا تو ثابت کرنا چاہا۔ مگر جب کہ مساجد و مدارس کا بھی ان میں ذکر تھا تو اُس سے کیوں کنّی بچا گئے۔ یوں آپ پر لازم ہے کہ جس طرح حُرمتِ قبہ کا اعلان کیا ہے اسی طرح آپ علی الاعلان یہ کہتے کہ قرآن و حدیث و فقہ ائمہ اربعہ کی رو سے مدارس و مساجد بنانا حرام اور جو بنے ہوتے ہوں اُن کا مسمار کر دینا اور اُن کے آثار مٹا دینا لازم کیوں ہے صلاح کیا آپ یہ اعلان کرائیں گے اور نہیں تو دیوبند و جامعہ ملیہ اور ایسے ضلالت کے جو اور مدارس ہوں ان کے قلع قمع میں تو اہلِ سُنّت بھی آپ کا ساتھ دیں گے اور اگر کسی دینی مدرسہ کا آپ نے رُخ کیا تو وہ اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ ہوں گے۔ آپ نے ابن تیمیہ سے اِستدلال کی زحمت کیوں گوارا کی۔ سرے سے یونہی کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ سب کچھ حرام و شرک ہے۔ اس لیے کہ ہمارا امام محمد بن عبدالوہاب نجدی اپنی کتاب التوحید میں اس کی تصریح کرتا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مُسلمانوں کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ وہ جس راہ پر گامزن ہیں وہ بالکل صحیح و درست اور نہایت پاک و صاف راہ ہے۔ انہیں ان وہابیوں ندویوں کے فریبوں، کیدوں، مکاریوں سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے۔ جن علماء نے منع فرمایا ہے اور جنہوں نے اجازت دی ہے اُن میں کوئی اختلاف نہیں جسے وہ منع کرتے ہیں اُسے یہ بھی جائز نہیں کہتے۔ جو حضرات منع کرتے ہیں وہ وہاں منع فرماتے ہیں۔ جہاں

وجوہ منع سے کوئی وجہ منع پائی جائے کہ غیر کی ملک میں بے اجازت تعمیر ہو یا قبرستان وقف میں بے شرط واقف عمارت بنائی جائے یا صرف تفاخر و زینت کے لیے بنائیں یا محض بے فائدہ ایسا کریں اور جہاں یہ کچھ نہ ہو وہاں کیوں ممنوع ٹھہرائیں اور جبکہ علمائے کرام نے اس کی تصریح فرمادی کہ جواز ہی مختار و مرجح و مفتیٰ بہ ہے تو اب کسی کو کیا گنجائش کلام ہے اور جواب بھی محض بزورِ زبان مخالفت کی جائے تو اس کا قول کیا قابلِ التفات ہو۔ اب آخر میں ہم بعض وہ عبارات جو نظر حاضر میں ہیں پیش کریں۔

ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے :-

یکرہ الآجر والخشب ای کرہ ستر اللحد بہما وبالحجارۃ والجص لکن لو کانت الارض رخوۃ جاز ویسنم ای یرفع القبر استحبابا غیر مسطح قدر شبر فی ظاہر الروایۃ وفیہ اباحۃ الزیادۃ ویکرہ بناؤہ بالجص والآجر والخشب لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صفق الریاح وقطر الامطار علی قبر المؤمن کفارۃ لذنوبہ لکن المختار ان التطین غیر مکروہ وکان عصام بن یوسف یطوف حول المدینۃ ویعمر القبور الخربۃ کما فی القہستانی وفی الخزانۃ لا باس بان یوضع حجارۃ علی راس القبور ویکتب علیہ شیٔ وفی النتف کرہ ان یکتب علیہ اسم صاحبہ اھ مختصراً۔

بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس اللہ سرہ النورانی میں ہے :-

روی ان عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما لما مات بالطائف صلی علیہ محمد بن الحنفیۃ وجعل قبرہ مسنما وضرب علیہ فسطاطا اھ مختصراً۔

تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے :- اذا خربت القبور فلا باس بتطیینہا۔

جواہر الاخلاطی میں ہے :- وھو الاصح وعلیہ الفتوی۔

کفایہ میں ہے :- وان اھیل علیہ التراب لا باس بالحجر والآجر وکذا علی القبر ان احتیج الی الکتابۃ وفی الجامع الصغیر لقاضی خان رحمۃ اللہ علیہ لا باس بکتابۃ شیٔ او بوضع الاحجار علی القبر لیکون علامۃ۔ خاص قبوں کے متعلق تو امام ابن حجر مکی نے نص فرمادی ..... کہ علماء و اولیاء وصلحاء کے مزارات طیبہ پر قبہ بنانا قربت ہے کما فی مصباح الانام۔

حضرت علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :-

ضرب الفسطاط ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس للحی لا لاظلال المیت فقد جاز۔

اسی میں ہے :-

اذا علی القبر لغرض صحیح لا لقصد المباہات جاز۔

ان دونوں اماموں حضرت ابن حجر عسقلانی و علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہما نے تو ان مُنہ زوروں کے مُنہ میں پتھر دے دیا ہے۔ یہ متبعین شیخ نجدی، جس علّت سے قبوں و مزاروں کے قلع قمع کے درپے ہیں، علمائے کرام اُسی علّت سے اُن کے جواز بلکہ استحباب کا فتویٰ دیتے ہیں۔

محبوبانِ الٰہی و مقبولانِ بارگاہِ رسالت پناہی سے جلنے والے اسی لیے تو منع کرتے ہیں کہ اس میں اُن کی تعظیم ہے اور علماء انہیں اس لیے جائز بلکہ قربت فرماتے ہیں ملاحظہ ہو تفسیر رُوح البیان بناء القبات علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء امر جائز اذا قصد بذلک التعظیم فی اعین العامۃ حتی لایحتقروا صاحب ہذا القبر۔

یہ دشمنِ دین و ایمان جو آج اس تعظیم محبوبانِ خدا کی وجہ سے ان کے مزاراتِ طیبہ کھود ڈالتے ہیں اور اُن کا ہدم واجب ٹھہراتے ہیں۔ خیریت ہوئی کہ انہیں اب تک یہ معلوم نہ ہوا کہ نمازِ جنازہ میں بھی تعظیمِ میت ہے اور وہ اسی لیے مشروع ہوئی ہے اسی واسطے کافر باغی و قطاعُ الطریق جن کی اہانت لازم ہے۔ اُن کے جنازہ کی نماز نہیں ہوتی۔ اگر اس طرف انہوں نے توجہ کی تو یہ فرض کفایہ نماز جنازہ کو بھی حرام و شرک ٹھہرائیں گے۔ بدائع امام ملکُ العُلماء میں ہے :- ھذہ الصلاۃ شرعت التعظیم المیت ولھذا تسقط من یجب اھانتہ کالباغی والکافر و قاطع الطریق۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہر فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین!

فقیر مصطفےٰ رضا قادری رضوی بریلوی عفی عنہ

(تصحیح کردہ: حضرت مفتی محمد اعجاز الولی الرضوی علیہ الرحمۃ)

مزاراتِ اولیاء کرام پر گنبد بنانے کے بارے میں

مُفتیٔ اعظم پاکستان

حضرت علامہ مُفتی ابوالبرکات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کا فتوائے مُبارکہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

مزاراتِ طیبہ اولیاء کرام و علمائے عظام پر بنائے قبہ سلف سے اب تک معمول ہے۔ مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۲۸۷ میں ہے :-

قد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء المشاھیر لیذورھم الناس ولیستریحون بالجلوس فیہ الخ	بیشک سلف نے بزرگوں یعنی علماء کرام و اولیائے عظام کی قبور پر عمارت بنانے کو جائز رکھا ہے کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں آرام کریں۔

نیز علامہ اسمٰعیل حقّی حنفی اپنی تفسیر روح البیان جلد اوّل صفحہ ۸۷۹ "کشف النور عن اصحاب القبور" سے نقل فرماتے ہیں :-

ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمّٰی سنۃ فبناء القباب علی قبورِ العلماء	بے شک بدعتِ حَسنہ جو موافق ہو، مقصودِ شرع کے، اس کا نام سُنّت ہے تو بنا نا قبوں کا،

بنائے قُبّہ : گنبد بنانا ، سلف : قدیم بزرگانِ اسلام ۔

والاولیاء والصلحاء وضع
الستور والعمائم والثیاب
علی قبورهم امر جائز
اذا کان القصد بذالک
التعظیم فی اعین العامة
حتی لا یحتقروا صاحب
هذا القبر۔

مزاراتِ علماء اولیاء صلحاء پر
اور لٹکانا پردوں کا اور رکھنا
عماموں کا اور ان کی قبروں پر،
امر جائز ہے جبکہ اس کے ساتھ
تعظیم اولیا و علماء مقصود ہو تاکہ
عوام الناس مزاراتِ اولیاء کرام و علماء
عظام کی توہین و تحقیر نہ کریں۔

آخر میں فرماتے ہیں:۔
لا ینبغی النهی عنه۔ یعنی اس کام سے روکنا نہ چاہیے۔
نیز علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار جلد اول میں فرماتے ہیں:۔

لا یکره البناء اذا کان
المیت من المشائخ والعلماء
والسادات الخ

بناء علی القبور مکروہ نہیں
ہے، جبکہ میت مشائخ یا علماء
و سادات سے ہو۔

علامہ شیخ احمد طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں:۔
لا بأس به هو المختار۔ مذہب مختار یہی ہے کہ اس بناء (قبہ جات) میں کوئی مضائقہ نہیں۔
علامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی، میزان کبریٰ صفحہ ۲۵۹ میں قبور پر عمارت بنانا، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں:۔
قول ابی حنیفه بجواز ذالک الخ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

حررہ العبد رحمۃ ابدالقوی۔ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی الوری
نائب صدر حزب الاحناف ہند، لاہور

عمارت = بناء : عمارت بنانے کے متعلق ۔

اولیاء و صلحاء کے مزاراتِ مقدسہ
پر گنبد بنانے کے جواز پر دلائل و براہین

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیانِ شرع متین اندریں صورت کہ ابن سعود نجدی وہابی نے اور اس کے حکم سے اس کے سپہ سالار خالد علیہما ما یستحقہا نے جو مقابر و مساجد جیسے مسجد جن، مسجد جبل نور اور مشاہد متبرکہ کی توہین کی، ان کو منہدم کیا۔ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے قبہ کو گرا کر ان کی قبر مبارک میں گولیاں چلائیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے کہا کہ بہت دن پوجی گئی ہے اب قبر سے نکل کر ہمارے ساتھ کر اگر کچھ کر سکتی ہے۔

یہی معاملہ طائف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قبہ اور قبر کے ساتھ کیا گیا۔ قبۂ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرانے کے وقت خالد شقی نے کہا کہ اس عورت یعنی حضرت آمنہ رحمہا اللہ نے یہاں وہ بچہ یعنی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنا تھا لہذا یہ جگہ ناپاک نعوذ باللہ گرانے کے قابل ہے اور اب اس مقام متبرک کو پیشاب پاخانے کی جگہ بنا رکھی ہے۔ اسی طرح اور بہت سے اس ظالم شقی کے مظالم ہیں جو اہل دہلی اور قصور وغیرہ کے اشتہارات اور

بمبئی وغیرہ کے اخبارات اہلسنت سے ظاہر ہیں اور چشم دید واقعات مذکورہ اور بعض وہاں کی معتبر مطوف وغیرہ سے سُنے ہوئے ہیں تو اتو معتبر حاجیوں نے بیان کئے ہیں اور بعض اُنہیں مظلوم حاجیوں نے مشتہر کیے ہیں اور جلسہ فیروز پور اور مسجد وزیر خاں مرحوم میں بیان کیے ہیں اور خلافت کمیٹیاں جواب تک ان واقعات کو چھپا رہی تھیں اب وہ بھی کچھ ایچ پیچ سے اُن مظالم کا اقرار کر رہی ہیں۔ مگر اخبار زمیندار تمام مظالم کا اقرار کر کے غیر مقلدین سے بھی دو قدم آگے چل رہا ہے اور وہ ان مقاماتِ مقدسہ کو (نعوذ باللہ) مثل لات عزّیٰ اور بتوں کے استھانوں کے قرار دے کر نجدی مظالم کی عینِ اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہا ہے اور غیر مقلدین تو دوسرے مظالم نجدی اور توہین مشاہد سے مُنہ چھپا کر فقط اونچی قبروں کی اور قبّوں کے گرانے پر بہت سی عبارات کتبِ فقہ نقل کر کے غالباً اپنی بے سمجھی یا حق پوشی سے بذریعہ اشتہار مسلمانوں کو بہکا رہے ہیں۔

لہٰذا مفصّل مطلع فرمایئے کہ اِن عباراتِ مندرجہ اشتہار راولپنڈی کا جس کی سُرخی "قبّے اور حنفی علمائے کرام" ہے، کیا مطلب ہے۔ اور پھر اُن مظالم نجدیہ سے مفصّل اطلاع دی جاوے کہ وہ مظالم فی الواقع مظالم اور مخالفِ شریعت ہیں یا موافق شریعت اور عین انصاف۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَنَبِیِّہٖ وَآلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ۔

صورتِ مسئولہ میں سب سے زیادہ قابلِ تحقیق مسئلہ اُونچی قبروں اور قبّوں کا ہے اور دوسرا مسئلہ انہدام مشاہد متبرّکہ مثل قبّہ مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اور تیسرا مسئلہ توہینِ قبورِ اولیاء اللہ اور صحابہ کرام اور اُمّہات المومنین اور چوتھا مسئلہ انہدام مساجد متبرّکہ مثل مسجد جنّ اور مثل جبلِ ثور کا۔

لہٰذا اس رسالہ کو چار باب پر منقسم کر کے باب اوّل میں تحقیق مسئلہ قبورِ مشرفہ اور قبّوں کی کی جاتی ہے:۔ واللہ ولی التوفیق نعم المولیٰ ونعم الرفیق۔ اللھم ارنی الحقّ حقّاً والباطل باطلا اللھم ربّ زدنی علماً بموجب حدیثِ صحیح اِنّما الاعمال بالنّیات یعنے عملوں کا بدلہ بحسب نیّت مرتّب ہوتا ہے۔ بعض احادیثِ صحیحہ سے جواز اونچی قبر بنانے اور اُس پر مکان بنا کر اُس مکان میں ادب سے رہنے اور آسائش سے تلاوتِ قرآن مجید وغیرہ پڑھ کر صاحبِ قبر کو ثواب بخشنے کا ثابت ہوتا ہے اور بعض سے بخوفِ پرستش اُونچی قبروں کے برابر کر دینے اور قبّوں کے گرانے کا بخوف بے ادبی اہلِ قبورِ اولیاء وانبیاءؑ لوگوں کو اُن میں مثل گھروں کے بے تکلف رہتا دیکھ کر۔

چنانچہ سنن ابی داؤد جلد سوم صفحہ ۲۰۳، مطبوعہ مطبع انصاری مع عون المعبود میں ہے:—

عن المطلب قال لما مات عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اخرج بجنازته فدفن فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً ان	(ترجمہ) حضرت مطلب سے روایت ہے فرماتے ہیں جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور اُن کا جنازہ نکالا گیا پھر

بأیته بحجر فلم یستطع حمله فقام الیها رسول الله صلی الله علیه وسلم وحسر عن ذراعیه قال کثیر قال المطلب قال الذی یخبرنی ذالك عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال کانی انظر الی بیاض ذراعی رسول الله صلی الله علیه وسلم حین حسر عنهما ثم حملها فوضعها عند رأسه وقال اتعلم بها قبر اخی وادفن الیه من مات من اهلی

اور صفحہ ۱۸۱ کتاب الجنائز تعلیقات بخاری شریف میں ہے: قال خارجة بن زید رأیتنی ونحن شبان فی زمن عثمان رضی الله عنه وان اشدنا وثبة الذی یثب قبر عثمان بن مظعون حتی یجاوزه۔

دفن کر دیئے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا اُس بڑے پتھر کو اُٹھا لاؤ۔ اُن سے نہ اُٹھ سکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں آستینیں چڑھا کر کھڑے ہوئے۔ کثیر نے جو اس حدیث کی سند کی ایک راوی ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت مطلب نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو یہ خبر سنائی فرماتے ہیں کہ حضور کے آستینیں چڑھانے کے وقت آپ کے دونوں بازوؤں کی سپیدی میں نے دیکھی تھی میری نظروں میں سمائی ہوئی ہے پھر پتھر کو حضور نے خود اُٹھا کر حضرت عثمان کے سرہانے قائم کر دیا اور فرمایا میں اس پتھر سے اپنے بھائی عثمان کی قبر کی نشانی قائم کرتا ہوں تاکہ اپنے اہل و عیال کو اس کے قریب دفن کرتا رہوں۔

اس حدیث سے تو اتنا ہی معلوم ہوا کہ سرہانے قبر کے اُونچا پتھر

قائم کر دیا تھا مگر حضرت خارجہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری قبر اُونچی تھی چنانچہ حضرت خارجہ بن زید فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہم جوان تھے اور ہم میں زیادہ کودنے والا وہ جوان گنا جاتا تھا جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی یعنی اُن کی قبر کی مقدار اونچائی کود کر پرلی طرف پہنچ جاوے۔

ان دونوں احادیث ابوداؤد اور بخاری شریف سے اتنی بات ثابت ہوگئی کہ اگر بغرض نشان قبر قائم رکھنے اور اس بات کی پہچان کے لیے کہ یہ قبر فلاں بزرگ کی ہے اگر کچی قبر اتنی اُونچی بنا دی جائے اور بغیر آگ سے پکے ہوئے چونہ کے پتھر سے بلند کر دی جاوے جائز ہے۔ بلکہ سنتِ فعلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر نفس قبر پر بنا نہ رکھی جائے بلکہ گرداگرد قبر کے گنبد فراخ یا مکان سایہ دار بغرض حفاظتِ قبر یا اس غرض سے بنا دیا جائے کہ آرام سے تلاوتِ قرآن مجید کر کے اہلِ قبر کو ثواب پہنچایا جائے۔ تلاوت کرنے والوں، فاتحہ خوانوں اور اہلِ قبور اولیاء اللہ سے فیض حاصل کرنے والوں اور اُن کو آرام ملے تو بالاتفاق جائز بلکہ موجبِ ثواب ہے ورنہ جناب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کبھی حجرۂ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں نہ دفن کیے جاتے۔

اور اگر حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بقول بعض بوجہ خصوصیت شانِ رسالت دفن کیے گئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو تو صحابہ کرام سایۂ حجرہ میں کبھی دفن نہ کرتے تاوقتیکہ پہلے حجرہ کو برابر نہ کر دیتے۔ مگر بجائے برابر کرنے کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

جب مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کی تعمیر کرائی تو بغرض حفاظتِ حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار کھنچوادی۔ پھر ۸۸ھ زمانہ ولید بن عبدالملک میں حضرت عبداللہ بن زبیر نے اس بناء کو اور محکم کیا اور از سرِ نو منقش پتھروں سے بنوایا حالانکہ بڑے بڑے اکابر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اُس وقت موجود تھے، مگر اس بنا کے متعلق جو گرداگرد حجرۂ مقدسہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قائم کی گئی، کسی سے ادنیٰ سا انکار بھی نہیں پایا جاتا۔

چنانچہ صفحہ ۱۳۵ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ مؤلفہ سید سمہودی رحمۃ اللہ میں ہے:-

عن عمرو بن دینار و عبید اللہ ابن ابی زید رضی اللہ عنہ قالا لم یکن علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حائط فکان اوّل من بنی علیہ جداراً عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ قال عبید اللہ ابن ابی زید کان جدارہ قصیراً ثم بناہ عبد اللہ بن الزبیر و قال الحسن البصری کنت ادخل بیوت

(ترجمہ) حضرت عمر بن دینار اور عبید اللہ بن ابی زید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ زمانۂ سید الانبیاء سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے گرد چار دیواری نہ تھی بعد دفن ہونے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اُس حجرہ کے گرد چار دیواری حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنوائی۔ عبید اللہ بن ابی زید فرماتے ہیں۔ یہ دیوار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا غلام مراھق وانا لا لسقف بیدی وکان لکل بیت حجرۃ وکانت حجرہ من الکسۃ من شعر مربوطۃ فی خشب عرعر۔

اور صفحہ ۱۸۶ بخاری شریف مطبوعہ مطبع محمدی میرٹھ میں ہے: عن ہشام ابن عروۃ عن ابیہ قال لما سقط علیہم الحائط فی زمان ولید ابن عبد الملک اخذ وا فی بنائہ۔

چھوٹی تھی پھر اُس کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنایا۔

دوسرے مقام پر اسی کتاب میں ہے تعمیر مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ منقشین پتھروں سے۔ چنانچہ مصنف مرحوم فرماتے ہیں کہ اپنے زمانہ کی تعمیر کے وقت میں نے بھی اُس دیوار کو دیکھا تھا منقوش پتھروں کی دیوار تھی۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں لڑکا قریب البلوغ تھا، حضور کے حجروں میں میری آمد و رفت تھی۔ حجروں کی چھت سے میں ہاتھ لگا لیا کرتا تھا اور آپ کی ازواجِ مطہرات کے حجرے بالوں کی چادروں کے تھے جو عرعر کی لکڑیوں سے بندھی ہوئی تھیں۔ حضرت ہشام عروہ رحمہما اللہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب چار دیواری حجرۂ مبارکہ حضرت صدیقہ زمانہ ولید بن عبدالملک میں گرائے گئے پھر سب نے اُسکو از سرِ نو بنایا۔

ان روایاتِ معتبرہ سے علاوہ اس امر کے کہ اوّل حجرۂ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بغرض سکونت حضرت صدیقہ اور اظہارِ عظمتِ شانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شانِ عظمتِ صدیق اکبر قائم رکھا گیا اور پھر بغرض اظہارِ شانِ عظمت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عمر

بن عبدالعزیز نے جو خلفاء راشدین سے باتفاق شمار کیے گئے ہیں، منقوش پتھروں کی گول چار دیواری بنوائی اور اُس پر کسی نے صحابہ کرام سے اس امرِ خاص کے متعلق انکار نہیں کیا۔

تاریخ روضۂ مقدسہ

جذب القلوب[1] میں ہے کہ عمارت زمانہ ولید تک کچی اینٹوں کا بنایا ہوا حجرہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گرد حجرہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کیلا ہوا تھا، مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بحکم خلیفہ ولید اس کی بنا کو شہید کر کے منقش پتھروں سے اُس حجرہ کو بغیر کسی دروازے کے تعمیر کروایا اور اُس کے گرد بغرض حفاظت ایک اور گول عمارت بلا دروازہ کے تعمیر کروائی۔ پھر ۵۵۰ھ میں جمال الدین اصفہانی صاحب محامد جزیلہ نے محضر علماء کرام میں، بلا انکار کسی مُنکر کے صندل کی جالی کا احاطہ اُس کے گرد قائم کیا اور ۵۵۷ھ میں جب بعض نے نصاریٰ مغربی درویشوں کی شکل میں عابد زاہد بن کر گرد روضۂ مقدسہ، ایک مکان لے کر روضۂ مقدسہ کی طرف سُرنگ لگانی شروع کی۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین بار خواب میں حکم پا کر سولہ دن میں شام سے مدینہ طیبہ پہنچ کر اُن نصاریٰ کو قتل کرا کے اُن کی لاشیں جلا کر گردا گرد روضۂ مقدسہ کے اتنی گہری بنیاد کھود کر کے کہ پانی نکل آیا تمام بنیاد کو خالص سیسہ پگھلا کر بھروا دیا۔ پھر ۶۷۸ھ میں سلطان قلاؤن صالحی نے یہ گنبد سبز جو اب تک موجود ہے بلا انکار کسی مُنکر کے بنوایا۔۔۔۔ الخ (عبارت مذکورہ تاریخ

---

[1] جذب القلوب صفحہ ۱۰۸ مطبع نولکشوری ؛

سمہودی علیہ الرحمۃ کی ہے)

یہ امر بھی ظاہر ہو گیا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود دُنیا کی آسائش کو پسند کیا نہ دوسروں کے لیے اپنے مقربین سے پسند فرمایا چنانچہ ازواج مُطہراتِ سرورِ کائنات بادشاہِ دوجہاں نے جن کی ہیبت سے شاہان رُوم و شام کانپتے تھے، ساری عمر کمل اور لکڑی کے بنے حجرہ میں جس کی چھت کھجور کے پتّوں سے بنی ہوئی تھی بسر کر دی اور یہی حال آلِ عبا اہلبیت سرور انبیاء کا رہا۔ چنانچہ بخاری شریف[1] میں ہے:۔

وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ ضَرَبَتْ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى قَبْرِهِ سَنَةً ثُمَّ رُفِعَتْ فَسَمِعُوا صَائِحًا يَقُولُ أَلَا هَلْ وَجَدُوا مَا فَقَدُوا فَأَجَابَهُ الْآخَرُ بَلْ يَئِسُوا فَانْقَلَبُوا۔

(ترجمہ) جب حضرت حسن بن حسن بن علی کرم اللہ وجہہ نے انتقال فرمایا اُن کی بیوی نے اُن کی محبت میں اُن کی قبر مبارک پر ویسا ہی جیسے ازواج مُطہرات کے حجرے تھے خیمہ ڈال کر رہنا شروع کیا۔ بعد برس روز کے اُس قُبہ کو اُٹھا کر جب واپس گھر لوٹنے لگیں کسی پکارنے والے کو سُنا کہ وہ کہتا ہے کیا جن کو انہوں نے گُم کیا تھا اُن کو پا لیا؟ پھر سُنا کہ کوئی جواب دیتا ہے۔ نہیں بلکہ نا اُمید ہو کر واپس پھرے۔

روایت ہذا سے ظاہر ہے کہ اپنے رہنے کے لیے قبر پر قُبہ بنانے سے کسی نے صحابہ کرام سے انکار نہیں کیا۔ ہاں اگر کسی نے اعتراض کیا تو وہاں بے سُود رہنے پر اعتراض کیا۔ بناء علیہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب

---

[1] بخاری شریف صفحہ ۱۷۷ مطبوعہ مطبع محمدی ؛

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحت حدیث ہذا تحریر فرماتے ہیں :-

قولہ "ضربت امرأتہ قبتہ" الظاہر انہ لاجتماع الاحباب للذکر والقرأۃ وحضور الاصحاب بالمغفرۃ والرحمۃ واما حمل فعلہا علی العبث المکروہ کما فعلہ ابن حجر فغیر لائق لصنیع اہل البیت۔

یعنی ظاہر یہ ہے کہ وہ قُبّہ اس لیے ڈالا گیا تھا کہ اُن کے دوست وہاں جمع ہو کر مشغول ذکر و تلاوت قرآن مجید ہوں اور وہاں آکر دُعاءِ رحمت و مغفرت آرام سے بیٹھ کر صاحبِ قبر کے لیے کرتے رہیں۔

چنانچہ عینی شرح صحیح بخاری[1] میں ہے :-

اما مصلحۃ المیّت فمثل ان تجمعوا عندہ القراء القرآن والذکر فان المیّت ینتفع بہ۔ روی ابو داؤد من حدیث معقل ابن یسار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرؤا یٰسٓ ینتفع علی موتاکم واخرجہ النسائی وابن ماجۃ ایضاً۔ فالحدیث یدل علی ان المیّت ینتفع

(ترجمہ) قبر پر قرآن پڑھنے میں میّت کے لیے یہ مصلحت ہے کہ قبر کے پاس جمع ہو کر قرآن پڑھنے کے لیے اور ذکر اللہ کرنے کو (جیسا کہ عُرسوں میں ہوتا ہے) اس واسطے کہ علاوہ ثواب قرآن پڑھنے سے میّت نفع حاصل کرتی ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھو تم یٰسٓ اپنے مُردوں پر

[1] عینی شرح بخاری جلد چہارم صفحہ ۲۰۶

بقرأۃ القرآن عندہ وہو حجۃ علی من قال ان المیّت لا ینتفع بقرأۃ القرآن۔

اور نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے اور یہ حدیث دال ہے اس امر پر کہ میت کو تلاوت قرآن سے نفع پہنچتا ہے اور اس امر کے منکر پر یہ حدیث ہماری حجت ہے۔

اور تفسیر عزیزی میں شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ ہر روز تک ابتداءِ موت سے صاحبِ قبر کا تعلق اپنے احباب سے زیادہ رہتا ہے اور قربِ زمانۂ موت میں صاحبِ قبر زیادہ اُمیدوارِ ایصالِ ثواب رہتا ہے۔ اور اہلِ بیت نبوّت کے فعل کو فعل عبث قرار دینا ہرگز شانِ اہلبیت کے لائق نہیں جیسا کہ ابن حجر رحمہ اللہ کا خیال ہے لہٰذا بحسب اختلافِ نیّت قبور پر خیمہ یا قُبّہ بنانا بحسب حاجت و ضرورت مختلف فیہ رہا ہے۔ جن اصحاب کرام نے بغرض حفاظتِ قبر اور آسائشِ زائرین اور قاریانِ قرآن اور فاتحہ و درود خوانوں کے دو روز تک مناسب سمجھا دو روز تک قبر پر خیمہ تانے رکھا جنہوں نے زیادہ ضرورت سمجھی زیادہ دنوں تک بموجب اُس زمانہ کی حالت کے کہ حُجرے بھی ازواج مطہرات کے کمل کے تھے زیادہ دن قائم رکھا جن کا خیال اس جانب ہوا کہ نہ کوئی یہاں آکر تلاوت کرتا ہے نہ بغرض استفاضہ کے صاحبِ قبر سے رہا ہے اور رہتا ہے یوں ہی بے ادبانہ بے تکلف گھر بنا کر رہتا ہے بلکہ محض بنظر تفاخر اور مباہاۃ فخریہ خیمہ ڈالتے یا قُبّہ بناتے ہیں اس سے منع فرمایا۔ چنانچہ منتقی شرح موطا امام مالک رحمہ اللہ میں ہے۔ ابو الولید سلیمان اندلسی مالکی المتوفی ۴۹۴ھ فرماتے ہیں :-

واما تقصیصہا وہو تبییضہا

(ترجمہ) تقصیص قبر کو قلعی یا سفیدی

بالجيرا والتراب الابيض فقد قال ابن حبيب نهى عن ذالك والنقش على القبر كره ابن القاسم ان يجعل على القبر ملاطة ويكتب فيها ولم يربالعمود والخشبة والحجر يعرف بها القبر من غير ان يكتب فيها بأساً ووجه ذالك منع ماتقدم مناه من المباهاة واباحة ماعرا منها واما الفسطاط يضرب على القبر فقد قال ابن حبيب ضربه على قبر المرأة افضل من ضربه على قبر الرجل لما يستر منها عند اقبارها وضربه عمر رضي الله عنه على قبر زينب رضي الله عنها بنت جحش وكره ضربه على قبر الرجل ابن عمر وابوهريرة وابو سعيد الخدري و ابن المسيب وضربة عائشة

سے سفید کرنے کو کہتے ہیں۔ ابن حبیب رحمہ اللہ (بخوف فخر و مباہات) سفید کرنے اور قبر پر نقش و نگار بنانے سے منع فرماتے ہیں۔ ابن قاسم رحمہ اللہ قبر پر پتھر بچھا کر اُس پر لکھنے کو فعل مکروہ سمجھتے تھے اس واسطے کہ اس میں کوئی غرض صحیح نہیں معلوم ہوتی اور توہین حروف کا خوف غالب ہے۔ اور فرماتے تھے اگر لکڑی یا ستون یا بڑا پتھر بغیر لکھنے کے بغرض علامت اور نشان قبر قریب قبر میں نصب کر دیا جائے کچھ حرج نہیں ہے اور اُمورِ مذکورہ سے منع کرنا جبھی جائز ہے جب یہ اُمور بغرض فخر و مباہات اور نمائش کے ہوں ورنہ اُمور مذکور بھی مباح ہیں البتہ قبر پر خیمہ ڈالنے کی نسبت ابن حبیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کی قبر پر خیمہ ڈالنا بہ نسبت مرد کی قبر کے افضل ہے خصوصاً دفن سے

رضی الله عنها على قبر اخيها عبد الرحمٰن وضربه محمد بن الحنفية على قبر ابن عباس قال ابن حبيب واراه واسعا اليوم اليومين والثلثة ويبات فيه ان خيف من نبش اوغيره وانما كرهه من كرهه لمن ضربه على وجه السمعة والمباهاة۔ وهكذا فى العينى شرح البخارى۔

پہلے کہ اس میں پردہ پوشی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش پر خیمہ قائم کر دیا تھا۔ البتہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید خدری اور ابن مسیب رحہم اللہ مرد کی قبر پر خیمہ ڈالنے کو مکروہ جانتے تھے مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رحمٰن کے

نسبت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا آدھا علم عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینہ میں ہے) اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی قبر پر خیمہ قائم کیا تھا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر مبارک پر جو طائف میں ہے اور خالد، سپہ سالار ابن سعود نامسعود نے اسی قبر مبارک کے قبہ کو بحکم نجدی مردود شہید کرکے قبر کو اپنی جوتیوں سے پامال کیا۔ اور اُس پر پیشاب کیا اور آخر کار بموجب تحریر اخبار رسالت اور اخبارِ غالب بمبئی اپنے کئے کی سزا کو پہنچا اور غازیانِ حجاز اور مدینہ طیبہ کے ہاتھوں زہ اور سپہ سالار دوم سالم غیر مسلم اور اُس کا بیٹا

لہ منتقی شرح موطا امام مالک جلد ۲ صفحہ ۲۳ ؎

مقام بدر کی لڑائی میں مثل ابوجہل اور ابی بن خلف کے مارا گیا۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ۔ گو ابن سعود مردود ابھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا اور سُنا ہے کہ اہل مدینہ کو قتل کر رہا ہے اور وہاں کی قبور اور قبّوں پر اور مساجد کو برابر کر رہا ہے۔ اللہ ان خبروں کو غلط کرے۔ ورنہ یاد رہے کہ اب اُس کی ہلاکت کا زمانہ بہت قریب آگیا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے بروایت بخاری و مسلم شریف)

(ترجمہ) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بد اندیشہ کرے گا کوئی اہل مدینہ کے ساتھ مگر	عن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یکید اهل المدینة احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء

ایسا گھُل جائے گا جیسا نمک پانی میں گھُل جاتا ہے۔

خداوند کریم بہت جلد ابن سعود اور اُس کے نامراد لشکر کے قتل کی بھی خبر سُنائے آمین ثم آمین!

فقہاءِ اسلام کے نزدیک بزرگانِ دین کی قبروں پر عمارت اور گنبد بنانا کیسا ہے؟

علامہ ابن حبیب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک حسبِ ضرورت اور بہ نیتِ خالص جب تک چاہے قبر پر خیمہ قائم رکھے ایک دِن دو دِن تین دِن۔ اور اگر قبر کے اُکھڑنے کا خوف ہو یا کسی اور ضرورت سے تو اُس میں سو بھی رہے تو جائز ہے۔ اور جس کسی نے مکروہ کہا ہے بطریق مباہات اور فخر اِن اُمور کو مکروہ لکھا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ نیتِ مباہات اور فخر اور رِیا تو نماز کے متعلق بھی سعدی علیہ الرحمۃ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

کلیدِ درِ دوزخ است آں نماز ✲ کہ در چشم مردم گذاری دراز

علّامہ محمّد طاہر حنفی

اور نیز مجمع البحار کی جلد دوم ص۱۸۴ میں علامہ محمد طاہر حنفی فرماتے ہیں:۔

(ترجمہ) بے شک سلف صالحین کے نزدیک مشائخ اور مشاہیر علماء کی قبروں پر مکان بنانا جائز ہے تاکہ زیارت کرنے والے آئیں اور وہاں آرام سے بیٹھ کر تلاوت قرآن کریم وغیرہ کریں۔	وقد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء المشاهیر لیزورهم الناس ویستریحون بالجلوس فیه۔

علّامہ شیخ احمد طحاوی حنفی

طحاوی علی مراقی الفلاح ص۳۳۵ میں علامہ شیخ احمد طحاوی حنفی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

(ترجمہ) بلاشک اہل مصر عادی ہو گئے ہیں۔ قبروں کی حفاظت کی غرض سے قبروں پر پتھر بچھانے کے تاکہ بیٹھ جانے اور کھدنے سے محفوظ رہیں اس میں شرعاً کوئی ڈر نہیں ہے اور درر میں ہے قبر پختہ نہ بنائی جائے اور چھپائی	وقد اعتاد اهل مصر وضع الاحجار حفظا للقبور عن الاندراس والنبش ولا بأس به وفی الدرر ولا یجصص ولا یطین ولا یرفع علیه بناء وقیل لا بأس به وهو المختار۔

نہ جاوے اور اس پر عمارت بلند نہ بنائی جاوے۔ مگر قول مختار یہی ہے" جو علماء محققین فرماتے ہیں کہ اُمور مذکورہ جائز ہیں ان میں کوئی ڈر نہیں ہے۔ خود حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بمصلحتِ بقاءِ قبر

قبر کا پختہ بنانا جائز ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ

چنانچہ صفحہ ۲۵۹ میزان شعرانی میں ہے :-

ومن ذالك قول الائمة ان القبر لا يبنى ولا يجصص مع قول ابى حنيفة رحمه الله بجواز ذالك فالاول مشدد والثانى مخفف۔

(ترجمہ) یعنی بعض اُن مسائل سے جن میں اختلاف ہے درمیان امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر آئمہ کے ایک یہ مسئلہ بھی ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبر کا پختہ بنانا اور نقش قبر پر مثل دیوار اونچا کرنے کو بنا رکھنا جائز ہے بخلاف دیگر آئمہ کرام کے۔

علامہ شامی

اور ردّ المحتار حاشیہ درمختار کی جلد اوّل صفحہ ۶۶۲ میں علامہ شامی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں :-

وفى الاحكام عن جامع الفتاوىٰ وقيل لا يكره البناء اذا كان الميت من المشائخ والعلماء والسادات۔ الخ

کتاب الاحکام میں جامع الفتاویٰ سے لکھا ہے اگر میت مشائخ کرام اور علماء کرام اور سادات عظام سے ہے اُن کی قبور پر قبہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جو مکروہ فرماتے ہیں وہ بہ نسبت قبور عوام الناس کے فرماتے ہیں نہ کہ بہ نسبت قبور علمائے کرام اور اولیائے عظام۔

علامہ اسمٰعیل حقّی

تفسیر رُوح البیان جلد اوّل صہ ۸۲۹ میں علامہ اسمٰعیل حقی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں :-

قال الشيخ عبد الغنى النابلسى "فى كشف النور عن اصحاب القبور"

(ترجمہ) علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ اپنی کتاب "کشف النور عن اصحاب القبور"

ماخلاصه ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمى سنة فبناء القباب على قبور العلماء والاولياء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثياب على قبورهم امر جائز اذا كان القصد بذلك التعظيم فى اعين العامة حتى لا يحتقروا صاحب هذا القبر وكذا ايقاد القناديل والشمع عند قبور الاولياء والصلحاء من باب التعظيم والاجلال ايضاً للاولياء فالمقصد فيها مقصد حسن ونذر الزيت والشمع للاولياء يوقد عند قبورهم تعظيماً لهم ومحبة فيهم جائز ايضاً لا ينبغى النهى عنه۔

میں بہت بسط سے تحریر فرماتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بدعت حسنہ مقصود شریعت کے موافق ہو اس کو سنّت کہتے ہیں بناء علیہ قبور علماء صلحاء اولیاء اللہ پہ قبّوں کا بنانا قبر پہ چادرڈالنا عمامہ وغیرہ (بغرض اعلام شان) رکھنا ایک امر جائز ہے۔ جب ان اُمور سے مقصود اظہار شان علم اور اور عظمت اولیاء اللہ ہو نظر عوام میں تاکہ وہ صاحب قبر کو حقیر نہ سمجھیں۔ ایسے ہی قندیل اور موم بتیوں کا قبور اولیاء کے پاس روشن کرنا بغرض اظہار شان عظمت وجلال اولیاء اللہ ہوتا ہے اور اس سے مقصد حسن مقصود ہوتا ہے اور نذر زیتون اور موم بتی جلانے کی قبور کے نزدیک بغرض اظہار عظمت اولیاء اللہ اور بقتضاء اظہار محبت جائز ہے اس سے منع کرنا مناسب نہیں۔

خلاصہ :- ان تمام احادیث اور اقوالِ فقہاء اور اقوال شُرّاح حدیث کا یہ ہوا کہ اُونچی قبر بہ نیت پہچانِ صاحب قبر اور اظہارِ عظمت

اولیاء اللہ اور قائم رہنے قبر کے زمانہ دراز تک جائز ہے۔ بوجہ اونچی قبر بنانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کو اور نہ برابر کرنے اُس قبر کے وقت ارشاد فرمانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصویروں کو مٹانے اور قبروں کے برابر کرنے کے واسطے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جن قبروں کے برابر کرنے کا حکم تھا وہ یہود و نصاریٰ کی قبریں تھیں، یا مشرکوں کی۔ جن قبروں کو یہود و نصاریٰ نے سجدہ گاہ بنا رکھا تھا ورنہ حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ضرور برابر کر دی جاتی۔ اور یہ عبارت روح البیان بعینہٖ تحریر المختار لرد المختار میں علامہ فقیہ الاکبر شیخ عبدالقادر رافعی فاروقی حنفی مفتیٔ دیارِ مصریہ، علامہ شامی کے اس قول کے تحت میں (وقیل لایکرہ البناء) تحریر فرماتے ہیں:-

علاوہ ازیں اس قسم کی بہت سی روایتیں موجود ہیں جن کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔ البتہ اکثر صحابۂ کرام بمقتضاء محبت خیر الانام چونکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادوں کی قبر بقدر کوہانِ شتر اونچی رکھی تھی۔ اونچی قبر رکھنے کو پسند نہیں فرماتے تھے اور بمقتضاء حدیث مذکورہ بخاری شریف حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کی قبر کو اونچی دیکھ کر مسلمانوں کی اونچی قبر پر انکار نہیں کر سکتے تھے، اس لیے کہ یہ انکار فعلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انکار تھا۔ لامحالہ فعلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت قبر عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ بیانِ جواز پر محمول ہوگا۔ اسی واسطے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے جب مقام رودس میں ایک صحابی کا انتقال ہوگیا اُنہوں نے اُن

کی قبر کو اُسی انداز پر برابر کروا کے رکھا۔ شراح حدیث فرماتے ہیں کہ مراد برابر کرنے سے یہی ہے کہ اونچی قبر نہ بنائی بلکہ بقدر کوہانِ شتر رکھی۔ جب رودس ملک روم تک مسلمانوں میں یہ امر رائج ہوگیا تھا کہ قبر اونچی نہیں رکھتے تھے۔ لامحالہ یہ جو صہ ۳۱۱ جلد سوم مسلم شریف میں ہے۔

عن ابی الہیاج الاسدی قال قال لی علی ابن ابی طالب الا ابعثك علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ۔	(ترجمہ) حضرت ابو الہیاج اسدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ کیا نہ بھیجوں میں تجھ کو اُس کام پر جس کام پر مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا تھا اور فرمایا تھا کہ کسی تصویر کو مت چھوڑو مگر اُس کو برابر کر دو اور کسی اونچی قبر کو نہ چھوڑو مگر اُس کو برابر کر دو۔

اس حدیث کے یہی معنیٰ ہیں کہ مشرکوں کے بتوں کے ساتھ ہی یہود و نصاریٰ کی قبروں کو نہ چھوڑو مگر اُس کو برابر کر دو نہ کہ مسلمانوں کی قبروں کو اس واسطے کہ یہود و نصاریٰ ہی زیادہ اونچی قبریں بناتے تھے اور جیسے مشرک بتوں کو پوجتے تھے یہود و نصاریٰ قبروں کو پوجتے تھے اور قبروں پر مسجدیں بنا کر قبروں کو سجدہ کرتے تھے۔

چنانچہ صفحہ ۱۷۷ بخاری شریف میں ہے:-

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی مات فیہ	(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

لعن اللہ الیہود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائھم مساجد قالت لولا ذالک لابرز قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر انی اخشی ان یتخذ مسجدا۔

علیہ وسلم نے اپنی اُس مرض میں کہ جس میں حضور اس عالم دُنیا سے تشریف لے گئے ارشاد فرمایا کہ لعنت کیجیو اللہ یہود و نصارٰی پر کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا (یعنی قبروں کو آگے لے کر سجدہ کیا کرتے تھے) فرمایا حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اگر حضور کی قبر کی طرف لوگوں کے سجدہ کرنے کا خوف نہ ہوتا تو آپ کی قبر مبارک ظاہر میدان میں رکھی جاتی نہ کہ حجرہ میں، اور حجرہ میں قبر مبارک رکھنے سے یہ احتمال مطلقاً منقطع ہو گیا چنانچہ صفحہ ۲۷۹ جلد اول ردّ المختار میں ہے تحت عبارت ذیل درالمختار

(وتکرہ فی اماکن کمقبرۃ) لان اصل عبادۃ الاصنام اتخاذ قبور الصالحین مساجد وقیل لانہ تشبہ بالیہود والنصارٰی وعلیہ مشی فی الخانیۃ۔

(ترجمہ) یعنی قبرستان میں نماز مکروہ ہونے کی عِلّت یہی ہے کہ صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے اور اُن کی تصویروں کو پُوجتے تھے اور بعض نے کہا علت کراہت یہود و نصارٰی کی مشابہت ہے۔ اور مختار قاضی خان علیہ الرحمۃ اُن کے فتاویٰ میں بھی ہے۔ چنانچہ صراحۃً دوسری حدیث میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تجعلوا قبری وثنا یعبد یعنی مت بناؤ تم میری قبر کو بُت کہ پُوجی جاوے۔ چنانچہ عینی شرح[1] بخاری شریف میں ہے :-

[1] عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۲ :

وانما نھی عنہ لاتخاذھم القبور الصور آلھۃ وفیہ دلیل علی تحریم تصویر الحیوان خصوصا الآدمی الصالح وفیہ منع بناء المساجد علی القبور ومقتضاہ التحریم کیف وقد ثبت اللعن علیہ واما الشافعی واصحابہ فصرحوا بالکراھۃ وقال البندنیجی والمراد ان یسوی القبر مسجدا فیصلی فوقہ وقال انہ یکرہ ان یبنی عندہ مسجد فیصلی فیہ الی القبر واما المقبرۃ الدائرۃ اذا بنی فیھا مسجد لیصلی فیہ فلم ارفیہ باسا لان المقابر وقف وکذا المسجد فیعناھما واحد وقد ذکرنا عن قریب مذاھب العلماء فی الصلوٰۃ علی القبر وقال البیضاوی لما کانت الیہود والنصارٰی یسجدون لقبور الانبیاء

(ترجمہ) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر مسجد بنانے سے اس واسطے منع فرمایا کہ مشرکوں نے قبروں اور تصویروں کو معبود بنا لیا تھا اور اس حدیث میں دلیل ہے حرمت تصویر بنانے جاندار کی اور نیک آدمیوں کی اور بنانے مسجدوں کی قبروں پر اس لیے کہ ایسے لوگوں پر لعنت کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اُن کے شاگرد بالتصریح مکروہ فرماتے ہیں علامہ بندنیجی فرماتے ہیں کہ مراد حدیث میں قبروں کو برابر کر کے اُن پر مسجد بنا کر اُن پر نماز پڑھنے سے ممانعت ہے چنانچہ فرماتے ہیں قبر کے قریب مسجد بنا کر قبر کی طرف نماز پڑھنا مکروہ ہے اور قبرستان عام میں قبروں کو چھوڑ کر مسجد بنا کر اُن میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ مسجد اور مقبرہ دونوں

تعظيما لشأنهم ويجعلونها قبلة يتوجهون في الصلوٰة نحوها واتخذوها اوثانا لعنهم النبي صلى الله عليه وسلم ومنع المسلمين عن مثل ذالك فاما من اتخذ مسجدا في جوار صالح وقصد التبرك بالقرب منه لا للتعظيم له ولا للتوجه اليه فلا يدخل في الوعيد المذكور[1]

وقف ہوتے ہیں۔ دونوں کا ایک مطلب ہے، یعنی نفع اُٹھانا تمام سُنّی مسلمانوں کا۔ چنانچہ زمین قبرستان میں نماز کے متعلق جو اقوالِ علماء تھے ہم بیان کر چکے ہیں۔ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں چونکہ یہود و نصاریٰ تعظیماً انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور اُن کو قبلہ بنا کر اُن کی طرف نماز میں مُنہ کرتے تھے اور اُن کو بُت بنالیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر لعنت کی۔ اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع فرمایا اور بطریق تبرک صالحین کی قبر کے قریب مسجد بنا کر اگر اس طرح نماز پڑھی جاوے کہ قبر کی طرف مُنہ نہ ہو تو وعید لعنت کا کوئی نمازی مستحق نہیں ہو سکتا۔

اور حدیث لا تتخذوا قبری عیدا کے معنی تو تمام دیوبندیوں کے حاجی امداد اللہ صاحب قُدِّس سرّہٗ نے یہی لکھے ہیں کہ "فقط سال بسال ہی عید کی طرح میری قبر پر آنا مقرر نہ کرو بلکہ ہمیشہ آتے رہنا"۔

اور حدیث مذکور کے بعینہٖ یہی معنے حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی قُدِّس اللہ سرّہٗ صفحہ ۲۰۲ جذب القلوب میں حافظ منذری اور علامہ تاج الدین سبکی رحمہما اللہ سے نقل فرماتے ہیں اور یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ میری قبر کو عید

---

[1] عینی شرح بخاری جلد۲ صفحہ ۳۵۲ ؛

کی طرح مثل ٹپہ وغیرہ جائز کھیلوں کی جگہ بھی نہ بنانا کہ کبھی بوجہ بے ادبی معتوب نہ ہو جاؤ۔ واللہ اعلم۔

اور فتاویٰ ہندیہ باب آداب المسجد میں ہے :۔

وهذا كله (یعنے) كراهة الصلوٰة الى القبر وغيره اذا لم يكن بين المصلى وبين هذه المواضع حائط او سترة اما اذا كان لا يكره[1]۔

(ترجمہ) یعنی قبر وغیرہ کی طرف نماز پڑھنا تب مکروہ ہے جب درمیان میں نمازی اور قبر کے دیوار یا سترہ نہ ہو اور اگر درمیان میں دیوار سترہ ہو قطعاً مکروہ نہیں۔

اور جب حجرہ یا گنبد میں قبر چھپی ہے اور حجرہ یا گنبد کی طرف رُخ کر کے کوئی نماز پڑھے تو نہ مشابہت یہود و نصاریٰ ہوگی نہ خوفِ پرستش۔ غالباً اسی غرض سے حسب فرمان صدیقہ رضی اللہ عنہا سلف سے اب تک انبیاء اولیاء و مشائخ کی قبور کے گرد گنبد بنتے چلے آئے ہیں۔ ہکذا فی العینی شرح البخاری جزء۴ صفحہ ۱۵۰)

عمدۃ القاری یعنے عینی میں بخاری شریف کی اسی روایت کی شرح میں مسطور ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی قبر پر خیمہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا او لڑکے اس کو علیٰحدہ کر دے اُن کے عمل کا سایہ اُن کو کافی ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :۔

وهي الاشارة الى ان ضرب الفسطاط لغرض صحيح كالتستر من الشمس مثلا للاحياء لا لاظلال الميت جاز الخ[2]

(ترجمہ) اور یہ یعنے حضرت عبداللہ بن عمر کا فرمانا کہ ان کو ان کے عمل کا سایہ کافی ہے۔ اشارہ ہے اس طرف کہ اگر قبر پر خیمہ یا قُبّہ زندہ

(حاشیہ برصفحۂ آئندہ)

فاتحہ خوانوں کے دھوپ سے بچنے کی غرضِ صحیح سے بنایا جاوے نہ کہ میّت پر سایہ رہنے کی نیّت سے تو جائز ہے۔

چنانچہ بدائع الصنائع میں بھی ہے :

روی ان عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما لما مات بالطائف صلے علیہ محمد بن الحنفیہ وکبر علیہ اربعا وجعل لہ لحدا وادخلہ القبر من قبل القبلۃ وجعل قبرہ مسنما وضرب علیہ فسطاطا[1]	(ترجمہ) یعنی جب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا طائف میں انتقال ہوا تو حضرت محمد بن حنفیہ علاتی بھائی حضرات امام حسنین رضی اللہ عنہما نے چار تکبیر کے ساتھ اُن کی نمازِ جنازہ ادا کی اور بغلی میں قبلہ کی طرف سے داخل کیا اور اُن کی قبر کوہان

شتر کے برابر بنائی اور اُس پر خیمہ قائم کیا۔"

لہٰذا جنہوں نے جائز کہا ہے بصورت غرضِ صحیح جائز فرمایا ہے اور جنہوں نے منع فرمایا ہے میّت پر سایہ رہنے کی نیّت سے بنانے کو منع فرمایا ہے اور یہ سب احکام بغرضِ صحیح اور بلا غرض کے بہ نسبت اُس زمانہ کے اور اُن ملکوں کے ہے جہاں جس وقت ہزاروں آثارِ عظمت و شوکتِ اسلام موجود تھے بخلاف اس زمانہ کفر والحاد اور ضعفِ اسلام کے کہ آجکل عام مسلمانوں اور مشرکوں اور کافروں پر اگر عظمتِ اسلامی کا اثر ہے تو

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] فتاویٰ ہندیہ باب آداب المسجد جلد پنجم صفحہ ۳۵۴۔

[2] عمدۃ القاری جلد چہارم صفحہ ۲۰۴۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] بدائع الصنائع جلد اوّل صفحہ ۳۲۰ ؛

انہیں بزرگانِ دین کی باعظمت مزاروں کی بدولت ہے لہٰذا مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ شرح سفر السعادت کے ص ۲۷۲ میں تحتِ عبارت "ونہی فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ بر قبرہا مساجد بنا کنند الخ"۔۔۔ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

جو کچھ علامہ مجد الدین فیروز آبادی مصنّف سفر السعادت نے تحریر فرمایا کہ "قبروں پر بناء کرنے اور چراغ جلانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا حق ہے"

اور اس بحث میں صحیح حدیثیں آئی ہیں اور زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین میں اسی سُنّت پر عملدرآمد تھا لیکن بعد زمانہ خلفاءِ راشدین میں اسی سنّت پر عملدرآمد تھا۔ لیکن بعد زمانہ خلفاءِ راشدین یہ تکلّفات بہ نسبت قبورِ اولیاء اللہ پیدا ہوئے اور چونکہ عوام کی نظر ظاہری شان و عظمت پر ہوتی ہے اس آخر زمانہ میں یہی مصلحت سمجھی گئی کہ شوکت اور عظمت اہلِ اسلام اور صالحین عظام اور مشائخ کرام کُفّار اور عوام کے دل میں بغیر تکلّفات ظاہری کے نہیں ہوتی۔ خصوصًا ہندوستان میں جہاں اعداءِ دین[1] مشرکین ہنود اور کُفّار بہت ہیں اور ان مزاراتِ اولیاء اللہ کی شان شاہانہ کو دیکھ کر ہنود کے دل پر رُعب پڑتا ہے اور مطیعِ اسلام بنے رہتے ہیں اور بہت افعال و اعمال اور طریقے وہ ہیں کہ سلف اُن کو مکروہ سمجھتے تھے اور اس زمانہ میں مستحسن سمجھے جاتے ہیں۔ علاوہ بریں اگر جاہل بے دین نام کے مسلمان کوئی فعلِ شنیع کریں تو اس سے ساحتِ[2] عزّتِ اولیاء

[1] اعداءِ دین : دینِ اسلام کے دشمن [2] ساحت : آنگن، صحن، دامن ؛

اللہ پاک ہے۔ اُن سے اُن کی ارواح مبارکہ ہرگز خوش نہیں ہوتیں۔"
انتہی خلاصۂ ترجمہ۔ اور اس سے بہت کچھ زائد علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ، علامہ عبدالغنی بابلسی رحمہ اللہ سے تفسیر رُوح البیان میں اور علامہ ابن عابدین شامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی قبور کی محافظت، حُرمت، نام و نشان، اظہارِ عظمت و شان و سہولت زائرین (برائے سلام و فاتحہ خوانی) کے نقطۂ نظر سے گنبد والی، اُونچی قبور بنانا جائز ہے

خلاصہ اس تمام تحقیق محققین مذکور کا یہ ہوا کہ بغرض محافظت قرار و علامت اس امر کے کہ یہ قبر فلاں بزرگ کی ہے اگر قبر اُونچی بنائی جائے تو بموجب ہر دو حدیث بخاری شریف جو بہ نسبت قبر مبارک حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ گذر چکیں جائز ہے اور فعلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بہ نیت اظہار شانِ اولیاء اللہ نظر کفار اور عوام الناس میں اور بغیر اس مفاد کے بلا سود اُونچا کرنا مکروہ ہے اور یہی معنے ہیں اُن عبارتوں کے جو کنز الدقائق، بحر الرائق، ہدایہ شرح وقایہ، درمختار شامی طحطاوی، عینی ہدایہ وغیرہ سے۔

سیکرٹری انجمن انصار المسلمین راولپنڈی نے بے دین نجدیوں کی حمایت میں حنفی بن کر اپنے اشتہار میں جس کا عنوان "قبے اور حنفی علماء کرام" ہے

حنفی مسلمانوں کو دھوکا میں ڈالا ہے چنانچہ حاشیہ کنز سے بعلامت فتح جو یہ عبارت لکھی ہے ولا یزاد علی الذی اخرج منہ لان الزیادۃ علیہ بمنزلۃ البناء اس کے یہ معنے ہیں کہ جتنی مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے زائد قبر بنانے میں نہ صرف کی جاوے اس واسطے کہ اس سے زائد صرف میں لانا ایسا ہی ہے جیسے قبر پر کسی مکان کی بنیاد قائم کر دی۔ جو موجب توہین قبر اہلِ اسلام ہے۔ چنانچہ بدائع میں بھی ہے :۔

ویکرہ ان یزاد علی تراب القبر الذی خرج منہ لان الزیادۃ علیہ بمنزلۃ البناء وفیہ بعد سطر کرہ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ ان یوطا علی قبر او یجلس علیہ او ینام علیہ او یقضی علیہ حاجۃ من بول او غائط لما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی عن الجلوس علی القبور[1]۔

(ترجمہ) مکروہ ہے قبر کی نکلی ہوئی مٹی کے علاوہ دوسری مٹی سے قبر کا بلا کسی غرض صحیح کے بلند کرنا اس لیے کہ یہ بمنزلہ دیوار بنانے کے ہے قبر پر۔ اسی کتاب میں ایک سطر بعد ہے۔ مکروہ ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ کہ جماع کیا جائے قبر پر یا کھودی جائے قبر پاؤں سے یا بیٹھے اس پر کوئی یا کوئی اس پر سوئے یا پیشاب یا پاخانہ کو اُس پر بیٹھے۔ اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

اور اگر لا یبنی علیہ کے یہی معنے لیے جاویں کہ قبر پر قبہ نہ بنایا جاوے تو بموجب تحقیق مذکورہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ یہ نہی مخصوص ہو گی اُسی

---

[1] بدائع جلد اوّل صفحہ ۳۲۰ ؏

صُورت کے ساتھ جب قُبہ اس نیت سے بنایا جاوے کہ صاحبِ قبر پر سایہ رہے اور صاحبِ قبر سایہ سے نفع اُٹھائے۔ اس لیے کہ بموجب قولِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صاحبِ قبر کو اُس کے نیک عملوں کا سایہ کافی ہے نہ کہ اُس صُورت میں بھی جب اس نیت سے بنایا جائے کہ فاتحہ خوانوں اور بہ نیت ایصالِ ثواب اور نفع پکڑنے میت کے تلاوتِ قرآن سے تلاوت کرنے والوں کے آرام کے لیے بنایا جائے ورنہ حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ ابن اسد اللہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ طائف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر مبارک پر اُس زمانہ کے قُبہ اور مکانات کے انداز پر کیوں خیمہ قائم فرماتے اور جب مسلمانوں پر اللہ نے کثرتِ فتوحات سے فراخی کی اور اپنے رہائشی مکانات پختہ بنا کر رہنے لگے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قُبہ بھی اور نیز دیگر صحابہ کرام اور اہل بیت عظام اور اولیاء اُمت کے بھی قُبے بغرض آسائش زائرینِ فاتحہ خوان پختہ بنائے اور بلا انکار کسی عالم ربانی کے آج تک بنتے چلے آئے یا اس لیے بنا دیے گئے تھے کہ کوئی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنالے اور قبر قُبہ کے اندر چھپی رہے اور یہود و نصاریٰ کی طرح اگر قبر کی طرف رُخ کر کے کوئی جاہل نماز پڑھنے لگے تو مشابہت پیدا نہ ہو۔ ہاں پہلے بھی گرائے تو اسی نجدی خبیث کے دادا محمد بن عبدالوہاب نے (علیہ) یا اس ظالم بے دین سفاک ابن سعود نے خذله الله واهلكه و دمر الله ديارهم وقرب الله اجالهم نے۔

کیا مخالفینِ مزاراتِ مُقدسہ کے اپنے مکانات سنتِ نبوی کے مُطابق ہیں؟

اور تعجب یہ ہے کہ خود وہ اور اُس کے اتباع نجدیانِ ہند و عرب

عُمدہ عُمدہ پختہ مزین مکانوں[1] میں رہتے ہیں اور دعویٰ اتباعِ سُنت کا کرتے ہیں حالانکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم نے اُن خس پوش بالوں سے بنائے ہوئے مکانوں کی تعمیر کو پسند نہ فرمایا بلکہ کچی اینٹوں کا قُبہ اپنے رہنے کے واسطے بنانے والے ایک صحابی سے سلام وکلام ترک فرما دیا یہاں تک کہ اُس نے قُبہ کو مسمار کر دیا۔ دیکھو جلد چہارم آخر صفحہ ۵۳۹ و ۵۳۰

سنن ابو داؤد میں ہے :-

عن عبد الله ابن عمرو قال مرّ بی رسول الله صلی الله علیه والٰه وصحبه وسلم وانا اطین حائطا لی انا وامّی فقال ما هذا یا عبد الله فقلت یا رسول الله شئ اصلحه فقال الامر اسرع من ذالك۔

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے مکان کی طرف سے جو گذرے اور مجھ کو اور میری والدہ کو اپنے حاطہ مکان کو چھاپتے ہوئے دیکھا تو فرمایا عبداللہ یہ مشغولی کیسی ہے۔ میں نے عرض کیا حضور ہم اس حاطے کو درست کر رہے ہیں۔ فرمایا عبداللہ موت تو اس سے بھی جلدی آنے والی ہے۔

ابو داؤد کی شرح مسمی بعون المعبود میں ہے جو ایک غیر مقلد کی تالیف ہے کہ علامہ منذری فرماتے ہیں۔ یہ حدیث ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ علامہ ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس

---

[1] جیسا کہ فی زمانہ سعودی بادشاہوں کے بیش بہا قیمتی اور بلند و بالا قلعے اور محلات، جن پر اخبارات و رسائل و حجاج وقت گواہ ہیں۔

کے بعد یہ دوسری حدیث ہے :۔

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج فرای قبۃ مشرفۃ فقال ما ھذہ قال لہ اصحابہ ھذہ لفلان رجل من الانصار قال فسکت وحملھا فی نفسہ حتی اذا جاء صاحبھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسلم علیہ فی الناس اعرض عنہ صنع ذالک مرارا حتی عرف الرجل الغضب فیہ والاعراض عنہ فشکی ذالک الی اصحابہ فقال واللہ انی لا نکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا خرج فرای قبتک فرجع الرجل الی قبتہ فھدمھا حتی سواھا بالارض فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فلم یرھا فقال ما فعلت

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے ایک اُونچا قبّہ دیکھا فرمایا یہ کیا ہے اصحاب کرام نے عرض کیا کہ یہ فلاں شخص کا ہے انصار سے۔ آپ چُپ ہو رہے اور یہ بات دل میں رکھی جب اُس مکان والے صحابی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور کو بہت غصہ میں پایا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے اُن سے مُنہ پھیر لیا یہاں تک کہ اُنہوں نے کئی بار سلام عرض کیا اور حضور نے ہر دفعہ مُنہ پھیر لیا۔ صحابی مذکور نے سمجھ لیا کہ حضور غصہ میں ہیں اور ناراض ہیں لہٰذا اصحاب کرام سے وجہ ناراضگی کی دریافت کی۔ لوگوں نے عرض کیا تمہارا اُونچا مکان دیکھ کر ناراض ہوتے ہیں۔ اُنہوں نے

القبۃ قالوا شکی الینا صاحبھا اعراضک عنہ فاخبرناہ فھدمھا فقال اما ان کل بناء وبال علی صاحبہ الا ما لا الا ما لا یعنی ما لا بد منہ واخرج ابن ماجۃ ایضاً ھذین الحدیثین لکن قال فیہ۔

فوراً اُس قُبّہ کو گرا کر زمین سے برابر کر دیا۔ بعدہٗ پھر جب حضور اُس طرف تشریف لائے اور وہ مکان نہ دیکھا تو فرمایا وہ مکان کیا ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا آپ کو اُس مکان کی وجہ سے ناراض پا کر مکان والے نے اُس کو مسمار کر دیا۔ فرمایا مکان مکان بنانے والے پر مُوجب وبال ہے مگر اس قدر جس کے بغیر گذر نہ ہو اور ضروری ہو۔

اور یہ دونوں حدیثیں ابن ماجہ شریف میں بھی ہیں۔ لیکن دوسری حدیث کے آخر میں مروی ہے کہ آپ نے قُبّہ سکونت کے ڈھا دینے والے کے حق میں دو بار فرمایا فیرحمہ اللہ۔ فیرحمہ اللہ۔ مگر مشکوٰۃ شریف میں ہے :۔

کونسا مال و دولت بُرا نہیں

عن سفیان الثوری رضی اللہ عنہ قال کان المال فیما مضی یکرہ فاما الیوم فھو ترس المؤمن وقال لولا ھذہ الدنانیر لتمندل بنا ھؤلاء

(ترجمہ) حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم سے پہلے زمانے یعنی زمانہ صحابہ کرام میں مال سے کراہت کی جاتی تھی مگر آج وہ مومن کے لیے

الملوك وقال من كان في يده من هذه شئ فليصلحه فانه زمان ان احتاج كان اول من يبذل دينه وقال الحلال لا يحتمل الصرف[1]

ڈھال ہے اور فرمایا اگر یہ دینار نہ ہوں تو یہ بادشاہ لوگ ہم کو ہاتھ پونچھنے کا رومال بنالیں۔ اور فرمایا جس کے پاس ان دیناروں سے کچھ ہو اُس کو چاہیے اچھی طریق پر باتباعِ شریعت اُن کو خرچ کرے۔ اس واسطے کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ محتاجی کی صورت میں اوّل دین خرچ کرنا پڑتا ہے۔ یعنی آدمی مضطر ہو کر اپنا دین برباد کر دیتا ہے اور فرمایا کہ حلال مال بیجا خرچ کرنے کا احتمال نہیں رکھتا یعنے جو خوفِ خدا سے حلال طریق پر مال حاصل کرے گا وہ خلافِ شریعت خرچ بھی نہیں کرے گا۔

اور صفحہ ۳۱۶ باب معیشۃ اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں ہے :-

عن شقيق عن ابی مسعود رضی اللہ عنہما قال كان رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم يأمر بالصدقة فينطلق احدنا يتحامل حتى يجئ بالمد وان لاحدهم اليوم مائة الف۔

(ترجمہ) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم کو صدقہ کا حکم فرماتے ہم بوجھ اُٹھا کر مزدوری کر کے ایک مُد یعنی تقریباً ڈھائی پاؤ کھجوریں وغیرہ لاتے اور اب ہمارے پاس ایک لاکھ موجود ہے۔

لہٰذا جیسے زمانِ سابق میں مال رکھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ پکے بلند

---

[1] مشکوٰۃ شریف فصل ثالث باب استحباب المال صفحہ ۴۵۱ ؎

مکانوں میں رہنا بھی مکروہ سمجھتے تھے اسی طرح بغرض آرام زائرین اور فاتحہ خوانان خوش آئین قبورِ اولیاء اللہ پر قُبّے بنانے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے مگر جب بغرضِ اظہارِ اُستغنا کے دُنیاداروں پر علماء و صوفیاء کو اتنی مال حاصل کرنے کی ضرورت پڑی کہ وہ بنظرِ حقارت نہ دیکھیں اور ان کی نظروں میں حقیر نہ ہوں اور اُن پر اُن کے واعظ و نصائح کا اچھا اثر پڑے پکے مکانوں میں بھی رہنے کی اگر مال حلال سے حاصل ہوں ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ چھپروں میں رہتا دیکھ کر ذلیل نہ سمجھیں اور اُن کے وعظ و نصائح کو بے وقعتی سے نہ دیکھیں۔

علیٰ ہذا القیاس قُبّے اور زینت ظاہری کی بھی قبورِ اولیاء اللہ پر ضرورت پڑی کہ کبھی ٹوٹی قبر دیکھ کر کفار یہ نہ سمجھ لیں کہ اکثر مسلمان حالتِ زندگی میں بھی غربت میں رہتے ہیں اور باوجود عالم و فاضل ہونے کے ان کے بزرگوں کی قبروں پر بھی خاک ہی اُڑتی رہتی ہے بلکہ کچی قبر بقدرِ کہان شتر کا آج کل تو چند روز میں پتہ بھی نہ چلے کہ کس بزرگ کی قبر ہے چنانچہ یہ عمل بالکل ظاہر و باہر ہے کہ ایسی کچی قبریں چند روز میں بے نام و نشان ہو جاتی ہیں اُن پر فاتحہ پڑھنے کو بھی کوئی نہیں کھڑا ہوتا اسی واسطے شاہانِ سلف، عاشقانِ اولیاء اللہ نے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ، خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ وغیرہ اولیاء اللہ کی قبور کو تہ خانوں میں بدستور کچی بقدر کہان شتر رکھ کر اوپر شاندار قُبّے اور بغرض اظہارِ علامت قبر و لحاظ عظمتِ اولیاء اللہ شاندار قبروں کی صورت بنا دیئے تاکہ قبر کے اوپر سے لوگ نہ گذریں نہ قبر پر کوئی بیٹھے۔ نہ قبر کی طرف کوئی سجدہ کر سکے نہ نماز پڑھ سکے

بلکہ اگر کوئی ناواقف جانب قبر نماز پڑھے بھی تو دیوار قبہ درمیان میں آجائے اور نماز مکروہ نہ ہو۔ کما حققہ فی العینی وشرح سفر السعادت اس واسطے ابوداؤد مع عون المعبود[1] میں ہے :-

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لان یجلس احدکم علی جمرة فتحرق ثیابه حتی تخلص الی جلده خیر من ان یجلس علی قبر۔ وعن مرثد الغنوی یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیها وعن بشیر مولی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حدیث طویل قال حانت من رسول الله صلی الله علیه وسلم نظرة فاذا رجل یمشی فی القبور علیه نعلان فقال یا صاحب السبتین ویحك الق بسبتیتك فنظر

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے کہ آدمی آگ کی چنگاری پر بیٹھ جائے کہ وہ کپڑے جلا کر اس کے جسم تک پہنچ جائے۔ حضرت مرثد غنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مت بیٹھو قبروں پر اور نہ نماز پڑھو تم قبروں کی طرف یعنی بلا حائل ہونے کسی دیوار وغیرہ کے اور حضرت بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کی نظر ایک شخص پر پڑی کہ وہ جوتیوں سے قبروں میں چل رہے تھے۔ آپ نے فرمایا او جوتیوں والے تجھ پر افسوس ہے جوتی نکال کر

[1] ابوداؤد مع عون المعبود جلد ۳ صفحہ ۲۱۰ مطبوعہ مطبع انصاری ؛

الرجل فلما عرف رسول الله صلی الله علیه وسلم خلعهما فرمی بهما۔

چل۔ انہوں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا جوتیاں نکال پھینکیں۔

عون المعبود اگرچہ ایک غیر مقلد کی تالیف ہے مگر اس میں بھی علامہ خطابی اور علامہ سندہی اور علامہ عینی کی شروح سے لکھا ہے کہ بغرض احترام قبور اہل اسلام حضور نے جوتیوں سے قبروں میں چلنے پر اعتراض کیا اور ص ۳۲۰ بدائع الصنائع میں ہے :-

وکره ابوحنیفة رحمه الله ان یوطا علی قبر او یجلس علیه او ینام علیه او تقضی علیه حاجة من بول او غایة لما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه نهی عن الجلوس علی القبور۔

(ترجمہ) اور مکروہ سمجھتے تھے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قبروں کے کھوندے جانے کی پانوں سے اور قبر پر بیٹھنے اور سونے کو اور قبر پر پیشاب کرنے و پاخانہ پھرنے کو اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

اور اسی صفحہ بدائع میں ہے :-

ولا بأس بزیارة القبور والدعاء للاموات ان کانوا مومنین من غیر وطئ القبور لقول النبی صلی الله علیه وسلم انی کنت نهیتکم عن

(ترجمہ) یعنی مستحب ہے، زیارت قبور اور دعا کرنا اموات کے لیے بغیر اس کے کہ قبریں کھودی جاویں بسبب فرمان عالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ بے شک میں نے تم کو زیارت قبور سے منع فرمایا تھا

زیارۃ القبور الافزوروھا فانھا تذکرکم الآخرۃ ولعل الامۃ من لدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم الی یومنا ھذا۔

لیکن اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو اس واسطے کہ زیارت قبور تم کو آخرت کی یاد دلائے گی اور اس واسطے کہ اُمّت مرحومہ کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک اسی پر عملدرآمد ہے

کہ قبروں کی زیارت کو جاتے اپنے اموات کے لیے دُعائے مغفرت کرتے ہیں خصوصاً اولیاء اللہ کی قبروں پر تو بیٹھ کر تلاوت قرآن مجید کرتے ہیں اور ان کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ بن مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ صہ۱۳ تفسیر عزیزی میں تحت آیۃ اذا السّمآء انشقت تحریر فرماتے ہیں:۔

وبعض از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اندریں حالت ہم تصرف در دنیا واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد واویسیان تحصیل کمالات باطنی از انہا می نمائید وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از انہا می طلبند ویا بند و زبان حال آنہا درالوقت ہم مترنم بایں مقالات است۔ ؏

"من آیم بجاں گر تو آئی بتن"

اور بعینہٖ یہی مضمون بلکہ اس سے بہت زائد مُدلّل باحادیث قاضی ثناءاللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ تحت آیۃ کریمہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ الآیۃ صہ۲۲ پارہ سیقول تفسیر مظہری میں تحریر فرماتے ہیں من شاء فلینظر۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

مسئلۂ قبور و قبہ جات

افاضۂ امام الوقت ملک العلماء حضرت مولانا عبدالباری صاحب قبلہ فرنگی محلی

(منقول از اخبار "ہمدرد" دہلی مورخہ ۱۶ صفر ۱۳۴۴ھ)

مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ درخت جس کے نیچے بیعت الرضوان میں حضور نے سایہ لیا تھا بخوفِ پرستش کھدوا ڈالا مگر یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ صحابہ کے وقت میں مآثر پر جو مساجد تھے اُن کو حضرت نے کھودنے کا حکم نہیں دیا حالانکہ لوگوں کی زیارت پسند نہیں کی چنانچہ اپنے ساتھی سے کہا کہ ان مساجد پر اگر وقتِ نماز ہو تو پڑھ لیا کرو اور فرمایا کہ اگلی اُمتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں کہ انہوں نے معبد ایسے مآثر پر بنایا تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ صحابہ میں لوگ اس کی زیارت کرتے تھے حضرت کے تشددات کے باوجود انہوں نے نہ تو لوگوں کو زیارت اور نماز سے باز رکھا نہ مساجد کو شکست کرایا تفصیل اس کی غالباً مولوی عنایت اللہ صاحب کے مضمون میں ہوگی اس واقعہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کنز العمال میں روایت کیا ہے۔

مسجد ہر حالت میں قابلِ احترام ہے خصوصاً وہ مساجد جو مآثر متبرکہ میں ہوں، میں نہیں سمجھتا کہ نجدی یہ کیوں کرتے ہیں اور مزار کے قبوں اور مساجد

کو کیوں گراتے ہیں، سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ ان میں اگلی بربریت ...ک موجود ہے۔ مزارات کے جوار میں مسجد بنانے کو تمام علمائے جائز بتایا اور قرآن شریف سے اس کا جواز اس آیت سے نکلتا ہے جس کو "ہمدرد" نے لکھا ہے آپ اس کو بغور ملاحظہ کیجیے وہ مساجد بنانے والے خوش اعتقاد لوگ تھے جیسا کہ تفسیر کبیر سے معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے مسجد مسلمانوں کے بنوائی تھی جیسا کہ مدارک سے معلوم ہوتا ہے۔ ابن کثیر کا اپنا خیال قابلِ احتجاج دیگر کبار علماء کے قابل نہیں ہے جس حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے وہ حدیث اُن کے مدعا پر دلالت کرنے سے قاصر ہے۔

آپ خود ملاحظہ کیجیے کہ لنتخذن علیھم مسجداً قرآن میں بلا انکار اور اعتراض کے مذکور ہے اور علیٰ بمعنی عند کے ہے اسی وجہ سے مفسرین کہتے ہیں علیٰ باب الکھف برخلاف حدیث کے کہ اس میں مذکور ہے کہ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد خود قبروں کو وہ سجدہ گاہ بناتے تھے۔ قبروں کو مسجد کرنا اور ان کے قرب میں مساجد بنانا دونوں کا فرق آپ خود ملاحظہ کر سکتے ہیں اس سے تعارض دونوں نصوص میں نہیں ہے اسی وجہ سے ہم قرآن پر بھی عمل کرتے ہیں اور حدیث پر بھی اور کہتے ہیں کہ قرب مقابر اور جوار صالح میں مسجد بنانا مستحسن ہے مگر قبر پر مسجد بنانا ناجائز ہے پہلا امر قرآن سے ثابت ہے اور دوسرا حدیث سے ثابت ہے۔

ہاں جو لوگ اس آیت سے بنا علی القبور کے جواز پر استدلال کرتے ہیں ان کی توجیہ میری سمجھ میں نہیں آتی۔ باوجود اس کے خفاجی اور روح المعانی والے میں زمین آسمان کا فرق ہے پھر موخرالذکر منسوب تو سب ہیں اُن کے اقوال ان کے بدعات کی تائید میں قابلِ قبول نہیں ہیں۔ بیضاوی اور امام رازی وغیرہ جو تصریح کرتے ہیں وہ قوی ہے۔ الوسی نے جو دلیل بیان کی ہے وہ بھی قابلِ احتجاج نہیں ہے۔ ابھی وہ جو ابن کثیر نے لکھی

ہے آپ خود اس پر غور کریں تو یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ قبور کو مساجد بنانا اوران کی عبادت کرنا امر آخر ہے اور قبور کے کنارے مسجد بنانا امر آخر ہے حضور کا سر بسجود ہونا مقابر میں خصوصاً لیلۃ البرأت میں متواتر ہے۔

اب رہ گیا مقابر پر قبوں کا بنانا، مجھے بہت حیرت ہوئی کہ جب تلاش کیا تو اس کی ممانعت پر کوئی نص نہیں ملی آپ کی صرف وہی حدیث جس کو میں نے آپ سے زبانی عرض کیا تھا کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن البناء علی القبور۔ یہ حدیث حصول مدعا میں غیر کافی ہے نہیں معلوم ہوتا ہے کہ نہی سے کیا مراد ہے نہی تحریمی یا تنزیہی بظاہر نہی تنزیہی ہے جیسا کہ اسی طریقہ ادا سے ارشاد فرمایا ہے نہی عن تشئید البناء مضبوط کرنے کو مکانات کے آپ نے روکا یہ روک ظاہر ہے کہ تنزیہی تھی ورنہ بڑے بڑے عمارات سب کھدوا کر پھینک دینا چاہیے پھر بناء علی القبور سے کیا مراد ہے آیا اس کے گرد اگرد کچھ بنانا یا اس پر بنانا احتمال ہوتا ہے کہ عند کے معنی میں علی ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ معنی مجازی ہیں لہذا اس سے خود نفس قبر پر بنانے کی ممانعت نکل جائے گی کیونکہ جمع بین الحقیقت والمجاز درست نہیں ہے بفرض یہ احتمال مان بھی لیا جائے تو کہا جائے گا کہ یہ حکم عام قبور کا ہے مخصوص قبور کا نہیں ہے اس امر کی تخصیص علماء کی عبارات سے ہے اور خود حضور اقدس کے مزار سے ہے کہ اندر حجرۂ حضرت عائشہؓ کے ہوا جو سقف تھا، گنبد کی تو اس وقت مسجد بھی نہیں تھی جیسی حیثیت مسجد کی تھی ویسی حجرۂ حضرت عائشہ کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی مرمت کرائی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے نئے سرے سے اس کی تعمیر کرائی۔ صحابہ کے وقت میں بلا انکار کے قبور پر منڈھوا جسے قبہ کہتے ہیں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بعض نے اس کی مخالفت کی تو وہ بھی بطور کراہت تنزیہی کے ہے۔ نہی خود اس کے امکان وقوع پر دلالت کرتی ہے اور نہی چونکہ تنزیہی ہے تو اس کا اثر اسی قدر ہوگا جو دیگر امور خلاف اولیٰ

کا ہے۔ ملابس اور مساکن و عمارات وغیرہ میں جتنی جتنی وسعت ہوتی گئی مال میں ترقی ہوتی ہے۔ زندوں اور مردوں دونوں کی یکساں حالت ہے۔

یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ صیغہ نہی یعنی لا تفعل سے چاہے تحریم ثابت ہو مگر لفظ نہی سے جس کے معنی روکنے کے ہیں تحریم کا بلا قرینہ ثابت ہونا غیر مسلم ہے ورنہ اسی لفظ سے گرم کھانے سے منع کیا ہے۔ ہر روز کنگھی سے منع کیا ہے۔ دھوپ چھاؤں میں بیٹھنے سے روکا ہے۔ دودھ والے جانوروں کے ذبیحہ سے روکا ہے۔ یہ سب بھی حرام ہو جائیں گے۔ ہاں بعض محرمات کو بھی اسی لفظ سے روکنے کا ذکر ہے تو ان کی تحریم دوسرے نصوص سے ثابت ہے اس واسطے تحریم کا حکم ان پر دیا جاتا ہے لفظ نہی سے تحریم ثابت نہیں کی گئی ہے۔ اوّل درجہ ممانعت کا مکروہ تنزیہی ہے اور خلاف اولیٰ ہے وہی مراد ہو سکتی ہے لیکن یہ بات فروگذاشت نہ ہونا چاہیے کہ خلاف اولیٰ کسی امر آخر سے اور سبب قوی سے مستحسن بلکہ اگر مقدمہ واجب ہو جائے تو واجب ہو جاتا ہے وہ کچھ حرام نہیں ہے جس کا ازالہ لازم ہو۔ بلکہ حرام ظنی بھی حسب تصریح قاضی شوکانی کے اس قابل ہے کہ اس پر سکوت کیا جائے تو جو لوگ قبہ کی تحریم کے قائل ہیں وہ بھی سکوت ہی کو مقدم کرتے ہیں۔ میں نے باتباع اخی المعظم مولانا عبدالحیؒ مکروہ تنزیہی کا قول اختیار کیا ہے ورنہ عام علماء و اکابر نے قبور صلحاء پر قبہ کا بنانا مستحسن لکھا ہے۔ فقہاء کی عبارتیں یا مجتہدین کے ارشادات میں تحریم کا پتہ نہیں چلتا ہے اور تخصیص کسی کی نہیں ہے حالانکہ نصوص فقہی اکثر مطلق بولے جاتے ہیں مگر وہ مقید ہوتے ہیں کسی نہ کسی معتبر کتاب میں اس کی تخصیص اور قید ظاہر کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ ان احکامات مطلقہ کی قید بھی فقہ میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ اگر بغیر فائدہ یہ عمارت ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر ملک موقوفہ یا ملک غیر میں ہو تو حرام ہے اور اگر فوائد مرتب ہوں تو مکروہ بھی نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے اور ان کے فوائد سے یہ لکھا ہے کہ ان پر

فاتحہ پڑھنے کے لیے جو لوگ آتے ہیں ان کو راحت ہو لوگوں کی نظر میں عظمت اہل قبر کی ظاہر ہو وغیر ذالک۔ امید ہے کہ ان سب کو مصرح مولوی عنایت اللہ سلمہ لکھیں گے۔

قبور پر قبوں کی بعینہ وہی حالت ہے جو مساجد کی ہے۔ ولید کی بنائی ہوئی مسجد ابان بن عثمان کو ناپسند ہوئی۔ کیا شاندار مسجدیں جو سلف کے زمانہ میں تھیں اگر وہ کھود ڈالی جائیں تو بتایئے کہ یہ سنت ہوگا یا بدعت۔ میرے نزدیک تو بدعت ہے اس واسطے کہ اس قسم کے استحکام دنیا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رسم و رواج کے اعتبار سے روکا تھا اور مصارف کی تقلیل کی وجہ سے باز رکھا تھا ورنہ کوئی ایسی شے نہ تھی کہ روکی جاتی۔ اب یہ کہنا کہ اس کے اندر بدعات ہوتے ہیں بغرض تسلیم ان کو روکا جا سکتا ہے۔ مکانات اور عالیشان محلات میں تو محرمات ہوتے ہیں تو ان کی وجہ سے مکان نہیں گرا دیا جاتا ہے اگر کسی کا مکان گرایا جائے تو اس کی توہین ہے یا نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان وحوش کو اس سے کیا فائدہ ہے۔

اس سے ہم صبر کرتے اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ خانہ کعبہ کی وقعت اتنی قلوب اہل اسلام میں نہیں جتنی مدینہ طیبہ کی عظمت و محبت ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے۔ امام شافعی تو جدار کعبہ کو سمت قبلہ ہونے کے قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہ تو فضا کافی سمجھتے ہیں۔ قوی اندیشہ ہے کہ لوگ جدار ہی کو قبلۂ عبادت سمجھیں اس واسطے اگر ایک موحد جذبۂ توحید میں آ کے اس کو ڈھا دے تو پھر کون اعتراض ہو سکتا ہے۔ کیا یہ منشا لارڈ کچنر کا جس کی بناء پر خدام کعبہ قائم ہوئی نہیں پورا ہو سکتا ہے۔ اس کو ذرا غور و فکر سے ملاحظہ کیجئے۔ ہمارے جس قدر اندیشے ہیں سب ایک ایک کر کے پورے ہو رہے ہیں۔ اللہ ان کو پورا نہ کرے ورنہ مرکزِ اسلامی تشریف لے جاوے گا۔ مگر اب کہاں رہا ہے۔

تیسرا امر تعمیر قبور کا ہے۔ میں اس جگہ اپنا عقیدہ اپنے جدّ اکرم مولانا عبدالرزاق قدس سرہٗ کی عبارت میں پیش کیے دیتا ہوں جو نصوص شرعیہ متواترہ و متفقہ پر مبنی ہے اس پر بھی کہتا ہوں کہ کسی کو باور ہو یا نہ ہو مجھے اس پر اعتقاد ہے وہ یہ ہے۔ انوار غیبیہ صفحہ ۳ مطبوعہ مجتبائی اور قبر بمنزلہ جسم کے ہو جاتی ہے پس جو معاملات کہ زندوں کے جسم کے ساتھ کرنے میں روح کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح دفن کے بعد قبر کے ساتھ وہ معاملات کرنے سے روح کو ایذا ہوتی ہے اور جو معاملات زندہ کے ساتھ کرنے سے باعث فرحتِ روح ہوتے ہیں وہ قبر کے ساتھ کرنے میں بھی باعث فرحت روح ہوتے ہیں۔

پس جو جو تعظیمات کہ حالتِ حیات میں اہل قبور کے واسطے عمل میں آتے تھے قبور کے ساتھ ان کا حفظ لازم ہے، لیکن جو تعظیم ممنوعات شرع سے ہو وہ ہر وقت ممنوع ہے۔ پس بنانا قبر پختہ کا واسطے نشانی باقی رہنے کے درست ہے" یہ عبارت رسالہ مذکورہ کی ہے۔

علامہ عسقلانی وغیرہ وغیرہ تصریح کرتے ہیں کہ قبور کفار تو کھودے جا سکتے ہیں مگر قبور اہل اسلام نہیں کھودی جا سکتی ہیں۔ بلکہ بعض فقہائے متقدمین نے تو کفار کے قبور کو بھی روا نہیں رکھا ہے۔ مسلمانوں کی قبور کا کھودنا تو سب کے نزدیک بیشک حرمت اصحابِ قبور کی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ عموماً قبر زمین سے بلند کی گئی ہے خصوصاً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کہ وہ ایک بالشت یا کچھ کم یا کچھ زائد بلند ہے آپ کا مزار ماہی پشت تھا یا مربع اس میں اوّل قول ائمہ ثلاثہ کا ہے اور دوسرا قول امام شافعی کا ہے مگر دونوں کے نزدیک جائز ہے کہ دوسرے قول پر عمل کیا جائے صرف افضلیت اور مسنونیت اور عدم افضلیت میں خلاف ہے۔

اس جگہ ایک حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے جس کو میں نے

ذکر کیا افسوس ہے کہ اس کے علاوہ تلاش سے بھی حسن صحیح بلکہ ضعیف بھی کوئی دوسری حدیث نہیں ملی۔ اول تو قصہ حال ہے معلوم نہیں حضرت علی کو کن قبور کے برابر کرنے کا حکم ہوا تھا بظاہر کفار کے قبور کا حکم ہوا ہوگا اس واسطے کہ اس وقت وہی قبور تھے پھر علت عبادت تھی یا کوئی دوسرا امر پھر اس کی تعیین کہ وہ کتنی بلند ہونے پر برابر کر دی جائے۔ غیر مذکور پھر کس شے کے برابر کر دی جائے یہ بھی مجہول ارشاد ہوا ہے:

ولا مشرفاً الا سویتہ، نہ کوئی قبر بلند پاؤں میں مگر یہ کہ اس کو برابر کر دوں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قبر مشرف سے مراد وہی قبر ہے جس کو حد سے متجاوز بلند کیا ہو ورنہ چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو بھی زمین کے ساتھ ملا دیتے یہ امر ظاہر ہے اس حدیث کو جمہور اہل سنت نے غیر قابل احتجاج سمجھا اور یہ مسلک صرف بعض کا ہے اس واسطے کہ یہ تمام تر احادیث و افعال کے خلاف ہے خود آنحضرت کے روبرو حضرت بلال نے قبر حضرت ابراہیم کو بنایا اور اس پر پانی ڈالا اس سے گارے سے قبر بنانے کا جواز نکلتا ہے۔ اگرچہ پختہ قبر کرنا بھی مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ نہی اس کے بارہ میں وارد ہوئی ہے مگر نشان قبر نہ مٹنے کے خیال سے خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کے مزار پر پتھر رکھا تھا وہ اس قدر بڑا تھا کہ جن صاحب کو حکم دیا گیا ان سے اُٹھ نہ سکا تو خود اُٹھانے میں مدد دی اس سے پختہ قبر بننے کے جواز پر دلیل لائی جاتی ہے اور وہ حدیث جس میں نہی ہے یا نہی تنزیہی پر محمول ہوئی یا نسخ پر کیونکہ پہلے زیارت قبور کی بھی ممانعت تھی جب اس کا جواز ہوا تو قبر کا قائم رہنا بھی جائز ہوگا۔

قبر پر کتابت کرنے کی بھی نہی ہوئی ہے امام ابو حنیفہ اسی پتھر والی حدیث سے اس کے جواز کا حکم دیتے ہیں کیونکہ مقصود شارع نشان قبر کا قائم رکھنا ہے اسی وجہ سے فقہاء نے زمین کی کمزوری کے باعث پختہ کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔

یہاں تک کہ بعض نے تو تابوت کا اور وہ بھی لوہے کا ہو تو اس کی بھی اجازت دے دی ہے اور علت نہی کو بھی مختلف ظاہر کیا ہے۔ بعض نے بلندی کی بھی کوئی حد نہیں رکھی ہے۔ خصوصاً اہل شرف کے لیے اور واقعہ یہی ہے کہ کوئی دلیل، حرمت یا کراہت تحریمی پر قائم نہیں ہے حتیٰ کہ رفع قبر میں تو شوکانی صاحب کو بھی کہنا پڑا کہ تحریم اس کی ظنی ہے اس وجہ سے سکوت جائز ہے۔ پھر اس کے انہدام کی کیا وجہ ہے۔

الحاصل آپ سمجھ لیں کہ ہم قبروں کی توہین کو مثل زندوں کی توہین کے سمجھتے ہیں اس کو کوئی معمولی امر نہیں سمجھتے۔

قبّوں کی حُرمت پر ایک نظر

از جناب مولانا محمد عنایت اللہ صاحب افسر مدرس مدرسہ عالیہ نظامیہ لکھنؤ

اخبار "ہمدرد" مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۲۵ء میں ایک مضمون مزارات پر قبوں وغیرہ بنوانے کے متعلق عدم جواز کا نظر سے گزرا میرا خود پہلے سے بھی خیال تھا کہ قبوں اور پختہ قبروں کے جواز و عدم جواز کے متعلق ایک مضمون لکھوں مگر دوسرے مشاغل کی وجہ سے اس ارادہ کو پورا نہ کر سکا ہمدرد کے اس مضمون نے میرے ارادہ کو پختہ کر دیا خاص کر مولانا محمد علی صاحب کی خواہش نے اور زیادہ اس امر کی جانب توجہ دلائی۔

ہمدرد کے مضمون نگار مولانا عبدالحی صاحب فاروقی پروفیسر جامعہ ملیہ ہیں۔ مولانا موصوف نے شروع مضمون میں یہ تسلیم کیا ہے کہ قرآن پاک میں قبوں و مزارات وغیرہ کے احکام موجود نہیں ہیں اور ایک آیت جس سے جواز ثابت ہوتا ہے وہ بقول ابن کثیر و آلوسی لائق احتجاج نہیں ہے اس کے بعد مولانا نے احادیث و فقہ سے عدم جواز ثابت کیا ہے۔

ہم اپنے مضمون میں سر دست یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن و حدیث و اجماع امت (فقہ) و قیاس کسی سے بھی قبوں اور مزارات کو زمین سے بلند کرنے اور ان کے پاس مسجدیں بنوانے کی حرمت تو کیا کراہت تحریمی بھی ثابت نہیں ہوتی پس ان کو کھدوا دینے اور برباد کر دینے کی کوئی علت موجبہ نہیں ہے بلکہ خوف فتنہ بین المسلمین و شائبہ اہانت قبور کی وجہ سے قبور و قبوں کے انہدام سے باز ہی رہنا شیوۂ ہمدردان اسلام ہونا چاہیے۔ اولاً ہم مولانا کو یہ امر بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن کی جو آیت مولانا

نے تحریر فرمائی ہے یعنی:

فقالوا ابنوا علیهم بنیانا ربهم اعلم بهم قال الذین غلبوا علی امرهم لنتخذن علیهم مسجداً۔

وہ صراحتاً آپ کے اقرار کے بموجب مدعی کے خلاف ہے اور ابن کثیر اور حال کے علامہ آلوسی کی عبارتیں قرآن کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی نہیں ہو سکتی ہیں اور بقول مولانا محمد علی کے قرآن کا مقابلہ تو حدیث متواتر بھی نہیں کر سکتی۔ چہ جائیکہ مفسرین کی عبارتیں اور ایک غیر مشہور حنبلی کے اقوال اس کے علاوہ آلوسی کی عبارتوں سے احتجاج ویسا ہی ہے کہ خود ابن عبدالوہاب کے اقوال سے احتجاج کیا جائے کون نہیں جانتا کہ آلوسی اور نواب صدیق حسن خاں اس قدر ہم خیال تھے کہ آلوسی کی تفسیر نواب صاحب مرحوم نے طبع کرائی۔ آلوسی زادہ نواب صاحب مرحوم کے تلامذہ میں سے تھے ابن تیمیہ و ابن قیم کے مقلد جامد تھے ان کے اقوال سے استناد بلا کسی دوسری دلیل کے کیسے لائق اعتبار ہو سکتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر آلوسی کے اقوال پر ہم بھروسہ کریں تو خود مولانا فاروقی ہی کے اقوال پر کیوں نہ بھروسہ کیا جائے عراق تک شد رحال کی کیا ضرورت ہے۔ رہا ابن کثیر کا قول تو وہ ظاہر قرآن کے مقابل ہے اور شہاب خفاجی (جنہوں نے اسی آیت سے جواز تعمیر قبہ نکالا ہے) ان کا قول بظاہر قرآن کے موافق ہے پس ہم کو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ہم کیوں نہ کہیں کہ ظاہر قرآن خفاجی کے ساتھ ہے اور جب تک اس کے مقابل کوئی دلیل نہ ہو کسی طرح اس کی تردید نہیں ہو سکتی۔ علاوہ اس کے ابن کثیر نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ اس آیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں آپ خیال فرما دیں کہ قبور کو مسجد بنانا اور قبروں کے قریب مسجد بنانا دونوں میں کتنا عظیم فرق ہے قرآن میں جس واقعہ کا ذکر ہے اُس کے متعلق تمام مفسرین ذکر کرتے ہیں کہ مسجد باب کہف پر یا کہیں قریب بنائی گئی تھی اور یہاں احادیث میں جو چیز رد کی گئی ہے وہ نفس

قبر کو سجدہ گاہ بنانا ہے۔ قرب اور جوار کی ممانعت اُس سے ثابت نہیں ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ قرآن مولانا فاروقی کی کسی طرح تائید نہیں کرتا جس کا مولانا نے اعتراف بھی کیا ہے بلکہ بظاہر مخالفت کرتا ہے اب احادیث کو دیکھیں تو مولانا نے جن احادیث کا تذکرہ کیا ہے دراصل وہ دو حدیثیں ہیں جن میں ایک حدیث جس کو اکثر محدثین نے اپنی سندوں سے مختلف الفاظ سے ذکر کیا ہے یہ ہے کہ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا (الحدیث)

دوسری حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے جس کا ترجمہ مولانا نے حسب ذیل کیا ہے: "کیا تمہیں نہ روانہ کروں اس کام کے لیے جس کام کے لیے رسول اللہ صلعم نے مجھے روانہ کیا تھا آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں کوئی اونچی قبر نہ چھوڑوں مگر یہ کہ اس کو برابر کردوں اور نہ کوئی تصویر مگر یہ کہ اس کو مٹا دوں"۔ پہلی حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے جن سب میں صرف قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت مروی ہے ان احادیث کو تحریر فرما کر مولانا تحریر فرماتے ہیں:

کتاب و سنّت کی یہ تصریحات بانگ دُہل اس حقیقت کا اعلان کر رہی ہیں کہ قبروں پر مسجدیں بنانا قبہ تعمیر کرنا وہاں جاکر یمن و برکت حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھنا اور ان کے لیے اوقاف مقرر کرنا ناجائز اور حرام ہے شریعت اسلام کو ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ان عمارتوں کا گرانا دراصل شریعت اسلام کا ایک بہترین فرض ادا کرنا ہے۔"

مولانا نے اس عبارت میں دعویٰ کیا ہے کہ اوپر کی مذکورہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے حسب ذیل دعوے ثابت ہوگئے۔

(۱) قبروں پر مسجد بنانا حرام ہے۔

(۲) قبہ تعمیر کرنا حرام ہے۔

(۳) وہاں جاکر یمن و برکت حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھنا حرام ہے۔

(۴) ان کے اوقات مقرر کرنا حرام ہے۔

(۵) اُن عمارات کا گرانا اہم ترین فرض ادا کرنا ہے۔

یہ مولانا کے پانچ دعوے ہیں اور مولانا کا خیال ہے کہ مذکورہ آیات و احادیث سے یہ سب ثابت ہوگئے۔ مولانا خود انصاف فرمالیں کہ آپ نے اپنے دعویٰ کے موافق میں ایک آیت "نصف آیت" ایک لفظ بھی قرآن شریف کا کہیں اوپر ذکر کیا جس سے آپ کے مذکورہ پانچوں دعووں میں سے ایک دعویٰ بھی ثابت ہوسکے۔ ہم نے ہمدرد میں بس کے اوپر کا ایک ایک لفظ پڑھا ہے۔ ہم کو تو کہیں بھی کوئی لفظ قرآن شریف کا جو آپ نے اپنے دعوے کے ثبوت میں لکھا ہو نہیں ملا۔ مضمون بھر میں صرف ایک آیت ذکر کی گئی ہے اور وہ صرف یہ دکھانے کے لیے کہ اس آیت سے قبہ وغیرہ کا جواز ثابت کرنا درست نہیں ہے۔ اس کا کوئی تعلق مولانا کے دعووں کے ثبوت سے نہیں ہے جس کو صرف مولانا نے بھی صرف رد کرنے کے لیے ذکر کیا ہے اگر اُسی سے مولانا کا دعویٰ ثابت ہے تو مولانا نے خود ہی اس کی تردید کردی ہے تو کیا خود ہی اپنے دعویٰ کو رد فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ تو کوئی آیت مضمون بھر میں مذکور نہیں ہے۔ اب احادیث کو دیکھیے اس میں سے سوائے ایک کے اور سب احادیث میں قبروں کو مسجد بنانے کی ممانعت مروی ہے۔ مولانا نے خود مسجد کا ترجمہ سجدہ گاہ کیا ہے ظاہر ہے کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانا اور چیز ہے اور قبروں کے قریب اُس سے ہٹ کر مسجد بنانا اور چیز ہے اور قبہ تو بالکل علیحدہ شے ہے اگر حدیث میں قبر کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت ہے تو اُس کا قبہ سے کیا تعلق ہے زائد سے زائد جو ان احادیث سے ثابت ہوسکتا ہے وہ یہ کہ قبر کو سجدہ نہ کرنا چاہیے۔ اب مولانا ہی بتائیں کہ قبہ کے بنانے سے اس کا کیا تعلق ہے اور آپ کے دعووں سے تو ذرا بھی اس کا تعلق نہیں ہے۔ مولانا کی خدمت

میں یہ بھی گذارش ہے کہ کسی چیز کا حرام ہونا احادیث احاد سے ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر مولانا ہی سے گذارش ہے۔ قرآن پاک کی آیت سے ہم استدلال کریں اور آپ کے ان پانچوں دعووں کے مقابل اسی آیت سے استدلال کریں تو غالباً مولانا کو مفسرین کی کمزور اور غیر معتبر اقوال کے دامن میں پناہ لینا کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا اور مولانا کے پیش کردہ احادیث احاد بھی اگر بفرض وہ آپ کے مدعیٰ کے موافق بھی ہوں تو قرآن کی آیت کے مقابل نہ ہو سکیں گی۔ (دیکھو مولانا محمد علی کا مضمون قتل مرتد کے بارے میں) دوسری حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے جس کا تعلق قبر کو اُونچا کرنے سے ہے قبوں وغیرہ سے اُس کا تعلق نہیں ہے جیسا کہ آپ کے ترجمہ سے خود ظاہر ہے۔

اصل یہ ہے کہ حنفیہ اور شافعیہ میں بحث یہ ہے کہ آیا قبر کو گاؤدم ہونا چاہیے اونٹ کے کوہان کے مانند یا مسطح ہونا چاہیے حنفیہ پہلے کو اور شافعیہ دوسرے کو مسنون بتاتے ہیں اور ہر ایک اپنی موافقت میں دلائل حدیث سے پیش کرتے ہیں حنفیہ چند احادیث جو اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں اُن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

(۱) عن سفیان التمار انه رای قبر النبی صلی الله علیه وسلم مسنماً (بخاری)

سفیان تمار سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور انور کی قبر شریف ابھری ہوئی کوہان شتر کی طرح دیکھی۔

(۲) عن ابراهیم قال اخبرنی من رای قبر النبی صلی الله علیه وسلم قبر ابی بکر و عمر فاشزة من الارض و علیها فلق من مدر ابیض (امام محمد)

ابراہیم کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے جس نے حضور انور اور شیخین کے مزار مبارک دیکھے ہیں یہ بیان کیا ہے کہ یہ قبور زمین سے اونچے تھے (ابھرے ہوئے تھے) اور ان پر سفیدی چھوٹی مٹی کی تھی۔

(۳) عن جابر قال سئلت ثلثة کلهم له فی قبر رسول الله صلی الله علیه وسلم اب ابا جعفر محمد بن علی و سئلت قاسم بن محمد و سئلت سالم بن عبد الله اخبرونی عن قبور ابائکم فی بیت عائشة وکلهم قالوا انها مسنمة (ابن شاهین)

حضرت جابر سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایسے تین شخصوں سے سوال کیا جن میں سے ہر ایک کے باپ کی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس تھی یعنی ابو جعفر محمد بن علی اور قاسم بن محمد اور سالم بن عبد اللہ سے میں نے سوال کیا کہ تم لوگوں کے باپوں کی قبریں حضرت عائشہ کے حجرہ میں کس طرح بنی ہوئی ہیں۔ ان سب نے کہا کہ وہ قبریں کوہان شتر کی طرح بلند ہیں:

(۴) قال القاری السنة ان یعلم القبر وان یرفع شبراً کقبره علیه الصلوٰة والسلام کما رواه ابن حبان فی صحیحه۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ قبر کا نشان ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کی طرح ایک بالشت بلند ہو جیسا کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا ہے:

اس کے علاوہ دوسری احادیث بھی حنفیہ کی موید ہیں اور شافعیہ اسی حدیث سے جو مولانا نے تحریر فرمائی ہے تربیع اور تسطیح قبر پر استدلال کرتے ہیں حنفیہ جواب میں کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ممانعت ایک بالشت سے زائد قبر بلند کرنے کی ہے ایک بالشت سے کم بلند کرنے کی ممانعت کیسے ہو سکتی ہے، باوجودیکہ خود حضور انور کا مزار مبارک زمین سے بلند تھا اور اگر حضرت علی اور دیگر اصحاب کبار اس کو بُرا سمجھتے تو ضرور روکتے بلکہ اس کے برخلاف خود حضرت علی کے متعلق مروی ہے کہ قبر سے ٹیک لگاتے ہوئے بیٹھے تھے تو ظاہر ہے کہ اگر قبر بلند نہ تھی تو تکیہ کیسے لگائے تھے۔ اس ہمارے بیان سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کا تعلق کسی طرح قبہ اور عمارت ماحول القبر سے محدثین کے نزدیک نہیں

ہے۔ اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس میں ممانعت قبہ کی ہے تو جہاں کہیں قبر کی تربیع سے (زمین دوز) منع کیا گیا ہے تو کیا آپ کے خیال میں اس جگہ پر قبہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے بعد ہم نہیں سمجھ سکتے کہ مولانا نے اوپر کون سی آیت یا حدیث تحریر فرمائی ہے جس سے اُن کے کسی دعویٰ کا ثبوت بھی ہو سکے خود بھی براہِ کرم مولانا اپنے پانچوں دعووں اور مذکورہ بالا احادیث کو دیکھیں اور ہمیں مطلع فرمائیں کہ محل استدلال کون سا لفظ ہے۔ خیال ہے کہ محض احتمالات اور وہ بھی خلاف ظاہر سے حرمت تو کجا کراہت بھی ثابت ہونا ضروری نہیں ہوتا اس کے بعد مولانا نے دوسرے پرچہ بھارد میں فقہا کی عبارتیں پیش کی ہیں اُن کا مفصل جواب آگے آتا ہے لیکن ایک امر ضروری یہاں پر گذارش کر دینا ہے کہ اختلاف فقہا کی صورت میں کسی امر کا قطعی الحرمت ہونا کسی طرح پر لائق تسلیم نہیں ہے اور خاص کر جب کہ سلف سے لیکر خلف تک کسی بات پر عمل کرتے چلے آئیں تو وہ عند الفقہا حرام نہیں رہ سکتا۔ علیہ العمل و علیہ عمل مشائخنا علیہ عمل القوم علامات فتویٰ سے ہیں۔

جب آپ فقہا کے مسالک سے بحث کیجیے گا تو آپ کو لازم ہے کہ ان کے اصول پر بحث کیجیے!

توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہٗ درست نہیں ہے۔ مولانا نے سب سے پہلے جو عبارت لکھی ہے وہ مدونۃ الکبریٰ کی ہے جس کو امام مالک کی تصنیف فرمایا ہے، ہم کو حیرت ہے کہ المدونۃ الکبریٰ کن امام مالک کی تصنیف ہے آیا یہی امام مالک جو مشہور صاحب مذہب ہیں یا کوئی اور امام مالک آج تک امام مالک کی تصانیف میں سے سوائے مؤطا کے اور کسی کا پتہ نہیں ملا تھا مگر شکر ہے کہ مولانا کے ذریعے سے ایک اور تصنیف امام مالک کی معلوم ہو گئی۔ ہم مولانا کی نیت پر حملہ نہیں کرتے البتہ اتنا ضرور

کہتے ہیں کہ چاہے بلا ارادہ ہو مگر عبدالرحمٰن ابن قاسم کی تصنیف کو امام مالک کی جانب منسوب کرنا صحیح طریقہ اثبات مدعی کا نہیں ہے۔ امام شافعی کی کتاب الام کی عبارت میں لفظا حسب موجود ہے، ان میں سے کوئی ایک عبارت بھی تو یہ نہیں بتاتی کہ قبہ بنانا مسجدیں قبور صالحین میں بنانا وغیرہ وغیرہ مولانا کے چار امروں میں سے کوئی بھی حرام ہے۔

کراہت اور چیز ہے حرمت اور شئے، کراہت سے حرمت لازم نہیں آتی۔ ہماری سمجھ سے یہ امر باہر ہے کہ مولانا نے درمختار کی عبارت کا وہ حصہ کیوں چھوڑ دیا جس میں صراحتاً جواز بنا مصنف نے بیان کی ہے۔ پوری عبارت حسب ذیل ہے:

ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وھو المختار۔	اس پر کوئی تعمیر بلند نہ کی جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی مختار ہے:

مولانا انصاف فرمائیں کہ اُس عبارت کو چھوڑ دینا جو اُن کے خلاف تھی اور جس کے متعلق علامت فتویٰ بھی درج ہے کس قدر زبردستی ہے۔ مولانا کو اختیار تھا صاحب درمختار کی پوری عبارت تحریر فرما کر اُس کی تردید کر دیتے مگر یہ طریقہ تو کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ اپنے موافق عبارت کا پہلا حصہ ذکر کر دیا جائے اور بعد کا جو اپنے خلاف ہو اس کو چھوڑ دیا جائے یہ تو بعینہٖ لا تقربو الصلوٰۃ کا معاملہ ہے۔ اس سے بھی زائد ہم کو تعجب ہے کہ مولانا نے جب درمختار ملاحظہ فرمائی تو اسی کے ساتھ اس کا حاشیہ تکلیف اُٹھا کر کیوں نہ ملاحظہ فرمایا جس میں صاف طور سے لکھا ہے کہ کراہت کے قول کے بعد:

وفی الاحکام عن جامع الفتاویٰ وقیل لا یکرہ البناء اذا کان	اور جامع الفتاویٰ سے احکام میں منقول ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبر پر

المیت من المشائخ والعلماء والسادات۔

تعمیر کرنا مکروہ نہیں اگر صاحبِ قبر علماء اور بزرگوں میں سے ہو؛

مولانا ہمیں معاف فرمائیں گے۔ اس قسم کی عبارتوں میں تصرفات بعض بہت زائد بدگمانیاں پیدا کر دیتی ہیں۔ اسی طرح مولانا نے نہایہ اور شرح مختصر کی عبارت کا بیچ کا حصہ ذکر نہیں فرمایا جس سے پوری طرح مطلب واضح ہوتا۔ یہ عبارتیں حسبِ ذیل مولانا نے تحریر کی ہیں؛

ھدم البناء وجوبًا بحرمته لما فیه من التضیق علی الناس۔ (نہایۃ المحتاج) نظاھرہ ھذہ التحریم ولو کان مکروھًا لنفذت الوصیة (شرح مختصر)

ہم کو افسوس ہے کہ دونوں کتابیں ہمارے پاس نہیں ہیں ورنہ ہم پوری عبارت کے ساتھ جس کے بیچ کے حصہ کو مولانا نے حذف کر دیا ہے ملا کر پڑھتے اور معلوم کرتے کہ آیا درمختار کی عبارت کی طرح کہیں اس میں بھی تو تصرف نہیں ہے اور یہ کہ ان کا کیا مطلب ہے مگر پھر بھی اس سے قطع نظر مولانا کو ہم بتانا چاہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر شخص نے صاف طور پر صراحتًا اسی کتاب میں جیسا کہ آپ نے خود تحریر فرمایا ہے کراہت لکھی ہے اور شرح مختصر میں تو صاف صاف اوپر کراہت لکھ کر یہ بتایا ہے کہ اگر کسی شخص نے وصیت کی ہے کہ مرنے کے بعد قبر پر گھر بنا دیا جائے تو یہ وصیت پوری نہیں کی جائے گی۔ شارح کہتے ہیں کہ اس سے تو بظاہر حرمت معلوم ہوتی ہے مولانا بتائیں کہ اس میں شارح کا تردد معلوم ہوتا ہے یا اس کی قطعی رائے یہاں پر مولانا نے عبارت کا ترجمہ اس طور پر کیا ہے کہ ہم اس کو کسی طرح بھی صحیح نہیں کہہ سکتے اور مولانا کی نیک نیتی پر چونکہ حملہ کرنا مقصود نہیں ہے لہٰذا عجلت پر محمول کرتے ہیں۔ یہ ترجمہ کی غلطی کچھ اسی عبارت میں نہیں ہے بلکہ اوپر کی عبارتوں

میں بھی ہے اور اس غلط ترجمہ کا یہی نتیجہ ہے کہ مولانا نے نتیجہ نکالنے میں غلطی کی ہے عبارت حسبِ ذیل مولانا نے لکھی ہے (جو خود بھی غلط اور ٹکڑے ٹکڑے ہے)

فیمن اوصی ان یبنی علی قبرہ بیت نظاھرہ ھذہ التحریم ولو کان مکروھًا لنفذت الوصیة۔

ترجمہ مولانا نے یہ کیا ہے: ایک شخص وصیت کرتا ہے کہ اس کی قبر پر ایک عمارت بنائی جائے تو اُس کی وصیت نافذ نہ ہوگی کیونکہ قبروں پر عمارت بنانا حرام ہے؛

مولانا انصاف فرمائیں کہ آیا اس عبارت کا ترجمہ یہی ہوا جو انہوں نے تحریر فرمایا ہے کیا بیت کا ترجمہ عمارت ہے۔ کتاب میں نظاھرہ التحریم بیکار الفاظ ہیں۔ کیا عدم نفاذ وصیت خود شارح کا قول ہے اور اس کا فتویٰ ہے۔ اب مولانا مجھ سے سنیں کہ اس عبارت کا کیا مطلب ہے گو میرے پاس کتاب موجود نہیں ہے پھر بھی جو میں لکھتا غالبًا وہی کتاب کا مطلب ہوگا براہِ کرم پھر جناب ملاحظہ فرمادیں مطلب یہ ہے اوپر شارح نے بناء علی القبور اور بقول آپ کے احاطہ کھینچنے کو مکروہ لکھا ہے۔ اس کے بعد شارح لکھتے ہیں کہ مصنف یا کسی اور عالم نے بیت بنانے کی وصیت کے عدم نفاذ کا فتویٰ دیا ہے۔ اس سے بظاہر حرمت معلوم ہوتی ہے حالانکہ اوپر کراہت مذکور ہے۔

پس عبارت سے یا تو مصنف پر اعتراض کرنا مقصد ہے یا تردد ظاہر کرنا اس کے بعد یہ بھی گذارش ہے کہ قبر پر گھر بنانے کے جواز سے قبہ کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا ممکن ہے کہ گھر کا عدم جواز اس حدیث سے ماخوذ ہے جس میں گھر میں قبر بنانے کی ممانعت حرج نماز وغیرہ کی وجہ سے مذکور ہوئی ہے اس سے بھی قبہ کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں یاد ش بخیر ابن تیمیہ کی عبارت

سے نہیں معلوم کہ مولانا نے کیا ثابت کرنا چاہا ہے اوّل تو ابن تیمیہ کی عبارت سے استفادہ اسی طرح پر ہے جیسے پطرس کی عبارتوں سے آپ تثلیث نقل کریں اور ہم کو الزام دیں۔ آپ ہی فرمائیے کہ اگر آپ اسی طرح عیسائیوں کے اقوال نقل کرنا شروع کر دیں تو کیا وہ ہم پر حجت ہو جائیں گے۔

دوسرے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ابن تیمیہ کی عبارت سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ مطلقاً اونچی قبر بنانا اور اس کے پاس قبہ بنانا حرام ہے اور اس کا ہدم واجب ہے بیشک وہ امور جو مذکور ہیں ممکن ہے کہ ان کی حرمت پر آپ استدلال اس عبارت سے کر سکیں، لیکن ان کی وجہ سے قبوں کی حرمت ابن تیمیہ کے کلام سے ثابت نہیں۔ بقیہ عبارات فقہا جو مولانا نے لکھی ہیں وہ مولانا کے مدعائے حرمت کو ثابت کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ بحر الرائق میں صراحتاً جیسا کہ آپ نے ذکر کیا ہے کراہت بناء کی بیان کی گئی ہے اور اگر کراہت ثابت ہو جائے تو بھی آپ کے مدعی کو مفید نہیں ہے کیونکہ آپ حرمت کے قائل ہیں اور اسی کا دعویٰ بھی فرمایا ہے۔ کراہت کے ثبوت سے آپ کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔ غرض کہ ہمارا خیال ہے کہ مولانا نے اپنے مضمون میں کوئی دلیل بھی اپنے چاروں دعووں میں سے کسی کے ثبوت کی نہیں دی ہے۔ اور جو کچھ ثابت بھی کر سکے وہ صرف کراہت لیکن اسی کے بالمقابل نہ صرف فقہا بلکہ سلف بلکہ زمانۂ صحابہ میں خیام فسطاط (قبہ) اور دیواریں اور چھت قبروں پر بنائی گئیں اور علماء نے اس پر سکوت کیا یا کم از کم علماء نے اس کے متعلق انکار شدید نہیں کیا ظاہر ہے کہ ایسے مختلف فیہ امور کے بارے میں خاص کر جب کہ اختلاف بھی کراہت و جواز بلا کراہت کا ہو ابن سعود کا ایسا فعل کرنا جس سے اہانت مسلمین بلکہ خود اہانت سید المرسلین کی نہ صرف ہماری نظروں میں بلکہ تمام کفار و مشرکین کی نظروں میں متصور ہو بلکہ پھر یہ بھی مظنہ ہو کہ کفار انہیں افعال کو سند پکڑ کے تمام قبور بلکہ سید القبور

کے ساتھ ارادۂ فاسد کر سکیں گے اور کم از کم تمام اہل اسلام میں ایسا فتنہ رونما ہونے کا اندیشہ ہو جس کا انسداد بھی نہ ہو سکتا ہو کس طرح جائز ہو سکتا ہے اب ہم وہ عبارتیں آخر میں تحریر کرتے ہیں جن سے مولانا کے مدعی کے خلاف بھی روشنی پڑتی ہے۔

ولما مات الحسن بن علی ضربت امرأته القبة علی قبره ثم رفعت فسمعت صائحاً یقول الا هل وجدوا الی اٰخر الحدیث (بخاری)

حضرت امام حسن کی وفات کے بعد ان کی زوجہ نے آپ کی قبر پر قبہ قائم کیا پھر تھوڑے زمانہ کے بعد اس کو اٹھا دیا پس ایک آواز سنائی دی کہ کیا انہوں نے اپنی گمشدہ چیز پا لی؟

وضرب عمر رضی اللہ علی قبر زینب بنت جحش وقال ابن التین فمن کره ضربه علی قبر الرجل ابن عمر وابو سعید وابن المسیب۔

حضرت عمر نے حضرت ام المومنین زینب بنت جحش کی قبر پر فسطاس بنایا۔ ابن تین نے کہا کہ جن لوگوں نے مرد کی قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا منع کیا ہے ان میں ابن عمر اور ابو سعید اور ابن مسیب ہیں؛

وضربته عائشة علی قبر اخیها فنزعه ابن عمر وضربه محمد بن حنیفة علی قبر ابن عباس (عینی)

حضرت عائشہ نے اپنے بھائی کی قبر پر قبہ قائم کیا تو ابن عمر نے اس کو ہٹا دیا اور محمد بن حنفیہ نے ابن عباس کی قبر پر قبہ قائم کیا؛

عن عروة بن زبیر لما سقط علیهم الحائط فی زمان الولید بن عبد الملك اخذوا فی بنائه (بخاری)

عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ جب ان مزارات پر ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں دیوار گر پڑی تو اس کی پھر تعمیر شروع ہوئی (بخاری)

قال عمرو بن دینار و عبید اللہ

عمرو بن دینار اور عبید اللہ بن ابی

بن ابی یزید لم یکن علی عهد
نبی صلی الله علیه وسلم علی
بیت نبی صلی الله علیه وسلم
حائط فکان اول من بنی علیه
جداراً عمر بن الخطابؓ قال
عبید الله کان الجدار قصیرا
ثم بناه عبد الله بن زبیر (عینی)
وقد اباح السلف البناء علی
قبر المشائخ والعلماء المشهورین
لیزورهم الناس ویستریحوا
بالجلوس فیه (ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ)

زید راوی ہیں کہ حضور کے عہد مبارک
میں حضور کے کسی حجرہ میں دیوار نہ تھی
تو سب سے پہلے اس کی دیوار حضرت
عمر نے بنوائی۔ عبید اللہ یہ بھی کہتے
ہیں کہ یہ دیوار چھوٹی تھی پھر عبد اللہ
بن زبیر نے اس کو بنوایا (عینی)
اگلے بزرگوں نے مشائخ اور مشہور
علماء کی قبروں پر قبور وغیرہ بنوانا جائز
رکھا ہے تاکہ لوگ اُن کی زیارت
کر سکیں اور بآرام وہاں بیٹھ سکیں۔
(شرح مشکوٰۃ للقاری)

عن المعرور بن سوید قال
کنت مع عمر بین مکة
والمدینة فصلی بنا الفجر
ثم رای اقواما ینزلون فیصلون
فی مسجد فسأل عنهم فقالوا
مسجد صلی فیه النبی صلی الله
علیه وسلم فقال انما هلک قبلکم
انهم اتخذوا آثار انبیائهم
بیعا من مر بشی من هذه
المساجد فحضرت الصلوٰة فلیصل
والا فلیمض (عب، کنز الاعمال)

معرور بن سوید راوی ہیں کہ میں حضرت
عمر کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے راستہ میں
تھا تو آپ نے فجر کی نماز پڑھائی پھر
آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ اترتے ہیں
اور ایک مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو
آپ نے اس کی وجہ دریافت کی لوگوں
نے کہا کہ یہ وہ مسجد ہے جس میں
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے
نماز پڑھی ہے۔ حضرت نے کہا تمہارے
قبل کی اُمتیں اس وجہ سے ہلاک ہو
گئی ہیں کہ انہوں نے اپنے انبیاء کے
نشانات پر کنائس تعمیر کر لیے تھے تم میں سے جو شخص ان مساجد میں آئے اور نماز

کا وقت آئے تو ان میں نماز پڑھ لے ورنہ گزر جائے (کنز الاعمال)

رأیت سالم بن عبد الله یتحری
اماکن من الطریق فیصلی فیها
ویحدث ان اباه کان یصلی فیها
وانه رای النبی صلی الله علیه
وسلم یصلی فی تلک الامکنة
وحدثنی نافع عن ابن عمر
رضی الله عنهما انه کان یصلی
فی تلک الامکنة (بخاری شریف)

میں نے سالم بن عبد اللہ کو دیکھا کہ
راستہ میں چند جگہوں میں قصداً نماز
پڑھتے اور کہتے کہ یہاں پر ان کے
باپ نماز پڑھتے تھے اور کہتے تھے۔
(یعنی ابن عمر) کہ انہوں نے حضرت
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں
پر نماز پڑھتے دیکھا تھا اور نافع سے
بھی یہی مروی ہے۔ (بخاری)

مات الحکم بن ابی العاص فی
خلافة عثمان فضرب علی قبره
فسطاس فی یوم صائف فتکلم
الناس فی ذالک فقال عثمان
رضی الله عنه قد ضرب فی عهد
عمر علی زینب بنت جحش فسطاس
فهل رایتم عائباً عاب
ذالک (اصابہ)

حکم بن ابی عاص خلافت عثمان کے
زمانہ میں مرے تو ان کی قبر پر قبہ قائم
کیا گیا سخت گرمی تھی پس اس پر لوگوں
نے اعتراض کیا پس حضرت عثمان نے
ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر کے زمانہ میں
یہی امر حضرت زینب کی قبر پر کیا گیا
تو کیا تم لوگوں نے کسی شخص کو
دیکھا کہ جس نے اس کو معیوب سمجھا ہو۔

قال البیضاوی لما کانت الیهود
والنصاریٰ یسجدون لقبور الانبیاء
تعظیما لشانهم یجعلونها قبلة
یتوجهون فی الصلوٰة نحوها
واتخذوا اوثانا لعنهم النبی
صلی الله علیه وسلم ومنع المسلمین

بیضاوی کہتے ہیں چونکہ یہود و نصاریٰ
اپنے انبیاء کے قبور کا انکی عظمت کرتے
ہوئے سجدہ کرتے تھے اور اپنا قبلہ
صلاتی بناتے تھے ان لوگوں نے قبروں
کو بُت بنا لیا تھا اس لیے اُن پر
نبی صلعم نے لعنت بھیجی اور مسلمانوں

عن مثل ذلک فامامن بنی مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منہ لا للتعظیم لہ ولا لتوجہ نحوہ فلا یدخل فی ذلک الوعید (علامہ عسقلانی)

کو ایسے امور سے آپ نے روکا لیکن جوار صلحا میں جس نے مسجد بنائی محض ان کے قبور کے قرب سے برکت حاصل کرنے کے لیے اور بلالحاظ ان کی تعظیم کے بغیر اس جانب توجہ کے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ (عسقلانی)

مولانا کے مضمون کے متعلق تو ہم صرف اسی قدر لکھنا چاہتے ہیں البتہ ایک امر زیادتی فائدہ کے واسطے ہم یہاں ذکر کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں احادیث میں جہاں کہیں احکام بلفظ امر آتے ہیں ان سے ہر جگہ فرضیت ہی سمجھنا ضروری نہیں ہے اور اسی طرح جہاں کہیں لفظ نہی وارد ہوا ہو تو اس سے حرمت ہی ہر جگہ سمجھنا ضروری نہیں ہے۔ احادیث میں ایک نہیں بلکہ دس بیس سے زائد جگہوں میں لفظ نہی وارد ہوئی ہے مگر اس سے حرمت مراد نہیں ہے بلکہ کہیں کراہت تحریمی کہیں کراہت عادی (تنزیہی) کہیں بوجہ طبی نقصانات کے کہیں بوجہ کسی شخص خاص کی مصلحت کے لفظ نہی مروی ہوئی ہے۔ بعض حدیثوں میں ایسا بھی ہوا ہے کہ پسند چیزوں کی نہی کی گئی ہے جس میں سے بعض حرام۔ بعض مکروہ ہیں۔ ہم کثیر احادیث میں سے صرف دو تین حدیثیں مثال کے طور پر لکھتے ہیں اور اس سے صرف یہی امر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ لفظ نہی سے بلا کسی دلیل کے حرمت ہی مراد لینا صحیح نہیں ہے۔

نہی عن الشرب فی آنیۃ الذھب والفضۃ ونہی عن لبس الذھب والحریر ونہی عن جلود النمور ان یرکب علیھا ونہی عن المتعۃ ونہی عن تشئید البناء ونہی

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی کے برتن میں شرب سے منع فرمایا ہے اور سونے اور ریشم کے پہننے سے منع فرمایا ہے اور چیتے کی کھالوں کی زین بنانے سے منع فرمایا

عن تشئید البناء ونہی ان یمس الرجل ذکرہ بیمینہ وان یمشی فی نعل واحد ونہی عن ان یستقبل القبلۃ ببول وغائط ونہی عن السوم قبل طلوع الشمس وعن ذبح فتی الغنم۔

ہے۔ متعہ سے منع فرمایا ہے۔ مکان کو مضبوط و مستحکم بنانے سے روکا ہے مسّ ذکر بیمینہ سے مرد کو منع فرمایا ہے ایک جوتہ پہن کر چلنے سے منع فرمایا ہے۔ پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلہ رو ہونے اور قبلہ کی طرف پشت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ طلوع آفتاب کے قبل سودا چکانے سے اور جوان بھیڑ کے ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے:

اس کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ قبہ اور قبر کی بحث سے گذر کر حرمین کے ساتھ جو بدسلوکیاں ہوئیں ہیں اور خاص کر مدینہ پاک پر جو حملہ کیا گیا ہے اس کے متعلق بھی ہم چند احادیث ذکر کر دیں۔

چند احادیث حسب ذیل ہیں

فمن احدث فیھا حدثا او اوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل (بخاری)

جس شخص نے مدینہ میں فتنہ و فساد مچایا یا فتنہ کا قصد کیا اس پر اللہ اور ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہے اور اللہ اس کے کسی نفل و فرض کو قبول نہ کرے گا:

لا یکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء (بخاری)

مدینہ والوں سے جو شخص فریب کرتا ہے وہ اس طرح گھلتا ہے جس طرح نمک پانی میں:

من اراد اھل ھذہ البلدۃ بسوء اذابہ اللہ کما یذوب

جو شخص مدینہ والوں سے برائی کا ارادہ کرتا ہے اللہ اس کو اس طرح پگھلاتا

الملح فی الماء وله فی روایة ولا یرید احد اهل المدینة لیسوء الا اذابه الله فی النار ذوب الرصاص او ذوب الملح فی الماء (مسلم)

ہے جس طرح نمک پانی میں اور دوسری روایت میں (وعید اس طرح ذکر ہے) اللہ اس کو پگھلاتا ہے جس طرح رانگ آگ میں اور نمک پانی میں :

اَیّما جبار اراد فی المدینة بسوء اذله الله کما یذوب الملح فی الماء (للجنید)

جس ظالم نے مدینہ میں برائی کا ارادہ کیا اس کو اللہ اس طرح پگھلائے گا جس طرح نمک پانی میں :

اللهم اکفهم من دهمهم ببأس یعنی اهل المدینة ولا یریدها احد لیسوء الا اذابه الله کما یذوب الملح فی الماء (للبزار)

اے اللہ مدینہ والوں کو ان لوگوں سے محفوظ رکھ جو ان کو تکلیف پہنچائے اور جو ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اس کو پگھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے :

عن سعید بن المسیب ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اشرف علی المدینة حتی رؤا عفرة ابطه ثم قال اللهم من ارادنی واهل بلدی لیسوء فعجل هلاکه (لابن زبالہ) من اخاف اهل المدینة اخافه الله یوم القیامة وغضب علیه ولم یقبل منه صرفاً ولا عدلاً (اوسط طبرانی)

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور فرمایا اے اللہ جو میری اور میرے شہر والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اسکو تو جلد ہلاک کر : جو شخص مدینہ والوں کو ڈرائے گا اللہ قیامت کے دن اُس کو ڈرائے گا اور اپنا غضب اُس پر نازل فرمائیگا اور کسی فرض ونفل کو اُس شخص کے نہ

قبول کرے گا :

عن جابر ان امیرا من امراء الفتنة قدم المدینة وکان قد ذهب بصر جابر فقیل لجابر لو تنحیت عنه فخرج یمشی بین ابنیه فنکب فقال تعس من اخاف رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ابناه او احدهما یا ابت وکیف اخاف رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد مات فقال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من اخاف اهل المدینة فقد اخاف ما بین جنبی (لابن حبان ولاحمد)

جابر روایت کرتے ہیں جب ان کی بینائی جاتی رہی تھی اور امراء فتنہ میں سے ایک امیر مدینہ منورہ میں آیا مجھ سے کہا گیا کہ اگر میں گھر میں بیٹھ رہوں (نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد نہ جاؤں) تو بہتر ہے جابر ایک روز اپنے مکان سے نکلے اور آپ کے صاحبزادے آپ کے دائیں بائیں تھے کہ اُس امیر نے یا کسی شخص نے آپ کو دھکا دیا جابر نے کہا افسوس کس شخص نے خوف دلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے دونوں صاحبزادوں نے یا ایک نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا چکے ہیں اُن کو کس طرح خوف دلایا جاویگا آپ نے فرمایا کہ فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے مدینہ والوں کو ڈرایا اُسنے مجھکو ڈرایا :

من اذی اهل المدینة اذاه الله وعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدل (فی الکبیر للطبرانی)

جو شخص اہل مدینہ کو تکلیف پہنچائیگا اللہ اس کو تکلیف پہنچائے گا اور اس پر خدا اور ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہے اور اللہ اس کے کسی فرض ونفل کو نہ قبول کرے گا :

ابن زبیر مرفوعاً المدینة مهاجری وفیها مضجعی ومنها مخراجی

ابن زبیر مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میری ہجرت گاہ ہے اور اس میں

حق علی امتی حفظ جیرانی
فیھا من حفظ وصیتی کنت
لہٗ شھیدا یوم القیامہ من
ضیعھا اوردہ اللہ حوض الخبال
قیل وما حوض الخبال یارسول
اللہ قال حوض من صدید اھل
النار وفی مدارک الیاض
قال محمد بن مسلمۃ سمعت
مالکا یقول دخلت علی المھدی
فقال اوصنی فقلت اوصیک
بتقوی اللہ وحدہ والعطف
علی اھل بلد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم وجیرانہ فانہ
بلغنا ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال المدینۃ مھاجری
ومنھا مبعثی وبھا قبری واھلھا
جیرانی وحقیق علی امتی
حفظ جیرانی فمن حفظھم
فی کنت لہ شفیعا وشھیدا
یوم القیامہ ومن لم یحفظ
وصیتی فی جیرانی سقاہ اللہ
من طینہ الخبال۔

میری خوابگاہ ہے اور اسی سے میں نکلوں گا۔ میری امت کے لیے ضروری ہے کہ میرے جیران کی حفاظت مدینہ میں کرے جس شخص نے میری وصیت پر عمل کیا قیامت کے دن میں اس کا گواہ ہوں اور جو اس وصیت کو رائیگاں کرے گا اللہ قیامت کے دن اس شخص کو حوض خبال پر لائے گا صحابہ نے دریافت کیا یارسول اللہ حوض خبال کون حوض ہے آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخیوں کا حوض ہے۔ مدارک عیاض میں ہے کہ محمد بن سلمہ نے کہا کہ میں نے مالک کو کہتے سنا ہے کہ میں (مالک) مہدی کے پاس گیا اور اس نے کہا مجھ کو کچھ وصیت کرو انہوں نے کہا کہ میں تم کو صرف یہ وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرو اور مدینہ کے باشندوں کیساتھ مہربانی سے پیش آؤ اس لیے مجھ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ میری ہجرت گاہ ہے اور اور اسی سے میرا بعث ہے اور اس میں میری قبر ہے اور اس کے باشندے میرے

جار ہیں، پس میری امت کو لازم ہے کہ میرے جار کی نگہبانی کریں۔ پس جس شخص نے میری امت میں سے میرے جار کی حفاظت کی اس کی شفاعت قیامت کے دن میں کروں گا اور جو شخص میرے جار کی حفاظت نہ کرے گا اس کو اللہ قیامت کے دن خبال کی مٹی کھلائے گا (یعنی عذاب کرے گا)؛

آخر میں ہم مولانا فاروقی صاحب سے صرف ایک سوال دریافت کرنا چاہتے ہیں اور غالباً اس کے جواب سے بہت کچھ غلط فہمیاں اور شکوک دفع ہو سکیں گے۔

وہ سوال یہ ہے!

براہ کرم آپ یہ بتائیں کہ قبہ اور روضۂ اطہر سرکار رسالت کا آپ کے نزدیک ہدم اور گرا دینا اہم ترین فرض اسلامی ہے، یا جائز ہے یا حرام یا مکروہ، اگر حرام یا مکروہ ہے تو براہ کرم دلیل حرمت یا کراہت بھی مذکور فرمائیے گا اور اگر آپ جائز یا فرض سمجھتے ہیں تو جواب دینا کافی ہے دلیل کی ضرورت نہیں ہے فقط!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکۂ معظّمہ کے مزارات اور موالد شریعت اور فقہ اسلام کی روشنی میں حق و باطل کا فیصلہ

(از: مولوی سید اعجاز علی صاحب صاحبزادہ اجمیر شریف)

اس عرصہ میں اکثر احباب نے زبانی متعدد بار بلکہ قریب قریب ہر ڈاک میں ایک نہ ایک خط کے ذریعہ سے ہمارے اکابر اور دیگر علمائے کرام سے مزارات اور مولد کے قبّوں کے انہدام کے متعلق مذہبی فتویٰ طلب کیا ہے۔ قبروں پر عمارت کی تعمیر اور قبوں کے بنانے کے متعلق صحیح احادیث میں ممانعت کے احکام بیان کیے جاتے ہیں، اُن کی تفصیل کے لیے ایک مبسوط مضمون کی ضرورت ہے۔

میں سر دست یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن مقامات کو مزارات اور موالد کی حیثیت سے مقدس اور برگزیدہ اشخاص سے نسبت دی جارہی ہے ان کے متعلق فقہاء بالعموم اور فقہائے حنفیہ بالخصوص کیا تحریر فرماتے ہیں، اور پختہ و شاندار تعمیر چاہے پانچویں صدی میں ہو یا اس کے قبل یا اس کے بعد یا پہلے فتنہ ٔ وہابیہ کے دفع ہونے کے بعد ہو یا (اب پھر خدا نے چاہا) اس فتنہ کے دُور ہونے کے بعد ہو اور بنانے کی کوئی غرض ہو چاہے نام و نمود ہو یا اخلاص، مطلب رضائے الٰہی ہو، مسلمانوں کی نیت کے کھوج سے قطع نظر کرکے اور حسن ظن رکھتے ہوئے یا بدظنی کرکے۔ بہر حال اس بارے میں فقہاء کا

قول بہتر ہے نہ کہ مورخوں کا۔

مولد فاطمہ رضی اللہ عنہا

ہم پہلے مولد سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق از روئے فقہ حکم لکھتے ہیں یہی وہ مقام ہے جس کو بیت سیدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے۔ ملا علی قاری اپنے منسک میں تحریر فرماتے ہیں:

یستحب زیارۃ بلیت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وھوالذی ولدت فیہ فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا وھو مسکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقیمافیہ حتی ھاجر منہ وھو افضل مواضع مکۃ بعد المسجد الحرام علی ما قالہ الطبرانی وغیرہ من الاعلام فتعبیر بقولہ و قیل ھوافضل موضع بمکۃ بعد المسجد" لیس فی محلہ اذ لم یعلم خلاوف فی حکمہ۔

سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ یہی وہ گھر ہے جس میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں یہ مسکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس میں آپ تشریف فرما رہے۔ یہاں تک کہ اسی گھر سے آپ نے ہجرت فرمائی۔ یہ گھر مقامات مکہ میں مسجد حرام کے بعد سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے جیسے کہ مشاہیر میں سے طبرانی وغیرہ نے کہا ہے اس لیے معلوم ہوا کہ ھو افضل موضع بمکۃ بعد المسجد کا قیل کے لفظ سے ماتن کا ذکر کرنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس حکم میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے:

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولد فاطمہ ایک متفق علیہ زیارت گاہ ہے اور سلف اور خلف میں سے کسی کو اس امر میں اختلاف نہیں ہے کہ یہ مقام مکۂ معظمہ میں مسجد حرام کے سوا سب سے افضل ہے۔ یہاں تک کہ ملا علی قاری ماتن کے قول "قیل" پر اعتراض کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں "قیل" سے اشارہ اختلاف اور ضعف کا ہے حالانکہ محققین نے تصریح کی ہے کہ ہر

جگہ قبل تضعیف اور تعلیل کے لیے نہیں ہے۔

مولد نبوی ﷺ

اسی کتاب میں ہے کہ مولد نبی کی زیارت مستحب ہے باوجودیکہ اس امر میں اختلاف ہے کہ وہ مقام جو جمہور کے نزدیک مولد النبی ہے وہی واقع میں مولد ہے لیکن استحباب زیارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ قول مختار یہی ہے کہ جہاں قبہء مولد بنا ہوا تھا وہی مولد النبی ہے اگرچہ بعض اختلاف کریں لکھتے ہیں:

ومولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی الشعب المعروف بمکۃ علی خلاف فی کون مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ما بنیتہ فی المورد الرومی فی مولد النبی۔

مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی ایک مشہور گھاٹی میں ہے مگر اس کے مولد ہونے میں اختلاف ہے جیسا کہ میں نے اس کو مورد الرومی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیا ہے:

مولد علی رضی اللہ عنہ

مولد علی کی بھی زیارت مستحباب سے ہے اور خلفاً عن سلفٍ برابر لوگ اس کی زیارت کرتے رہے اس کی بھی تصریح ملا علی قاری نے کی ہے۔ اس مقام پر بھی ایک قبہ کی مسجد بھی بنی ہوئی ہے اور وہ غالباً ڈھنے سے بھی رہ گئی ہے۔

دار ابی بکر ن الصدیق رضی اللہ عنہ

دار ابی بکر ن الصدیق زقاق حجر میں ہے اس جگہ دو پتھر ہیں ایک حجر متکلم اور دوسرا حجر متکی اس کی زیارت بھی مستحب ہے۔

دار ارقم

اس کی بھی زیارت مستحب ہے معلوم ہوا ہے کہ یہ بھی مسجد تھی اور منہدم کر دی گئی ہے اس کے متعلق ملا علی قاری لکھتے ہیں:-

دار الارقم وھو مسجد عند الصفا وفیہ سلم عمر رضی اللہ عنہ

وکمل الاربعین وحصل بہ عز الدین ونزل یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین۔ دار ارقم صفا کے پاس ایک مسجد ہے اور اسی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام لا کر یہاں مسلمانوں کی چالیس کی تعداد پوری کی جس کی وجہ سے دین کو عزت حاصل ہوئی اور یہیں آیت یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین نازل ہوئی:

غار جبل ثور

جبل ثور کے جس غار میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پوشیدہ ہوئے اور جہاں آیہ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار نازل ہوئی اس کی بھی زیارت مستحب ہے کتاب مذکور میں ہے:

وغار جبل ثور وھو الذی فی القرآن ذکرہ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار۔

اور غار جبل ثور کی زیارت مستحب ہے اور وہ وہ غار ہے جس کا قرآن میں ذکر ثانی اثنین اذ ھما فی الغار سے کیا گیا ہے:

غار جبل حرا

جبل حرا کے غار میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلہ کشی فرماتے تھے اور آیہ اقرأ اس میں نازل ہوئی اور شق صدر بھی اسی جگہ مروی ہوا ہے اس کی بھی زیارت مستحب ہے۔

وکان صلی اللہ علیہ وسلم یتعبد فیہ معتزلاً قبل الرسالۃ واول ما نزل علیہ فیہ اقرأ باسم ربک الذی خلق الآیات وقد روی ابونعیم ان جبریل ومیکائیل شقا صدرہ وغسلاہ ثم قالا اقرأ باسم ربک الذی خلق وکذا روی شق صدرہ

غار جبل حرا میں قبل مبعوث ہونے کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہا عبادت فرماتے تھے اور یہیں پہلے پہل وحی آپ پر نازل ہوئی وہ اقراء باسم ربک الذی خلق کی آیتیں ہیں اور ابونعیم نے روایت کی ہے کہ جبرئیل اور میکائیل (علیہم السلام) دونوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ

الشریف ھنا ایضا الطیالسی والحرث فی مسند یہما علی ماذکرہ القسطلانی فی المواھب اللدنیہ ۔

مبارک چاک کیا اور اس کو دھویا پھر دونوں نے آپ سے اقراء باسم ربک الذی خلق پڑھنے کو کہا۔ طیالسی اور حارث دونوں نے اپنے اپنے مسند میں اسی جگہ سینہ مبارک کے چاک کیے جانے کو روایت کیا ہے جیسا کہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں ذکر کیا ہے :

مسجد الرایہ

مسجد رایہ میں بھی نماز پڑھنا مستحب ہے اور اس کی زیارت کرنا بھی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی ہے اس کو بھی ملا علی قاری نے لکھا ہے ۔ سنا جاتا ہے کہ یہ مسجد بھی منہدم کی گئی ہے۔

مسجد جن

یہ وہ مقام ہے کہ جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنوں سے ملے اور انہوں نے آنحضرت سے قرآن سنا اور یہ بھی احتمال ہے کہ جہاں یہ مسجد بنی ہوئی تھی وہاں پر عبد اللہ ابن مسعود کو لیلۃ الجن میں چھوڑ دیا تھا اور اُن کے گرد ایک خط کھینچ دیا تھا کہ اس جگہ بیٹھے رہیں یہاں سے باہر نہ نکلیں۔ جیسا کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ بعض لوگوں نے مسجد جن کی بے اعتباری کی غرض سے دو واقعے جنوں کے لکھ کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جہاں مسجد جن بنی وہ ان دونوں واقعات کی جگہوں میں نہیں ہے۔ نخلہ اور مدینہ منورہ کے اندر جنوں کی ملاقات کو منحصر سمجھتے ہیں حالانکہ علامہ ابن تیمیہ سے آلوسی بغدادی نے نقل کیا ہے کہ چھ مرتبہ جنوں کا قصہ پیش آیا ہے۔ دو مرتبہ کی نفی سے چار مرتبہ اور بھی باقی رہتے ہیں۔ یہاں قصہ جن پر گفتگو کرنا نہیں ہے اس مسجد کے کھدنے پر افسوس ہے کہ جو موسوم بہ مسجد جن ہے اور جس کی زیارت فقہائے حنفیہ نے جائز سمجھی ہے علاوہ ان زیارت گاہوں کے جن مساجد کا توڑا جانا مسموع ہوا ہے جبل ابی

قبیس کی مسجد ہے اور مسجد تنعیم اور مسجد کبش ہے یہ سب ایسی ہیں کہ جن کی زیارت مستحب ہے اور ان کی اصلیت کتب علماء میں موجود ہے۔

قربان گاہ اسمٰعیل مسجد کبش ہے ۔عوام کہتے ہیں کہ اس میں سورۂ کوثر نازل ہوئی۔ ممکن ہے کہ ان کا قول غلط ہو لیکن فضائل میں روایت ضعیف معتبر ہے۔ کسی بقعہ کی فضیلت جبکہ مشہور ہو گئی ہو اور خلفاً عن سلفٍ مروی ہو تو اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں اور پھر سورۂ کوثر کا مکہ میں نازل ہونا بھی محقق ہے۔

قبر حضرت آمنہ

کہا جاتا ہے کہ قبر حضرت آمنہ مقام ابواء میں ہے اور جس جگہ قبر اور قبہ بنا ہوا ہے وہ مقام ابواء نہیں ہے حالانکہ مقام ابواء کی تعیین میں اختلاف ہے جو لوگ اس قبر کو جو حضرت آمنہ کے نام سے ہونا تسلیم کرتے ہیں اُن کے نزدیک یہی ابواء ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر شریف میں اختلاف ہے حدیث میں کوئی جگہ بتائی گئی ہے اور مشہور کسی جگہ ہے اور قبہ اور قبر کہیں بنی ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نہ وہ قبر کھودی اور نہ اس کی عمارت۔ اس لیے کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہی مقام قبر ہے۔

مقبرۂ بنو ہاشم

ایک حصہ جنت المعلیٰ کا ہے جہاں حضرت عبد مناف اور حضرت عبد المطلب اور جناب ابو طالب کی قبریں ہیں اس جگہ کہا جاتا ہے کہ یہ سب کفار تھے اس لیے ان کی قبریں کھدوائی گئیں۔

اوّل تو کفار کی قبور کا کھودنا بھی بلاضرورت ثابت نہیں ہے دوسرے ان حضرات کا کفر متفق علیہ نہیں ہے۔ عبد مناف اور عبد المطلب کے ایمان کے لیے تو رسائل علامہ سیوطی وغیرہ دیکھنا چاہیے اور ابو طالب کے ایمان

کے لیے اسنی المطالب فی ایمان ابی طالب ملاحظہ کرنا چاہیے۔

مزاراتِ معلّٰی

جنت معلّٰی کی زیارت بھی مستحب ہے اور یہاں صحابہ وتابعین مدفون ہیں لیکن ہم لوگوں کے نزدیک بالیقین کوئی قبر کسی صحابی یا صحابیہ کی معین نہیں ہے اگرچہ مثل حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مزار کے بعض خوابوں اور کشفوں سے تعین کر لی گئی ہے لیکن جس طرح اس بات کا احتمال ہے کہ قبر معین فلاں مخصوص شخص کی نہیں ہے اس طرح یہ بھی قطعی نہیں ہے کہ وہاں وہ مدفون نہیں ہے۔ ایسی صورت میں قبروں کا انہدام یا اُن پر جو قبّے بنے ہوئے ہیں اُن کا انہدام امر شرعی نہیں ہے اس جگہ چند باتیں لکھ دینا ضروری ہیں اوّلاً علماء کا اتفاق ہے کہ مسلمانوں کی عزت مردہ اور زندہ حالت میں برابر ہے محقق علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر تحریر فرماتے ہیں:

الاتفاق علی حرمۃ مسلم میتۃ کحرمتہ حیًّا۔

یہ امر متفق علیہ ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت زندہ کی سی ہے:

اور حدیث شریف میں ہے:

کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیًّا۔

مردے کی ہڈیوں کو توڑنا اور اس کو تکلیف پہنچانا مثل زندہ کی ہڈیوں کے توڑنے کے ہے:

اس کو امام احمد حنبل، ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور بعض روایتوں میں اس طرح ہے۔

المیت یوذیہ فی قبرہ مایوریہ فی بیتہ۔

مردے کو وہی چیزیں تکلیف پہنچاتی ہیں جو اس کو گھر میں تکلیف پہنچاتی ہیں:

اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ۔

مومن کو مرنے کے بعد اذیت دینا ویسا ہی ہے جیسا اس کی زندگی میں اس کو اذیت دینا:

ایسے ہی آثار اور نصوص ہیں جن سے علماء نے اتفاق کیا ہے کہ مردوں کو ان چیزوں سے اذیت ہوتی ہے جن چیزوں سے زندوں کو۔

دوسری بات یہ ہے کہ گنبد بنانا ایسی جگہ جہاں قبر نہ ہو غالباً کسی کے نزدیک بھی ناجائز نہ ہوگا اور اگر قبر پر گنبد ہو تو وہابیوں کے نزدیک کھودڈالنا چاہیے ساتھ ہی اس کے یہ بھی معلوم ہے کہ جھوٹی قبر کی زیارت ناجائز ہے۔ لہٰذا حدیث سے ایسی زیارت کی حرمت ثابت ہوتی ہے جہاں قبر بغیر مقبور کے ہو تو اب ہم کو حیرت ہے کہ جہاں حضرت خدیجہ کی قبر تھی وہاں کا قبہ کیوں کھودا گیا اور قبر کیوں باقی رکھی گئی۔

ہم کو معلوم ہوا ہے کہ قبریں صرف قبوں کو اتارا گیا ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ قبور یقیناً مقبورین کرام کی ہیں تو ان کی بے حرمتی ہوئی اور اگر وہ قبور بے اعتبار ہیں اور ان میں مقبورین کرام نہیں ہیں تو پھر اُن پر جو قبہ بنا ہوا تھا وہ چاہے کھودا جاتا یا نہ کھودا جاتا قبروں کو کھودنا لازم تھا۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے علماء کے نزدیک تو ایسے مقام پر نہ قبر کھودی جائے گی نہ قبہ کے اتارنے کی ضرورت ہے بلکہ عوام کو ان کی غلطی سے مطلع کیا جائے گا اس واسطے کہ ممکن ہے کہ وہ قبر اُسی مخصوص بزرگ کی ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی ہو تو اس میں ہڈیاں ہوں یا نہ ہوں سب حالتوں میں بخوف قبور جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے وہ ناجائز ہے۔ خزانۃ الروایۃ میں ہے:

واذا سار المیت توابا فی القبور یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ ولا یجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا او مسجدًا لان موضع القبر حق المقبور ولھذا

جب میت قبر میں مٹی ہو جاوے تب بھی کسی دوسرے کا اس کی قبر میں دفن کرنا مکروہ ہے کیونکہ حرمت باقی ہے اور نہیں جائز ہے کسی کے لیے کہ قبروں پر گھر بنائے یا مسجد کیونکہ قبر کی جگہ مقبور کا حق ہے اور

لا یجوز نبشہ (انتہی مختصراً) اسی لیے اس کی قبر کا کھودنا درست نہیں ؛

اس جگہ ضروری ہے کہ ہم ظاہر کر دیں کہ بعض فقہا مثل علامہ زیلعی کے لکھتے ہیں :

ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ.	اگر میّت ریزہ ریزہ ہو جاوے اور بالکل خاک ہو جائے تو اس کی قبر میں دوسرے کا دفن کرنا اور اس پر کھیتی کرنا اور گھر بنانا درست ہے ؛

مگر علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کی ردّ کی ہے اور لکھا ہے :

ویخالفہ ما فی التتارخانیۃ اذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ.	زیلعی کے قول کے مخالف تتارخانیہ کا یہ قول ہے کہ جب میت خاک ہو جاوے قبر میں مکروہ ہے کسی دوسرے کا اس کی قبر میں دفن کرنا کیونکہ حرمت باقی ہے ؛

ظاہر ہے یہ معلوم ہو جاتا کہ میت کے سب اجزا قبر میں مٹی ہو گئے ہیں بغیر کھودے نہیں ہو سکتا اور بغیر اس علم قطعی کے قبر کھودی نہیں جا سکتی اسی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ میت کو اذیت دینا شرعاً ممنوع ہے لہذا کھودنے کی کوئی صورت معقول نہیں ہے۔

اس جگہ ایک فائدہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ عام طور پر قبہ وغیرہ بنانے کے عدم جواز بلکہ انہدام پر ایک حدیث نقل کی جاتی ہے اور اس حدیث کے سوا کوئی حدیث یا آیت قرآن مانعین کے پاس نہیں ہے مگر یہ حدیث ان کی مدعا کے لیے کسی طرح کافی نہیں ہے نہ فقہا کا قول ویکرہ البناء علیہ ان کے لیے مفید ہے اس واسطے کہ صاف ظاہر ہے کہ مراد بناء علی القبر کے عین قبر کے اوپر عمارت بنانا ہے نہ کہ اس کے گرداگرد کوئی مکان بنانا اور

وہ بھی متصل اسطور پر کہ حق مقبور اس سے تلف ہو۔ لہذا جو لوگ اس حدیث یا ایسی عبارات فقہیہ سے استدلال کرتے ہیں اُن کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ استدلال اقل درجہ احتمال کی وجہ سے باطل ہے افسوس ہے کہ ایسے ہی استدلالات پر مقامات مقدسہ مساجد اور مقابر کا کھودنا جائز کیا جا رہا ہے بلکہ فرض اور واجب بتایا جاتا ہے اور قبوں کا بنانا حرام، کفر اور شرک کہا جاتا ہے اور عوام کے عقائد بگاڑے جاتے ہیں۔ وہابیوں کی ایک طرف تو برأت کی جاتی ہے کہ انہوں نے قبروں کو نہیں توڑا اور دوسری طرف ان قبروں کو لا اصل بتایا جاتا ہے جو اگر لا اصل ہیں تو کھودنے کے قابل ہیں اور پھر وہابیوں کو پابند شریعت سمجھا جاتا ہے۔

ابن سعود کے اس فعل کی تائید کی جاتی ہے کہ انہوں نے مساجد کو منہدم کیا اور پیکر اسلام مجسمہ سنت حضرت عمر فاروق کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی نصیحت

نہیں کیا جاتا ہے کہ شاداب، سرسبز اور سایہ دار درختوں کے کھودنے کی احادیث میں ممانعت ہے اور یہ بھی قصداً اسی طرح حضرت عمر کی طرف منسوب ہے جیسے کتب خانہ اسکندریہ کا جلانا مگر افسوس اس فعل عمری اور سنت فاروقی کی طرف توجہ نہیں دلائی جاتی ہے جو مقابر انبیاء کے ساتھ تھی اور باوجود ان کی اختلاف رائے کے وہ باوجود اس کے کہ اس کے وہ مساجد وہ مآثر سے تھے۔ انہدام نہیں کیے گئے۔ کنز العمال کو دیکھنا چاہیے معلوم ہو گا کہ حضرت عمر نے اس مسجد میں نماز نفل پڑھنے پر اعتراض کیا تھا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نماز پڑھی تھی اور اس کی وجہ سے صحابہ و تابعین وہاں نماز ادا کرتے تھے مگر وہ مسجد نہیں کھودی۔

ایسے ہی قابل غور ہے جو کہا جاتا ہے کہ امام شافعی نے امراء سے انہدام

قبوں کا روایت کیا ہے حالانکہ قبوں کے بارے میں خود ان کا مسلک ہے کہ اگر موقوفہ زمین میں قبہ ہو تو کھود جائے گا کیونکہ اس کا بنانا حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔ اس جگہ اتنا ہی لکھنا کافی ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اس کی اور تحقیق کی جائے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا سورتی کے مضمون پر ایک نظر

جناب مولانا عنایت اللہ صاحب فرنگی محلی کے مضمون مندرجہ ہمدرد کے جو جوابات ہمدرد میں شائع ہوئے ہیں اس مضمون میں پوری تحقیق کے ساتھ اس کا جواب دیا گیا ہے اور غالباً

اخبار ہمدرد میں قبہ وغیرہ کی بحث پر اولاً مولانا فاروقی صاحب نے ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جس کا جواب میں نے لکھا اور ہمدرد و ہمدم میں شائع کر دیا گیا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ میری تردید کے لیے ایک مضمون کافی نہ ہوا اور ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا، تین مضامین شائع ہوئے اور پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ ابھی اور مضامین بھی سپرد قلم کیے جائیں گے۔ مجھ کو افسوس ہے کہ جس متانت کی امید مجھے مضمون نگاران ہمدرد سے تھی وہ صحیح ثابت نہ ہوئی اور طعن آمیز جملوں اور ذاتی حملوں سے بھی احتیاط کرنے میں صرف نظر رکھا گیا۔

ناظرین میرے مضمون اور ان کے جوابوں کو براہ کرم سامنے رکھ کر ایک مرتبہ پھر پڑھیں اور انصاف کریں کہ ایک فرنگی محلی کٹھ ملا اور ایک روشن دماغ تعلیم یافتہ کے طرز تحریر میں کیا فرق ہے۔ مجھکو افسوس

کہ میں ایسے الفاظ کا جواب دینے سے قاصر ہوں البتہ نفس مضمون کے ضروری اجزاء کا جواب محض اس لیے دینا چاہتا ہوں کہ شاید اصلاح ہو جاوے وما ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

مجھے حیرت ہے کہ میرے جواب دینے والے دو صاحبوں میں آپس میں سخت اختلاف رائے ہے اس کو میں کس طرح رفع کروں۔ مولوی عبدالماجد صاحب کے خیال میں میں نے کوئی ایجابی اور اثباتی دعویٰ نہیں کیا اور مولانا سورتی صاحب مجھ کو جواز کا مدعی خیال فرماتے ہیں اور سب سے زائد لطف ہے کہ اس پر بس نہیں بلکہ درمختار کے محتمل عبارت کو میری بہت بڑی دلیل خیال فرماتے ہیں۔ بہر حال اس کا فیصلہ تو ہم انہیں دونوں پر چھوڑتے ہیں لیکن اپنے دونوں کرم فرماؤں سے اتنا ضرور گذارش کرتے ہیں کہ وہ میرا مضمون پڑھتے ہوئے شاید اس امر کو ملحوظ نہ رکھ سکے کہ میرا مضمون مولانا فاروقی کے جواب میں تھا اور ابتدائی نہ تھا اس لیے میں نے اس کی تنقید پر اکتفا کی ہے اور نہ تو کسی اپنے دعوے کو مصرح کیا اور نہ اس کے دلائل لکھے ہیں۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہتی جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ مولانا سورتی صاحب نے یہ فرض کر لیا ہے کہ میں نے جواز قبہ وغیرہ پر دو دلائل لکھے ہیں۔

پہلے درمختار کی عبارت اور دوسرے شامی کی عبارت اور اسی پر مجھ کو ناز ہے۔ مولانا میری عبارت کو پڑھیں اور انصاف فرمائیں کہ آیا میں نے یہ عبارتیں مولانا فاروقی پر الزام دینے کے لیے پیش کی ہیں یا ان کو اپنے دلائل میں شمار کیا ہے۔ شاید میرے مضمون کا آخری حصہ مولانا کی نظر سے محروم رہا جس میں میں نے وہ عبارتیں تحریر کی ہیں جو مولانا فاروقی کے خلاف تھیں اگر مولانا سورتی ان عبارتوں

کو میری جانب منسوب کردہ دعوے کی دلائل سمجھتے تو اس کی تو وجہ ہو سکتی تھی مگر در مختار کی عبارت کو میری دلیل قرار دینا سراسر زیادتی ہے اور نہ اس کے باطل کر دینے سے منسوب کردہ دعوے پر کوئی اثر پڑتا ہے۔ مولانا سورتی کا پورا مضمون صرف اسی امر کی تردید میں ہے کہ در مختار اور اس کے حواشی کی عبارت میرے دعوے کی دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ بالفرض تھوڑی دیر کے لیے میں تسلیم کر لوں کہ یہ دونوں عبارتیں اس دعوے کو ثابت کرنے سے قاصر ہیں جو مولانا سورتی میری جانب منسوب کرتے ہیں تو کیا اس سے مولانا فاروقی کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔

میں واضح طور پر مولانا سورتی کو بتانا چاہتا ہوں کہ واقعہ یہ ہے کہ مولانا فاروقی صاحب نے اپنے دعوے میں حرمت قبہ وغیرہ کے متعلق در مختار کی عبارت پیش فرمائی تھی میں نے اس پر اعتراض کیا کہ مولانا فاروقی کو چاہیے تھا کہ وہ پوری عبارت تحریر فرماتے اور جو جملہ کہ بظاہر اس کے مخالف تھا اس کو نہ چھوڑتے   یہ اختیار تھا کہ اس کی تردید بھی کر دیتے۔ اب مولانا فاروقی کی پیش کردہ عبارت کو مولانا سورتی زبردستی میری دلیل قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح مولانا فاروقی کے اوپر میں نے یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ وہ حاشیہ در مختار کی عبارت بھی دیکھ لیتے تو اچھا تھا جس میں استحباب کو بیان کیا ہے مولانا سورتی صاحب اس کو بھی میری دلیل قرار دیتے ہیں۔ میں اس طریقہ استدلال کو سمجھنے سے قاصر رہا۔

مولانا سورتی نے میرے طویل مضمون میں صرف یہی جگہ اپنے خیال میں مخدوش پائی اور اس کی تردید فرماتے ہوئے بقیہ کے واسطے دوسرے مضمون کا منتظر رکھا۔ اس ضمن میں مولانا نے یہ بھی کوشش فرمائی ہے کہ میرے ان اعتراضات کے مقابل میں جن میں یہ دکھایا گیا کہ مولانا فاروقی سے نقل عبارت میں تسامح ہو گیا اور میں اس کو مولانا فاروقی کی دیانت پر حملہ کہے

پر محمول کرتا ہوں (ہمدرد ۸ ستمبر) مولانا سورتی نے مجھ پر بھی نقل عبارات میں کئی جگہ تصرف کا الزام دیا ہے۔ مولانا سورتی تحریر فرماتے ہیں کہ:

(۱) دلیل اوّل جو مولانا فرنگی محلی نے پیش کی یہ ہے۔

وفی الاحکام عن الجامع الفتویٰ قبل لا یکرہ البناء اذا کانت المیت من المشائخ والعلماء والسادات۔

میں نے یہ عبارت ان لفظوں میں در مختار کے حاشیہ میں نہیں پائی خدا جانے عبارت کے نقل کرنے میں خود مولانا سے سہو ہو گیا یا کوئی اور بات ہوئی اصل عبارت یوں ہے:

وفی الاحکام من الجامع الفتاویٰ وقیل لایکرہ البناء اذا کان المیت من   الخ۔

مجھ کو دونوں عبارتوں میں تین حرفوں میں صرف فرق معلوم ہوا پہلے فتاویٰ کی جگہ فتویٰ لکھا ہے۔ دوسرے قیل کے پہلے میں نے واؤ چھوڑ دیا ہے تیسرے میں نے کان کے حدت بڑھا دی ہے یعنی مذکر کے بجائے مونث کا صیغہ لکھ دیا ہے۔

میں مولانا سورتی ہی پر اسکا انصاف چھوڑتا ہوں کہ بالفرض اگر یہ تینوں تصرف میں نے بالقصد بھی کیے ہیں تو اس سے نفس بحث پر کیا اثر پڑا، کیا جو عبارت مولانا سورتی نے لکھی ہے اس سے میرا پیش کردہ اعتراض دفع ہو گیا، کچھ کمزور ہو گیا، کچھ خلل پذیر ہو گیا۔ بظاہر تو ایسا نہیں ہے تو پھر خدا کے واسطے مولانا سورتی فرمائیں کہ ان لفظی غلطیوں کی گرفت احقاق حق کے واسطے کیا مفید نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ اس کے بعد مولانا سورتی مجھ سے یہ بھی سنیں کہ اس میں سوائے واؤ کے رہ جانے کے (جس سے کوئی تغیر مدعی میں نہیں ہوتا ہے) واقعتاً نقل میں کوئی غلطی بھی نہیں ہے۔ ہمدرد میں مولانا

دیکھیں مجھ کو تو کانت کی بجائے کان ہی چھپا ہوا معلوم ہوا۔ معلوم نہیں مولانا نے کانت میری کس عبارت میں دیکھا ہے اور لفظ فتاویٰ کا رسم الخط بجوت فتویٰ بھی ہے صرف اس پر کھڑا زبر بنا دینا کافی ہے۔

اگر مولانا تکلیف فرما کر میرے مضمون کو ۹ ستمبر کے ہمدم میں ملاحظہ فرمالیتے تو معلوم ہو جاتا کہ اس میں یہی عبارت مندرج ہے اور اس میں فتویٰ الف ہی کے ساتھ ہے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ اس قسم کی بحثوں سے مولانا سورتی اجتناب فرمادیں گے جو کسی طرح شانِ اہلِ علم کے موافق نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض مولانا نے اس عبارت پر یہ بھی کیا ہے کہ یہ قول مجہول ہے اور یہ کہ بعد کی عبارت میں نے نقل نہیں کی۔ مولانا سورتی سے میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میں مدعی نہیں ہوں مولانا فاروقی کی تردید کر رہا ہوں۔ مولانا فاروقی درمختار سے مطلقاً حرمت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ میرے اس پر تین اعتراض ہیں:

اولاً تو درمختار کی عبارت محتمل ہے۔

دوسرے اس سے کراہت ثابت ہوتی ہے نہ کہ حرمت۔

تیسرے محشی نے تصریح کر دی ہے کہ بعض صورتوں میں (یعنی علماء و مشائخ کی قبروں پر) یہ کراہت باقی نہیں رہتی بلکہ استحباب ہو جاتا ہے۔

آپ ہی فرمائیے کہ آپ کی بیان کردہ قید سے میرے ان تین اعتراضوں میں سے کونسا اعتراض کمزور یا ساقط ہو گیا۔ ہاں اگر میں مطلقاً جواز کا دعویٰ کرتا اور اپنی دلیل میں یہ عبارت پیش کرتا تو آپ اعتراض کر سکتے تھے کہ دعویٰ عام دلیل خاص ہے۔ مگر مولانا فاروقی کے استدلال کی غلطی کو واضح کرنے کے لیے سورتی کی بیان کردہ قید سے ادنیٰ بھی اثر نہیں پڑتا

اسی وجہ سے میں نے اس کو لکھنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ ہم مولانا سورتی سے یہ عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ نقل میں تغیر اور گرفت اسی وقت قابلِ لحاظ ہے جبکہ اس سے کسی طرح کا مدعی یا مجیب کو نقصان یا فائدہ پہنچتا ہو ورنہ وہ لفظی گرفتیں غیر قابلِ لحاظ ہوں گی اور پھر جب کہ کوئی تغیر عبارت میں نہ ہو تو محض یہ الزام کہ آگے کی عبارت کیوں نہیں لکھی باوجودیکہ آپ کے نفسِ مدعیٰ پر اثر نہ پڑتا ہو لائق بحث علماء نہیں ہے اگر ایسا ہی الزام مفید ہو سکے تو میں بھی بعینہٖ یہی اعتراض مولانا پر کر سکتا ہوں کہ مولانا نے کتاب الاجارۃ شامی کی عبارت میں الفاظ حذف کر دیئے ہیں اور غلط نقل کر دی ہے اصل عبارت غالباً یہ ہے:

ان[1] ما فی المتون مقدم علی ما فی الشروح وما فی الشروح مقدم علی ما فی الفتاویٰ۔

مگر ایسے اعتراضات مفید مطلب نہیں ہیں۔ مجہول روایت سے استدلال درست نہیں ہے۔ اس کے متعلق مولانا سے گزارش ہے کہ میں نے استدلال کب کیا ہے یہ اعتراض ہے نہ کہ استدلال۔ پھر لفظ قیل ہر جگہ ضعف پر دلالت نہیں کرتا۔ عمدۃ الرعایہ میں ہے:

فائدہ کثیراً ما یذکرون حکماً مصدراً بلفظ قیل ویکتب الشراح والمحشون تحتہ انہ اشارۃ الی ضعفہ والحق	فائدہ: بہت ایسا ہوتا ہے کہ کوئی حکم لفظ "قیل" سے بیان کیا جاتا ہے اور شراح اور محشیین اس کے تحت میں لکھ دیتے ہیں کہ "قیل" سے

[1] ہم نے شامی کتاب الاجارہ بالاستیعاب مطالعہ کی ہے مگر اس میں نہ مولانا سورتی کی عبارت ملی اور نہ ہماری اصلاح کردہ عبارت۔ براہِ کرم مولانا سورتی عبارت کا صحیح حوالہ دیں۔

انه ان علم قائله انه التزم ان يذكر الحكم المرجوح بهذه الصفة وليشير بها الى ضعفه قضى به جزماً كما علم من عادة مولف ملتقى الابحر ملتقى الاكبر

اس قول کے ضعف کی جانب اشارہ ہے حالانکہ صحیح امر یہ ہے کہ اگر قائل کے متعلق یہ معلوم ہو جاتے کہ وہ اس امر کا التزام رکھتا ہے کہ وہ لفظ قیل سے قول مرجوح ہی بیان کرتا ہے

اور قیل سے قول کے ضعف کی بابت اشارہ کرتا ہے جیسا کہ صاحب الملتقی الابحر کے متعلق یہ امر معلوم ہے اور ان کا طریقہ یہی ہے ؛

کی عبارت نقل کے بعد پھر لکھتے ہیں :

والا فلا جزم بذالک و من ثم قال الشر نبلالی فی رسالته المسائل البهية الزاكيه على الاثنى عشريه صيغة قيل ليس كل ما دخلت عليه يكون ضعيفاً ۔

ورنہ یقینی طریقہ سے نہیں کہا جا سکتا کہ قیل سے ضعف کی جانب اشارہ ہے یہی وجہ ہے کہ شرنبلالی نے اپنے رسالہ المسائل البہیۃ الزاکیہ علی الاثنی عشریہ میں لکھا ہے کہ ہر وہ قول جس پر قیل داخل ہو ضعیف نہیں ہوا کرتا ۔

اس کے علاوہ خود آپ کی ہی پیش کردہ عبارت قیل لا باس به وهو المختار اس کی تردید کر رہی ہے یہ قول باوجودیکہ مجہول ہے مگر مختار ہے مولانا ہمیں معاف فرمائیں گے ؏

توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند

مولانا ہمارے اوپر تو قول مجہول سے استدلال کا الزام لگاتے ہیں اور خود ایک ہی کالم کے بعد قول مجہول (اذا اختلفوا فيه فقيل الفتوىٰ على الاطلاق على قول ابى حنيفة) سے ہمارے مقابل ایک مضبوط اصولی قاعدہ بنا کر الزام دینا چاہتے ہیں معلوم نہیں کہ کاتب نے کس وجہ سے مولانا کی اس عبارت کے ترجمہ میں قیل کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا ہے تاہم جو

شخص اپنے استدلال میں قول مجہول کو پیش کرتا ہے کم از کم اس کو تو حق نہیں ہے کہ دوسروں پر اعتراض کرے ۔

مولانا سورتی کا دوسرا اعتراض جس کو مولانا نے دوسری دلیل کی تردید سمجھی ہے اس کے متعلق گذارش ہے کہ یہاں پر تین عبارتیں ہیں ایک صاحب تنویر الابصار کی ، دوسری درمختار کی تیسری شامی کی ۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ تنویر کی عبارت وہو المختار پر ختم ہو جاتی ہے اور اسی پر میرا اعتراض ختم ہو جاتا ہے یعنی یہ عبارت تنویر کی کم از کم محتمل اس امر کو ہے کہ ضمیر بناء کیجانب پھیری جائے بلکہ یہی قرب مرجع کی وجہ سے ظاہر ہے پس اس لیے جزو اول لکھنا اور جزو ثانی یعنی قیل لا باس به وهو المختار کو حذف کر دینا خلاف انصاف ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ۔

علامہ شامی نے صاحب درمختار کے قول کما فی کراهية السراجيه پر اعتراض کیا ہے کہ اس کا ما نحن فیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اسی وجہ سے میں نے اپنے مضمون میں یہ لکھ دیا تھا کہ یہ دوسرا امر ہے کہ مولانا فاروقی اس عبارت کو لکھ کر اس کی تردید کر دیں بالجملہ عبارات محتملہ و مجملہ سے دلائل دینا صحیح طریقہ اثبات مدعی کا نہیں ہے ۔ اس کے بعد جس قدر اور عبارتیں مولانا نے لکھی ہیں ان کا تعلق صرف اسی قدر ہے کہ ان سے کراہت بناء ثابت ہوتی ہے مگر فاروقی صاحب کہ مدعی حرمت کے ہیں ان کے واسطے یہ عبارتیں مفید نہیں ہیں ۔ تاہم اتمام فائدہ کے خیال سے مولانا سورتی سے اتنی گذارش ہے کہ اولاً تو قبہ کے متعلق جو روایت امام صاحب سے نقل کی گئی ہے اس کا امام صاحب کا مذہب ہونا ضروری نہیں کتب فقہاء میں اس کی تصریح موجود ہے کہ عن کے ذریعہ سے جو روایت امام صاحب سے منقول ہو وہ خواہ مخواہ امام صاحب کا مذہب نہیں

ہوتا پس امام صاحب سے روایت ہونا اور چیز ہے اور ان کا مذہب ہونا اور چیز ہے پھر جبکہ ابن رشد کی عبارت سے خود مولوی عبدالماجد صاحب نے اپنے امام صاحب کا مذہب جواز نقل کیا ہے تو ہم اس روایت سے کیسے استدلال کر سکتے ہیں بناء علی القبر کی تفسیر خود فقہا نے "سفط" سے کی ہے اور سفط تابوت صغیر کو کہتے ہیں۔ فقہاء کی اس تفسیر کے بعد کسی کو گنجائش نہیں ہے کہ اس سے قبہ کی حرمت ثابت کرے۔ ہم سردست اپنے ان بیانوں کے متعلق چند عبارتوں کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

الفرق بین عندہ وعنہ ان الاول دال علی المذھب والثانی علی الروایۃ فاذا قالوا ھذا عند ابی حنیفۃ دل ذالک علی انہ مذھبہ واذا قالوا عنہ کذا دل ذالک علی انہ روایۃ عنہ

عندہٗ اور عنہ کے درمیان یہ فرق ہے کہ اوّل مذہب ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ثانی روایۃ ہونے پر، تو جب کہتے ہیں کہ "ہذا عند ابی حنیفہ" تو یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ان کا مذہب ہے اور جب وہ "عنہ کذا" کہتے ہیں تو یہ اس امر پر

(عمدۃ الرعایۃ) دلالت کرتا ہے کہ اس کی ان سے ایک روایت ہے ؛

ولا یرفع علیہ البناء قالوا اوادبہ السفط الذی فی دیارنا علی القبور ولا یجعل السفط علی القبور (خزانۃ الفتاویٰ)

اور قبر پر بناء نہ اٹھائی جائے فقہا نے کہا ہے کہ مراد اس سے سفط ہے کہ ہمارے دیار میں قبور پر ہوتا ہے۔ قبور پر سفط کی ممانعت ہوئی (خزانۃ الفتاویٰ)

کرہ ابو حنیفۃ البناء علی القبر وان یعلم بعلامۃ قالوا اراد بالبناء السفط الذی علی القبر

امام ابو حنیفہ مکروہ سمجھتے ہیں کہ قبر پر بناء ہو اور یہ کہ کوئی علامت قبر کے لیے بنائی جائے فقہا کہتے

فی دیارنا (مفید المستفید عن المحیط) ویستعار للتابوت الصغیر (المعزب فی تفسیر لفظ السفط)

ہیں کہ بناء سے امام صاحب نے سفط کو مراد لیا ہے جس کا رواج ہمارے دیار میں پایا جاتا ہے (مفید المستفید عن المحیط) چھوٹے تابوت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے ؛

مولانا سورتی نے ہمارے طویل مضمون پر صرف یہی اعتراض کیے ہیں اور کوئی کوشش مولانا فاروقی پر سے اعتراضات دفع کرنے کی نہیں کی۔ جو اعتراض ہمارے اوپر کیے گئے ہیں ہمارے ہاں میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور ان سے مبحث پر کوئی اثر پڑتا ہو اور اگر وہ اعتراضات بفرض محال ثابت ہو بھی جاویں تو ان سے حرمت قبہ وغیرہ ثابت نہیں ہو جاتی۔

مولانا فاروقی کو اپنے بیان کردہ امور کی حرمت ثابت کرنا اور ان کے بجا کرنے کو اہم ترین فرض ثابت کرنا چاہیے اور وہ اب تک کسی طرح ثابت نہیں کر سکے۔

ہدایۃ المضلین فی مکائد النجدیین

(از جناب مولانا محمد عبد الہادی صاحب قبلہ فرنگی محلی)

جاننا چاہیے کہ وہابیہ کے عقائد و اقوال عقائد اہل السنۃ والجماعۃ سے بالکل مخالف ہیں۔ وہ لوگ مسلمانوں کی خون ریزی کو اور ان کی مال کی تفضیح کو حلال جانتے ہیں اور قسم اور عہد کا توڑنا ان کے نزدیک حلال ہے چنانچہ زمانہ گذشتہ میں جب انہوں نے طائف پر قبضہ پایا ہے انہوں نے قسم کھائی تھی کہ مسلمانوں پر تلوار نہیں اٹھائیں گے اور ان کو لکڑیوں اور پتھروں سے نہ ماریں گے حالانکہ اسی زمانہ میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو قتل کیا جس کی تفصیل رسالہ کشط الاہاب عن تقیفی عبد الوہاب میں موجود ہے:

وقد اخبرنی من علی قولہ التعدیل ان عدد من قتل علی ایدی ہؤلاء للسرفین یزید علی مائۃ الف قتیل وقتلھم اھل طائف وھم جم غفیر بعد المجاھدۃ والحلف بانھم لا یضیعون فیھم السیف بالعصی والاحجار۔

اور وہ لوگ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور جہلا کو ان کے عقائد سے ہٹاتے ہیں اور متقدمین اولیا اور صلحا کی توہین کرتے ہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ضمن میں لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور امر بالمعروف کا اپنے فریب پر طمع کرتے ہیں ان کے امر بالمعروف کی حالت اس شربت

کی ایسی ہے کہ نہایت لذیذ و شیریں اور خوشبودار تو ہے مگر اس میں چند قطرے خون اور پیشاب کے پڑجاویں تو وہ نجس ہو جائے گا اگرچہ وہابیہ بظاہر امر بالمعروف کرتے ہیں مگر نفسانیت سے خالی نہیں ہے جیسا کہ اس شربت سے ہر مسلمان پرہیز کرتا ہے ویسا ہی ان کے امر بالمعروف سے پرہیز ضروری ہے۔

اگرچہ وہابیہ ظاہر میں نہایت مقدس اور پاکیزہ معلوم ہوتے ہیں مگر باطن ان کا تیرہ و تاریک ہے ان کے اعمال اگر ظاہر میں اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر باطن میں نفاق بھرا ہوا ہے جیسا ان کے چہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھیاں ان کی اوپر سے لگی ہوئی ہیں اگرچہ کیسی ہی گنجان کیوں نہ ہوں اگرچہ ان کو چوتھائی حصہ بھی ایمان سے ملتا تو وہ ایسے اعتقادیات کو چھوڑ دیتے اور قبور اولیا اللہ پر بول و براز کو اچھا جانتے ہیں اور مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرتے ہیں اور مسلمانوں کی خون ریزی کو بہتر جانتے ہیں وھی التغوط علی قبور اولیاء بل عند مولد النبی واھراق الدماء اور مسلمانوں کے مالوں کو مال غنیمت شمار کرتے ہیں اور مشرک کے لفظ سے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہیں اور شفاعت کی اہانت کرتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے واسطے ثابت ہے ونھب اموال المسلمین واستحلالھا والخطاب بنا مشرک لھم والازراء بالشفاعۃ الثابتۃ للانبیاء اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ان کا عین ایمان ہے اور آپ کو اپنی لکڑیوں سے بدتر جانتے ہیں۔ وہ لوگ علی الاعلان ممبروں پر علی رؤس الاشہاد کہتے ہیں کہ یہ لکڑی ہماری محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نافع تر ہے اس واسطے کہ ہم اس لکڑی پر تکیہ کرتے ہیں اور بکریوں کو اس سے چراتے ہیں اور خوف کے وقت ہم اس لکڑی کو استعمال کرتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ

وسلم ہم کو بعد مرنے کے کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے نعوذ باللہ من ذلک
قولھم علی المنابر و عند الجماعات و رؤس الاشھاد بالاعلان
ایھا الناس ان عصانا ماھذہ الا نفع لنا من محمد بالا زمان لا
فانتوکا علیھا و نھش لھا علی الغنم و نسعلھا والا ھوال و محمد
لا یغنی منھا شیئا بعد الارتحال انتھی۔ کیا ایسے لوگوں پر اسلام کا
اطلاق ہو سکتا ہے یہ لوگ اسلام سے خارج فرعون وہامان سے بدتر
سمجھے جا سکتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی وقعت ان کے
نزدیک نہیں ہے تو قبور کی کیا وقعت ہو سکتی ہے چنانچہ بارہا انہوں
نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر بول و براز کیا ہے
جیسا کہ مروی ہے:

وقد اخبرنی رجل من طائف ستھھد قبر ابن عباس
رضی اللہ عنھما ان ھولاء یخرون عملاً علی قبرہ باللیالی
وانا احمل الحزء دارمیۃ وتحقیق ھذا بالتوالی اور اولیاء اللہ
اور انبیاء کو صیغہ ندا سے توسل کرنے کو ناجائز کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
اولیاء اور انبیاء مر گئے ہیں اور سننے اور دیکھنے کی قوتیں ان سے لے
لی گئی ہیں، پس ان سے توسل اور ندا ایسا ہے جیسا پتھروں سے ندا
کرنا اور توسل کرنا ہے حالانکہ نفوس اولیاء اور انبیاء کے قید سے
بعد مرنے کے چھوٹ گئے ہیں اُن کی قوت زندوں سے زائد ہے نفوس
اولیاء کے بعد مفارقت ابدان کے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں اور دریاؤں
اور پہاڑوں میں ہے اُن کے نفوس کے نزدیک یکساں ہے رُوح ان کی
بعد مرنے کے بسیط ہو جاتی ہے۔ اولیاء اللہ پر کیا منحصر ہے بلکہ عام
مومنین اور کفار اور یہود اور نصاریٰ بھی بعد مرنے کے سنتے ہیں اور
قوت ان کی باقی رہتی ہے چنانچہ جنگِ بدر میں ابوجہل وغیرہ مقتول

ہوئے اور نعشیں ان کی کنوؤں میں ڈال دی گئیں تو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا:
یا فلان قد وجدت ما وعدنی ربی حقا فھل وجدتم
ما وعد ربکم حقا فقیل یا رسول اللہ اتنا دیھم وھم اموات
فقال صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ انھم لا سمع بھذا
الکلام منکم الا انھم لا یقدرون علی الجواب۔ پس بعض صحابہ نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ ندا کرتے ہیں ان لوگوں کو حالانکہ وہ
مردہ ہیں اور مردہ خطاب کے سزاوار نہیں ہیں۔ پس فرمایا رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں
میری جان ہے وہ لوگ سنتے ہیں لیکن جواب دینے پر قادر نہیں ہیں۔
جب یہ حال کفار نابکار کا ہے کہ بعد مرنے کے سنتے ہیں تو مسلمان کیونکر
ہمارے پکارنے کو نہ سنیں گے۔ ضرور وہ حضرات سنتے ہیں بعد مرنے کے اور
اپنے اہل وعیال کو پہچانتے ہیں اور غسل دینے والوں اور کفن پہنانے
والوں کو اور نماز پڑھانے والوں کو اور دفن کرنے والوں کو اور
جنازہ کے ہمراہیوں کو پہچانتے ہیں چنانچہ حضرت عمرو بن دینار سے مروی
ہے: قال ما من میت یموت الا ویعلم مایکون فی اھلہ بعدہ
انھم یغسلونہ ویکفنونہ وانہ لینظر الیھم اور حضرت مالک بن انس
سے مروی ہے بلغنی ان ارواح المومنین مرسلۃ مرسلۃ مذھب حیث
شاءت اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: انما
مثل المومن حین یخرج نفسہ اوروحہ مثل رجل کان
فی سجن فاخرج عنہ فھو یتفسح فی الارض ویتقلب فیھا یعنی
نہیں ہے مثال مومن کی جس وقت کہ روح اس کی باہر آتی ہے مثال اس
مرد کی ہے کہ قید میں ہو اور اس سے نکالا جائے پس وہ زمین میں پھرتا

ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا انہوں نے اذا مر الرجل بقبر الرجل یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ واذا مر بقبر لا یعرفہ فسلم علیہ رد السلام اور سعید بن مسیب سے مروی ہے انہوں نے سلیمان سے روایت کیا ہے کہا انہوں نے ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذہب حیث شاءت۔ یعنی بتحقیق مومنین کی روحیں برزخ میں زمین سے جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور اسرار کون سے وہ مطلع ہیں اس واسطے کہ انہوں نے رحلت کی ہے تنگی عالم شہادت سے طرف کشادگی عالم غیب کے وہ عالم وسیع ہے۔ ہم کو ان احمقوں پر افسوس ہوتا ہے کہ جو خود ایک فعل کے مرتکب ہیں اور دوسروں کو ممانعت کرتے ہیں اور مشرک بتاتے ہیں، خود وہابی روزانہ کئی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرتے ہیں اور ہر نماز کے التحیات میں کہتے ہیں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور پھر مسلمانوں کو منع کرتے ہیں اور ندا کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ یہ معجزہ ہے رسول صلعم کا کہ دوسروں کو یا نبی پکار ندا کرنے کو منع کرتے ہیں اور خود اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔

هُوَ الْقَادِر
هُوَ الْمُقْتَدِر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ! تعظیم حضرات انبیائے کرام و توقیر اولیائے عظام، اہلسنت وجماعت کا مسلّم مسئلہ ہے مگر فرقہ وہابیہ نجدیہ اس کا مخالف ہے وہ کہتا ہے کہ انبیاء و اولیاء کو وسیلہ بنانا، اُن سے مدد چاہنا، اُن کو مصیبت کے وقت پکارنا حرام اور کفر و شرک ہے حالانکہ یہ تمام امور آیات احادیث اور اقوال و افعال صحابہ کرام و سلف صالحین سے ثابت ہیں اس لیے آج کل غیر مقلد وہابی اور نجدی پرست ابن سعود وغیرہ کے افعال قبیحہ (انہدام مولد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام علیہم الرضوان و مزارات صحابائے کرام و اہلبیت عظام و ائمہ کرام وغیرہ) کو جائز ثابت کرنے کی دھن میں مصروف ہیں اور کہتے ہیں کہ اہلبیت و اصحاب کرام کے مزارات پر عمارتیں بنانا اُن کی شان و عظمت ظاہر کرنا قطعاً حرام ہے یا وہاں مسجد تعمیر کرنا، نماز پڑھنا دعا مانگنا ناجائز و شرک ہے۔

جو لوگ نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کو معاذ اللہ گائے اور گدھے کے خیال سے بدتر بتائیں۔

(دیکھئے صراط مستقیم تالیف اسماعیل دہلوی صفحہ ۸۶، صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالتماب باشند بچندین مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است)

جو لوگ انبیا و اولیا سے مدد چاہنے اُنھیں پکارنے کو کفر و شرک ٹھہرائیں اُن سے توسل حرام کہیں (نواب صدیق حسن خان بھوپالی التاج المکلل صفحہ ۲۲۷ و ۲۲۸ میں قاضی عبدالرحمٰن بھگلی سے عبدالعزیز بن سعود نجدی کا قول نقل کرتے ہیں :-

لا یدعی الا الله لا یستغاث الا به اظهر الله الحق علی ید شیخ الاسلام محمد بن عبدالوهاب فبین الذی نحن علیه وهو دین غالب الناس الیوم من الاعتقادات فی الصلحین وغیرهم ودعوتهم عند الشدائد والاستعانة بهم وطلب الحاجات منهم وانه الشرك الاکبر.

یعنی اللہ ہی کو پکارا جائے اور اسی سے استغاثہ کیا جائے اللہ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے ہاتھ پر حق ظاہر کر دیا انھوں نے بتا دیا کہ جو آج کل اکثر لوگوں کا دین ہے یعنی صالحین وغیرہ سے اعتقاد ان کو مصیبتوں کے وقت پکارنا، اُن سے مدد چاہنا اور حاجتیں طلب کرنا شرک اکبر ہے :

تقویت الایمان مؤلفہ مولوی اسماعیل دہلوی صفحہ ۵ میں ہے، اکثر لوگ پیروں پیغمبروں اور اماموں کو اور شہیدوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں. کوئی بیٹے کا نام عبدالنبی، کوئی غلام محی الدین کوئی غلام معین الدین، غرض جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو یہ جھوٹے مسلمان اولیا اور انبیا سے کر گزرتے ہیں پھر اگر کوئی ان سے کہے کہ تم افعالِ شرک کرتے ہو تو یہ اس کو جواب دیتے ہیں کہ شرک جب ہو تا کہ ہم ان اولیا و انبیا کو اللہ کے برابر سمجھتے، ان کو ہم اللہ کا ہی بندہ جانتے ہیں اور یہ قدرت تصرف ان کو اسی نے بخشی ہے اور وہ اللہ کے پیارے ہیں اور اس کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں اور اسی طرح کی خرافاتیں بکتے ہیں.

ابوالقاسم صاحب بنارسی بازپرس لکھتے ہیں، "جب انبیا اور اولیا اپنے نفس کے نفع اور نقصان کے مالک نہیں تو دوسروں کے کیا خاک ہو سکتے ہیں"

جو لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی جانب سفر کو حرام اور شرک بتائیں.

فصل الخطاب صفحہ ۷ میں محمد بن عبدالوہاب سے منقول ہے :-

(لا یشد الرحال الا لزیارة المسجد والصلوة فیه)

قمر بنارسی ۱۳ جنوری ۱۹۲۵ء خط میں لکھتے ہیں، مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر جائز ہے اور کسی کے مزار کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا ناجائز.

مولوی محمد اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا کسی کے چلہ یا دکان یا تبرک یا قبر کو رکوع کرے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے یا دُور دراز سے قصد کر کے جاوے یا اُس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے.

ان لوگوں اور ان کے ہم خیالوں سے کیا تعجب ہے کہ وہ انبیا و اولیا اہل بیت و اصحاب کے مزارات کی عزت و عظمت کو حرام و شرک بت پرستی اور ان کے توڑنے کو ایسا واجب اور ثواب بتائیں جس طرح بتوں اور مندروں کا توڑنا اور مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ اگر سلطان محمود غزنوی کا فعل (سومنات مندر کا توڑنا) شرعاً جائز تھا تو سلطان نجدیا ان کی افواج کا یہ فعل مولد النبی و دیگر مولد و مزارات صحابہ و اہل بیت کا توڑ دینا بھی جائز ہے. سچی بات یہ ہے کہ سلطان غزنوی کے فعل میں ایک قسم کی ناجوازی کا شبہ باقی ہے، لیکن سلطان نجدی کے فعل میں عدم جواز کا ذرا بھی شبہ نہیں (ہمدم ۱۶ ستمبر ۱۹۲۵ء) ایڈیٹر زمیندار لکھتے ہیں اس دا بن

سعود) سے صرف اتنا قصور سرزد ہوا ہے کہ اس نے بعض مولد و مقابر کے قبّے اتروا ڈالے جہاں صدہا مشرکانہ رسوم ادا ہوتی تھیں (زرعینا در سم صفحہ ۴۳ سلام)

زیرِ بحث مسئلہ کے دو پہلو

مسئلہ کے دو پہلو ہیں **اوّل** قبوُر کے پختہ کرنے، ان کے قریب مسجد تیار کرنے، ان کے گرد عمارات وغیرہ بنانے کا اثبات۔

دوسرے وہابی غیر مقلد اور نجدی پرست مخالفین کے اقوال کا رد۔

اصل مبحث پر روشنی ڈالنے سے قبل چند ضروری اصول کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے جن سے مقصود سمجھنے میں نہایت آسانی ہو جاتی ہے۔

اصل اوّل: آیات و احادیث کی تفسیر و شرح سمجھنے کے لیے معتبر مفسرین و شراح احادیث و مستند علما اہل سنّت و جماعت کی طرف رجوع کرنا لابد ہے مثلاً بعض گمراہ ملائکہ و جنّ و معجزات وغیرہ کا انکار کرتے ہیں اور آیات و احادیث کی من گھڑت تاویل کرتے ہیں یونہی بعض مردود غلط ہیں۔

اصل دوم: غالباً ایسے مسائل بہت کم نظر آئیں گے جن میں کچھ نہ کچھ اختلاف نہ ہو لہٰذا ایسا ہوتا ہے کہ ایک مقام پر ہر مسئلہ میں جمہور محققین اور اکثر علماء معتبرین کے اقوال معتبر ہوں گے۔

اصل سوم: بعض مسائل میں ایسا ہوتا ہے کہ ایک مقام پر اجمال کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے اور دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ یا ایک جگہ مطلق اور دوسری جگہ مقید یا کہیں عموم کے طور پر اور کہیں تخصیص کے طور پر تو اس سے چارہ نہیں کہ تمام نصوص و اقوال میں تطبیق دی جاوے اور سب عبارتوں کو ملا کر جو نتیجہ نکلتا ہے اس کو معتبر سمجھا جاتے مثلاً

قرآن شریف میں فرمایا جاتا ہے :-

لا یعلم الغیب الا اللہ۔ اگر اس کے ظاہر معنی لیے جائیں کہ علوم غیبیہ خدا کے سوا مطلقاً کسی کو حاصل نہیں تو دوسری آیات سے انکار لازم آتا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے :-

لا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضٰی من رسول۔

دوسری جگہ فرمایا جاتا ہے :-

ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔

ایک اور مقام پر ہے :- وما ھو علی الغیب بضنین، جن سے ظاہر ہے کہ بعض رسولوں کو اللہ غیب بتا دیتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ان آیات میں مطابقت سمجھتے ہوئے یہ عقیدہ رکھا جائے کہ ذاتی و کلی مستقل علم غیب تو ذات باری کے ساتھ خاص ہے مگر اسی کی عطا و بخشش سے اس کے بعض مخصوص بندوں کو اس قدر علم غیبیہ حاصل ہوتے ہیں جتنے اس نے عطا فرمائے۔ ان اصولوں کی تمہید کے بعد ہم اصل مسئلہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور پہلے وہ دلائل بیان کرتے ہیں جن سے انبیاء و اولیا کے مشاہد اور مزارات کے قریب نماز پڑھنا، عمارت و مسجد وغیرہ بنانا ثابت ہے اس کے بعد مخالفین کے اقوال کا جواب دیں گے (انشاء اللہ المقتدر)

انبیاءِ کرام و اولیاءِ عظام کے مزارات پر عمارت بنانے نماز پڑھنے اور مساجد بنانے کا اثبات از قرآن مجید و احادیث مبارکہ

آیاتِ قرآنیہ

آیت نمبر ۱: واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (ترجمہ) اور بناؤ مقام ابراہیم کو جائے نماز ؛

تفسیر مدارک میں اس کی تفسیر یوں فرمائی۔ اتخذوا موضع صلوٰۃ تصلون فیہ وعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ اخذ بید عمر فقال ھذا مقام ابراھیم قال افلا نتخذہ مصلی فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام لم اومر بذالک فلم تغب الشمس حتی نزلت وقیل مصلی مدعی ومقام ابراھیم الحجر الذی فیہ اثر قدمیہ الخ

یعنی ہم نے حکم دیا کہ مقام ابراہیم میں نماز کی جگہ مقرر کرو جہاں تم نماز پڑھو۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ مقام ابراہیم ہے، انہوں نے عرض کیا کہ آیا ہم اس کو نماز پڑھنے کی جگہ نہ بنائیں آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا، پھر آفتاب غروب نہ ہونے پایا کہ آیت نازل ہو گئی۔ بعض نے مصلے کے معنی مقام دعا بتائے ہیں اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کا نشان ہے ؛

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مقام ابراہیم کو متبرک اور مقدس سمجھ کر وہاں نماز پڑھنا رب العزت جل جلالہٗ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

آیت نمبر ۲: وقال لھم نبیھم ان ایۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک اٰل موسیٰ واٰل ھارون تحملہ الملئکۃ ان فی ذٰلک لاٰیۃ لکم ان کنتم مومنین۔

ترجمہ: اور ان (بنی اسرائیل) سے ان کے نبی نے کہا کہ اُس (طالوت) کی بادشاہی کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آئے جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکون و اطمینان ہے اور اس میں سے باقی ماندہ ہے جو آلِ موسیٰ و آلِ ہارون نے چھوڑا ہے اس صندوق کو فرشتے اُٹھائے ہوں گے بیشک تمہارے لیے اس میں نشانی ہے اگر تم مومن ہو ؛

تفسیر مدارک میں ہے :-

وبقیۃ ھی رضا من الالواح وعصی موسیٰ وثیابہ وشئ من التوراۃ ونعلا موسیٰ وعمامۃ ھارون علیھم السلام

یعنی حضرت موسیٰ وہارون علیہم السلام کی باقی ماندہ اشیائیں یہ تھیں الواح کے ٹکڑے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا آپ کی نعلین آپ کے کپڑے کچھ حصہ توریت کا اور ہارون علیہ السلام کا عمامہ ؛

اس سے ظاہر ہے کہ یہ تبرکات بنی اسرائیل کے نزدیک نہایت محترم تھے اور خداوند عالم نے ان کو یہ عزت بخشی کہ ان کو آسمان پر اُٹھا لیا پھر جب طالوت کو ملک عطا فرمایا تو پیغمبر وقت کی زبان سے ظاہر فرما دیا کہ طالوت

کی سلطنت کی علامت یہ ہے کہ وہ صندوق تمہارے پاس آجائے جس میں یہ تمام تبرکات ہیں چنانچہ فرشتے ان کو آسمان سے زمین پر لائے۔

آیت نمبر ۳: فقالوا ابنوا علیھم بنیانا ط ربھم اعلم بھم ط قال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذن علیھم مسجدا ۰

تفسیر مدارک میں ہے:-

(فقالوا) حین توفی اللہ اصحاب الکھف (ابنوا علیھم بنیانا) ای علی باب کھفھم لئلا یتطرق الیھم الناس ضنابۃ بتربتھم محافظۃ علیھا کما حفظت تربۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالحظیرۃ (ربھم اعلم بھم قال الذین غلبوا علی امرھم من المسلمین ملکھم کانوا اولی بھم وبالبناء علیھم ولنتخذن علیھم علی باب الکھف (مسجدا) یصلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانھم۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو وفات دی تو لوگوں نے کہا کہ ان کے غار کے دروازہ پر عمارت بنا دو تاکہ لوگ ان تک نہ پہنچ سکیں اور ان کی تربت حفاظت سے رہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تربت مبارکہ خطرہ سے محفوظ ہے۔ ان لوگوں نے جو اپنے امر پر غالب تھے کہا کہ ہم غار کے دروازہ پر مسجد بنائیں گے جس میں مسلمان نماز پڑھیں اور ان کے مکان و مقام سے برکت حاصل کریں۔

ان دونوں آیتوں کے متعلق نجدی شاید کہیں کہ یہ احکام دوسری شریعتوں کے متعلق ہیں اس کا جواب ظاہر ہے کہ اگرچہ ان میں ادیانِ سابقہ کے واقعات ذکر فرمائے گئے ہیں لیکن چونکہ اس کا نسخ کسی نص صریح سے ثابت نہیں اس لیے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں اصول

فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگلی شریعتوں کے احکام جب قرآن و حدیث میں بغیر انکار مذکور ہوں تو وہ بھی کتاب الٰہی اور سنتِ نبی میں داخل ہیں نور الانوار میں ہے۔

(واما شرائع من قبلنا فملحقۃ بالکتاب والسنۃ)

قمر الاقمار میں ہے (ھذہ الشرائع انما تلزمنا اذا قصھا اللہ و رسولہ غیر انکار کقولہ تعالیٰ وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس الخ بلکہ آیت نمبر ۱ سے بالتصریح شریعت مصطفویہ میں مقام ابراہیم کو متبرک سمجھنا وہاں دعا مانگنا نماز پڑھنا ثابت ہے اور ان امور کا کفر و شرک ہونا تو کسی طرح ممکن ہی نہیں کیونکہ کفر و شرک کسی شریعت میں جائز ہو ہی نہیں سکتا رب عزّوجل اس کو کسی زمانہ میں جائز نہیں رکھتا۔ اگر معاذ اللہ یہ کفر و شرک ہوتا تو ان امور کو قرآن حکیم مقام مدح و ثنا میں بیان نہ فرماتا۔

احادیث شریفہ

حدیث نمبر ۱: ابوداؤد شریف میں حضرت مطلب ابن ابی وداعہ سے مروی ہے: لما مات عثمان بن مظعون اخرج بجنازۃ فدفن امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا ان یاتیہ بحجر فلم یستطع حملھا فقام الیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحسر عن ذراعیہ قال المطلب قال الذی یخبرنی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانی انظر الی بیاض ذراعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی جب حضرت عثمان بن مظعون نے وفات پائی اور وہ دفن کر دیئے گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پتھر اُٹھانے کا حکم فرمایا مگر وہ اس کو نہ اُٹھا سکا تو آپ خود اس پتھر کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی آستینیں چڑھا لیں، راوی بیان فرماتے ہیں کہ جب آپ نے اپنی کلائیوں سے کپڑا اُٹھایا تو گویا میں آپ کی کلائیوں کی سپیدی دیکھ رہا تھا پھر

حين حسر عنهما ثم حملها فوضعها عند راسه فقال اعلم بها قبر اخي وادفن اليه من مات عن اهلي۔

آپ نے اس پتھر کو اُٹھا کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے قریب رکھ دیا اور فرمایا کہ اس پتھر سے میں اپنے بھائی کی قبر کی علامت کرتا ہوں اور میرے اہل میں سے جو کوئی وفات پائے گا اس کو ان کے پاس دفن کروں گا:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ خاص اور مقربانِ الٰہی کی خصوصیت و شان وعظمت ظاہر کرنا اور ان کی مقدس قبور پہ کوئی خاص علامت کرنا پتھر رکھنا یا اُن کا اسمِ گرامی لکھنا یا اسی قسم کا کوئی دوسرا فعل جائز اور خود رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مبارک قول و فعل سے ثابت ہے نواب قطب الدین خان صاحب شاگرد مولوی اسحاق دہلوی مظاہر حق میں لکھتے ہیں، عثمان بن مظعون بھائی تھے حضرت کے دودھ شریک لکھا ہے از کار ہیں کہ معلوم ہوا اس سے کہ مستحب ہے یہ کہ رکھی جاوے قبر پہ نشانی پہچان کے لیے۔

حدیث نمبر ۲: امام شافعی اور شرح السنۃ حضرت امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد حضرت امام باقر سے راوی ہیں:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رش علی قبر ابنہ ابراھیم ووضع علیہ حصباء)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پہ پانی چھڑکا اور اس پر سنگ ریزے رکھے:

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ قبر سے جو مٹی نکلے اس پر زیادہ کرنا اور سنگ ریزے اور پتھر وغیرہ رکھنا جائز و مباح ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح میں لکھتے ہیں:۔

(حصباء) وھی الحصی الصغار قال ابن الملك وھو یدل علی ان وضع الحصباء علیه سنة لئلا ینبش السبع ولیکون علامة له.

یعنی ابن الملک نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ قبر پر سنگریزے رکھنے سنت ہے تاکہ درندہ اس کو اکھیڑ نہ ڈالے اور وہ اس کے لیے علامت ہو:

حدیث نمبر ۳: ابوداؤد شریف میں ہے:۔

عن القاسم بن محمد قال دخلت علی عائشة فقلت یا اماہ اکشفی لی عن قبر النبی صلی اللہ علیه وسلم فکشفت لی عن ثلثة قبور لا مشرفة ولا لاطئة مبطوحة ببطحا العرصة الحمراء.

یعنی قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ اے ام المومنین مجھ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں اصحاب (ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی قبریں کھول کر دکھا دیجیے آپ نے مجھے تینوں قبریں کھول کر دکھا دیں جو نہ بہت بلند تھیں اور نہ بہت پست اور ان پر سُرخ میدان کے سنگریزے پڑے تھے:

مظاہر حق میں ہے کہ یہ قبریں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں تھیں اور جب تک دروازہ کھلا ہوا تھا اس پہ پردہ پڑا رہتا تھا۔

حدیث نمبر ۴: ابن سعد راوی ہیں:

عن عمرو بن دینار و عبید اللہ بن ابی یزید قالا لم یکن علی عھد النبی صلی اللہ علیه وسلم علی بیت النبی صلی اللہ علیه وسلم حائط فکان اول من بنی علیه جدارا عمر بن الخطاب قال عبید اللہ کان الجدار قصیرا ثم بناہ عبد اللہ بن زبیرؓ۔

یعنی عمرو بن دینار اور عبداللہ بن ابی یزید روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آپ کے حجرے پر دیوار نہ تھی سب سے پہلے اس کی دیوار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنوائی۔ عبیداللہ کہتے ہیں کہ یہ دیوار چھوٹی تھی پھر اس کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنوائی (خلاصۃ الوفا صفحہ ۱۳۳)

حدیث نمبر ۵ : مواہب لدنیہ میں ہے :

عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ لما سقط علیھم الحائط یعنی حائط حجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زمان الولید بن عبد الملک اخذوا فی بنائہ رواہ البخاری۔

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ کی دیوار ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں شہید ہو گئی تو خدام بارگاہ نبوی نے اس کی تعمیر شروع کی :

تاریخ گنبد روضۂ اقدس

اس کا اقرار بعض مخالفین کو بھی مجبوراً کرنا پڑا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مطہر کے گرد جو عمارت ہے وہ جائز ہے اگرچہ بظاہر یہ ان احادیث کے خلاف ہے جو وہابیہ کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں۔ آج کل سید سلیمان صاحب ندوی مخالفین کے مایہ ناز سمجھے جاتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ یہ خام عمارت اتنے دنوں قائم نہ رہ سکتی تھی اس کو ایک مستحکم عمارت کی صورت میں بدل دیا گیا اور یہ کارنامہ خود قرنِ اوّل میں صحابہ کی حیات اور ائمہ تابعین کے عہد میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے ہاتھوں انجام پایا، لیکن اس کے اوپر قبہ نہ تھا بلکہ چھت مسقف تھی جیسا کہ خلاصۃ الوفا میں مسند دارمی کے حوالہ سے منقول ہے۔ یہاں انہوں نے صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی قبر اقدس کے گرد مستحکم عمارت اصحاب کرام اور تابعین عظام کے زمانہ حیات میں تعمیر ہوئی۔ پس قبور پر

عمارت بنانے کے جواز میں کیا کلام و شبہ باقی رہا۔

اسی کے بعد سید سلیمان ندوی اپنی تاریخ دانی کا ثبوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں : یہ قبہ سب سے پہلے سلطانِ مصر قایتبائی کے عہد میں ۸۸۱ھ میں تعمیر ہوا۔ اس قبہ کی تعمیر کے وقت علامہ سمہودی نے اس کی مخالفت کی تھی (زمیندار ۲۰ صفر ۱۳۴۳ھ)

یہ آپ کی ایک بڑی بھاری تاریخی غلطی ہے اس لیے کہ حسب تحریر علامہ سمہودی قبہ حجرۂ نبویہ سب سے اوّل تقریباً ۶۷۸ھ میں احمد بن البرہان الرابعی نے تعمیر کیا اس کے بعد قبہ شریفہ کی تجدید سلطان الناصر حسن بن محمد بن قلادون کے عہد میں ہوئی۔ اس کے بعد اشرف شعبان بن حسین بن محمد کے زمانہ میں ہوئی ۷۶۵ھ میں اس کو مستحکم کیا گیا ملاحظہ ہو خلاصۃ الوفا میں علامہ سمہودی فرماتے ہیں :-

واما قبۃ الحجرۃ الشریفۃ المحاذیۃ لھا باعلی سطح المسجد تمیزا لھا فلم تکن قبل حریق المسجد الاوّل ولا بعدہٗ الی دولۃ المنصور قلادون الصالحی بل کان قدیما حول مایوازی الحجرۃ فی سطح المسجد حظیر من اجر مقدار نصف قامۃ تصنیرا لھا عن بقیۃ سطح المسجد حتی کانت سنۃ ثمان وسبعین وستمائۃ فعمل ھناک قبۃ مربعۃ من اسفلھا مثمنۃ من اعلاھا وکان المتولی لعملھا الکمال احمد بن البرھان الربعی ناضر قوص ذکرہ فی الطالع السعید وجددت القبۃ الشریفۃ المذکورۃ ایام الناصر حسن بن محمد بن قلادون واحکمت ایام الاشرف شعبان بن حسین بن محمد سنۃ خمس وستین وسبع مائۃ الخ

حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ جذب القلوب میں فرماتے ہیں :۔

درسنہ ثمان وسبعین وستمائۃ ور دولت قلاوون صالحی قبہ خضرا کہ بالائے حظیرۂ شریفہ است بلند تراز سقف بطرزیکہ الآن باشباک نحاس بنا فرمودند الآن بنائے مسجد شریف کہ در سنہ احدی والف کہ مسودہ ابن اوراق بر بیاض می رود موجود است بنائے ملک قایتبائی است کہ از ملوک مصر بود وخادم حرمین شریفین در حدود سنہ ثمان وثمانین وثمانمائۃ وجود یافتہ :

پھر سلطان قایتبائی کے زمانہ ۸۸۱ھ میں جو تجدید ہوئی اور حضرت شیخ سمہودی مدنی نے مخالفت کی وہ اس غرض سے نہ تھی کہ وہ اس کو (قبہ) کی تعمیر حرام وناجائز سمجھتے تھے بلکہ غایت ادب واحتیاط اور حفاظت آثار قدیمہ کے خیال سے انہوں نے یہ رائے دی تھی کہ بقدر ضرورت صرف اصلاح وترمیم کر دی جائے چنانچہ فرماتے ہیں :۔

لعلمی بانہ یجرالی ھدم غالب جدران الحجرۃ وفیہ الا لستاع فیما ینبغی فیہ الاقتصار فیہ علی قدر الضرورۃ۔

حدیث نمبر ۶ : علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ، (عمدۃ القاری میں)

وضرب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی قبر زینب بنت جحش ط

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش پر خیمہ قائم کیا :

حدیث نمبر ۷ : اسی عمدۃ القاری میں ہے :۔

وضربہ محمد بن الحنفیۃ

یعنی محمد بن حنفیہ نے حضرت

علی قبر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر خیمہ نصب کیا :

حدیث نمبر ۸ : بخاری شریف میں سالم بن عبداللہ کے متعلق روایت ہے :۔

یتحری اماکن من الطریق فیصلی فیھا ویحدث ان اباہ کان یصلی فیھا وانہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی تلک الامکنۃ۔

یعنی میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ راستہ میں چند مقام تلاش کرکے وہاں نماز پڑھتے اور فرماتے میرے والد ان جگہوں میں نماز پڑھا کرتے تھے :

حدیث نمبر ۹ : اسی میں نافع سے روایت ہے :۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما انہ کان یصلی فی تلک الامکنۃ۔

مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے :

حدیث نمبر ۱۰ : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جگہ پر جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تھے ہاتھ رکھ کر اپنے منہ پر پھیرا (تبرکاً چوما)

حدیث نمبر ۱۱ : حاکم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں :۔

ان فاطمۃ رضی اللہ عنھا کانت تزور قبر عمھا حمزۃ کل جمعۃ فتصلی وتبکی عندہ۔

یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت فرماتی تھیں اور وہاں نماز پڑھتی اور روتی تھیں :

حدیث نمبر ۱۲ : یحیی راوی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا دو تین دن کے بعد شہدائے اُحد کی قبور پر تشریف لے جاتیں۔

فتصلی هناك وتبكی وقد عوحتی ماتت.

پس وہاں نماز پڑھتیں اور دُعا مانگتی تھیں۔ وفات تک آپ کا یہی عمل رہا۔

حدیث نمبر ۱۳: ابو جعفر سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر جاکر زیارت کرتیں اور اس کی مرمت و اصلاح فرماتیں اور کبھی اس پر پتھر رکھ کر علامت کر دیتیں۔

حدیث نمبر ۱۴: ابن شبیہ زید بن السائب سے راوی ہیں کہ مجھ کو میرے جد نے خبر دی کہ جب حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر میں کنواں کھودا تو ایک منقوش پتھر ظاہر ہوا جس پر لکھا تھا کہ یہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر ہے پس حضرت عقیل نے کنواں بند کر کے اس پر عمارت بنا دی۔ بن السائب فرماتے ہیں میں اس عمارت و مکان میں گیا تو اس قبر کو وہاں میں نے دیکھا۔

حضرت شیخ سمہودی لکھتے ہیں:

قلت فهو الاصل فی زیادتهن بالمشهد المعروف فی قبلة مشهد عقیل.

یعنی اس مشہد میں جو مشہد عقیل کے قبلہ ہیں امہات المومنین کے نام سے مشہور ہے ان کی زیارت کرنے کی اصل یہی ہے۔

حدیث نمبر ۱۵: ابن زبالہ خالد بن عوسجہ سے راوی کہ میں ایک رات حضرت عقیل بن ابی طالب کے دولتخانہ کے اس گوشہ کی طرف دُعا مانگ رہا تھا جو دروازہ سے متصل ہے تو میرے پاس جعفر بن محمد تشریف لائے اور فرمایا تم یہاں کسی اثر (حدیث و روایت) کے مطابق کھڑے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا یہ وہ مقام ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رات میں آکر اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت فرماتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۶: اصابہ فی احوال الصحابہ میں ہے:-

مات الحكم بن ابی العاص فی خلافة عثمان فضرب علی قبره فسطاس فی یوم صائف فتكلم الناس فی ذالك فقال عثمان رضی الله تعالى عنه قد ضرب فی عهد عمر علی زینب بنت جحش فسطاس فهل رأیتم عائبا عاب ذالك.

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں حکم بن ابی العاص کا انتقال ہوا اور ان کی قبر پر گرمی میں خیمہ قائم کیا گیا تو لوگوں نے اس کے متعلق کچھ کلام کیا حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں حضرت زینب بنت جحش کی قبر پر خیمہ قائم کیا گیا تھا تو کیا تم نے کسی کو دیکھا تھا کہ اس پر اعتراض کیا ہو؟

ان تمام احادیث سے ان امور پر کافی روشنی پڑ گئی کہ حضرات انبیاء مرسلین اور اہل بیت طاہرین، اصحاب مکرمین اور اولیاء و علماء صالحین کی قبور پر عمارت و قبہ بنانا خیمہ لگانا ان کے مشاہد و آثار متبرکہ کے قریب بغرض حصول برکت بیٹھنا نماز پڑھنا دُعا مانگنا وہاں مساجد تعمیر کرنا کوئی مخصوص علامت مقرر کرنا نام وغیرہ لکھنا جائز و مباح اور بے شبہ حلال و درست ہے۔

حدیث نمبر ۱۷: حدیث شریف میں ہے:-

مارآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن.

یعنی جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

مسلمانوں سے مراد علماء، صلحاء ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اولیاء و شہداء و صالحین کے مزارات پر قبے وغیرہ سینکڑوں برس سے بنتے چلے آتے ہیں اور اس کو بڑے بڑے علماء و صلحا نے جائز رکھا اور

مستحسن ٹھہرایا ہے پس ان کا یہ فعل و تعامل اس حدیث شریف کے مطابق درست جائز اور حسن ہے۔

حدیث نمبر ۱۸: مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لان یجلس احدکم علی جمرہ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیرلہ من ان یجلس علی قبر۔	یہ بات کہ تم میں سے کوئی انگارے پر بیٹھ جائے جو اس کے کپڑے جلا کر اس کی کھال تک پہنچے اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔

حدیث نمبر ۱۹: امام احمد ابوداؤد ابن ماجہ راوی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے:

کسر عظم المیت و اذاہ ککسرہ حیا۔	مردہ کی ہڈی توڑنا اور اس کو تکلیف دینا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔

حدیث نمبر ۲۰: ابن ابی شیبہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ۔	مسلمانوں کو اس کی وفات کے بعد ایذا دینا ایسا ہی ہے جیسے اس کو حیات میں ایذا دینا۔

پس مُردہ کی عزت و حرمت مسلمانوں کی قبر پر بیٹھنے اس کی بے حرمتی کرنے کی ممانعت اس حدیث سے ہے۔ نجدی اور ان کے طرفدار بتائیں کہ اکابر صحابہ و اہل بیت کرام کے مزارات کی توہین ارشاد سید المرسلین کی صریح مخالفت ہے یا نہیں۔

حدیث نمبر ۲۱: حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی کے بال اتنے لمبے تھے کہ بیٹھ کر ان کو چھوڑتے تھے تو زمین تک پہنچ جاتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ بالوں کو اس قدر کیوں بڑھا رکھا ہے

ترشاتے کیوں نہیں فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور کا دست مبارک ان کو لگ گیا تھا اس لیے تبرکاً میں ان کو محفوظ رکھتا ہوں (مدارج)

حدیث نمبر ۲۲: حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اپنی ٹوپی میں بطور تبرک رکھا کرتے تھے (مدارج)

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ جلیل القدر اصحاب کرام کے فعل سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدس کو محترم سمجھنا ان سے برکت حاصل کرنا ان سے اپنے مقاصد میں نفع پانا ثابت ہے۔

حدیث نمبر ۲۳: بخاری حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر تشریف فرما ہوئے جن پر عذاب ہو رہا تھا آپ نے ایک تر شاخ لیکر اس کے دو حصے فرمائے پھر ہر قبر میں ایک حصہ گاڑ دیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ نے کیوں کیا فرمایا اُمید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں ان قبروں سے عذاب کم ہو جاوے۔

حدیث نمبر ۲۴: بخاری میں ہے حضرت بریدہ اسلمی نے وصیت فرمائی کہ میری قبر میں دو شاخیں گاڑ دی جائیں۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ میت کو بعض چیزوں سے ثواب اور فائدہ پہنچتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۵: بخاری میں روایت ہے خارجہ بن زید فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان کے زمانہ میں جوان تھے اور ہم سب میں سے زیادہ ڈگ اس شخص کی ہوتی تھی جو حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا تھا۔ خارجہ بن زید انصاری تابعین ثقات اور اہل مدینہ کے فقہا سبعہ میں سے ہیں۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر بہت اونچی تھی۔ حاشیہ بخاری مطبوعہ احمدی میرٹھ میں

ہے (ان اشد نا وتبۃ هذ ایشیرانی ان قبر عثمان کان مرتفعا صفحہ ۱۸۲)

حدیث نمبر ۲۶: ابن ماجہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

کنت نهیتکم عن زیارۃ القبور فزوروها فانها تزهد فی الدنیا وتذکر الآخرۃ

میں نے تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب الحکی زیارت کرو کہ وہ دُنیا میں زاہد بناتی اور آخرت کی یاد دلاتی ہے؛

حدیث نمبر ۲۷: امام مسلم حضرت بریدہ سے راوی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

نهیتکم عن زیارۃ القبور فزوروها۔

میں نے تم کو زیارتِ قبور کی ممانعت کی تھی اب زیارت کرو؛

حدیث نمبر ۲۸: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں (زیارتِ قبور کے وقت) کیا کہوں آنحضرت نے فرمایا یہ کہو (السلام علی اہل الدیار)

حدیث نمبر ۲۹: ترمذی میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی زیارت کی۔

حدیث نمبر ۳۰: ترمذی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی کہ وہ زمزم شریف کا پانی لے جایا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ پانی لیجایا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۱: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمزم کا پانی لے جاتے اور بیماروں پر ڈالتے پلاتے تھے اور اسے آپ نے حضرات امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو چٹایا (المسلک المتقسط) ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ زمزم شریف کا پانی

تبرک ہے اس کی تعظیم کرنی چاہیے اور اس طریقہ سے اس کا استعمال نہ چاہیے جس سے اس کی بے تعظیمی ہو اسی لیے اس سے استنجا وغیرہ حرام و مکروہ ہے۔ لباب اور المسلک المتقسط میں ہے:-

ولا یستعمل الا علی شیئ طاهر وذکرہ الاستنجاء به وکذا ازالۃ النجاسۃ الحقیقۃ من ثوبه اوبدنه حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذالك ویقال انه استنجی به بعض الناس فحدث به الباسور صفحہ ۲۰۵؛

اب دیکھیے کہ نجدی ان احادیث واحکام کی صریح خلاف ورزی کرتے ہیں، زمزم کے پانی سے استنجا کرتے ہیں۔

روایات فقہیہ اور اقوال ائمہ وعلماء

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک قبر پہ عمارت بنانا گچ کرنا جائز ہے رحمۃ الامہ میں ہے:-

ولا تبنی القبور ولا تجصص عند الثلاثۃ وجوز ذالك ابو حنیفه رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

امام شعرانی میزان کبریٰ میں لکھتے ہیں:-

قول الائمۃ الثلثۃ ان القبر لا یبنی علیه ولا یجصص مع قول ابی حنیفۃ بجواز ذالك۔

(۲) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ قبر سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ مٹی وغیرہ ڈالنا جائز ہے اور اس میں مضائقہ نہیں،

روی عن محمد انہ لاباس بذالک شامی بحوالہ حلیہ۔

(۳) حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک پکی اینٹ مکروہ نہیں، عینی شرح ہدایہ میں ہے۔

قال الاترازی وعند الشافعی لایکرہ الآجر۔

(۴) امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے نزدیک قبر کی لپائی مباح اور جائز ہے۔ علامہ عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں:-

اباح احمد التطیین۔

(۵) امام سرخسی فرماتے ہیں کہ اگر زمین اکثر نرم وکمزور ہو تو پکی اینٹ لکڑی اور لوہے کا تابوت قبر میں رکھنا جائز ہے:-

قیدہ الامام السرخسی بان لا یکون الغالب علی الاراضی النزوالرخاوۃ فان کان فلا باس بہما رای الآجر والخشب) کاتخاذ تابوت من حدید لھذا۔ بحر الرائق۔

(۶) امام تمرتاشی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں قبر کے اوپر پکی اینٹ وغیرہ لگانا مکروہ نہیں:-

قال الامام التمرتاشی ھذا اذا کان حول المیت فلوفوقہ لا یکرہ لانہ یکون عصمۃ ابن السبع (شامی)

(۷) ابن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

ضربہ علی قبر المرأۃ افضل من ضربہ علی قبر الرجل۔

علامہ عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں: قبر پر خیمہ لگانا جائز ہے اور عورت کی قبر پر لگانا بہ نسبت مرد کے افضل ہے۔

(۸) مشائخ بخارا فرماتے ہیں ہمارے شہر میں پکی اینٹ مکروہ نہیں کیونکہ زمین کمزور ہونے کے سبب اس کی ضرورت وحاجت ہے:-

قال مشائخ بخاری لایکرہ الآجر فی بلدتنا للحاجۃ الیہ لضعف الاراضی (شامی)

(۹) تنویر الابصار اور در مختار میں ہے:-

(ولا باس باتخاذ تابوت) ولو من حجر او حدید (لہ عند الحاجۃ) کرخاوۃ الارض۔

یعنی حاجت کے وقت مثلاً زمین نرم ہو تو میت کے لیے پتھر یا لوہے وغیرہ سے تابوت بنانے میں کچھ مضائقہ نہیں:

(۱۰) تنویر الابصار و در مختار میں ہے:-

قیل لا باس بہ وھو المختار۔ یعنی کہا گیا کہ قبر پر کہگل کرنے اور اس کے گرد عمارت بنانے میں کوئی حرج نہیں اور یہی مذہب قول مختار و پسندیدہ ہے:

(۱۱) در مختار میں ابن ملک سے منقول ہے کہ میت کی (قبر) اوپر اگر پکی اینٹ یا لکڑی لگائی جائے تو مکروہ نہیں:-

(لا الآجر) المطبوخ والخشب لوحولہ اما فوقہ فلا یکرہ ابن ملک۔

(۱۲) علامہ سید محمد امین ردالمختار میں لکھتے ہیں:-

وفی الاحکام عن جامع الفتاوی وقیل لایکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات راہ۔

یعنی احکام میں جامع الفتاوی سے منقول ہے کہ کہا گیا ہے کہ قبر کے گرد عمارت بنانا مکروہ نہیں ہے جب کہ میت مشائخ وعلماء وسادات میں سے ہو:

اس مقام پر یہ ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مولوی داؤد صاحب غزنوی[1] نے اپنی دیانت و واقفیت کا ثبوت دیتے ہوئے در مختار کی عبارت

[1] غیر مقلدین کا امام:

نمبر ۱۹ اور ردالمختار کی عبارت نمبر ۱۲ کے متعلق ایک عجیب وغریب بحث کی ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں،

یہاں تک تو مصنف نے اپنی رائے ظاہر کر دی ہے اس کے بعد لکھتے ہیں: وقیل لا باس بہ پھر لکھتے ہیں اس کے بعد شامی کا ایک قول پیش کیا جاتا ہے :- قولہ ولا یرفع علیہ بناء ای یحرم لو مازینۃ ویکرہ لو للاحکام وقیل لا یکرہ البناء اذا کان المیت من (الخ)

اس عبارت میں بھی پہلے تو اپنا مستقل قول اور رائے ظاہر کی ہے پھر قیل کے ساتھ دوسرا قول نقل کیا ہے یہ قول بھی مجہول ہے۔

قول: یہ محض غلط ہے، اولاً عبارت صرف مصنف نے لا یطین ولا یرفع علیہ بناء عام شہرت کے مطابق لکھا، لیکن بعد کو دوسرا قول بھی جو اس کے مخالف ہے لکھ دیا اس سے یہ ہرگز مفہوم نہیں ہوتا کہ قول اول مصنف کا مذہب یا رائے ہے بلکہ وہو المختار کہہ کر صاف بتا دیا کہ دوسرا قول ہی مختار و پسندیدہ ہے کہ قبر پر لیپنے یا اس پر عمارت بنانے میں کوئی حرج نہیں اور پہلا قول مختار و پسندیدہ نہیں ہے۔

ثانیاً علامہ شامی نے قول ماتن لا یرفع علیہ بناء کے متعلق "امداد" سے یہ عبارت نقل کی ای یحرم للو للزینۃ الخ اس کے بعد "احکام" اور "جامع الفتاوی" سے نقل کیا وقیل لا یکرہ البناء الخ پس غزنوی صاحب نے یہاں دو خیانتیں کی ہیں،

اوّل تو ویکرہ لو للاحکام کے بعد "امداد" کا حوالہ نہیں لکھا اور اس کو علامہ شامی کا مستقل قول اور رائے بتا دیا۔

دوسرے "وقیل لا یکرہ البناء" کے اوّل سے " وفی الاحکام عن جامع الفتاوی" اُڑا کر لکھ مارا کہ یہ قول مجہول ہے۔

ثالثاً علامہ شامی قدس سرہ السامی نے احکام وجامع الفتاوی کا

یہ قول لکھ کر کہ جب میّت علماء و سادات و مشائخ سے ہو سکوت کیا اس کا کوئی رد نہیں کیا بلکہ تقریر کی جس سے ظاہر ہے کہ یہ قول ان کو بھی مسلم ہے یہاں صرف اتنی قید بڑھا دی کہ لکن ھذا فی غیر المقابر مسبولۃ یعنی عام قبرستان کے لیے یہ حکم نہیں۔

(۱۳) نیز در مختار میں سراجیہ سے منقول لا باس بالکتابۃ ان احتیج الیہا حتی لا یذھب الاثر ولا یمتھن، یعنی قبر پر لکھنے میں حرج نہیں اگر اس کی حاجت ہو کہ اثر و نشان نہ جاتا رہے اور اس کی توہین نہ ہو:

(۱۴) ردالمختار میں ہے :-

لان النھی عنھا وان صح فقد وجد الاجماع العملی بھا ویتقوی بما اخرجہ ابوداؤد باسناد جید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل حجرا فوضعھا عند راس عثمان بن مظعون وقال اعلم بھا قبر اخی وادفن الیہ من مات من اھلی فان الکتابۃ طریق الی تعرف قبر بھا الخ

یعنی اگرچہ لکھنے سے ممانعت آئی ہے لیکن اس پر عملی طور پر اجماع پایا جاتا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو حدیث ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند جید ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر اُٹھا کر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرہانے رکھ دیا اور فرمایا کہ اس سے میں اپنے بھائی کی قبر پر نشان کرتا ہوں اور جو کوئی میرے اہل میں سے وفات پائے گا اُس کو انہی کے پاس دفن کرونگا: تو لکھنا قبر کے پہچاننے کا ایک طریقہ ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں :-

قال حسن التمسك بما یفید حمل النھی علی عدم الحاجۃ

یعنی لکھنے کی ممانعت اس وقت ہے جب اس کی حاجت

کما مرّ. نہ ہو ؛

(۱۵) حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :-

ان ائمۃ المسلمین من المشرق الی المغرب مکتوب علی قبورھم وھو عمل اخذ بہ الخلف عن السلف.

یعنی مشرق سے مغرب تک ائمہ مسلمین کی قبروں پر لکھائی موجود ہے اور یہ عمل خلف نے سلف سے لیا ہے ؛

(۱۶) حلیہ میں ہے :-

روی عن محمد انہ لاباس بذالک ویؤیدہ مارواہ الشافعی وغیرہ عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رش علی قبر ابنہ ابراھیم ووضع علیہ حصباء وھو مرسل صحیح.

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ قبر سے نکلی ہوئی مٹی پر زیادتی سے حرج نہیں اور اس کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جو امام شافعی وغیرہ نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ ابراہیم کی قبر پہ پانی چھڑکا اور سنگریزے رکھے ؛

(۱۷) اسی میں ہے :-

نقل غیر واحد عن الامام ابی الفضل انہ یجوزہ فی اراضیھم لرخاوتھا.

یعنی امام ابوالفضل سے متعدد فقہا نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے زمین کی نرمی کے سبب پکی اینٹ وغیرہ کو جائز رکھا ہے ؛

(۱۸) حلیۃ الناجی میں ہے :-

قولہ وان یبنی علیھا وقیل لاباس بہ وھو المختار.

یعنی قبر کے گرد عمارت بنانے میں بعض کے نزدیک حرج نہیں اور یہی مختار ہے ؛

(۱۹) اسی میں ہے :-

لاباس بالکتابۃ اذا احتیج الیھا حتی لایذھب الاثر ولا یمتھن کذا فی الحاشیۃ.

قبر پر لکھنے میں حرج نہیں جبکہ اس کی حاجت ہو کہ نشان نہ مٹ جائے اور قبر کی بے حرمتی نہ ہو ؛

(۲۰) غلیۃ المستملی میں نیتۃ المفتی سے منقول :- المختار انہ لایکرہ التطیین

یعنی مذہب مختار یہ ہے کہ قبر پر لپائی مکروہ نہیں ؛

(۲۱) اسی میں ہے :-

قیل لاباس بہ عند رخاوۃ الارض وکان الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل یجوز استعمال رفوف الخشب اتخاذ التابوت فی بخاری.

بعض نے کہا زمین نرم ہو تو تابوت میں مضائقہ نہیں، امام ابوبکر نے بخارا میں تختہ اور تابوت کا استعمال جائز بتایا ؛

(۲۲) اسی میں منافع اور مبسوط کا قول منقول ہے :-

اختاروا الشق فی دیارنا لرخاوۃ الارض فیتعذر اللحد فیھا حتی اجازوا الاجر ورفوف الخشب واتخاذ التابوت ولو کان من جدید.

ہمارے ملک میں صندوقی قبر اختیار کی گئی ہے کہ زمین کی نرمی کے سبب بغلی دشوار ہے یہاں تک کہ پکی اینٹ اور تختوں اور تابوت کی خواہ لوہے کا ہو اجازت دی ہے ؛

(۲۳) اسی میں محیط سے نقل ہے :-

واستحسن مشایخنا اتخاذ التابوت للنساء یعنی ولو لم یکن الارض رخوۃ فانہ اقرب الی الستر والتحرز عن مسھا عند الوضع فی القبر. ہمارے مشائخ نے عورتوں کے لیے تابوت بنانے کو مستحسن ٹھہرایا ہے اگرچہ زمین نرم نہ ہو کیونکہ اس میں پردہ ہے اور قبر میں رکھتے وقت

ہاتھ لگنے سے حفاظت ہے ؛

(۲۴) عینی شرح کنز میں ہے :-

قیل لا باس بھما عند رخوۃ الارض۔

کہا گیا ہے کہ زمین نرم ہو تو پکّی اینٹ اور لکڑی میں حرج نہیں ؛

(۲۵) اسی میں ہے :- لا باس برش الماء ووضع الحجر للعلامۃ۔
پانی چھڑکنے اور علامت کے لیے پتھر رکھنے میں مضائقہ نہیں ؛

(۲۶) اسی میں ہے :- قیل لا باس بھا۔ بعض نے کہا کہ قبر پر لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ؛

(۲۷) عینی شرح ہدایہ میں فرمایا :- عند بعض مشائخنا اذا جعل الاجر خلف اللبن علی اللحد لا باس بہ۔ ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک جب لحد پر کچّی اینٹ کے پیچھے پکی اینٹ رکھی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ؛

(۲۸) اسی میں ہے :- عن محمد لا باس بان یزاد علی تراب القبر۔

امام محمد سے روایت ہے کہ قبر کی مٹی پر زیادہ کرنے میں حرج نہیں ؛

(۲۹) اسی میں لکھتے ہیں :- لا باس بحجر او اجر یصنعہ علیہ۔
اس میں مضائقہ نہیں کہ قبر پہ پتھر یا پکّی اینٹ رکھے ؛

(۳۰) مجمع الانہر میں ہے :-

کرہ ستر اللحد بھما و بالحجارۃ والجص لکن لو کانت الارض رخوۃ جاز استعمال ما ذکر۔

لحد کو پکّی اینٹ لکڑی پتھر اور گچ سے چھپانے میں کراہت ہے لیکن اگر زمین نرم ہو تو ان چیزوں کا استعمال جائز ہے ؛

(۳۱) اسی میں لکھا ہے :-

یرفع القبر استحبابا غیر مسطح قدر شبر فی ظاھر الروایۃ

مستحب ہے کہ قبر مسطح نہ ہو اور ظاہر الروایۃ میں ایک بالشت سے

وفیہ اباحۃ الزیادۃ۔ اُونچی ہو اور اس سے زیادہ اونچی بھی مباح ہے ؛

(۳۲) نیز اسی میں ہے :-

المختار ان التطیین غیر مکروہ۔

مختار یہ ہے کہ قبر لیپنا مکروہ نہیں ہے ؛

(۳۳) اسی میں خزانہ سے منقول ہے :-

لا باس بان یوضع الحجارۃ علی راس القبر و یکتب علیہ شیٔ۔

اس میں کچھ حرج نہیں کہ قبر کے سرہانے پتھر رکھا جائے اور کچھ لکھا جائے ؛

(۳۴) اسی میں تبیین سے نقل کیا :-

ان کانت الارض رخوۃ فلا باس بالشق و اتخاذ التابوت ولو من حدید۔

اگر زمین نرم ہے تو صندوقی قبر اور لوہے کا تابوت بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ؛

(۳۵) در منتقیٰ میں لکھا :

و یکرہ الاجر والخشب الا بارض رخوۃ۔

یعنی زمین نرم میں پکی اینٹ اور لکڑی مکروہ نہیں ؛

(۳۶) اسی میں ہے :-

الا ان یکون الارض رخوۃ فیخیر بین الشق و اتخاذ تابوت ولو من حدید۔

یعنی زمین نرم ہو تو صندوقی قبر بنانے اور تابوت رکھنے میں اگرچہ وہ لوہے کا ہو اختیار ہے ؛

(۳۷) علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ در مختار کے قول لا الاجر والخشب لحول المیت اما فوقہ فلا یکرہ کے متعلق لکھتے ہیں لانہ یکون عصمۃ من السبع حجر۔ یعنی میّت کے اوپر پکی اینٹ اور لکڑی مکروہ نہیں کیونکہ اس کے سبب درندہ سے حفاظت ہوگی وہ قبر کو نہ کھود سکے گا، ہاں میّت کے گرد یہ چیزیں نہ چاہئیں ؛

(۳۸) وہی قول درمختار وجاز ذالك حوله بارض رخوة کے حاشیہ میں فرماتے ہیں :۔

قوله وجاز ذالك ای الآجر والخشب کما فی النهر.

یعنی نرم زمین میں پکی اینٹ اور تختہ میت کے گرد جائز ہے ؛

(۳۹) اس میں ہے :۔

قوله ولا یطین ای الا الضرورة.

یعنی ضرورت کے لیے قبر کی کہگل جائز ہے ؛

(۴۰) بحرالرائق میں لکھا ہے :۔

اما لوکان فوقه لا یکره لانه یکون عصمة من السبع.

یعنی اگر پختہ اینٹ یا تختہ میت کے گرد نہ ہو بلکہ لحد وغیرہ کے اوپر ہو تو مکروہ نہیں کہ یہ درندوں سے حفاظت ہوگی ؛

(۴۱) اسی میں ہے :۔

قال فی الفتاوی الیوم اعتادوا السفط ولا باس بالتطیین.

یعنی فتاوی میں ہے کہ آج کل سفط (تابوت) کا طریقہ عام طور پر ہے اور قبر کی لپائی میں کچھ مضائقہ نہیں ؛

(۴۲) اسی میں ظہیریہ سے منقول ہے :۔

لو وضع علیه شئی من الاشجار او کتب علیه شئی فلا باس به عند البعض.

یعنی قبر پر کوئی درخت رکھ دیا جائے یا کچھ لکھ دیا جائے تو بعض کے نزدیک حرج نہیں ؛

(۴۳) فتاوی عالمگیری میں ہے :۔

حکی عن الشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل رحمة الله انه جوز اتخاذ التابوت فی بلادنا لرخاوة الارض قال ولو اتخذ التابوت من حدید لا باس به.

یعنی شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل سے روایت ہے کہ انہوں نے زمین کی نرمی اور کمزوری کے سبب اجازت دے دی ہے کہ اگر لوہے کا تابوت رکھا جائے تو حرج نہیں ؛

(۴۴) اسی میں ہے :۔

اذا خربت القبور فلا باس تطیینها کذا فی التاتارخانیة وهو الاصح وعلیه الفتوی کذا فی جواهر الاخلاطی.

یعنی جب قبریں خراب ہو جائیں تو ان پر کہگل کرنے میں مضائقہ نہیں، ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتوی ہے اسی طرح جواہر اخلاطی میں ہے ؛

(۴۵) علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں :۔

ضرب الفسطاط ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلا حیاء لا لاظلال المیت فقط جاز.

ج رابع صفحہ ۲۰۳ متعلق رائے ابن عمر و قال خارجہ۔

(۴۶) مراقی الفلاح میں ہے :۔

وهذا عندالوجدان وفی محل لا یوجد الا الصخر فلا کراهة فیه فقولهم وکره الآجر والخشب محمول علی وجود اللبن بلا کلفة والا فقد یکون الخشب والآجر موجودین ویعدم اللبن لان الکراهة لکونهما للاحکام والزینة اما اذا ارید به دفع اذی السباع او شئی اخر فلا یکره اه ملخصاً.

(۴۷) علامہ طحطاوی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں :۔

قولہ وھذا ای استحباب اللبن والقصب قولہ الا
الصخرای اولاجر قولہ لان الکراھۃ الخ علۃ
المحذون ای فلا یکرھان حینئذ قولہ ولذا قال
بعض مشایخنا قال فی الخانیۃ یکرہ الآجر اذا کان
ممایلی المیت اما فیما وراء ذالک فلا باس وفی
الحسامی قد نص اسمعیل الزاھد بالآجر خلف
اللبن علی اللحد واوصی بہ کذا فی الشرح قولہ
او شئ اخر کقطع الرائحۃ او کانت البلاد کثیرۃ المطر۔

(۴۸) جامع الرموز میں ہے:-

وکرہ الآجر والخشب ای ستر اللحد بھما وبالحجارۃ
والجص کما فی الجلابی وقیل ان الآجر لم یکرہ الا الزینۃ
وفی التتارخانیۃ لاباس بالآجر بعد الاھالۃ وفی الخزانۃ
لاباس بان یوضع حجارۃ علی راس القبر ویکتب علیہ شئ۔

(۴۹) اسی میں ہے: والمختار ان التطیین غیر مکروہ۔

(۵۰) اسی میں ہے:-

یرفع القبر استحبابا غیر مسطح قدر شبر فی ظاھر الروایۃ
کما فی الکرمانی وفیہ اشعار باباحۃ الزیادۃ علی قدر
شبر فی روایۃ۔

(۵۱) تفسیر روح البیان میں حضرت شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کی کتاب کشف النور میں اصحاب القبور سے منقول ہے:-

ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمی سنۃ
فبناء القباب علی قبور الاولیاء والصلحاء ووضع الستور
والعمائم والثیاب علی قبورھم امر جائز اذا کان القصد

بذالک التعظیم فی اعین العامۃ حتی لا یحتقر
واصاحب القبر۔

(۵۲) علامہ شامی نے بھی رد المختار کتاب الکراہۃ میں عبارت مذکورہ
نقل فرمائی اور اس کو برقرار رکھا۔

(۵۳) علامہ شیخ عبدالقادر اور رافعی حنفی مفتی دیار مصریہ نے بھی
التحریر المختار میں یہ عبارت ذکر کی ہے۔

(۵۴) فتاویٰ قاضی خان میں ہے:-

حکی عن الشیخ الامام ابی بکر محمد ابن الفضل الخ وہی
عبارت جو فتاویٰ عالمگیری سے ابھی ہم نقل کر چکے ہیں۔

(۵۵) اسی میں فرمایا ہے:-

ویکرہ الآجر فی اللحد
اذا کان یلی المیت اما فیما
وراء ذالک لاباس بہ۔

یعنی لحد کے اندر میت کے متصل
پکی اینٹ مکروہ ہے مگر اس
کے علاوہ ہو تو حرج نہیں۔

(۵۶) اسی میں ہے:-

وان کتب علیہ شیئا او وضع
الاحجار لاباس بذالک
عند البعض۔

یعنی اگر قبر پر کچھ لکھ دے یا
پتھر رکھے تو اس میں بعض کے
نزدیک مضائقہ نہیں۔

(۵۷) شیخ الاسلام کشف الغطا میں فرماتے ہیں:-

مکروہ است گچ کردن بر قبر کذا فی اکثر الفتاویٰ والشروح
ودر معدن گفتہ ایں قول قدما است ومتاخرین مستحسن انگاشتہ
اند انتہی۔ یعنی قبر پر گچ کرنا مکروہ ہے معدن میں ہے کہ یہ
متقدمین کا قول ہے مگر موخرین نے اس کو بہتر بتایا ہے۔

(۵۸) پھر مطالب المومنین سے نقل کرتے ہیں:-

دیدیم در بخارا قبرہا راکہ بنا کردہ شدہ بود بہ خشت ہائے
پختہ ہموار کردہ شدہ۔ یعنی ہم نے بخارا میں پکی ہموار اینٹوں
سے بنی ہوئی قبریں دیکھیں۔

(۵۹) اسی میں تجنیس سے کہگل کرنے کے متعلق منقول ہے کہ اس میں
حرج نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے صاحبزادہ ابراہیم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر کہگل کرنا وارد ہے۔

(۶۰) اسی میں ہے:۔

دور مضمرات گفتہ مختار عدم کراہت است۔ یعنی مختار یہ ہے
کہ کہگل مکروہ نہیں۔

(۶۱) اسی میں ہے:۔

در سفر السعادۃ از ترمذی نقل کردہ کہ بعضے از اہل علم کہ حسن
بصری از ایشان ست در گل کردن قبور رخصت کردہ اند و
شافعی نیز ہم برین است۔

یعنی شرح سفر السعادت میں ترمذی سے نقل کیا ہے کہ بعض
اہل علم مثلاً حضرت حسن بصری و امام شافعی علیہم الرحمہ نے
قبروں پر کہگل کرنے کی اجازت دی ہے۔

(۶۲) اسی میں خلاصہ اور ظہیریہ سے قبر پر لکھنے یا پتھر رکھنے کی اجازت
نقل کی ہے۔

(۶۳) اسی میں جامع الفتاوی سے منقول ہے:

تحقیق بتوارث یافتیم نوشتن در براز مشائخ خود و اگر مکروہ
بودی چگونہ اجازت دادندے۔

یعنی ہم نے توارث اور تحامل اپنے مشائخ کا قبروں پر لکھنا پایا
اگر یہ مکروہ ہوتا تو وہ کیوں اجازت دیتے۔

(۶۴) اسی میں شرعہ اور سراجیہ سے قبر پر علامت بنانے کا جواز نقل
کر کے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے متعلق جو حدیث وارد
ہوئی ہے ذکر کی ہے۔

(۶۵) اسی میں قبر پر گنبد بنانے کے متعلق عمدۃ الابرار سے نقل کیا ہے
کہ بعض کے نزدیک اس میں حرج نہیں۔

(۶۶) اسی میں مطالب المومنین سے نقل کیا کہ سلف نے مشایخ و علماء
مشہورین کی قبر پر عمارت بنانا مباح کیا ہے تاکہ لوگ زیارت
کریں اور وہاں بیٹھ کر آرام پائیں۔

(۶۷) اسی میں ہے کہ مدینہ مطہرہ میں اصحاب کرام کی قبور پر عمارات
اگلے زمانہ سے موجود ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ یہ اس زمانہ کے علماء کی
تجویز سے ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرقد منور پر
بھی قبہ عالی ہے۔

(۶۸) اسی میں قبر پر سائبان و خیمہ وغیرہ لگانے اور لوح قائم کرنے
کی نسبت فرماتے ہیں:

اگر غرض صحیح داشتہ باشد دراں باک نیست وآں چنانکہ
در بنا بر قبر بہ نیت آسائش مردم و چراغ افروختن در مقابر
بقصد دفع ایذار مردم از تاریکی راہ و نحو آں گفتہ اند کذا بفہم من
شرح الشیخ۔

یعنی قبر پر خیمہ لگانا، عمارت بنانا لوگوں کی آسائش کے لیے یا
چراغ جلانا کہ آدمیوں کو اندھیرے میں تکلیف نہ ہو یا کوئی اور
فائدہ ہو تو حرج نہیں۔

(۶۹) اسی میں خلاصہ اور قاضی خان سے نقل کیا کہ اگر پکی اینٹ لحد
میں میت کے قریب نہ ہو تو کوئی حرج نہیں تاکہ درندہ سے پناہ ہے۔

(۷۰) اسی میں تجنیس سے نقل کیا کہ امام اسماعیل زاہد نے اجازت دی ہے کہ لحد پر کچی اینٹوں کے پیچھے پکی اینٹیں رکھ دی جائیں اور انہوں نے اس کی وصیت فرمائی تھی۔

(۷۱) اسی میں بلندی قبر کے متعلق لباب سے نقل کیا کہ ایک بالشت سے اونچی قبر جائز ہے۔

(۷۲) پھر لکھا ہے :۔

اما بلند ساختن زیادہ ازیں مقدار بقدر اعتدال در قبور علماء و اکابرین جائز بلکہ مستحسن باشد نظر بقا قاصر نظر آن زمان تا رعب ایشان بر قلوب آفاقین گردد۔

یعنی بالشت سے زیادہ بقدر اعتدال اونچا کرنا علماء و اکابرین کی قبروں میں جائز بلکہ بہتر ہے۔ اس زمانہ کی قاصر نظر کے اعتبار سے تاکہ ان کا رعب اور شوکت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو جائے۔

(۷۳) مولانا علی قاری رحمۃ الباری مرقاۃ المفاتیح میں لکھتے ہیں :۔

رخص بعضھم التطیین منھم الحسن البصری وقال الشافعی لا باس ان یطین القبر ذکرہ الطیبی۔

یعنی بعض علماء نے قبر پہ کہگل کرنے کی اجازت دی ہے انہیں میں سے حضرت حسن بصری ہیں اور شافعی بھی کہتے ہیں کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں یہ طیبی نے ذکر کیا ہے۔

(۷۴) اسی میں ہے :۔

وقد اباح السلف البناء علی قبور المشایخ والعلماء المشہورین لیزورھم الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ۔

یعنی سلف اور اگلے حضرات نے مشہور مشائخ اور علماء کی قبر پر عمارت کو مباح کہا ہے اور جائز رکھا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں۔

(۷۵) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ میں لکھتے ہیں :

ودفن درجوار قبور صلحا وحضور وشہود در ساحت عزت ایشاں موجب برکت ونورانیت وصفاست وزیارۃ مقامات متبرکہ ودعا در آنجا متوارث است یعنی بزرگوں کی قبر کے قریب دفن اور ان کے معزز مقام اور مکان میں حاضری برکت اور نورانیت وصفائی قلب کا موجب ہے، مقامات متبرکہ کی زیارت اور وہاں دعا مانگنا قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔

(۷۶) اسی میں ہے :۔ در آخر زمان الخ یعنی چونکہ عوام کی نظر ظاہری مصلحت پر مبنی ہوتی ہے اس لیے آخر زمانہ میں مشائخ اور بزرگوں کے مقابر و مشاہد پر تعمیر میں بعض چیزیں زیادہ کر دی گئیں تاکہ اہل اسلام اور نیک لوگوں کی شوکت و عظمت ظاہر ہو۔

(۷۷) اسی میں ہے امام شافعی گفتہ است کہ قبر امام موسیٰ کاظم سلام اللہ علیہ و آبائہ الکرام تریاق مجرب است برائے اجابت دعا۔ یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مقدس مقبولیت دعا کے واسطے تریاق مجرب ہے۔

(۷۸) اسی میں ہے ؛ و در زیارت قبور احترام اہل آن را در استقبال وجلوس وتادب ہماں حکم است کہ در حالت حیات بود کذا قال الطیبی۔

یعنی قبور کی زیارت میں صاحب قبر کا احترام اسی طرح چاہیے جس طرح حالت حیات میں کیا جاتا ہے۔ ان کی طرف منہ کرنا، بیٹھنا اور ادب کرنا ویسا ہی لازم آتا ہے۔

(۷۹) مدارج النبوۃ میں ہے ؛ در مطالب المومنین گفتہ است کہ

مباح داشتہ اند سلف کہ بنا کردہ شود بر قبر مشائخ و علماء مشہور تا زیارت کنند ایشاں را مردم و استراحت یابند دراں و بنشینند در سایہ آں نقل کردہ است آنرا از مفاتیح شرح مصابیح و گفتہ است کہ دیدم بر بخارا قبور کہ عمارت کردہ شدہ است و خشتہائے تراشیدہ و تجویز کردہ آنرا اسماعیل زاہد کہ از مشاہیر فقہاء است۔

(۸۰) اسی میں ہے: و چراغ افروختن بر قبور ممنوع است مگر آنکہ در سایہ آں کارے کنند یا نزدیک بآں راہے رود۔
یعنی قبروں پر چراغ جلانا اس وقت جائز ہے کہ اس کی روشنی میں کوئی کام کریں مثلاً قرآن شریف پڑھیں، یا اس کے قریب راستہ چلتا ہو؛

(۸۱) اسی میں ہے: و از جملہ اعظام و اکابر آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم اکبار جمیع آنچہ متعلق است بوئے از مشاہد و اماکن و معاہد آنچہ دست شریف وے بداں رسیدہ و بوی شناختہ شدہ۔
یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر میں یہ بھی داخل ہے کہ ان تمام مقامات کی عزت کی جائے جہاں آپ تشریف فرما ہوئے یا آپ نے عبادت کی یا آپ کا ہاتھ پہنچا۔

(۸۲) اسی میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی جانور پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو اپنے جانور کے سُم سے پامال کروں جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں اور جہاں آپ نے قدم مبارک رکھے ہیں، اسی لیے امام مالک نے اپنے تمام گھوڑے امام شافعی کو دے دیئے۔ امام شافعی نے کہا کہ اپنے لیے بھی کوئی گھوڑا رہنے دیجئے تو انہوں نے اسی قسم کا جواب دیا۔

(۸۳) اسی میں ہے کہ احمد بن فضلویہ، جو زاہد غازی اور تیر انداز تھے فرماتے تھے کہ میں کمان کو اپنے ہاتھ سے بغیر طہارت کے نہیں چھوتا جب سے میں نے سنا ہے کہ آنحضرت اپنے دستِ شریف میں کمان لیا کرتے تھے۔

(۸۴) اسی میں عقبہ جبل منیٰ کے متعلق جہاں بیعت اولیٰ واقع ہوئی فرماتے ہیں کہ اب وہاں ایک مسجد ہے کہ اس کی حاضری اور بیعت کا واقعہ یاد کرنے سے مشتاق دلوں میں نور و ایمان پیدا ہوتا ہے اور دعا و تضرع و ابتہال کا باعث ہے۔

(۸۵) علامہ سمہودی مدنی علیہ الرحمۃ خلاصۃ الوفا میں لکھتے ہیں:۔

ذکر المسعودی ما حاصلہ ان هنالك رخامة مكتوب فيها هذا قبر فاطمة بنت رسول الله سيدة النساء العالمين الخ۔

یعنی مسعودی نے ذکر کیا ہے کہ وہاں ایک پتھر پر لکھا ہے کہ یہ حضرت فاطمہ اور دیگر اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے مزارات ہیں اور یہ ۳۳۲ھ میں ذکر کیا ہے؛

(۸۶) پھر فرماتے ہیں:۔

بل فی کلام سبط ابن الجوزی ما یقتضی نقل ذالك عن الواقدی وهو مدنی مولده بالمدينة سنة ثلثين ومأة فهو دال علی ان تلك الكتابة قديمة۔

یعنی سبط ابن جوزی کے کلام سے اس کا واقدی علیہ الرحمۃ سے منقول ہونا معلوم ہوتا ہے اور وہ مدنی ہیں، ان کی پیدائش ۱۳۰ھ میں ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ یہ لکھائی قدیم ہے؛

(۸۷) وہی مراغی علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں:

فیبتغی الدعاء فیہ وقد اخبر فی غیر واحد ان الدعاء

یعنی دار عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دعا مانگنی چاہیے

هنالك مستجاب. اور میں نے سنا ہے کہ وہاں دعا مقبول ہوتی ہے :

(۸۸) اس کے بعد خود لکھتے ہیں :-

الاماکن التی دعا بہا صلی اللہ علیہ وسلم کلہا اماکن اجابۃ ولذا یستحب الدعاء فیہا۔

یعنی وہ تمام مقامات جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی ہے اجابت وقبول دعا کے مواقع ہیں اسی لیے وہاں دعا مستحب ہے :

(۸۹) وہی فرماتے ہیں :-

اذا شارف المدینۃ الشریفۃ وتراءت لہ قبۃ الحجرۃ المنیفۃ فلیستحضر عظمتہا وتفضیلہا ویمثل فی نفسہ مواقع اقدامہ الشریفۃ عند ترددہ فیہا۔

یعنی جب مدینہ شریف کے قریب پہنچے اور حجرہ مبارکہ کا قبہ نظر آئے تو اس کی عظمت وفضیلت کا تصور کرے اور اپنے نفس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس قدموں کا تصور جمائے جس وقت آپ وہاں آتے جاتے ہوں گے :

(۹۰) وہی لکھتے ہیں :-

یلاحظ بقلبہ مدۃ اقامتہ بالمدینۃ جلالتہا وترددہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہا ولا یرکب بہا دابۃ بہما قدر علی المشی کما فعل مالک رحمۃ اللہ وقال استحیی من اللہ ان اطا تربۃ فیہا رسول اللہ صلی اللہ وعلی آلہ وسلم بحافر دابۃ الخ

یعنی جب تک مدینہ منورہ میں ٹھہرا رہے اپنے دل سے اس کی جلالت وعظمت اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ورفت کو ملاحظہ کرے اور جہاں تک پیادہ پا چل سکے جانور پر سوار نہ ہو جس طرح امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اور فرمایا میں اللہ پاک سے شرم کرتا ہوں کہ اس زمین

کو جانور کے کھر سے پامال کروں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں :

(۹۱) وہی فرماتے ہیں :-

ویستحب اتیان بقیۃ المساجد والآثار المنسوبۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مما علمت عینہ اوجہتہ وکذا الآبار التی شرب او تطہر منہا والتبرک بذالک۔

باقی مساجد وآثار جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں وہاں جانا مستحب ہے یونہی وہ کنویں جن کا پانی آپ نے پیا ان سے طہارت کی ان پر حاضری اور ان سے برکت لینا مستحب ہے :

(۹۲) لباب المناسک میں شیخ امام رحمۃ اللہ سندی اور اس کی شرح المسلک المتقسط میں شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

(والنظر فی زمزم عبادۃ) ای اذا قصد بہ القربۃ (ویجوز الاغتسال والتوضؤ بماء زمزم علی وجہہ التبرک) الخ ملخصاً۔

زمزم میں نظر کرنا عبادت ہے جبکہ اس سے قربت مقصود ہو اور زمزم کے پانی سے تبرک کے طور پر نہانا اور وضو کرنا جائز ہے :

(۹۳) اسی میں ہے :-

ویستحب حملہ الی البلاد ای تبرکاً للعباد الخ۔

یعنی زمزم کا پانی دوسرے شہروں کو لوگوں کیلئے تبرکاً لیجانا مستحب ہے :

(۹۴) اسی میں اماکنِ اجابت (دعا قبول ہونے کے مقامات) کا ذکر فرماتے ہیں مطاف، ملتزم میزاب کے نیچے، بیت اللہ کے اندر، بیرِ زمزم کے قریب، مقام ابراہیم کے پیچھے، صفا، مروہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ، جمرات، بیت اللہ دیکھنے کے وقت، حطیم کے اندر، حجر اسود، رکن یمانی وغیرہ۔

(۹۵) اسی میں ان مقدس مقامات کا ذکر کرتے ہوئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے لکھتے ہیں :-

فينبغي لمن قصد الاٰثار ان يعم الاماكن التي ورد فيها الاخبار رجاءً ان يظفر بمصلى سيد الاخيار.

اس شخص کو جو آثار کا قصد کرے چاہیے کہ ان تمام مقامات پر حاضر ہو جن کے متعلق روایات وارد ہیں اس امید پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ مل جائے ؛

(۹۶) اسی میں ہے :-

يستحب زيارة بيت سيدتنا خديجة رضي الله تعالى عنها الخ.

یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کی زیارت مستحب ہے ؛

جس میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں اور اسی میں وقت ہجرت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقیم رہے جو مسجد الحرام کے بعد مکہ مکرمہ کے تمام مقامات سے بالاتفاق افضل ہے اور مولد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دار ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مولد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دار ارقم اور غار جبل ثور جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے :- (ثانی اثنین اذ هما فی الغار) اور غار جبل حرا جہاں رسالت سے قبل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تنہا عبادت فرمایا کرتے تھے وہیں آپ پر سب سے اول آیات قرآن مجید (اقرا باسم ربك) نازل ہوئیں اور آپ کا سینہ مبارک شق کیا گیا۔ اور مسجد الجن جہاں آپ کے پاس آکر جنوں نے قرآن کریم سنا یا جہاں آپ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو خط کھینچ کر چھوڑا تھا اور مسجد شجرہ اور مسجد جبل ابو قبیس اور مسجد الرایہ اور غار مرسلات وغیرہا کی زیارت مستحب ہے۔

(۹۷) اسی میں ہے : جنۃ المعلیٰ، جو جنۃ البقیع کے بعد سب سے افضل مقبرہ ہے اور ان دونوں کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں" کے حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام و اولیاء و صلحاء فخام کے مزارات کی

زیارت مستحب ہے۔ ان بزرگوں کے مزارات کی زیارت کرے اور برکت حاصل کرے اور ان پر سلام کرے۔

(۹۸) اسی میں ہے :-

وليغتنم ايام مقامه بالمدينة المشرفة فيحرص على ملازمة المسجد وادامة النظر الى الحجرة الشريفة او القبة المنيفة مع المهابة والخضوع فانه اي النظر المذكور عبادة كالنظر الى الكعبة الشريفة.

مدینہ شریف میں قیام کو غنیمت سمجھے مسجد مبارک کی ملازمت اور حجرہ شریفہ یا قبہ منیفہ کی طرف خوف و خضوع کے ساتھ برابر نظر رکھنے پر حریص رہے کیونکہ یہ عبادت ہے جس طریقہ پر کعبہ مکرمہ کی طرف نظر کرنے میں ؛

(۹۹) اسی میں ہے :- وجميع سواري المسجد يستحب الصلوٰة عندها لانها لا تخلو عن النظر النبوي اليها وصلوٰة الصحابة عندها.

مسجد کے تمام ستونوں کے قریب نماز مستحب ہے کیونکہ ان پر حضور کی نظر ضرور پڑی ہو گی اور صحابہ کرام نے ان کے قریب نماز پڑھی ہو گی ؛

(۱۰۰) اسی میں ہے :-

ويستحب زيارة اهل البقيع كل يوم واتيان المساجد اي الاربعة وغيرها والمشاهد الجهوما واحد والآبار المنسوبة اليه صلى الله عليه وسلم.

ہر روز اہل بقیع کی زیارت اور مساجد اربعہ وغیرہ اور تمام مشاہد اور احد اور ان کنوؤں پر حاضری جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں مستحب ہے ؛

(۱۰۱) اسی میں ہے : ويبدي احين وصوله الى قرب احد

وماجدہ بمسجد حمزۃ سید الشہداء عم سید الانبیاء
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیسلم علیہ بخشوع وخضوع مع
مراعاۃ غایۃ الادب والاجلال التام فعن ابن مسعود
رضی اللہ عنہ ما رأینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
باکیا قط اشد من بکائہ علی حمزۃ بن عبد المطلب
وضعہ فی القبلۃ ثم وقف علی جنازتہ وانتحب
حتی نشغ من البکاء ای شہق حتی کاد ان یغشی
یقول یا حمزۃ یا عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
واسد رسولہ یا حمزۃ یا فاعل الخیرات یا حمزۃ
یا کاشف الکربات یا حمزۃ یا ذاب عن وجہ رسول اللہ۔

جب احد اور اس کی مسجدوں کے قریب پہنچے تو سید الشہداء عم سید الانبیاء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد سے شروع کرے خشوع و خضوع اور نہایت ادب و اجلال تام کے ساتھ ان پر سلام بھیجے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی اس قدر روتے نہ دیکھا جس قدر حضرت حمزہ بن عبد المطلب پر روتے دیکھا ان کو آپ نے قبلہ میں رکھا پھر ان کے جنازہ کے قریب کھڑے ہو کر رونے لگے یہاں تک کہ چیخنے لگے اور قریب تھا کہ بے ہوش ہو جاویں اور فرماتے تھے اے حمزہ اے عم رسول اللہ اے رسول خدا کے شیر اے حمزہ اے نیک کام کرنے والے اے حمزہ اے مصیبتوں کے دور کرنے والے اے حمزہ اے رسول اللہ سے دشمنوں کے دور کرنے والے۔

مخالفین کے دلائل اور ان کا جواب

اول تو طرفداران نجدیہ کہتے رہے ہے کہ ابن سعود نے مزارات و آثار شہید نہیں کئے لیکن جب اس کی حرکت بخوبی ثابت ہوگئی تو اس فعل شنیع کی تائید کرنے لگے۔ سید سلیمان ندوی، مولوی کفایت اللہ دہلوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری، مولوی عبد الماجد دریا آبادی، مولوی عبد الحق پروفیسر جامع ملیہ، مولوی ظفر الملک لکھنوی وغیرہم نے اس تائید و حمایت میں کافی حصہ لیا۔ ہم ان تمام مضامین کے اہم استدلالات پر بحث کریں گے۔

قبروں کے پختہ کرنے اور ان پر قبے وغیرہ بنانے کی ممانعت و حرمت پر مخالفین کی سب سے بڑی دلیل دو حدیثوں پر مبنی ہے۔

اول وہ حدیث جس کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے گچ کرنے اس پر عمارت بنانے اس پر لکھنے اس پر بیٹھنے اس کو روندنے اور پامال کرنے سے منع فرمایا۔

دوسرے وہ حدیث جو ابو الہیاج اسدی سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں تم کو اس کام کے لیے روانہ نہ کروں جس کے لیے مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا کہ تم تصویروں کو مٹا دینا اور بلند قبروں کو برابر کر دینا۔

پہلی[1] حدیث کا جواب

اولاً پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ قبر کی عمارت وغیرہ سے ممانعت اس صورت میں فرمائی گئی ہے کہ کسی فائدہ و غرض صحیح کے واسطے نہ ہو بلکہ فخر و مباہات و تکبر کے واسطے ہو۔ پس ممانعت کی علت عدم فائدہ یا

زینت و تفاخر ہے جب وہ علت نہ ہوگی تو ممانعت بھی نہ ہوگی۔

(۱) شیخ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ المفاتیح میں تورپشتی سے اس حدیث کے متعلق نقل فرماتے ہیں:

یحتمل وجھین احدھما البناء علی القبر بالحجارۃ وما یجری مجراھا والآخران یضرب علیھا خباء ونحوہ وکلا ھما منھی لعدم الفائدۃ فیہ۔

قبر پر پتھر وغیرہ سے عمارت بنانے یا خیمہ وغیرہ لگانے کی ممانعت عدم فائدہ کی وجہ سے ہے؛

(۲) پھر خود فرماتے ہیں:

قلت فلیستفاد منہ انہ اذا کانت الخیمۃ لفائدۃ مثل ان یقعد القراء تحتھا فلا تکون منھیۃ

یعنی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب خیمہ کسی فائدہ کے لیے ہو مثلاً قرآن پڑھنے والے اس کے نیچے بیٹھیں تو ممنوع نہیں؛

(۳) اسی میں فرمایا:

لعل وردالنھی لانہ نوع زینۃ۔

یعنی نہی اس لیے وارد ہوئی ہے کہ گچ کرنے میں ایک قسم کی زینت ہے؛

پس اگر زینت مقصود نہ ہو بلکہ درندوں سے قبر کی حفاظت مقصود ہو یا زمین کی نرمی کے سبب گچ وغیرہ کی ضرورت ہو کہ بغیر اس کے قبر کا بقاء و قیام نہ ہو سکے تو ممانعت نہ ہوگی، جیسا کہ فقہائے کرام نے بالتصریح بیان فرمایا ہے اور اوپر ہم بہت سی عبارتیں اس بارہ میں نقل کر چکے ہیں۔

(۴) مجمع البحار الانوار میں ہے:

منھی عنہ لعدم الفائدۃ وقد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء المشاھیر

یعنی فائدہ نہ ہونے کے سبب ممنوع ہے اور سلف (اگلے بزرگوں) نے مباح بتایا ہے کہ مشہور مشائخ اور

لیزورھم الناس ولیستریحوا بالجلوس فیہ۔

علماء کی قبروں پر عمارت بنائی جائے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اسمیں بیٹھ کر آرام پائیں؛

اس عبارت میں بصراحت مذکور ہے کہ جب فائدہ نہ ہو تو عمارت وغیرہ کی ممانعت ہے لیکن چونکہ بزرگوں کے مزارات پر عمارت بنانے میں فائدہ ہے کہ آدمی وہاں بیٹھ کر آرام پائیں اور اطمینان سے زیارت کریں گے اور قرآن شریف پڑھیں گے اس لیے جائز ہے۔

(۵) امام ترمذی اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں:

قد رخص بعض اھل العلم منھم الحسن البصری فی تطیین القبور وقال شافعی لاباس ان یطین القبر۔

یعنی بعض اہل علم مثلاً حسن بصری اور امام شافعی نے قبر کی لپائی جائز بتائی؛

ثانیاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب۔ محمد ابن الحنفیہ نے حضرت ابن عباس کے مزار پر خیمہ لگایا۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں حکم بن ابی العاص کی قبر پر خیمہ قائم کیا گیا۔ دیکھیے حدیث ۶، ۷ و ۱۶۔ حضرت عقیل نے حضرت ام حبیبہ کی قبر پر عمارت بنائی۔ دیکھیے حدیث ۱۳، تو کیا یہ حضرات حدیث جانتے اور سمجھتے نہ تھے۔

ثالثاً قبر پر لکھنے سے ممانعت اس وقت ہے جب کہ قدر حاجت سے زیادہ یا بغیر ضرورت ہو۔

رابعاً کتابت سے نہی منسوخ ہے جیسا حاکم سے مروی ہے:

(۶) ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قیل لیس کتابۃ اسم المیت لاسیما الصالح لیعرف عند

تقادم الزمان لان النھی عن الکتابۃ منسوخ کما قال الحاکم او محمول علی الزائد علی ما یعرف بہ حال المیت ام وفی قولہ لیس محل بحث والصحیح انہ یقال انہ یجوز۔

خامساً حضرت ام حبیبہ کی قبر پر حضرت عقیل کو ایک پتھر ملا جس پران کا نام لکھا ہوا تھا۔ دیکھو حدیث نمبر ۱۴۔

سادساً اسی حدیث میں قبر پر بیٹھنے اس کو پامال کرنے سے بھی تو ممانعت ہے اس کو نجدی پرست کیوں نظرانداز کر دیتے ہیں (کیا ابن سعود کا وظیفہ کھا کر آنکھوں میں چربی چھا گئی جو یہ الفاظ نظر نہیں آتے) دیگر احادیث بھی وارد ہیں کہ مردہ کو تکلیف دینا جائز نہیں دیکھو حدیث نمبر ۱، نمبر ۱۹، نمبر ۲۰ کیا نجدیوں نے احکام شریعت اور احادیث شریفہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔ کیا انہوں نے مزارات کو پامال اور ان کی تحقیر نہیں کی اور ان پر نجاستیں نہیں ڈالیں جانور نہیں باندھے۔

سابعاً بعض مخالفین نے لکھ دیا کہ اس حدیث کو بخاری نے بھی روایت کیا، جیسا کہ مزارات حجاز مطبوعہ امرتسر صفحہ ۱۵ میں اور ایڈیٹر الناظر لکھنؤ کے مضمون ہمدم مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۵ء میں ہے ہم ان صاحبوں کو لکھتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ بخاری شریف کی کس کتاب اور کس باب میں یہ حدیث مذکور ہے۔

ثامناً نواب صدیق حسن بھوپالی رئیس الوہابیہ مسک الختام میں سبل سے ناقل ہیں، رفتہ اند جمہور بآنکہ نہی بناء و در تجصیص برائے تنزیہ است یعنی جمہور علماء کے نزدیک عمارت و گچ سے ممانعت و کراہت

تنزیہی مراد ہے۔

دوسری حدیث کے جوابات

اوّلاً یہ حکم مشرکوں اور کافروں کی قبروں کے متعلق تھا نہ کہ اہل اسلام کے واسطے اور اس پر صریح قرینہ یہ ہے کہ تصویر مٹانے اور بلند قبر ہموار کرنے کا حکم اس حدیث میں ایک ساتھ موجود ہے لیکن اہل اسلام کی قبور پر تصویریں کہاں ہوتی ہیں البتہ مشرکوں کی قبروں پر بت بلند عمارت کے ساتھ قائم ہوتے ہیں۔

(۷) علامہ علاء الدین علی ماردینی قاضی دیار مصریہ متوفی ۷۴۵ھ ہجری الجوہر النقی میں فرماتے ہیں:

قلت الظاهر ان المراد قبور المشركين بقرينة عطف التمثال عليها وكانوا يجعلون عليها الانصاب والابنية فاراد عليه السلام ازالة آثار الشرك۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا تھا اس میں ظاہر یہی ہے کہ مشرکوں کی قبریں مراد ہیں جن کا قرینہ یہ ہے کہ تمثال (تصویر) کا عطف کیا گیا ہے اور مشرک قبروں پر بت اور عمارتیں بنوایا کرتے تھے؛ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ شرک کے آثار کو زائل کر دیا جائے۔

ثانیاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے گرد عمارت بن چکی تھی تو کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حکم کی تعمیل کی تھی۔ نہیں ہرگز نہیں یونہی حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے

ام المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پہ عمارت بنوائی
خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ
کی قبر پہ اتنا بھاری پتھر رکھا کہ دوسرا شخص اس کو اٹھا بھی نہ سکا تو آنحضرت
نے آستینیں چڑھا کر اٹھایا۔ دیکھئے حدیث نمبر ۱ اور ان کی قبر اتنی اونچی
تھی کہ جو اس کو پھلانگ جاتا تھا اس کی ڈگ سب سے بڑی ہوتی تھی دیکھو
حدیث نمبر ۲۵ پس ان دونوں حدیثوں کے ساتھ ہی ساتھ دوسری حدیث
اور واقعات کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

ثالثاً اس حدیث سے قبر زیادہ بلند کرنے کی ممانعت نکلتی ہے
نہ کہ قبر کے گرد عمارت بنانے کی۔

رابعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
کو اور حضرت علی نے ابوالہیاج اسدی کو اوّل تو تصویریں مٹانے کے
لیے حکم فرمایا اس کے بعد قبروں کے متعلق ارشاد فرمایا۔ نجدی اور ان کے
ہوا خواہ قبروں کے ہدم پر تو اس قدر زور دیتے ہیں مگر تصویروں کے
مٹانے میں ذرا بھی کوشش نہیں کرتے بلکہ خود تصویریں بناتے ان کے
سامنے کھڑے ہوکر سر جھکاتے اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ مولانا احمد مختار
صاحب صدیقی وفد خدام الحرمین اپنے مکتوب ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ
لکھتے ہیں، ابن سعود نے شاہی دعوت کی۔ کھانے میں مٹھائی اور چاول
وغیرہ کے اونٹ گھوڑے گدھے اور نجدی شکل کے ہتھیا بند بدّو دستر خوان
پر بکثرت چُنے تھے۔ ہمارے سیّد وفد فدائے ملّت سیّد حبیب صاحب کا سوال
مزید رہا کہ کیا یہ جائز ہے پوچھتے ہی ابن سعود کے چہرہ پہ سیاہی دوڑ گئی"
ظفر الملک ایڈیٹر الناظر لکھنؤ نے مسٹر تلک کی تصویر کے سامنے فاتحہ پڑھی
دیکھئے اخبار حقیقت لکھنؤ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔
بعض احادیث اور بھی ان کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں ان کو بھی

ہم ذکر کیے دیتے ہیں اور ہر ایک کا مفصل جواب بھی لکھتے ہیں۔

تیسری حدیث اور اس کے جوابات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتِ قبور کرنے والی عورتوں
پہ لعنت کی اور نیز ان لوگوں پہ جو قبروں پہ مسجدیں بنائیں اور چراغ
جلائیں۔

اقول اوّلاً۔ ابتداءِ اسلام میں زیارتِ قبور سے منع فرمایا گیا تھا بعد
کو اجازت مرحمت فرما دی گئی جیسا حدیث میں وارد ہے دیکھئے حدیث نمبر ۲۶ و نمبر ۲۷

ثانیاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت ہے کہ وہ ہمیشہ
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائیں اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی
قبر پہ زیارت کرنے تشریف لے گئیں دیکھئے حدیث نمبر ۲۹۔

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی قبر پہ جاتیں، شہدائے احد کی قبور پہ جاتیں دیکھو حدیث نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲
و نمبر ۱۳ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زیارتِ قبور کی اجازت خود
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے دیکھو حدیث ۳۸۔

ثالثاً۔ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ عورتوں کو بھی زیارات
قبور کی زیارت و رخصت ثابت ہے ملاحظہ ہو عبارتِ ذیل:

(۸) جامع الرموز میں ہے:۔

وزیارت القبور مستحبۃ
للرجال وکذا للنساء علی
الاصح۔

(۹) درمختار میں ہے، لا باس بزیارۃ القبور ولو للنساء

لحدیث کنت نہیتکم۔

(۱۰) بحرالرائق میں لکھا ہے:

والاصح ان الرخصة ثابتة لهما۔

(۱۱) کشف بزدوی میں:- والاصح ان الرخصة ثابتة للرجال والنساء جمیعا فقد روی ان عائشة رضی الله عنها کانت تزور قبر رسول الله صلی الله علیه وسلم فی کل وقت وانها خرجت حاجة زارت قبر اخیها عبدالرحمن۔

(۱۲) فتح المنان میں ہے اکثر علما بر ثبوت رخصت اند برائے مردان و زنان ہمیں ست مذہب ائمہ ثلثہ سوائے احمد کہ از وے دو روایت ست۔

(۱۳) ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

قد رأى بعض اهل العلم ان هذا كان قبل ان یرخص النبی صلی الله علیه وسلم فی زیارة القبور فلما رخص دخل فی رخصة الرجال والنساء۔

(۱۴) ملا علی قاری اس قول کو نقل کرکے فرماتے ہیں:

(وهذا هو الظاهر۔)

(۱۵) وہی فرماتے ہیں: فهذه الاحادیث بتعلیلاتها تدل علی ان النساء کالرجال فی حکم الزیارة اذا زارت بالشروط المعتبرة فی حقهن۔

رابعاً۔ عورتوں پر لعنت اس وقت ہے کہ زیارت قبور میں کوئی دوسری حرام بات کریں مثلاً نوحہ وغیرہ۔

(۱۶) مرقاة میں ہے: واما خبر لعن الله زوارات محمول علی زیاداتهن بلحرم کالنوح وغیره۔ الخ

خامساً۔ بیشک قبروں پر مساجد بنانا ان پر نماز پڑھنا ان کی طرف منہ کرکے نماز ادا کرنا ناجائز نہیں مگر قبور کے قریب مسجد بنانا صلحاء و بزرگان دین کے مزارات کے قرب و جوار میں نماز پڑھنا ان کی روح سے فیوض و برکات حاصل کرنا۔ وہاں اس امید پر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا کہ صاحب قبر جو بارگاہ الہی میں مقرب ہے اس کی برکت سے قبول ہوگی یقیناً جائز بلا ریب مباح ہے۔

(۱۷) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاة میں لکھا ہے:-

وقید علیها یفید ان اتخاذ المساجد بجنبها لا باس به ویدل علیه قوله علیه السلام لعن الله الیهود والنصاری الذین اتخذوا قبور انبیائهم وصالحیهم مساجد۔

حدیث میں علیہا کی قید بتاتی ہے کہ قبروں پر مسجد بنانا جائز نہیں مگر ان کے قریب مسجد بنانے میں حرج نہیں اور اس پر آنحضرت کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء اور صلحاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔

(۱۸) وہی (لعن الله الیهود والنصاری) الخ کی شرح میں فرماتے ہیں:- سبب لعنهم اما لانهم کانوا یسجدون لقبور الانبیاء تعظیما لهم وذالک هو الشرک الجلی واما لانهم کانوا یتخذون الصلوٰة الله تعالی والسجود علی مقابرهم والتوجه الی قبورهم حالة الصلوٰة کذا قاله بعض الشراح من ائمتنا ویؤیده ما جاء فی روایته یحذر ما صنعوا قال القاضی کانت الیهود النصاری یسجدون لقبور انبیائهم ویجعلونها قبلة ویتوجهون فی الصلوٰة نحوها امامن اتخذ مسجدا فی

جوار صالح او صلی فی مقبرة و قصد الاستظهار بروحه او وصول اثر عبادته علیه لا التعظیم له والتوجه نحوه فلا حرج علیه الا ترى ان مرقد اسمٰعیل علیه السلام فی المسجد عند الحطیم والنهی عن الصلوٰة فی المقابر مختص بالقبور المنبوشة لما فیه من النجاسة کذا ذکره الطیبی۔

یعنی یہود و نصاریٰ کی لعنت کا سبب یا تو یہ ہے کہ وہ انبیاءؑ کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے یا یہ کہ قبروں پر سجدہ کرتے تھے اور نماز میں ان کی طرف مُنہ کرتے تھے۔ قاضی کہتے ہیں کہ اگر بزرگ کی قبر کے پاس مسجد بنائے وہاں اس کی رُوح سے مدد کے قصد یا اثر عبادت اس کو پہنچنے کے ارادہ سے نماز پڑھے تو حرج نہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مزار مسجد حرام میں حطیم کے قریب ہے اور قبرستان میں نماز سے ممانعت ان قبروں کے ساتھ مخصوص ہے جو اکھڑی کھدی ہوں کیونکہ وہاں نجاست ہوگی، ایسا ہی طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے؛

(۱۹) وہی حدیث (الا وان من کان قبلکم یتخذون قبور انبیائھم وصالحیھم مساجد) کی شرح میں لکھتے ہیں (ای بالمعنی السابق) اگلے لوگ اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے یا ان پر سجدہ کرتے اور عبادت ادا کرتے تھے۔

(۲۰) مجمع بحار الانوار میں ہے:-

وحینئذ ماکره من اتخاذ المساجد علی القبور اراد به

قبور پر مسجد بنانا جو مکروہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ قبروں کو برابر

تسویة القبور مسجدا یصلی فیه وقیل ان یبنی عنده مسجد الیصلی فیه الی القبور واما المقبرة الدائرة اذا بنی فیها مسجد الیصلی فیه فلا باس لان المقبرة کالمسجد واما اتخاذه فی جوار صالح لقصد التبرك لا التعظیم فلا

کر کے مسجد بنا دی جاوے اور وہاں نماز پڑھی جاوے اور بعض کہتے ہیں یہ مراد ہے کہ قبر کے پاس مسجد بنا کر اس کی طرف سجدہ کرے، لیکن قبرستان میں مسجد بنا کر نماز پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ مقبرہ مسجد کی طرح وقف ہے اور بزرگ کی قبر کے قریب

یدخل تحته. تبرک کے قصد سے مسجد بنانا اس میں داخل نہیں؛

(۲۱) مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی (والمتخذین علیها المساجد) کی شرح میں فرماتے ہیں:-

لعنت کردہ است رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسانے راکہ میگیرند بر قبور مسجد را (یعنی سجدہ برندگان بجانب قبور بقصد تعظیم)

(۲۲) نیز لعن اللہ الیہود و نصاریٰ الخ کے متعلق فرماتے ہیں:

گرفتن قبور مساجد بدو طریق متصور است یکے آنکہ بر قبور سجدہ برند و مقصود عبادت آں دارند چنانکہ بت پرستان می پرستند دوئم آنکہ اعتقاد برند کہ توجہ بہ قبور ایشاں در نماز عبادت حق است ایں ہر دو طریق نامرضی و نامشروع اما اگر در قرب قبر ایشاں مسجدے بنا کنند یا نمازے کنند بے توجہ بجانب آں تا برکت مجاورت آں مواضع کہ مدفن جسد مطہر ایشاں ست و بامداد نورانیت روحانیت ایشاں عبادت کمال وقبولے یابد درایں مقام محذوری لازم نمی آید و باکے نیست کذا قال الشیخ ابن حجر مکی۔

یعنی قبر پر بقصد عبادت سجدہ کرنا یا نماز میں قبر کی طرف متوجہ ہونا غیر مشروع ہے مگر اولیاء کی قبور کے قریب مسجد بنانا نماز پڑھنا اس طرح کہ قبر کی جانب منہ نہ ہو تاکہ اس جگہ کے قریب ہونے کے باعث جہاں ان کا پاک جسم دفن ہے اور ان کی روحانیت کے نور کی مدد سے عبادت کو کمال و قبول حاصل ہو جائے تو اس میں کوئی قباحت اور حرج نہیں جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے فرمایا ہے۔

(۲۳) بحر الرائق میں ہے :-

ذکر فی الفتاوی اذا غسل موضعا فی الحمام لیس فیه تمثال وصلی فیه لا باس به وکذا فی المقبرة اذا کان فیها موضع اعد للصلوٰة ولیس فیه قبر ولا نجاسة۔

یعنی قبرستان میں نماز کے لیے کوئی جگہ بنالی جاوے اور وہاں قبر و نجاست نہ ہو تو نماز جائز ہے ؛

(۲۴) اسی کے مثل غنیۃ المصلی میں لکھا ہے۔

(۲۵) جامع الرموز میں ہے :

لا یکره فی جهة القبر الا اذا کان بین یدیه بحیث لو صلی صلوٰة الخاشعین وقع بصره علیه۔ یعنی قبر کی سمت میں نماز مکروہ نہیں مگر جب کہ قبر اس طرح سامنے ہو کہ اگر خشوع کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کی نگاہ قبر پر پڑے ؛

(۲۶) خلاصہ میں مذکور ہے :

هذا اذا لم یکن بین المصلی وهذه المواضع حائل کالحائط والکان حائط لا یکره۔

کراہت اس وقت ہے کہ نمازی اور قبر کے درمیان کوئی حائل دیوار وغیرہ نہ ہو اگر دیوار ہو تو مکروہ نہیں ؛

سادساً۔ خود مسجد حرام میں حضرات انبیاء کرام کے مزارات واقع ہیں۔ سابق میں مرقاۃ کی عبارت مذکور ہو چکی ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مرقد مبارک مسجد حرام میں ہے۔

(۲۷) حضرت امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں :

اخبرنا ابو حنیفه قال حدثنا عطاء بن السائب قال قبر هود وصالح وشعیب فی المسجد الحرام۔

یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عطا بن سائب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ہود حضرت صالح حضرت شعیب علیہ السلام کی قبریں مسجد حرام میں ہیں ؛

سابعاً۔ قبروں پر چراغ جلانا اسی وقت ممنوع ہے جب بے کار ہو اور اس میں کوئی فائدہ نہ ہو، لیکن اگر کسی مصلحت سے ہو تو ممنوع و ناجائز نہیں۔ مثلاً قبروں کے قریب راستہ ہے اور گزرنے والوں کو اندھیرے میں تکلیف ہوتی ہے یا وہاں مسجد ہے اور لوگوں کو تاریکی میں نماز پڑھنے سے مشقت اور ایذا ہوتی ہے یا وہاں آدمی بیٹھتے ہیں یا قبور اولیا و صلحا کی ہیں اور لوگ زیارت و قرأت قرآن کے واسطے حاضر ہوتے ہیں اس لیے وہاں چراغ روشن کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسی صورتوں میں روشنی جائز و مباح ہے۔

(۲۸) سید عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں :

المتخذین علیها السرج ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثا من غیر فائدة۔

قبروں پر چراغ جلانے والے یعنی بیکار اور بلا فائدہ قبور پر چراغ جلانے والے ؛

(۲۹) وہی فرماتے ہیں :-

اما اذا کان موضع القبور مسجدا او علی طریق او کان

لیکن جب قبروں کے قریب مسجد یا راستہ ہو یا وہاں کوئی بیٹھا ہو یا کسی

هناك احد جالس اوكان قبرولى من الاولياآءاو عالم من المحققين تعظيما لروحه على تراب جسده كاشراق الشمس على الارض اعلاماً للناس انه ولى ليتبركوابه ويدعو الله تعالىٰ عنده فيستجاب لهم فهوامر جائز لا منع عنه والاعمال بالنيات.

ولی یا محقق عالم کی قبر ہو اور وہاں شمع روشن کریں تاکہ اس کی رُوح کی عظمت ظاہر ہو جو خاک جسم پر اس طرح روشنی ڈال رہی ہے جس طرح آفتاب زمین پر۔ اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ ولی ہے پس وہ اس سے برکت حاصل کریں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگیں کہ مقبول ہو جاوے

تو یہ امر جائز ہے جس سے ممانعت نہیں اور اعمال کی بنیاد و مدار نیت پر ہے۔

(۳۰) صاحب تفسیر روح البیان اور رد المختار میں علامہ سید محمدؒ امین شامی اور التحریر المختار میں علامہ شیخ عبدالقادر رافعی حنفی مفتی دیار مصر، کتاب کشف النور عن اصحاب القبور سے ناقل ہیں۔

(ابقاد القناديل والشمع عند قبورالاولياآء والصلحآء من باب التعظيم والاجلال ايضا للاولياآء فالمقصد فيها مقصد حسن ونذرالزيت والشمع للاولياء يوقد عند قبورهم تعظيما لهم ومحبته فيهم جائز ايضالا ينبغى النهى عنه)

اولیاء وصلحاء کے مزارات کے قریب قندیل شمع روشن کرنا تعظیم و تکریم اولیا کی قسم سے ہے تو اس کا مقصد اچھا ہے اور اولیا کے لیے روغن زیتون اور شمع نذر کرنا کہ وہ ان کے مزارات کے قریب روشن کیا جائے ان کی تعظیم و محبت کے ارادہ سے جائز ہے جس سے منع نہ کرنا چاہیے۔

ثامناً۔ حدیث میں ان لوگوں پر لعنت وارد ہے جو قبروں پر چراغ جلائیں ان پر لعنت نہیں ہے جو قبروں کے پاس روشنی کریں، حدیث کے

الفاظ یہ ہیں: (والمتخذين عليها المساجد والسرج) یہاں کلمہ (علیٰ) فرمایا گیا ہے جس کے معنی "اوپر" ہیں۔ ہم سابق میں مُلّا علی قاری کا قول نقل کر چکے ہیں وقيد عليها يفيد الخ یعنی "علیها" کی قید بتاتی ہے کہ قبروں کے اوپر مسجد بنانا حرام ہے، لیکن قبروں کے قریب بنانے میں کوئی حرج نہیں پس یوں ہی قبروں کے اوپر چراغ روشن کرنا جائز نہیں مگر ان کے پاس جلانا درست و مباح و جائز ہے۔

چوتھی اور پانچویں روایت اور اس کے جوابات

چوتھی روایت دلیل منع بیان کی جاتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے وصیت فرمائی کہ میری قبر پر خیمہ نہ لگانا۔

پانچویں روایت یہ کہ حضرت ابن عمر کا گذر حضرت عائشہ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کی قبر پر ہوا اس پر خیمہ نصب تھا تو آپ نے فرمایا اے غلام اس کو اکھاڑ دے کیونکہ ان پر سایہ ان کا عمل کرے گا۔

یہ دونوں روایتیں "مزارات حجاز" میں علامہ عینی کی شرح بخاری سے منقول ہیں۔ "**اوّل**" حضرت ابو ہریرہ کی وصیت سے خیمہ قائم کرنے کی حرمت ثابت نہیں ہوتی صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میری قبر ایسا نہ کرنا۔ اکثر امور جائزہ کے متعلق مقربانِ بارگاہِ رب العزت کسر نفسی اور اظہار عجز کے طور پر اپنے لیے ممانعت فرماتے ہیں خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لا تفضلونى على يونس بن متى) مجھ کو حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔ یہ محض کسر نفسی اور اظہار شان عبودیت ہے ورنہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا افضل العالمین و سید الانبیاء والمرسلین ہونا محقق و ثابت ہے۔

دوسرے حضرت ابن عمر کے ارشاد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض لوگ ایسا خیال کرتے تھے کہ خیمہ قائم کرنے سے صاحب قبر پر سایہ ہو جاتا اور اس سے فائدہ پہنچتا ہے مگر یہ خیال غلط ہے اس لیے آپ نے فرمایا اور جب اس ارادے سے خیمہ وغیرہ نہ کیا جائے بلکہ کسی اور مصلحت اور فائدہ کی غرض سے ہو تو اس سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔

تیسرے۔ خود علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ جن سے یہ روایات نقل کی گئی ہیں کیا مفہوم و مراد بیان فرماتے ہیں۔ سنیے وہ صاف لکھتے ہیں:

(۳۱) ضرب الفسطاس ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلا للاحیاء لا لاظلال المیت فقط جاز.	یعنی اگر خیمہ کسی صحیح غرض کے لیے لگایا جائے مثلاً لوگوں کے دھوپ سے بچنے کے لیے نہ کہ فقط میت کے سایہ کے لیے تو جائز ہے۔

حدیثوں کے علاوہ وہابیہ بعض ائمہ کرام کے اقوال نقل کرتے اور روایات فقہیہ سے بھی استدلال کرتے ہیں مثلاً حضرت امام شافعی کا یہ قول (رایت الائمۃ بمکۃ یامرون بھدم مایبنی)

اقول میں عرض ہوا

اولاً امام شافعی اپنا ایک مشاہدہ بیان فرماتے ہیں اپنا مذہب ارشاد نہیں فرماتے۔

ثانیاً۔ ائمہ سے مراد حکام ہیں نہ کہ مذہبی مقتدا و علما کرام چنانچہ کتاب الامام کی اصل عبارت میں "ولاۃ" کا لفظ ہے جس کا اطلاق علماء پر نہیں ہو سکتا ہے۔

ثالثاً۔ اس عمارت کے ڈھانے کا حکم دیا جو خود قبر کے اوپر تھی۔

رابعاً۔ جو قبر حد اعتدال سے زیادہ بلند اور اونچی تھی اس کو کم کر دیا چنانچہ اس فعل کی دلیل میں حدیث (ولا قبرا مشرفا الا سویتہ) پیش کرنا بھی مفہوم ظاہر کرتا ہے۔

خامساً۔ اگر وہی تعمیر مراد ہو جو قبر کے گرد بنائی جاتی ہے تو یہ قیود عوام سے متعلق ہے۔

سادساً۔ ہدم کا حکم اس صورت میں ہے کہ وقف عام میں عمارت ہو چنانچہ کتاب الام کی اصل عبارت میں اس کی تصریح موجود ہے ملاحظہ فرمائیے کتاب الام صفحہ ۲۴۶:

(قال الشافی وقد رایت من الولاۃ من یھدم بمکۃ مایبنی فیھا فلم ار الفقھاء یعیبون ذالک فان کانت القبور فی الارض یملکھا الموتی فی حیاتھم او ورثتھم بعدھم لم یھدم شئی ان یبنی منھا وانما یھدم ان ھدم مالا یملکہ احد فھدمہ

> **نوٹ**: قارئین سے التماس ہے کہ اصل مسودہ سے چھ صفحات غائب ہیں اگر کسی صاحب کے پاس مکمل کتاب موجود ہو تو براہ کرم ہمیں ارسال فرمائیں تاکہ اس کے چھاپنے کا اہتمام کیا جائے۔ شکریہ (ادارہ)

کو مسمار کر کے گھوڑے دوڑائے گئے۔

(۵) شریف مستورات کی بے پردہ تلاشی لی گئی۔

(۶) شہداء کی نعشوں کو زمین پر گھسیٹا گیا۔

مکہ مکرمہ میں نجدیوں کی سفاکیاں اور زیادتیاں

(۷) ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مزار مبارک کو گرا کر بندوقوں کے دستے مارے اور کہا اٹھو کچھ کرامت ہے تو دکھاؤ۔

(۸) مزار حضرت آمنہ (۹) مزار حضرت عبد المطلب (۱۰) مزار حضرت ابن زبیر (۱۱) قبر ابو طالب (۱۲) مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۱۳) مولد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (۱۴) مولد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۵) اور دیگر مزارات کو گرا دیا گیا۔

(۱۶) ایک شخص کی زبان سے حیاۃ النبی نکلا، ایک نجدی نے اس کو مار کر گرا دیا اور کہا کہ یہ کیا کلمہ کفر بکتا ہے۔

(۱۷) حضرت شیخ سنوسی جنت المعلیٰ میں فاتحہ پڑھ رہے تھے تو نجدیوں نے کہا او کافر کیا کر رہا ہے۔

(۱۸) حرم شریف میں نجدی خبیث بیت اللہ کی طرف پاؤں کر کے سوتے ہیں

(۱۹) حرم شریف میں جوتوں سمیت جلتے ہیں۔

(۲۰) آب زمزم سے استنجا کرتے ہیں۔

(۲۱) جو شخص حجر اسود کو بوسہ دے اسے مارتے ہیں۔

(۲۲) مسجد جن (۲۳) مسجد جبل ابو قبیس (۲۴) جائے ذبیحہ حضرت اسمٰعیل

علیہ السلام کو شہید کر دیا۔

(۲۵) مساجد کی لکڑیاں سر بازار نیلام کیں۔

(۲۶) مسجد نمرہ میں ظہر و عصر جمع کر کے پڑھنا۔ جبل عرفات پر خطبہ حج اونٹنی پر سوار ہو کر پڑھنا قدیم سنت تھی اس کو نجدیوں نے ترک کر دیا کہ یہ بدعت ہے۔

(۲۷) دلائل الخیرات شریف کو پھاڑ کر پاؤں سے روندا۔

(۲۸) حاجیوں سے رابغ سے مکہ مکرمہ تک فی اونٹ ۵۶ روپے وصول کیے مگر اونٹ والوں کو صرف ۱۴ روپے دیئے۔

(۲۹) واپسی سے مکہ مکرمہ سے رابغ تک ۲۴ وصول کیے مگر اونٹ والوں کو ۵/۸ دیتے۔

(۳۰) شہر رابغ سے بندر تک ۳ روپے وصول کیے مگر اونٹ والوں کو صرف ۱۰ روپے دیئے۔

مدینہ منوّرہ میں نجدیوں کی زیادتیاں

اور تباہ کاریاں

(۳۱) سیّدنا حضرت امیر حمزہ کا قبّہ مبارک بہت قبّوں کے درمیان واقع ہے جن کو نقصان پہنچایا (صدر مجلس عالیہ اسلامیہ فلسطین کا بحری پیغام شوکت علی صاحب کے نام)۔

(۳۲) حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف منہدم کردی۔

(۳۳) اہل مدینہ کو لکھ کر بھیجا کہ تم کافر ہو تم حمزہ اور عبدالقادر جیلانی کے ناموں کی پوجا کرتے ہو۔

(۳۴) عرصہ تک اہل مدینہ کا محاصرہ کرکے خوراک اور نہر زرقا کا پانی بند کردیا۔

(۳۵) مسجد امیر حمزہ شہید کی۔

(۳۶) گنبد خضریٰ روضۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بم پھینکے گئے۔

(۳۷) اور گولیاں چلائی گئیں۔

(۳۸) حجاج جو تاجدار عالم روحی بہ الفداء کے سبز گنبد کے سامنے صلوٰۃ وسلام عرض کررہے تھے ان کو اس مبارک فعل سے روکا۔

(۳۹) ان پر گولیاں چلائیں۔

(۴۰) یہاں تک کہ بیسیوں مسلمانوں کو شہید کردیا اور ان افعال شنیعہ اور حرکات قبیحہ کا صدور ان سے کچھ تعجب نہیں کیونکہ ان کے عقائد ہی ایسے ہیں اور اس سے پہلے بھی تیرھویں صدی ہجری میں اس قسم کے ناپاک اور شرمناک افعال و اعمال کرچکے ہیں۔ اس کی

تفصیل دیکھنی ہو تو کتاب مستطاب بوارق محمدیہ و سیف الجبار تصانیف اعلیٰحضرت قطب زمان سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ معین الحق فضل رسول صاحب القادری بدایونی قدس اللہ سرہٗ و نوراللہ مرقدہٗ مطالعہ کیجیے۔ بہت ناواقف لوگ انکے عقائید خبیثہ سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ تو حنبلی ہیں مگر کتاب مجموعۃ التوحید نے جو خود عبدالعزیز بن سعود نجدی کے حکم سے قریب زمانہ میں چھپی ہے تمام راز فاش کردیا ہم سردست اخبار" ام القریٰ" سے ایک مختصر عبارت نقل کرتے ہیں جس سے نجدیوں کے عقائد فاسدہ کی حالت روشن ہوجائے گی۔ ام القریٰ" ابن سعود کا خاص اخبار ہے جو کہ مکہ مکرمہ سے شائع ہوتا ہے ۱۵ رجب ۱۳۴۲ھ کے پرچہ میں نجدیوں کے قاضی القضاۃ مکہ مکرمہ کا ایک مضمون چھپا ہے اس میں لکھا ہے :-

فالحب والخشیۃ والاجلال والدعاء والخوف والرجاء والتوکل وغیرھا من العبادات کلھا خالص حق الرب سبحٰنہ لیس لاحد من المخلوقین فیھا شئ ومن صرف فیھا شیئًا لغیر اللہ کائنا من کان فقد جعلہ شریکا اللہ فی عبادتہ وسواء اعتقد فیہ انہ یملک الضر والنفع واعتقد انہ شفیع لہ عنداللہ

یعنی محبت خشیت اجلال تعظیم دعا، خوف، امید توکل وغیرہ تمام عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں ان میں کسی مخلوق کا کچھ حق نہیں اور جو شخص ان امور میں سے کوئی بات غیر خدا کے لیے خواہ وہ کوئی ہو صرف کرے تو وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرتا ہے خواہ اس کے متعلق یہ اعتقاد رکھے کہ وہ نفع نقصان کا مالک ہے یا اللہ کے نزدیک اس کا شفیع ہے اور اس کو اللہ کا مقرب بتاتا ہے

وانه یقربه الی الله او فعل ذالک بحکم العادة والتقلید للاسلاف الخ — یا یہ عادت اور سلف کی تقلید کے طور پر کرے۔

غور فرمائیے کہ اس عبارت میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور دیگر مقربانِ بارگاہِ ربّ العزت کی شفاعت و تعظیم و توقیر وغیرہ سے صریح انکار اور ان امور پر اعتقاد رکھنے والوں کو مشرک قرار دیا گیا ہے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۝

اور کیوں نہ ہو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجدیوں کو شیطانی گروہ فرمایا ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شام اور یمن کے واسطے برکت کی دُعا فرمائی تو صحابہ نے نجد کے لیے بھی دُعا کے واسطے عرض کیا آنحضرت نے پھر شام و یمن کے واسطے دُعاء برکت فرمائی۔ اصحاب کبار نے دوبارہ نجد کے متعلق عرض کیا اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا:

هناک الزلازل والفتن وبها یطلع قرن الشیطان۔ — وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کی اُمت اس جگہ ہو گی۔

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں ارقام فرماتے ہیں، نجد نام زمینے بہت بلند وآں مخصوص است بما دون حجاز آنچہ متصل است بہ عراق۔

نواب قطب الدین خان صاحب شاگرد رشید مولوی اسحاق دہلوی مظاہر حق میں لکھتے ہیں:

نجد اس زمین کا نام ہے کہ بلند ہے اور وہ مخصوص ہے سوائے حجاز کے کہ جو زمین متصل ہے ساتھ عراق کے اور اگر بقول بعض مخالفین یہ تسلیم

کر لیا جائے کہ اس حدیث میں حجاز کے سوا عراق وغیرہ سب کو نجد شامل و عام ہے تو بھی یہ نجد جس میں ابن عبدالوہاب و ابن سعود کی جائے سکونت ہے حدیث کے مفہوم میں شامل رہتا ہے۔

نجدی برطانوی مُعاہدہ

آخر میں ہم اس معاہدہ کا خلاصہ بھی ہدیہ ناظرین کیے دیتے ہیں جو ابن سعود نجدی اور گورنمنٹ برطانیہ کے درمیان ہوا ہے تاکہ ان لوگوں کی دروغ بافی اچھی طرح ظاہر ہو جائے جو کہتے تھے کہ اہل نجد کا یہ حملہ حرمین اور حجاز کو غیر مسلم اقتدار سے پاک کرنے کے لیے ہے۔

پہلا معاہدہ جو ۱۹۱۵ء میں ہوا جس کی تصدیق ۱۹۲۰ء میں ہوئی اس کی دفعہ اوّل یہ ہے۔

"برطانیہ تسلیم کرتی ہے کہ ان مقام کا مستقل حاکم سلطان (ابن سعود) اور اس کے اجداد ہیں۔ اس کے بعد ان کے لڑکے بالے ان کے صحیح وارث ہوں گے، لیکن ان میں سے کسی ایک کی سلطنت کے انتخاب کے لیے یہ شرط ہوگی کہ وہ سلطنت برطانیہ کا مخالف نہ ہو۔"

دفعہ سوم: ابن سعود وعدہ کرتا ہے کہ وہ کسی غیر قوم یا کسی سلطنت کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو یا سمجھوتہ اور معاہدہ کرنے سے پرہیز کرے گا۔

دفعہ چہارم: ابن سعود عہد کرتا ہے کہ وہ اس عہد سے پھرے گا نہیں اور وہ ممالک مذکورہ یا اس کے کسی دوسرے حصہ کو برطانیہ سے مشورہ کیے بغیر بیچنے رہن رکھنے مستاجری یا کسی اور قسم کے تصرف کا مجاز نہ ہو گا۔ اس کو اس امر کا اختیار نہ ہو گا کہ کسی حکومت

یا کسی حکومت کی رعایا کو برطانیہ کی مرضی کے خلاف ممالک مذکورہ بالا میں کوئی رعایت یا لائسنس دے ابن سعود وعدہ کرتا ہے کہ وہ برطانیہ کے ارشاد کی تکمیل کرے گا اور اس میں اس کی قید نہیں ہے کہ وہ اس کے مفاد کے موافق ہے یا مخالف۔

(دیکھیے روزنامہ حقیقت لکھنؤ، ۲ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

اس معاہدہ کا اقرار و اعتراف سید سلیمان ندوی رئیس وفد خلافت کمیٹی نیز ابراہیم بن محمد بن معمر نجدی اور حافظ ابن وہبہ نجدی نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی روداد وفد حجاز میں لکھتے ہیں:

جہاں تک سلطان کے ذاتی واقف کاروں سے ملنے اور انکی واقفیت سے فائدہ اُٹھانے کا موقع ملا یہ معلوم ہوتا ہے کہ نجد و برطانیہ کے درمیان کوئی نہ کوئی معاہدہ ضرور ہے اور اس کی دفعات میں یہ بھی ہے کہ سلطان نجد اپنی مملکت کی زمین کا کوئی حصہ دوسری قوم کے ہاتھ فروخت نہیں کر سکتے اور نہ کوئی امتیاز یا حق کسی غیر انگریزی قوم کو دے سکتے ہیں نیز وہ کسی غیر سلطنت سے کوئی معاہدہ برطانیہ کی بغیر اطلاع نہیں کر سکتے، پھر اسی میں دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

ہم نے ان (ابراہیم بن محمد بن معمر نجدی جو چند سال پہلے سلطان نجد کے سیکرٹری رہ چکے ہیں) سے نجد و برطانیہ کے معاہدہ کے متعلق سوال کیا انہوں نے اس معاہدہ کے وجود کو تسلیم کیا۔ وفد خدام الحرمین نے اطلاع دی ہے ہم نے ہر دو انگریزی نجدی معاہدوں کے جن میں پہلا ۱۹۱۶ء میں ہوا تھا دکھائے جانے کا مطالبہ کیا۔ حافظ ابن وہبہ (وزیر ابن سعود) نے تسلیم کیا کہ جو کچھ شائع ہوا درست ہے۔

اب جدید معاہدہ مقام بحرہ میں (جو مکہ مکرمہ اور جدہ کے درمیان ہے) کیا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے یہ معاہدہ جو سلطان ابن سعود اور جنرل

کلیٹن کے درمیان ہوا ہے اس کا نفاذ کسی توقف یا منظوری کا محتاج نہیں ابن سعود تسلیم کرتا ہے کہ اس کو حق نہ ہوگا کہ وہ دول خارجہ سے تعلق پیدا کرے یہ حق صرف انگلستان کو ہوگا کہ وہ نجد کے حقوق و فوائد کی ممالک خارجہ سے حتیٰ کہ شام سے بھی نگرانی کرے۔ انگلستان کا ایک ریذیڈنٹ ابن سعود کے قصر شاہی میں رہا کرے گا۔ سلطان ابن سعود اس سے دست بردار ہوتے ہیں کہ وہ نجد کا کوئی نمائیدہ لندن میں رکھیں کیونکہ ان کے پاس ایسا کوئی شخص نہیں جو اس منصب کے قابل ہو۔ اب کہاں ہیں نجدی پرست اخبار اور کمیٹیاں جو ابن سعود کو غازی و مجاہد فی سبیل اللہ کے القاب سے یاد کرتے اور کہتے تھے کہ وہ تو حرمین کو غیر مسلم اثر سے پاک کرنے اور شریف حسین کو جو برطانیہ کے زیر اقتدار ہے خارج کرنے کے لیے اُٹھا ہے اب دیکھیں کہ ان کے خانہ ساز اور فرضی غازی نے کیسی شنیع اور قبیح حرکتیں کیں کیسے ذلیل و مذموم افعال و اعمال کا ارتکاب کیا اور کس طرح برطانیہ کا کمترین غلام ہے۔

کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے آخری وصیت

(اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب) کی تعمیل اب ضروری نہیں، کیا ابن سعود کا اثر بالواسطہ غیر مسلم اقتدار نہیں کیا ابن سعود کے سب اقوال جھوٹے ثابت نہ ہوئے کیا اس کا یہ کہنا کہ میں حجاز کو نصاریٰ کے اقتدار سے پاک کرنا چاہتا ہوں اور میرا کام صرف یہ ہے کہ شریف حسین کو یہاں سے علیحدہ کر دوں، محض فریب نہ تھا۔ ہم یہاں ابن سعود کے بعض جملے نقل کرتے ہیں۔ ۳۰ صفر المظفر ۱۳۴۴ھ کو ابن سعود نے جو پیغام حکومت ہند کے نام روانہ کیا اسمیں لکھا:

آپ کا خط جو مسلمان ممبران مجلس واضعانِ قانونِ ہند کے تار پر مشتمل تھا موصول ہوا ہم نے روضۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیز ہر اس چیز کا جس کی بے توجہی یا اذیت پہنچانے سے مسلمان دین سے خارج اور مرتد ہوجاتا ہے اسی طرح کافی اہتمام کیا ہے جیسا مسلمان کرسکتے ہیں۔ تمامی عمارات و آثار قدیمہ کی اسی طور سے حفاظت کی گئی ہے جس طرح مسلمان کرسکتا ہے۔ یقین جانئے کہ کوئی حادثہ مدینہ منورہ میں اس قسم کا واقع نہیں ہوا جس طرح دشمنوں نے مشتہر کر رکھا ہے۔

ہرگز ہماری قوم کا ارادہ حرمین شریفین پر تسلط کرنے کا نہیں ہمارے ارادے اعلائے کلمۃ الحق و نشر سُنّتِ نبوی کے سوا نہیں ہم اسی طرح اپنے عہد پر قائم ہیں جیسا اللہ اور مسلمانوں سے کرچکے ہیں ہم مسلمانانِ عالم اور علماء محققین کے مقاصد سے باہر نہیں ہوسکتے۔

موتمر اسلامی بُلانے حجاز میں جمہوریت قائم کرنے مسلمانانِ عالم کے فیصلہ پر معاملات حجاز چھوڑنے کا وعدہ کیا تھا لیکن جدّہ میں داخل ہونے کے بعد اپنی بادشاہی کا اعلان کردیا ہم تو پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ ابن سعود کے یہ وعدے فقط فریب دینے کے لیے ہیں ہم نے رسالہ "حرمین شریفین اور ردائی نجد" میں اول ہی لکھ دیا تھا کہ ہمیں ابن سعود کے تمام اقوال اور وعدے سُراب اور محض نمائشی نظر آتے ہیں غیر مقلدین نے اگر ان اقوال اور دعاوے کو معاذ اللہ وحی آسمانی سمجھا اور بتایا تو تعجب نہیں۔ تعجب اور سخت تعجب یہ ہے کہ بعض سُنّی یا مدعیانِ سُنّیت حضرات نے بھی ان ابلہ فریب دعووں اور وعدوں پر یقین کرکے دھوکہ کھایا یا مسلمانوں کو دھوکا دیا۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

لیکن **خدا کا شکر ہے** کہ اب اکثر مسلمان نجدیوں کے عقائد اور صحیح حالات سے باخبر ہوگئے اور حجازِ مقدس میں ان کے تغلب اور جابرانہ تسلط کے مخالف ہیں۔ باستثنائے معدودے چند بندگانِ زر ایمان فروشوں کے خلافت کیٹی بھی انکی حکومتِ حرمین کے خلاف ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد خاتم النبیین وآلہ وصحبہ الطیبین الطاہرین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

ضمیمہ و فائدہ عظیمہ

یہاں یہ تذکرہ ضروری ہے کہ انہدام مقاماتِ متبرکہ کے متعلق ابن سعود کی طرف سے یہ بھی عذر کیا گیا تھا کہ قصداً ایسا نہیں کیا گیا بلکہ بعض ناواقف فوج والوں سے یہ فعل سرزد ہوگیا ہے جس کا تدارک کردیا جائے گا اور وہ مقدس مقامات دوبارہ تعمیر کرادیے جائیں گے، مگر یہ عذر و وعدہ بھی غلط ثابت ہوا۔ اعلحضرت تاجدار دکن سلطان العلوم نظام الملک میر عثمان علی خان آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ نے اپنے بعض مخصوص ارکان دولت کو حرمین شریفین روانہ کیا کہ وہ وہاں جاکر تخمینہ کریں کہ کس قدر صرفہ ہوگا تاکہ خزانہ عامرہ سے مقاماتِ متبرکہ تعمیر کردیے جائیں، لیکن اہلِ نجد نے بھی اس سے بھی انکار کیا۔ امید ہے کہ حضور نظام کا یہ مبارک ارادہ انشاء اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی وقت کامیاب ہوکر رہے گا۔

آمین بجاہ سید المرسلین ؐ

سگ راہِ غبارِ مدینہ، صوفی اصغر علی - ۱۴؍اگست ۱۹۹۸ء

بما راٰہ المومنون حسنا
جس فعل کو مسلمان اچھا جانتے ہیں

فھو عند اللہ حسن . وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے

ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب
جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی عظمت کرے تو بیشک یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے

الحمد للہ کہ رسالہ لاجواب
در تحقیق جواز بنائے قباب و حرمت ہدم قباب یعنی

کشفُ الحجاب
عن مسئلۃ
البناء و القباب

از عالم حقانی طبیب روحانی آیۃ من آیات اللہ مفتی اہل السنۃ
حضرت مولانا مولوی محمد مظہر اللہ صاحب نقشبندی مجددی دہلوی امام مسجد
فتح پوری دہلی. حسب فرمائش جناب حکیم محمد اسحاق صاحب اڈیٹر
اخبار مبلغ و ناظم جمعیۃ خدام الحرمین دہلی

سُوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عام مقابر مسلمین یا اپنی مملوکہ زمین میں عام مومنین یا اُمرآ و سلاطین یا انبیاء و مرسلین صحابہ و تابعین، علماء و صلحاء و سادات معظمین کے مزارات پر قبہ بنانا خواہ برائے تکبر و تفاخر ہو خواہ بغرض اظہار عظمت دینی وغیرہ اغراض صحیحہ شرعیہ کے ہو، مطلقاً حرام و مکروہ ہے، یا ان کے حکم میں کچھ تفصیل ہے، نیز قبروں کے توڑنے کا حکم اس حدیث شریف میں وارد ہوا ہے وہ کن کی قبور تھیں، مومنین کی یا کافرین کی۔

عَنْ اَبِی الْہَیَّاجِ الْاَسَدِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَہٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَہٗ (رواہ مسلم)

ابو ہیاج اسدی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو اُس فعل کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھیجا تھا، (حضور نے یہ حکم دیا تھا) کہ ہر مورت بغیر مٹائے اور ہر بلند قبر بغیر برابر کیے نہ چھوڑنا۔

قبر مربع یا بصورت کوہان شتر بنانی چاہیے اور بلندی قبر کا ادنیٰ درجہ کس قدر ہے۔ بینوا و توجروا۔

المستفتیان اراکین جمعیۃ خدام الحرمین

الجواب وھو الموفق للصواب

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصا علی سید الانبیاء محمدن المجتبیٰ والہ المرتجی ؛

اَمَّا بَعْدُ قبروں پر قبہ وغیرہ بنانا علی الاطلاق حرام نہیں حرمت کے لیے نص قطعی درکار ہے اور یہاں کوئی ایسی نص موجود نہیں جس سے اس کی حرمت ثابت ہو البتہ اخبار احاد میں اس کی ممانعت کی جانب ضرور اشارہ پایا جاتا ہے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے :-

قال نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان يجصص القبور وان يبنى عليه وان يقعد عليه (رواه مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر پر چونا گچ کرنے اور اس پر بنا کرنے اور اس پر بیٹھنے سے ممانعت فرمائی ۔

لیکن شارحین نے اس حدیث کے مختلف معنی بیان فرمائے ہیں بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ خیمہ ہے جس کو زمانۂ جاہلیت کے کفار اپنے مُردوں کی قبروں پر نصب کرتے تھے ۔ قاضی خاں میں ہے :-

قالوا اراد بالبناء السفط الذى يجعل على القبر فى ديارنا انتهى ما فيه وبكذا فى البحر ۔

علماء نے فرمایا کہ حدیث میں بنا سے مراد وہ خیمہ ہے جو ہمارے ملک میں قبروں پر نصب کیا جاتا ہے ۔

وقال التوربشتى (كره البناء) لانه من صنيع اهل الجاهلية اى كانوا يظللون على الميت الى سنة ۔ انتهى ما فى المرقات ۔

علامہ توربشتی نے فرمایا کہ قبر پر بنا اس لیے مکروہ ہے کہ وہ مشرکین کے افعال سے ہے یعنی اُن کا طریقہ تھا کہ وہ ایک سال تک مردہ پر سایہ کرتے تھے ۔

بعض نے فرمایا کہ عین قبر پر مقدار شرعی سے زیادہ کرنا مراد ہے تو گویا کہ انہوں نے اس بناء کو قبر مشرف پر محمول کیا ہے جس کا اہل کتاب میں دستور تھا ۔ درمختار میں اور اس کے حاشیہ ردالمختار میں ہے :-

ويهال التراب عليه وتكره الزيادة عليه لانه بمنزلة

اور قبر پر مٹی ڈالی جائے اور جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس پر زیادتی کرنا مکروہ

البناء لما صح عن جابر قال نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان يجصص القبر وان يبنى عليه ۔ انتهى ۔

ہے اس لیے کہ وہ بھی بمنزلۂ بناء کے ہے اور یہ کراہت بوجہ اُس حدیث کے ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحت کو پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر کو چونہ گچ کرنے اور اس پر بناء کرنے سے ممانعت فرمائی ہے :

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا :-

ويسنم ندبا وفى الظهيرية وجوبا قدر شبر وهو مقتضى النهى المذكور ويؤيده ما فى البدائع من التعليل بانه من صنيع اهل الكتاب والتشبه بهم فيما منه بد مكروه اه لكن فى النهر ان الاول اولى قلت ولعل وجهه شبهة الاختلاف ۔ انتهى ۔

اور قبر کو کوہان شتر کی صورت میں بقدر ایک بالشت اونچی کی جاوے از راہ استحباب اور ظہیریہ میں کہا کہ اس قدر اونچی بنائی جاوے (شامی نے کہا کہ) نہی مذکور یعنی حدیث جابر کا اقتضا بھی وجوب ہے اور اس کی تائید اس تعلیل سے ہوتی ہے جو بدائع میں مذکور ہے کہ قبر کا اونچا کرنا اہل کتاب کے افعال سے ہے اور اہل کتاب سے اُن امور میں تشبہ کرنا جن میں ناچاری نہیں مکروہ ہے (بدائع کی عبارت ختم ہوئی) لیکن نہر الفائق میں کہا کہ قول اول یعنی یہ قول کہ قبر کا بقدر ایک بالشت کے اونچا کرنا مستحب ہے) اولیٰ ہے میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ شاید اختلاف کی وجہ سے شبہ کا واقع ہو جانا ہے ۔

حاشیہ ابو داؤد میں ہے :-

مُشرِفًا بكسر الراء من اشرف اذا ارتفع وهو الذى بنى

مشرفاً بکسر حرف رے ، اشرف سے مشتق ہے جو بمعنی ارتفع (بلند ہوا)

عليه حتى ارتفع۔ انتہی

اور مشرف وہ قبر ہے جس پر بناء کی جائے یہاں تک کہ اونچی ہو جائے ؛

اور بعد امعان نظر یہی احتمال اوجہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث پاک میں نفس قبر ہی کے متعلق احکام بیان فرمائے گئے ہیں کہ قبر پر چونہ گچی نہ کی جائے اور یہ زینت ہے اور قبر محل زینت نہیں اس پر اینٹ پتھر سے چنائی کر کے اونچا نہ کیا جائے کہ یہ بے فائدہ ہے دوسرے یہ اہل کتاب کا بھی طریقہ ہے اور بے ضرورت اُن کا طریقہ اختیار کرنا مکروہ ہے، اس پر بیٹھا نہ جائے کہ ان میں صاحب قبر کی اہانت ہے اور اس کو ایذا دینا ہے بعض نے فرمایا کہ یہ حدیث ان دونوں معنی کا احتمال رکھتی ہے۔

قال التوربشتي يحتمل وجهين احدها البناء على القبر بالحجارة وما يجري مجراها والاخران يضرب عليها خباء ونحوه۔ انتہی

توربشتی نے کہا ہے کہ نہی کی حدیث میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ قبر کے اوپر پتھر اور پتھر کے مثل (اینٹ و مٹی وغیرہ) سے بنا کرنا، دوسرے یہ کہ خیمہ اور خیمہ کے مثل دوسری چیز نصب کرنا ؛

بعض نے اس کے ساتھ بنائے حجرہ کا احتمال بھی شامل فرمایا۔

مجمع البحار میں ہے :-

نهى ان يجصص وان يكتب عليها وان يبني عليها تجصيص القبور مكروه وكذا البناء وهو ان يبني عليها بحجارة ونحوه وان يضرب عليها خيمة او يبني عليها بيت۔ انتہی

آنحضرت نے قبر پر گچ کرنے اور لکھنے اور بنا کرنے سے منع فرمایا، قبروں پر گچ کرنا مکروہ ہے نیز بنا کرنا بھی مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ نفس قبر پر پتھر اور پتھر کے مثل دوسری چیز سے بنا کی جائے اور اس پر خیمہ نصب

کیا جائے یا قبر پر گھر بنایا جائے ؛

پھر اس کے ساتھ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے شاید قبر پر مکان مسکونہ بنانے کی ممانعت مراد ہو کہ اس میں اہانت صاحب قبر کے علاوہ اُس کے حق کا تلف کرنا بھی ہے۔ چنانچہ فقہائے کرام نے جہاں قبور کے اوپر مکان مسکونہ کی بناء کو مکروہ فرمایا ہے وہاں اسی دلیل سے استدلال فرمایا ہے غرض کہ جب اس حدیث پاک کے معنی میں اس قدر احتمالات موجود ہیں تو یہ بات بھی صاف ہو گئی کہ یہ حدیث پاک قطعی الدلالۃ بھی نہیں اب جب یہ معلوم ہو چکا کہ یہ حدیث نہ قطعی الثبوت ہے نہ قطعی الدلالت تو اس سے حرمت تو درکنار کراہت تحریمی بھی ثابت نہیں ہوتی بعض الناس فی دفع الوسواس میں ہے :-

ثم الادله اربعة انواع اولها قطعي الثبوت والدلالة كالنصوص المتواترة المحكمة وثانيها قطعي الثبوت ظني الدلالة كالايات المؤولة وثالثها ظني الثبوت قطعي الدلالة كالاخبار التي مفهومها قطعي ورابعها ظني الثبوت والدلالة كالاخبار التي مفهومها ظني فبالاول يثبت الفرض والحرام وبالثاني والثالث يثبت الوجوب وكراهة التحريم وبالرابع يثبت السنة والاستحباب وكراهة التنزيهي ليكون ثبوت

دلیل کی چار قسمیں ہیں اول وہ دلیل جس کا ثبوت اور دلالت قطعی ہو مثلاً نصوص متواتر محکمہ دوم وہ دلیل جس کا ثبوت قطعی اور دلالت ظنی ہو مثلاً تاویل کردہ آیتیں، سوم وہ دلیل جس کا ثبوت ظنی اور دلالت قطعی ہو مثلاً وہ حدیثیں جن کے مفہوم قطعی ہیں، چہارم وہ دلیل جس کا ثبوت ظنی اور دلالت بھی ظنی ہو مثلاً وہ احادیث جن کے مفہوم ظنی ہیں، پہلی حدیث سے فرض و حرام، دوسری و تیسری دلیل سے وجوب و کراہت تحریمی اور چوتھی حدیث سے سنت و استحباب اور کراہت تنزیہی ثابت ہوتی ہے تاکہ

الحکم بقدر دلیلہ ۔ انتہی

حکم کا ثبوت دلیل کے موافق ہو ؛

غرض کہ ثابت ہو گیا کہ اس حدیث پاک سے حرمت یا کراہت تحریمی بناء علی القبور کی ثابت نہیں ہوتی اب یہاں یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ جب حدیث سے اس میں کراہت تحریمی ثابت نہیں ہوتی تو پھر ہمارے بعض فقہاء اس پر حرمت یا کراہت تحریمی کا کیوں حکم فرماتے ہیں یہاں تک کہ بعض علماء امامنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس میں کراہت کی روایت پیش کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو امام صاحب سے جو روایت آئی ہے اُس کا حال معلوم نہیں کہ اُس کا ماخذ کونسی کتاب ہے اور وہ کتاب کتب ظاہر الروایت سے ہے یا غیر ظاہر الروایت سے پھر وہ الفاظ کیا ہیں جو حضرت امام صاحب سے روایت کیے گئے پس جب تک ان تمام امور کا علم نہ ہو اس کی صحت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا پھر اگر اس کی صحت تسلیم بھی کر لی جاوے تو اس میں بھی وہ تمام احتمالات نکلتے ہیں جو حدیث پاک کی شرح میں گزرے بلکہ بعض فقہاء کے کلام سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد اس بناء سے وہی بناء مراد ہے جو نفس قبر پر کی جائے نہ وہ جو قبر کے گرداگرد ہو اور یہ بات ہر اُس شخص پر جو عبارات فقہائے کے سیاق پر غور کرے گا پوشیدہ نہ رہے گی۔ غرض قبور پر ہر بناء (کہ خواہ نفس قبر پر ہو یا اس کے اردگرد اور خواہ تفاخر و مباحات کے لیے ہو یا کسی غرض صحیح کے لیے اور خواہ مسقف ہو یا غیر مسقف اور خواہ سکونت کے لیے ہو یا زائرین کے آرام پہنچانے کے لیے اور خواہ مقام قبر کے گھیرنے کی غرض سے ہو یا کسی اور مصلحت کے لیے) بہر حال ممنوع نہیں، نہ اس طرح کی ممانعت حدیث پاک کا منشاء ہے نہ فقہائے کرام کا مسلک، پھر غرض صحیح کے لیے مسقف عمارت کی بناء کی تو خود قرآن کریم کی نص سے اصحاب کہف کی خواب گاہوں پر ثابت ہے لقولہ تعالیٰ :-

قال الذین غلبوا علیٰ امرھم

بیدروس مسلم بادشاہ اور اُس کے

لنتخذن علیہم مسجدا و قال فی الجلالین فی تفسیر ھٰذہ الآیۃ ای یصلی فیہ وفعل ذالک علیٰ باب الکھف انتھی وقال فی المدارک یصلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانھم۔

مسلمان مصاحبوں نے (جو غلبہ پائے ہوئے تھے) کہا کہ ہم ضرور بالضرور ان (کی خواب گاہوں) پر مسجد بنائیں گے۔ جلالین میں کہا تاکہ اُس میں نماز پڑھی جائے (پس وہ اپنے ارادے میں غالب آئے) اور کہف پر مسجد بنائی گئی اور مدارک میں فرمایا کہ یہ مسجد نماز پڑھنے اور اصحاب کہف کے مبارک مکان سے برکت حاصل کرنے کے لیے بنائی ؛

پس ثابت ہو گیا کہ قبور پر مطلق بنا مباح الاصل ہے، حدیث پاک اور ائمہ کرام کے کلام میں اگر اس کی ممانعت ہے تو کسی عارضی قبح اور خارجی علت کی وجہ سے ہے۔ شراح عظام و فقہائے کرام نے جب اس میں غور فرمایا تو چند علتیں پائیں لہذا انہوں نے اُن ہی علتوں پر اس کے حکم کا مدار رکھا۔ اگر ایسی علت پائی جو تحریم کو مقتضی تھی تو ایسی صورت میں اُس بناء کو حرام فرمایا اور اگر ایسی علت پائی جو کراہت کو چاہتی تھی تو اس صورت میں مکروہ فرمایا لیکن جب ان علتوں میں سے کوئی علت نہ پائی تو ایسی حالت میں مباح فرمایا لانہ لا قبح فی ذاتہ (کیونکہ ذات میں کوئی قبح نہیں ہے) اُن علتوں میں سے جو حرمت یا کراہت کی مقتضی ہیں شراح حدیث نے اور اُن فقہاء نے (جو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی مراد بیان کرنے والے ہیں) ایک یہ علت بیان فرمائی کہ اس میں تفاخر ہے اور تفاخر حرام ہے نیز ان میں زینت بھی ہے اور میت کو زینت کی کیا حاجت پس اس میں سراسر تضیع مال ہے۔ شارح مسلم الکمال میں فرماتے ہیں :-

اما البناء علی القبور بالرخام ونحوہ للمباھاۃ والزینۃ فقال

قبروں پر سنگ رخام اور اسی کی مثل دیگر پتھروں سے فخر اور زینت کے لیے

بن بشیر لیست القبور موضع زینة ولا مباهاة والبناء علیها بشئ من ذلك حرام وان كان لحوز الموضع وتمییزه فجائز انتهی

بناء کرنے کے متعلق ابن بشیر نے کہا کہ قبریں زیبائش اور فخر کے مقام نہیں ہیں، لہٰذا اس قسم کی چیزوں سے ان پر بنا کرنا حرام ہے، لیکن اگر قبر کی جگہ کو گھیرنے اور ممتاز کرنے کے لیے بنا ہو تو جائز ہے ؛

اور علامہ حسن شرنبلالی نے فرمایا :

یحرم البناء علیه المزینة انتهی وفی الاُمّ قال الشافعی واحب ان لا یبنی ولا یجصص فان ذلك یشبه الزینة والخیلاء ولیس الموت موضع واحد منهما انتهی مافیه.

زینت کے واسطے قبر پر بناء کرنا حرام ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اُم" میں فرماتے ہیں، میں قبر پر بنا اور گچ کرنے کو پسند نہیں کرتا کیونکہ یہ زینت یعنی تفاخر اور غرور کے مشابہ ہے اور موت زینت کا مقام نہیں ہے ؛

دوسری علت یہ بیان فرمائی کہ یہ مشرکین کی عادت سے تھا کہ وہ اپنے مُردوں کی قبروں پر ایک سال تک خیمہ نصب کرتے تھے تاکہ قبر پر سایہ رہے. پس چونکہ اس سایہ سے مُردہ کو کچھ فائدہ نہ تھا محض کفار کی تقلید تھی لہٰذا ممانعت فرمادی گئی ؛

ثم قال التوربشتی ولانه من صنیع اهل الجاهلیة ای کانوا یظللون علی المیت الی سنة. انتهی مافی المرقات.

توربشتی کا قول ہے کہ قبر پر خیمہ نصب کرنا زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا فعل ہے وہ لوگ ایک سال تک مُردہ پر سایہ کرتے تھے ؛

تیسری علت یہ بیان فرمائی کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں. ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں :-

قال التوربشتی یحتمل وجهین احدهما البناء علی القبر بالحجارة وما یجری مجراها والاٰخران یضرب علیها خباء ونحوه وکلاهما منهی لعدم الفائدة فیه. انتهی

توربشتی نے کہا کہ نہی کی حدیث میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ قبر کے اوپر پتھر اور اس کے مانند سے بناء کرنا دوسرے یہ کہ خیمہ اور خیمہ کے مثل دوسری چیز نصب کرنا اور دونوں باتیں بے فائدہ ہونے کی وجہ سے منع ہیں ؛

پس معلوم ہوا کہ ان علتوں کے وجود کے وقت قبر پر بناء یا حرام ہوگی یا مکروہ پھر کراہت میں بھی علماء کا اختلاف ہے اور جمہور علماء اس پر ہیں کہ بنا میں کراہت تنزیہی ہے :-

قال فی سُبُل السلام وذهب الجمهور الی ان النهی فی البناء والتجصیص للتنزیه والقعود للتحریم. انتهی

"سُبُل السلام" میں ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ قبر پر بناء کرنے اور گچ کرنے کی نہی تنزیہی ہے اور قبر پر بیٹھنے کی نہی تحریمی ہے ؛

لیکن جبھی کہ جب اپنی ملک میں کوئی بناء کرے ورنہ اگر ایسے قبرستان میں بناء کرے گا جس سے عامہ مومنین کا حق متعلق ہے تب بھی یہ بناء حرام ہوگی -

مرقات میں ہے :-

والنهی فی البناء للکراهة ان کان فی ملکه وللحرمة فی المُسَبّلة. انتهی

اگر بنا ملک بانی میں ہے تو بناء کی نہی کراہت کیلئے ہے. اگر بنا مسبلہ یعنی موقوفہ قبرستان میں ہے تو تحریم کیلئے ہے ؛

الحاصل مذکورہ صورتوں میں تو قبر پر بناء حرام یا مکروہ ہے لیکن مذکورہ علتیں اگر نہ پائی جائیں اور کوئی شخص اپنی ملک میں کسی فائدہ کی غرض سے قبر پر بناء کرے تو بلا کراہت جائز ہوگا چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علت عدم فائدہ علامہ توربشتی سے نقل کرنے کے بعد اُس پر تصریح فرمائی :-

حیث قال قلت فیستفا منہ اذا کانت الخیمۃ لفائدۃ مثل ان یقعد القراء تحتھا فلا تکون منھیۃ۔ انتھی

تورپشتی نے کہا کہ قبر پر بناء کرنا بے فائدہ ہے، اس قول سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ خیمہ کا نصب کرنا کسی فائدہ کے لیے ہو مثلاً یہ کہ خیمہ کے نیچے قاری بیٹھ کر ختم قرآن کریں یہ ممنوع نہیں ؛

صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی اسی پر عمل رہا کہ جب کوئی فائدہ دیکھا تو خود قبر پر خیمہ نصب فرمایا اور جس وقت اس میں کوئی فائدہ نظر نہ آیا منع فرمایا بلکہ خود ایسے خیمہ کو علیحدہ کرا دیا چنانچہ بخاری میں ہے :۔

ولما مات الحسن بن علی ضربت امرأتہ القبۃ علی قبرہ وقال العینی وضرب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی قبر زینب بنت جحش وضربت عائشۃ علی قبر اخیھا فنزعہ ابن عمر وضربہ محمد بن الحنیفۃ علی قبر ابن عباس۔

جب حضرت حسن کی وفات ہوئی آپ کی بیوی نے آپ کی قبر پر خیمہ بشکل قبہ نصب کیا، اور عینی نے کہا کہ حضرت عمر نے زینب بنت جحش کی قبر پر نصب کیا اور حضرت عائشہ نے اپنے بھائی کی قبر پر خیمہ نصب کیا جس کو ابن عمر نے رجب ضرورت نہ دیکھی تو کھلوا دیا، محمد بن حنفیہ نے حضرت ابن عباس کی قبر پر خیمہ نصب کیا ؛

شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی جذب القلوب میں فرماتے ہیں :۔

در خبر است کہ چوں عقیل بن ابی طالب چاہے در دار خود حفر کرد ازاں جا سنگے بر آمد کہ در وے نوشتہ اند قبرم جبیبہ بنت صخر بن حرب عقیل آں چاہ را بانباشت و عمارتے بالائے قبر بناء کردہ بہبود ی گو ید روایات ہمہ ناظر اند و راں کہ قبور ازواجات المومنین در ہمیں جا باشد کہ الآن زیارت ایشاں می کنند۔ انتہی

الغرض بنائے فوق القبر کی ممانعت جبھی ہے کہ جب بغرض نیت صالح نہ ہو یا قبرستان موقوفہ میں ہو کہ جس سے لوگوں پر تنگی ہو پس اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو پھر بلا کراہت جائز ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ صلحائے اُمّت خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام کے مزاراتِ مقدسہ پر جو قبے بنے ہوتے ہیں ان میں کوئی غرض صالح پائی جاتی ہے یا نہیں یا ان کے بانیوں کی غرض اس سے محض تفاخر ہی تھا پس جب ہم اس میں غرض صالح موجود پاتے ہیں تو یہ ہرگز نہیں گمان کر سکتے کہ تفاخراً ان کی بناء ہوئی کہ ظنوا المومنین خیرا۔ اور غرض صالح یہاں یہ ہے کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اصحاب باطن یہاں حاضر ہو کر فیض یاب ہوں اور یہ دونوں باتیں اہل سنت کے نزدیک جائز ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں :

"از اولیائے مدفونین انتفاع جاری است"

اور نواب قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مظاہر الحق میں فرماتے ہیں :۔

"تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے ہے وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ ان کے لیے برزخ میں تصرفات و برکات بے شمار ہیں" انتہی

در المختار میں امام غزالی سے ہے :۔

انھم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالیٰ ونفع الزائرین بحسب معارفھم واسرارھم۔ انتھی۔

اولیاء اللہ قرب باری تعالیٰ اور اپنے زیارت کرنیوالوں کو نفع پہنچانے میں اپنی معرفت اور رموز کے لحاظ سے متفاوت درجہ رکھتے ہیں ؛

دوسری غرض عوام کی نظروں میں صاحب قبر کی عظمت ڈالنا ہے تاکہ لوگ صاحب قبر کے مرتبے کے موافق اس مقام کے آداب کا لحاظ رکھیں اور اس کی اہانت سے باز رہیں کہ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ میت مسلم کی حرمت و عزت کا اسی قدر لحاظ رکھا جائے گا جیسا کہ اس کی زندگی میں رکھا جاتا تھا چنانچہ حضرت عائشہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :۔

کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھم فواللہ مادخلتہ الا وانا شدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر۔

میں اس مکان میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد امہات رونق افروز تھے۔ جاتی تھی اور چادر، دوپٹہ جسم پر نہ ہوتا اور میں یہ کہتی کہ ایک میرے شوہر ہیں اور دوسرے میرے باپ ہیں جب حضرت عمر اس مقام میں دفن کیے گئے تو بخدا جب میں وہاں آتی تو کپڑوں میں لپٹی ہوتی حضرت عمر کا لحاظ کرنے کی وجہ سے ؛

اس حدیث کے تحت میں نواب قطب الدین خاں صاحب فرماتے ہیں کہ :۔

اس میں دلیل ہے اس پر کہ لحاظ میت کا کرے وقت زیارت کے مانند لحاظ اس کے کہ حالت حیات اس کی میں۔ انتہی بلفظہ

علامہ ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں :۔

الاتفاق علی ان حرمۃ المسلم میتا کحرمتہ حیًا۔ انتھی

تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ مسلم میت کی عزت اور اس کا احترام زندگی کی حالت کے عزت و احترام کیطرح کرنا چاہیے

پس ثابت ہو گیا کہ اہل اللہ کے مزارات مقدسہ پر بے فائدہ عمارات نہیں بنائی گئیں، یہی وجہ ہے کہ علماء نے بناء علی القبر کی کراہت پر بحث کرنے کے بعد انبیاء وصالحین کے مزارات مقدسہ کو اس حکم سے مستثنیٰ فرمادیا اور صاف فرما دیا کہ ان کے مزارات پر مکان کی بناء جائز ہے کہ یہاں بے فائدہ نہیں ہے،

تنویر الابصار میں ہے :۔

ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وھو المختار۔

قبر پر کہگل نہ کی جائے اور نہ اس پر بناء بلند بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ

وقال فی الرد المحتار فی الاحکام عن الجامع الفتاوی وقیل لا یکرہ اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات قلت لکن ھذا فی غیر المقابر المسبلۃ کما لا یخفی انتھی ما فیہ۔

بناء بلند بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ مختار مذہب ہے اور احکام میں جامع الفتاویٰ سے منقول ہے کہا گیا ہے کہ بناء قبر پر مکروہ نہیں ہے جب میت مشائخ اور علماء و سادات میں سے ہو میں کہتا ہوں کہ غیر مکروہ جب ہے کہ جب مقابر غیر مسبلہ میں ہو اور یہ بات ظاہر ہے ؛

(تنبیہ) یہاں سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ شامی کے اس قول (اما ابنیاء فلم ار من اختار جوازہ) کا مطلب یہی ہے کہ مطلق بناء کو جائز بتلانا صحیح نہیں جیسا کہ صاحب تنویر کے ظاہر کلام کا مفہوم ہے کیونکہ موقوفہ زمین میں بناء کے جواز کا کوئی قائل نہیں۔

اور بحر میں تفسیر روح البیان سے نقل فرمایا :۔

قال الشیخ عبد الغنی النابلسی فی کشف النور عن اصحاب القبور ما خلاصتہ ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمی سنۃ فبناء القباب علی قبور الاولیاء والعلماء والصلحاء امر جائز انتھی وقال العلامۃ الباجوری فی حاشیتہ نعم استثناھا بعضھم للانبیاء والشھداء والصالحین ونحوھم۔ انتھی

کتاب "کشف النور عن اصحاب القبور" میں شیخ عبد الغنی نابلسی نے کہا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ بدعت حسنہ جو مقصود شرع کے موافق ہو وہ سنت کہی جاتی ہے لہذا اولیاء علماء اور صلحاء کی قبروں پر قبوں کا بنانا جائز ہے اور علامہ باجوری نے شرح ابن قاسم پر اپنے حاشیہ میں کہا، ہاں بعضوں نے انبیاء شہداء صلحاء اور ان کے امثال کی قبروں پر قبوں کے بنانے کو حدیث النہی سے مستثنیٰ کر لیا ہے ؛

اور مجمع البحار میں ہے :۔

وقد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء والاولیاء والعلماء لیزور الناس ویستریحون فیه انتہی

بلاشک سلف صالحین نے فضلاء و اولیاء علما کی قبروں پر بنا کرنے کو مباح رکھا ہے تاکہ لوگ زیارت کرنے آئیں ۔

اسی طرح مرقات شریف میں ملا علی قاری علامہ تورپشتی سے نقل فرماتے ہیں :۔

وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشہورین لیزورهم الناس ویستریحوا بالجلوس فیه. انتہی

اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں :۔

در آخر زمان بجہت اقتصار نظر عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشائخ وعظماء دیدہ چیزہا افزودند تا آن جا ہیبت و شوکت اہل اسلام و ارباب صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہندوستان کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند و ترویج و اعلائے شان این مقامات باعث رعب و انقیاد ایشان است و بسا اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ در آخر زمان از مستحبات گشتہ. انتہی

الحاصل جن احادیث و روایات میں مطلق بناء کی ممانعت وارد ہے وہاں وہی بناء مراد ہے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو محض تفاخر کی راہ سے بنائی گئی ہو جیسا کہ پچھلے زمانے کے سلاطین میں ان کا رواج تھا اور اس وقت بھی بعض لوگ عوام کی قبور پر عمارتیں بناتے ہیں، پس چونکہ ان میں وہ فائدہ نظر نہیں آتا جو اہل اللہ کے مزارات سے متصور ہے لہٰذا ان کو ممانعت کی جائے

گی مطلقاً ہرگز نہ کی جائے گی اور مطلقاً ممانعت کی بھی کیسے جا سکتی ہے کہ جب خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر حجرہ شریف رکھا گیا اور پھر حضرت عمر اور ان کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس پر بناء کی اور اُن کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پُرانے حجرہ شریف کو منہدم کرا کر از سر نو اُس کی تعمیر کی اور کسی نے اُس پر انکار بھی نہ کیا تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ مطلقاً ہر شخص کی قبر پر بناء ممنوع و حرام ہے اگر ایسا ہوتا تو صحابہ سے اس کا ارتکاب کیونکر ہو سکتا :۔

قال عمرو بن دینار و عبید الله بن ابی یزید لم یکن علی عهد النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی بیت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حائط فکان اوّل من بنی علیه جدارا عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه قال عبید الله کان جدارا قصیراً ثم بناه عبد الله بن زبیر وزاد فیه وعن رجاء بن حیوة قال کتب الولید بن عبد الملك الی عمر بن عبد العزیز وکان قد اشتری حجر ازواج النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان هدمها ووسّع بها المسجد فقعد عمر فی ناحیة ثم امر

عمرو بن دینار اور عبداللہ بن ابی یزید نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حجرہ نبویہ پر دیوار نہ تھی اوّلاً حضرت عمر نے (خشت خام سے) دیوار بنائی (عبیداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر کی بنائی ہوئی دیوار چھوٹی تھی پھر حضرت عبداللہ بن زبیر نے دیوار بنائی اور سابق دیوار میں اضافہ کیا۔ رجا بن حیوۃ سے منقول ہے کہ ولید بن عبدالملک (خلیفہ اموی) نے عمر بن عبدالعزیز (عامل مدینہ طیبہ) کو جو ازواج مطہرات کے حجروں کو خرید چکے تھے، لکھا کہ حجروں کو شہید کر کے مسجد کی توسیع کر دو، عمر بن عبدالعزیز ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور حجروں کے گرانے کا حکم دیا میں نے کسی رونے والے

بعد مهافما رأيت باكيا اكثر من يومئذ ثم بناه كما اراد فلما ان بنى البيت على القبر وهدم البيت الاول ظهرت القبور الثلاثة اهـ (عيني)

کو اس زور سے زیادہ روتا ہوا نہیں دیکھا پھر جس طرح چاہا مسجد کو تعمیر کیا جب سابق مکان کو گرا کر قبر شریف پر نئی تعمیر شروع کی تو تینوں قبریں ظاہر ہو گئیں ؛

اور شاہ عبدالحق صاحب رحمہ اللہ محدث دہلوی جذب القلوب میں فرماتے ہیں :-

اما حجرہ منیفہ کہ حاوی قبور شریفہ است در اول حجرہ بود داخل بیت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از جریدِ نخل بر طبق سائر حجرات مصطفویہ و بعد ازاں کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ در مسجد زیارت کرد حجرہ را از خشت خام بنا کرد و تا زمان حدوث عمارت ولید ابن حجرہ ظاہر بود عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحکم ولید بن عبد الملک آں را ہدم کرد و بچی رہ منقوشہ برآورد و بر ظاہر آن خطیرہ دیگر بناء کرد و در سنہ ثمان و ستبعین و ستماۃ در دولت قلاوون صالحی قبہ خضرا کہ بالائے خطیرہ شریفہ است بلند تر از سقف مسجد سطر زیکہ الآن موجود است با شباک نحاس بناء فرمودند انتہی ملتقطا۔

غرضیکہ ثابت ہو گیا کہ محبوبانِ الٰہی کے مزارات پر کسی قسم کی عمارت بنانا صرف اس لیے کہ زائرین اس کے سایہ سے فائدہ حاصل کریں مکروہ نہیں، یہی سبب ہے کہ ایک زمانے سے اہلِ اسلام کا عمل شرقاً و غرباً اس پر ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزاراتِ مقدسہ پر عمارات رفیعہ بناء کرتے رہتے ہیں تاکہ مسلمان اُن کی زیارت کرنے والے آرام پائیں، شارح مسلم کمال میں فرماتے ہیں؛

ولما صحح الحاكم في مستدركه احاديث النهي عن البناء والكتب قال وليس عليهما

حاکم نے مستدرک میں قبروں پر بناء کرنے اور لکھنے کی حدیثوں کی تصحیح کی تو یہ کہا کہ ان دونوں نہیوں پر عمل نہیں ہے ـــ

العمل . انتهى

(مطلب یہ ہے کہ احادیث نہی صحیح ہیں بصحت اثری اور صحیح نہیں ہیں بصحت عملی کہ متروک العمل ہیں)

پھر فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں اور اس عمل میں تو تعارض ہی نہیں ہے :-

حيث قال لا يعارض تلك الاحاديث لامكان الجمع بان يحمل مافي الاحاديث على البناء المشرف كما كانت الجاهلية تفعل انتهى

چنانچہ کہا کہ عمل سلف صالحین نہی کی حدیثوں کے معارض و مخالف نہیں ہے کیونکہ دونوں میں تطبیق ممکن ہے صورت یہ ہے کہ بناء جو احادیث میں مذکور ہے اس کو بناء مشرف (بلند) پر محمول کیا جائے جیسا کہ عصر اپنے زمانہ میں کرتے تھے ؛

بحر الرائق میں ہے :-

ولا يرفع عليه بناء قالوا اراد به السفط الذي يجعل في ديارنا على القبر وقال في الفتاوى اليوم اعتادوا السفط ولا باس بالتطيين انتهى ما فيه .

قبر پر اونچی بناء نہ بنائی جائے علماء نے کہا کہ اونچی بناء سے مراد سفط ہے جو ہمارے ملک میں قبر پر رکھا جاتا ہے اور فتاویٰ میں کہا کہ اس زمانہ میں سفط بنانا مروج ہو گیا ہے اور قبر پر کہگل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ؛

اگر حدیث مسلم پر تنقیدی نظر ڈالی جاوے تو اس میں بھی بہت کچھ گنجائش ہے کہ اس کے بعض رواۃ میں علماء نے کلام فرمایا ہے لیکن میں اس پر بحث نہیں کرتا ورنہ اس کا یہ مطلب ہوگا کہ میں اس زمانے کے علماء کے لیے حدیث سے استدلال کرنا تو جائز جانتا ہوں اگر کلام ہے تو صرف اس میں کہ یہ حدیث حجت ہو سکتی ہے یا نہیں حالانکہ حدیث سے استدلال کرنا مجتہد ہی کا کام ہے غیر مجتہد تو بسا اوقات ضلالت کی دلدل میں پہنچاتا ہے امام اجل سفین بن عیینہ امام شافعی و امام احمد کے اُستاد اور امام بخاری و امام مسلم کے اُستاد الاستاد ارشاد فرماتے ہیں کہ الحدیث مضلۃ الا للفقہاء حدیث سخت گمراہی کا باعث ہے مگر مجتہدین کو علامہ ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں :-

يريد ان غيرهم قد يحمل الشئ على ظاهره وله تاويل من حديث غيره او دليل يخفى عليه او متروك اوجب تركه غير شئ مما لا يقوم به الا من استبحر وتفقه. انتهى

حضرت سفین کی مراد یہ ہے کہ غیر مجتہد کبھی کسی حدیث کے ظاہری معنی مراد لے لیتا ہے حالانکہ دوسری حدیثیں یا کوئی دلیل جو اس پر مخفی ہے پتہ دیتی ہیں کہ یہاں معنی مخفی مراد ہیں نہ ظاہری یا وہ حدیث متروک العمل ہے جس کے ترک کے لیے متعدد وجوہ مقتضی ہیں جن پر وہی شخص اطلاع پا سکتا ہے جو عالم متبحر اور مجتہد ہو۔

پس غیر مجتہد تو اپنے مجتہد کے بتائے ہوئے معنی پر عمل کرے گا اور اگر اس میں بھی کوئی خفاء دیکھے گا تو فقہائے متقدمین کی تحقیق کی طرف رجوع لائے گا یا اُمت مرحومہ کا عمل دیکھے گا کہ کس پر ہے، جس پر عمل دیکھے گا اُس پر کاربند ہوگا۔ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں العمل اثبت من الاحادیث عمل علمائے ربانیین، حدیثوں سے زیادہ مستحکم ہے اس لیے کہ وہ ہم سے زیادہ اس میں نظر رکھنے والے ہیں اُن پر حدیث کے خلاف کرنے کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تک تو بنائے فوق القبر کی کراہت وعدم کراہت میں کلام تھا اب رہا یہ کہ ان کا انہدام کہاں تک جائز ہے تو اس میں اصلاً شک نہیں کہ اگر یہ متیقن ہو کہ یہ زمین موقوفہ عامہ میں بلا اجازت مستحقین بنایا گیا ہے تب اس کا انہدام جائز ہے ورنہ حرام ہے:-

لاضاعة المال ولاهانة صاحب القبر وكلاهما حرام قال الشافعي في كتاب الأُم فان كانت القبور في الارض يملكها الموتى في حياتهم او ورثتهم بعدهم

قبروں پر تعمیر ہو جانے کے بعد بوجہ نقصان مال و اہانت قبر ہدم ناجائز ہے کیونکہ مال کا ضائع کرنا اور صاحب قبر کی توہین کرنا حرام ہے۔ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ

لم يهدم شئ وانما يهدم ان هدم ما لا يملكه احد فهدمه لئلا يحجر على الناس موضع القبر فلا يدفن فيه احد فيضيق ذلك بالناس انتهى ما فيه وقال في الاكمال وافتى ابن رشد بوجوب هدم ما يبنى في مقابر المسلمين من السقائف والقبب والروضات والنقض لربه قال فان كان في ملك الرجل فحكمه حكم بناء الدُّور انتهى

اگر مُردوں کی قبریں اُن کی یا اُن کے ورثہ کی مملوکہ زمین میں ہیں تو اُن پر کی عمارت سے ہرگز کچھ نہ گرایا جائے گا ـــــــ اگر گرانا ہی ہے تو اُن ہی عمارات کو گرایا جائے گا جو موقوفہ زمین میں ہیں تاکہ لوگوں پر تنگی نہ واقع ہو۔ جو چھتیں اور قبے اور چمن مسلمانوں کے موقوف مقابر میں بنائے جائیں ان کے گرا دینے کے وجوب کا ابن رشد نے فتویٰ دیا اور ٹوٹ ان کی ان کے مالک کو دلائی اور کہا کہ اگر وہ عام قبرستان نہ ہو بلکہ اس شخص کی ملک ہو تو اس کا حکم گھروں کی تعمیر کے مانند ہے (یعنی وہ جائز ہیں پس ان کو نہ گرایا جائے گا)۔

لیکن صرف اس خیال سے کہ یہ زمین موقوفہ میں پائے جاتے ہیں اُن کو منہدم کرنے کی جرأت نہ کی جائے گی چنانچہ حاشیہ علامہ باجوری میں ہے:-

ولو وجد بناء في ارض مسبلة ولم يعلم اصله ترك لاحتمال ان يكون وضع بحق قبل تسبيلها. انتهى

اگر کوئی بناء مُسبلہ زمین میں ہو اور اس کی حقیقت نہ معلوم ہو کہ مملوکہ زمین میں ہے یا غیر مملوکہ زمین میں تو اس کو بحالہ چھوڑ دیا جائے کیونکہ احتمال ہے کہ بناء اپنے ملک میں فی سبیل اللہ کر دینے سے پہلے ہوئی ہو۔

پھر ایسے قبوں کے ہدم میں جو زمین موقوفہ میں نہیں ہیں علاوہ اضاعۂ مال کے بغیر حق شرع صاحب قبر کی سخت اہانت بھی ہے جو حرام ہے:-

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لان یجلس احدکم علی جمرة فتحرق ثیابه فتخلص الی جلده خیر له من ان یجلس علی قبر (رواه مسلم) وروی انه (علیه السلام) رأی رجلا متکئا علی قبر فقال لا تؤذ صاحب القبر قال الطیبی ونهی عن الجلوس علیه لما فیه من الاستخفاف بحق اخیه۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر پر بیٹھنے کے بہ نسبت بہتر ہے کہ تم میں سے کوئی آگ پر بیٹھے اور اس کے کپڑے جل کر آگ کا اثر جلد تک پہنچ جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو قبر سے تکیہ لگائے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ صاحب قبر کو تکلیف نہ دے طیبی کہتے ہیں کہ یہی مطلب قبر پر بیٹھنے سے منع کرنے کا ہے کیونکہ اس میں حق برادری کی توہین ہے ؛

علامہ اجل سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں :۔

معناه ان الارواح تعلم بترك اقامة الحرمة والاستهانة فتأذی بذالك۔ انتهی

مطلب یہ ہے کہ ارواح کو ان کے احترام نہ کئے جانے اور اہانت کیے جانے کا ادراک ہوتا ہے اور اس سے ان کو تکلیف ہوتی ہے ؛

علامہ اجل شیخ الہند حضرت شیخ عبدالحق محقق دہلوی قدس سرہ العزیز شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں :۔

شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش میدارد و راضی نیست بتکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن اہانت و استخفاف را بوے۔ انتہی

شامی میں ہے :۔

لان المیت یتأذی بما یتأذی به الحی انتهی

اس لیے کہ جو چیزیں زندہ کے لیے باعث تکلیف ہیں وہ مردہ کیلئے بھی باعث تکلیف ہیں

پس جب یہ بات ہے تو قبہ جات کے ہدم میں صاحب قبر جس قدر ایذا پائے گا وہ ظاہر ہے کہ ہر زندہ آدمی اس بات سے سخت تکلیف پاتا ہے کہ کوئی شخص اس کے ایسے مکان ڈھادے جو اس کے مہمانوں کے لیے بنایا گیا ہو۔ علاوہ بریں یہ عمارتیں اس پر وقف ہوتی ہیں کہ زائرین ان کے سایہ سے فائدہ اٹھائیں پس ان کا انہدام کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ اس میں تغیر بلکہ ابطال شرط واقف ہے :۔

وهو حرام کما صرح به الفقهاء حیث قالوا لا یجوز تغییر شرط الواقف۔

اور تغیر شرط واقف حرام ہے چنانچہ فقہاء نے اس کی تصریح فرمادی کہ وقف جن شرطوں پر ہے ان کا بدلنا جائز نہیں ہے ؛

یہی وجہ ہے کہ فقہا موقوفہ عمارت کے ہدم کرنے والے کو تعذیر کا حکم دیتے ہیں اور اس پر جبر کرتے ہیں کہ وہ اس مقام پر اسی جیسی عمارت بنائے جو اس نے منہدم کی ہے چنانچہ شامی میں ہے :۔

وفی اجارات فتاوی قاری الهدایة فیمن استاجر دارا وقفا فهدمها وجعلها طاحونا او فرنا اجاب بانه ینظر القاضی ان کان ما غیرها الیه انفع واکثر ریعا اخذ منه الاجرة والبقی ما عمره للوقف وهو متبرع والا الزمه هدمه واعادته الی الصفة الاولی بعد تعزیره بما یلیق بحاله انتهی

قاری ہدایہ کے فتاوی کی کتاب الاجارات میں ہے کہ ایسے شخص کے متعلق (جس نے موقوفہ مکان کرایہ پر لیا پھر اس کو توڑ کر آٹا پیسنے کا کارخانہ یا باورچی خانہ بنا لیا) جواب دیا کہ قاضی اس پر نظر کرے کہ جو کچھ اس نے بنایا ہے اگر وہ زیادہ فائدہ مند ہے تب تو اسی تعمیر کو وقف کے لیے باقی رکھے اور اس سے کرایہ لیتا رہے کہ یہ عمارت بنانے میں متبرع ہے (یعنی اس کی جانب سے یہ احسان ہے عمارت میں اس کا کوئی حق نہیں) اور اگر یہ پچھلی عمارت زیادہ مفید نہیں تو قاضی اس کو ایسی سزا دے جو اس کے حال کے لائق ہے اور حکم دے کہ وہ اس

عمارت کو تڑوا کر اُس ہی جیسی عمارت اپنے خرچ سے بنا دے جو اُس نے منہدم کی ہے۔

اگر ان عمارات کے ڈھانے کے لیے یہی حیلہ نکالا جاتا ہے کہ حضور نے ان کو ناپسند فرمایا ہے تو چاہیے کہ جس جس کی عمارت بلند اور پختہ دیکھی جائے بے دھڑک ڈھانی شروع کر دی جائے کہ حضور نے ایسی تمام عمارات کو ناپسند فرمایا ہے یہاں تک کہ بعض صحابہ سے کلام تک ترک فرما دیا اور جب تک اُنہوں نے اپنی اُس عمارت رفیعہ کو ڈھا نہ دیا اُن سے کلام نہ فرمایا چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا پورا قصہ ابو داؤد شریف میں مروی ہے جس کے آخر میں حضور کے یہ کلمات روایت کیے گئے کہ:- اما ان کل بناء وبال علی صاحبه الا ما لا یعنی ما لا بُد منه ۔ یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ ہر غیر ضروری عمارت اپنے مالک پر وبال ہے مگر وہی جس کے بغیر چارہ نہیں ۔ تو کیا کوئی ذی ہوش اس کا ارتکاب کرنے پر آمادہ ہے کہ جس کی عمارت بلند و پختہ دیکھے ڈھا دے ۔ دوسروں کی عمارتیں تو پیچھے ڈھائے گا پہلے اپنے ہی گھر سے بسم اللہ کرے اور اس سنت پر عمل کر کے سو شہیدوں کا ثواب حاصل کرے ۔ احادیث کے سمجھنے کے لیے فقاہت درکار ہے۔ حضور نے عمارات پختہ کو اس لیے ناپسند نہیں فرمایا کہ وہ ناجائز تھیں بلکہ اس لیے کہ اگر ابتدائے اسلام میں لوگوں کو آسائش کی جانب توجہ ہو گئی تو اسلام کی ترقی میں نقصان پہنچے گا۔

اگر ایسے قبہ جات کا ہدم ضروری ہی تھا تو کیا وجہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باوجود اپنے غلبہ و سطوت اور فتح کے باوجود شدت اتباع سنت کے بیت المقدس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ نبینا و علیہ السلام کے اور دیگر انبیائے کرام کے قبہ جات شریفہ کو شہید کرنے کو حکم نہ فرمایا چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ بشارات محمدیہ کے صفحہ ۹۹۸ پر فرماتے ہیں:-

"مولانا احمد بن حسن ترعی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب مصباح الظلام

میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ملک شام کو فتح کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر پر اور ان کے سوا اور انبیاء کی قبروں پر جو قبے تھے اُن کو ڈھانے کا حکم نہیں دیا۔ انتہی بلفظہ

قبہ جات کے ہدم کا وجوب ابو ہیاج اسدی کی حدیث سے ثابت کرنا نہایت بعید ہے اس کے اندر کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس مراد پر دلیل ہو سکے اس میں تو قبر مشرف یعنی اونچی قبر کے تسویہ کا امر ہے، مرقات شریف میں ہے:-

ولا قبرًا مشرفا هو الذی بنی علیه حتی ارتفع ۔

قبر مشرف اس قبر کو کہتے ہیں جس پر چنائی کی جائے یہاں تک کہ وہ مقدار شرعی سے اونچی ہو جائے۔

اور علماء نے اُس کو مشرکین کی قبروں پر محمول فرمایا ہے کہ یہ انہیں کی عادت تھی کہ وہ بطریق مباہات اونچی اونچی قبریں بناتے تھے۔

قال المحقق علی الاطلاق العلامة بن الهمام هٰذا الحدیث محمول علی ما کانوا یفعلونه من تعلیة القبور بالبنآء الحسن العالی ولیس مرادنا ذٰلك القدر (تسنیم القبر) بل قدر ما یبدو من الارض ویتمیز منها انتهی وقال فی الاکمال معنی التسویة ان لا یحلو بناؤها کما کانت قبور المشرکین بل تکون لاصقة بالارض ثم تسنم لیتمیزانه قبر و هو

محقق مطلق علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ یہ حدیث (یعنی حدیث نہی) اُس رسم پر محمول ہے جو عرب میں تھی یعنی اونچی خوبصورت بناؤں سے قبروں کو بلند کرنا اور کوہان نما قبر بنانے سے ہماری مراد قبر کو اتنا بلند بنانا نہیں ہے بلکہ اس مقدار میں اونچی کرنا کہ سطح زمین سے نمایاں اور ممتاز ہو جائے، اور شارح مسلم اکمال میں فرماتے ہیں تسویہ قبر کے یہ معنی ہیں کہ قبور کی بنائیں مشرکوں کی قبور کی مقدار اونچی نہ ہوں بلکہ

معنی قول الشافعی تسطح ولا تبنی ولا ترفع بل تکون علی وجه الارض نحوا من شبر انتہی مافیه وقال العینی والجواب عما رواه الترمذی ان المراد من المشرفة المذکورة فیه هی المبینة التی یطلب بها المباهاة. انتہی

بصورت کوہان شتر زمین کے قریب ہوں اور امام شافعی کے قول تسطح الخ کے معنی بھی یہی ہیں. عینی نے کہا کہ اس حدیث کا جواب جو امام ترمذی نے روایت کیا ہے یہ ہے کہ مراد قبور مشرفہ (بلند) سے جو حدیث مذکور میں ہے وہ بناء ہے جس سے فخر مطلوب ہو۔

پس اس حدیث پاک سے قبر پر حجرہ و قبہ وغیرہ کے انہدام کا حکم ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور نفس قبر کے انہدام کا حکم بھی ہے تو مشرکین یا یہود و نصاریٰ کی قبروں کا ہے نہ مسلمانوں کی کیونکہ یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ باوجود ممانعت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت تک صحابہ اونچی اونچی قبریں بنا کر حضور کا خلاف کرتے رہے اور خلفائے ثلاثہ نے اس کی ممانعت نہ فرمائی پھر اس حدیث پاک میں مورتوں کے مٹانے کا حکم فرمانا یہ دوسرا قرینہ ہے اس بات پر کہ یہاں انہیں کی قبور مراد ہیں کیونکہ انہیں کا دستور تھا کہ وہ اپنے بزرگوں کی قبروں پر مسجدیں بناتے تھے اور اس میں ان کی تصویریں رکھتے تھے ان کے اگلے لوگوں نے اس کام کو صرف اس غرض سے کیا تھا کہ ان بزرگوں سے انس پیدا کریں اور ان کے افعال صالحہ کو یاد کریں پھر جس طرح انہوں نے ان افعال حسنہ میں کوشش کی تھی یہ بھی کوشش کریں لیکن شیطان نے ان کے بعد کے لوگوں کے دلوں میں ڈالا کہ تمہارے اگلے لوگ ان کو پوجتے تھے لہٰذا حضور نے حکم فرمایا کہ نہ اونچی قبر چھوڑو نہ تصویر اور نہ یہود و نصاریٰ کی طرح تم قبروں کی جانب سجدہ کرو۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:-

قالت لما اشتکی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم ذکر بعض نسائه کنیسة رأتها بارض الحبشة یقال لها ماریة وکانت ام سلمة وام حبیبة اتتا ارض الحبشة فذکرتا من حسنها وتصاویر فیها فرفع رأسه فقال اولئك اذا مات منهم الرجل الصالح بنوا علی قبره مسجدا ثم صوروا فیه تلك صورا ولئك شرار الخلق عند الله رواه البخاری. قال القرطبی انما صوروا اوائلهم الصور لیتأنسوا بها ویتذکروا افعالهم الصالحة فیجتهد کاجتهادهم ویعبدون الله عند قبورهم ثم خلفهم قوم جهلوا مرادهم ووسوس الشیطان ان اسلافکم کانوا یعبدون هذه الصور ویعظمونها فحذر النبی صلی الله تعالی علیه وسلم عن مثل ذالك سدا للذریعة المؤدیة الی

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو بعض ازواج نے کنیسہ (گرجا) کا تذکرہ کیا جس کو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اور اس کا نام ماریہ تھا اور ام سلمہ اور ام حبیبہ حبشہ گئی تھیں انہوں نے اس گرجا کی خوبصورتی اور اس کی مورتوں کا تذکرہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر انور اٹھایا اور فرمایا کہ جب کوئی مرد صالح ان میں مرتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد تعمیر کر دیتے اور ان کی مورتیں اس میں بنا دیتے تھے. خدا کے نزدیک یہ (تصویریں) بنانے والے بدترین مخلوق ہیں امام بخاری نے اس حدیث پاک کو اپنی صحیح میں روایت کیا. قرطبی نے کہا کہ پہلے لوگوں نے موانست قلبی اور ان کے نیک افعال یاد کرنے کے واسطے وہ مورتیں بنائی تھیں تاکہ انہیں لوگوں کی طرح اعمال صالحہ میں کوشش کریں لیکن عبادت خدا ہی کی کرتے تھے، پھر ان کے بعد جو قوم ہوئی پہلے لوگوں کی مراد کو

ذالک بقوله اولئک شرار الخلق عند الله قاله القسطلانی.

نہ سمجھی اور شیطان نے اُن کے دل میں یہ وسوسہ ڈال دیا کہ تمہارے اسلاف انہیں صورتوں کی پرستش کرتے تھے اور ان کی عظمت کرتے تھے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اولئک شرار الخلق (وہ بدترین مخلوق ہیں) سے اس طریقہ کو جو عبادت صور کی طرف مودی تھا روکنے کے لیے اس قسم کے افعال کرنے سے منع فرمایا۔ یہ مطلب قسطلانی نے بیان کیا ہے ؛

پھر جب یہ ثابت ہے کہ حضور کی اور شیخین کی قبریں مسنم بنائی گئی ہیں اور مسلمانوں کو بھی مسنم قبریں بنانے کی اجازت ہوتی تو اس کے کیا معنی کہ مسلمانوں کی قبروں کو زمین سے برابر کرنے کا حکم دیا جاتا، پس ثابت ہوا کہ یہ حکم قبور کفار کے لیے تھا صحابہ پر یہ ہرگز گمان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ انہوں نے باوجود ممانعت کے اپنی قبور میں قبور کفار کے ساتھ مشابہت کی ہو، البتہ اس میں شک نہیں کہ ہمارے علماء نے مقدار شرعی سے اُونچی قبر کرنے کی ممانعت فرمائی ہے، پس مستحب ہے کہ بقدر ایک بالشت یا اس سے کچھ اونچی قبر کوہان شتر کی صورت میں بنائی جائے پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ بہت زیادہ اونچی قبر بنانا مکروہ ہے یا مباح بعض نے مکروہ فرمایا اور بعض نے مباح ۔

فی الازهار قال العلماء يستحب ان يرفع القبر قدر شبر و يكره فوق ذالك انتهى ما فى المرقات.

ازہار (نام کتاب) میں ہے کہ قبر کو ایک بالشت بلند کرنا علماء مستحب کہتے ہیں اور اس سے زیادہ بلند کرنے کو مکروہ ؛

اور بدائع میں ہے :-

ومقدار التسنيم ان يكون

قبر کو کوہان نما بنانے کی مقدار یہ ہے

مرتفعاً من الارض قدر شبر او اكثر قليلا انتهى ما فيه وقال الكرمانى يسنم ای يرفع القبر استحبابا غير مسطح قدر شبر قال صاحب جامع الرموز فيه اشعار باباحة الزيادة على قدر شبر انتهى ما فى جامع الرموز اقول ای قليلا والافارتفاع القبر باكثر قدر شبر جدا مكروه لورود النهى فيه.

کہ سطح زمین سے بقدر ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ بلند ہو، کرمانی کہتے ہیں کہ قبر کو کوہان نما بنائی جائے اور بقدر ایک بالشت اونچی کی جائے سطح نہ کی جائے اور قبر اونچی کرنا مستحب ہے، صاحب جامع الرموز کہتے ہیں کہ اس میں ایک بالشت سے زیادہ اونچی بنانے کی اباحت کا اشارہ ہے۔ میں کہتا ہوں (یعنی اس رسالہ کا مصنف کہتا ہے) کہ ایک بالشت سے تھوڑی اونچی بنانے کی اجازت ہے ورنہ قبر کا ایک بالشت سے بہت زیادہ بلند کرنا مکروہ ہے کیونکہ حدیث پاک میں اسی کی ممانعت ہے ؛

اب یہاں یہ معلوم کرلیا جاوے کہ مکروہ کس کو کہتے ہیں کہ اس میں بھی بہت دھوکا دیا جارہا ہے۔ علمائے احناف کے نزدیک مکروہ دو قسم کا ہوتا ہے، ایک مکروہ تحریمی جو حرام کے قریب ہے دوسرا مکروہ تنزیہی جو حلال کے قریب ہے۔

تكلموا فى معنى المكروه والمروى عن محمد رحمه الله تعالى نصا ان كل مكروه حرام الا انه لما لم يجد فيه نصا قاطعا لم يطلق عليه لفظ الحرام وعن ابى

مشائخ نے مکروہ کے معنی میں گفتگو کی ہے امام محمد رحمۃ اللہ تعالی سے صریح یوں مروی ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے لیکن چونکہ انہوں نے اس میں کوئی نص قاطع نہیں پائی لہذا اس پر حرام کا اطلاق

حنیفۃ و ابی یوسف رحمہما اللہ تعالٰی انہ الی الحرام اقرب (کذا فی الھدایہ) وھو المختار ھکذا فی شرح ابی المکارم ھذا ھو المکروہ کراھۃ تحریم واما المکروہ کراھۃ تنزیہ فالی الحلال اقرب (کذا فی شرح الوقایۃ) والاصل الفاصل بینھما ان ینظر الی الاصل فان کان الاصل فی حقہ اثبات الحرمۃ وانما سقطت الحرمۃ للعارض ینظر الی العارض ان کان مما تعم بہ البلوی وکانت الضرورۃ قائمۃ فی حق العامۃ فھی کراھۃ تنزیہ وان لم تبلغ الضرورۃ ھذا المبلغ فھی کراھۃ تحریم فصار الی الاصل وعلی العکس ان کان الاصل الاباحۃ ینظر الی العارض فان غلب علی الظن وجود المحرم فالکراھۃ للتحریم والا فالکراھۃ للتنزیہ۔ کذا فی العالمگیری۔

نہیں کیا اور شیخین رحمہما اللہ تعالٰی سے اس طرح مروی ہے کہ مکروہ حرام کے قریب ہوتا ہے (یہ تقریر ہدایہ میں ہے) اور یہی مختار ہے (کذا فی شرح ابو المکارم) یہ تعریف اس مکروہ کی ہے جس کو مکروہ تحریمی کہا جاتا ہے رہا مکروہ تنزیہی سو وہ وہ ہے جو حلال سے زیادہ قریب ہو (جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے) اور مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی میں فرق یہ ہے کہ قطع نظر دلائل کراہت سے فعل کی اصل کو دیکھا جاوے اگر اصل فعل اثبات حرمت کا مستحق ہو مگر حرمت کسی عارض کی وجہ سے ساقط ہو تو عارض کو دیکھنا چاہیے اگر ایسا عارض ہو جس میں عموماً لوگ مبتلا ہوں اور ضرورت بھی سب کے حق میں ثابت ہو تب تو کراہت تنزیہی کہا جائے گا ورنہ کراہت تحریمی اور اگر اصل فعل میں علت ہے مگر کوئی عارض ایسا پیش آیا جو اُس کی حرمت کو چاہتا ہے تو دیکھا جائے اگر اُس

عارض کے وجود کا جو حرمت کو چاہتا ہے غالب ظن ہے تب تو کراہت تحریمی ہوگی ورنہ کراہت تنزیہی۔ کذا فی العالمگیری۔

پس محقق ہو گیا کہ قبر کو اُونچا کرنا چونکہ خود کوئی حرام فعل نہیں اس کی ممانعت بھی صرف اس وجہ سے ہے کہ اس میں کفار کی مشابہت ہے لہٰذا جس بناء میں کفار کی مشابہت پائی جائے گی اس کو مکروہ تحریمی کہا جائے گا ورنہ مکروہ تنزیہی جس کا حکم یہ ہے کہ اس کا نہ کرنا کرنے سے بہتر ہے۔

کما صرح بہ الفقہاء حیث قالوا المکروہ تنزیھا وھو ما کان ترکہ اولٰی من فعلہ ویرادف خلاف الاولٰی۔ کذا فی الرد المختار۔

علماء نے فرمایا کہ مکروہ تنزیہی وہ ہے جس کا نہ کرنا کرنے سے بہتر ہو اور مکروہ تنزیہی اور خلاف اولٰی دونوں کے ایک معنی ہیں:

اب اہل اسلام خود فیصلہ فرمالیں کہ ہماری قبور میں نصارٰی وغیرہ کی قبور کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے یا نہیں پس اگر نہیں پائی جاتی اور یقیناً نہیں پائی جاتی تو ان کے توڑنے کا کیسے حکم دے دیا جائے گا۔ اس سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا بنانا بہتر نہ تھا لیکن جب بن چکیں تو اب ان کا انہدام سخت مذموم ہے۔ علامہ احمد بن علی بصری فصل الخطاب میں فرماتے ہیں:-

ھذا البناء علی قبور ھؤلاء الشہداء من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی علیھم لا یخلوا اما ان یکون واجبا او جائزا بغیر کراھۃ وعلی کل فلا یقدم علی الھدم الا رجل مبتدع ضال لاستلزامہ انتھاک

شہدائے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی قبور کی بنائیں دو حال سے خالی نہیں یا واجب ہیں یا بغیر کراہت جائز ہیں اور ہر تقدیر پر سوائے بدعتی اور گمراہ شخص کے ان کے توڑنے کی جرأت کوئی شخص نہیں کر سکتا کہ اس میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

حرمة اصحاب رسول الله
صلی الله تعالی علیه وسلم الواجب
علی کل مسلم محبتهم و من
محبتهم وجوب توقیرهم
وای توقیر لهم عند من
هدم قبورهم. انتهی

علیہ وسلم کی ہتک حرمت لازم آتی
ہے، حالانکہ ہر مسلمان پر ان کی محبت
واجب ہے اور ان کی توقیر کا وجوب
اُن کی محبت سے ہے، پھر جس شخص نے
ان کی قبور کو ہدم کیا اُس کے نزدیک
اُن کی کیا توقیر رہی ؛

آج کل قبوں کے ہدم کے جواز پر بہت کچھ زور دیا جارہا ہے جس کا اصل منشاء یہ ہے کہ وہ قبہ شریف جس کو قبہ خضراء کہتے ہیں اور جس پر ہر مسلمان کہ جس کے دل میں حقیقی ایمان جلوہ گر ہے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہے اگر خدانخواستہ منہدم کر دیا جاوے تو مسلمانوں میں اضطراب نہ پیدا ہو۔ مسلمانوں خدا کے واسطے دُعا کرو اور ہر ممکن سے ممکن تدبیر ایسی عمل میں لاؤ جس سے وہ روز بد ہمارے سامنے نہ آئے جس کے تصور سے جان پر بنی جاتی ہے آہ! یہ وہ گنبد اقدس ہے جس پر نظر کرنے کو ہمارے علماء اسی طرح عبادت لکھ رہے ہیں جس طرح بیت اللہ پر نظر کرنے کو عبادت کہتے ہیں چنانچہ شیخ رحمۃ اللہ تلمیذ محقق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ منسک التوسط میں اور ملا علی قاری اُس کی شرح میں فرماتے ہیں :-

ولیغتنم ایام مقامه بالمدینة
المشرفة فیحرص علی ملازمة
المسجد والاعتکاف والختم
ولو مرة منه واحیاء لیلة
وادامة النظر الی الحجرة
الشریفة (ای ان تیسر)
او القبة المنیفة (ان تعذر فاو

مدینہ شریف میں اپنے قیام کے دنوں
کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور مسجد نبوی
میں برابر حضوری اور اس میں اعتکاف
اور ختم قرآن اگرچہ ایک بار ہو اور
اور شب بیداری اور حجرہ شریف کی
طرف (اگر یہ میسر ہو) یا قبہ بلند کی
طرف اگر حجرہ شریف کی جانب نظر

التنویع) مع المهابة
والخضوع (ای ومع الخشیة
والخشوع ظاهرا وباطنا)
فانه (ای النظر المذکور)
عبادة کالنظر الی الکعبة
الشریفة انتهی

دشوار ہو) برابر نگاہ جمائے رکھنے
کی حرص ہونی چاہیے کیونکہ حجرہ شریف
یا قبہ شریف کو دیکھنا عبادت ہے
جس طرح کعبہ شریف کو دیکھنا
عبادت ہے ؛

بلکہ بعض علماء ادب کی راہ سے آنکھ اُٹھانے کی بھی اجازت نہیں دیتے چنانچہ علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ اور علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں :-

یلازم الادب والخشوع
والتواضع غاض البصر کما
کان یفعل بین یدیه فی
حیاته (ای حی) ویستحضر
علمه بوقوفه بین یدیه
علیه الصلوة والسلام وسماعه
لسلامه کما هو فی حیاته. انتهی

زائر کو چاہیے کہ اس دربار عالی میں
ادب و عاجزی و تواضع کو لازم پکڑے
نظر نیچی رکھے جس طرح حضور علیہ السلام
کی حیات ظاہری میں کرتا کیونکہ
حضور اب بھی زندہ ہیں اور اس بات
کو دل میں جمائے رکھے کہ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کو اپنی درگاہ میں
میری حاضری کا علم اُسی طرح ہے اور میرے سلام کو اسی طرح سنتے ہیں جس طرح کہ آپ اپنی حیات ظاہری میں دیکھتے اور سُنتے تھے ؛

افسوس جس بارگاہ بیکس پناہ کے حضور علماء زور سے بات کرنے کو بھی ناجائز جانیں وہاں یہ ستم کہ گولوں کی دل دہلا دینے والی آوازیں گونج رہی ہیں۔
تفسیر روح البیان میں ہے :-

وقد کره بعض العلماء رفع
الصوت عند قبره علیه السلام

بے شک مکروہ جانا ہے بعض علماء نے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر شریف

لانه حی فی قبرہ۔ انتھی | کے نزدیک آواز کے بلند کرنے کو کیونکہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔

خدا کی قسم میں اس سے کہ اس قبہ شریف کی توہین کے متعلق کچھ سنتا یہ بہتر جانتا تھا کہ میرے کان پھوٹ جاتے بلکہ اس سے پہلے میرا وجود ہی نہ رہتا ؎

سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے، دل کو قرار آئے کیوں (حدائق بخشش)

فقط واللہ تعالیٰ بالصواب اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

تحریر بتاریخ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۵ء)

حررہ محمد مظہر اللہ غفرلہٗ نقشبندی مجددی

—— امام مسجد فتحپوری دہلی ——

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوال علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں ایک گورستان (اہلسنّت) قدیم کی قبروں کو عمداً کھود کر اپنے رہنے کے مکان بنانا موافق مذہب حنفی کے جائز ہے یا نہیں اور ایسا کرنے میں اہلِ قبور کی توہین و اہانت ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ومنہ الھدایۃ الی الحق والصواب

جاننا چاہیے کہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ورحمۃ اللہ علیہم وعامۂ مومنین اہلسنّت کے ساتھ جو قلبی عداوت فرقۂ نجدیہ وہابیہ کو ہے ایسی اور کسی فرقۂ مُبتداء کو نہیں ہے اسی وجہ سے اس فرقۂ محدثہ کے اکابر ملاعنہ کی تصانیف اباطیل اہانت محبوبانِ خدا سے بھری پڑی ہیں جس کا جی چاہے وہ ملا نجدی و ملا اسمٰعیل دہلوی و ملا صدیق حسن بھوپالی و ملا خرمعلی و ملا رشید گنگوہی وغیرہ کی تالیفاتِ باطلہ اٹھا کر دیکھ لیوے کہ قسم قسم کی اہانتوں سے پُر ہیں منجملہ ان کی ایک اہانت قبور انبیاء و شہداء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا منہدم و نابود تا بمقدور کرنا اس فرقہ کا شعار ہو گیا ہے۔

شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو ڈھانے کا ارادہ کیا تھا | علامہ احمد بن علی بصری

"فصل الخطاب فی ردّ ضلالات ابن عبد الوہاب" میں فرماتے ہیں:

منها انه صرح انه يقول لو اقدر على حجرة الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم لهدمتها.

یعنی میں اگر قدرت پاؤں تو روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو توڑ ڈالوں؛

اور بھی علامہ بصری دوسرے مقام میں لکھتے ہیں:

اقول تهديم قبور شهداء الصحابة المذكورين لاجل البناء على قبورهم ضلالة اى ضلالة انتهى مختصرا.

یعنی نجدی کا شہداء صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور کو ان پر بنا کے باعث توڑ ڈالنا ان کا بڑی ضلالت و گمراہی اس نجدی کی ہے؛

شیخ نجدی نے شہداء و صحابۂ کرام کے مزار توڑ ڈالے تھے

اور بھی علامہ مذکور دیگر مقام میں لکھتے ہیں:

قال بعضهم ولو كان المبنى عليه مشهورا بالعلم والصلاح او كان صحابيا وكان المبنى عليه قبة وكان البناء على قدر قبة فقط فينبغى ان لا يهدم لحرمة بنشه وان اندرس اذا علمت هذا فهذا البناء على قبورهم

یعنی نجدی نے جو شہداء اصحاب کرام کے قبور کو توڑ ڈالا ہے جس سے ان کے ابدان اور کفن ظاہر ہو گئے تو اس سے وہ بہت بڑا بدعتی گمراہ ہو گیا کہ اس سے ان کی اہانت ہو گئی ہے ان مُلّا عنہ کا انبیاء و اولیاء علیہ السلام کے قبور کو جو توڑنا اور منہدم

لاء الشهداء من الصحابة رضى الله تعالى عنهم لا يخلو اما ان يكون واجبا او جائزا بغير كراهة وعلى كل فلا يقدم على الهدم الا رجل مبتدع ضال لا مستلزامه انتهاك[1]

کرنا شعار ہو گیا ہے تو باعث اس کا یہ ہے کہ ان بدبختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بے حس بے شعور ہو جاتے ہیں اور مر کر معاذ اللہ مٹی میں مل جاتے ہیں۔

حرمة اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الواجب على كل مسلم محبتهم ومن محبتهم وجوب توقيرهم واى توقيرلهم عند من هدم قبورهم حتى بدت ابدانهم واكفانهم كما ذكر بعض علماء نجد فى السوال ارسله الى انتهى مختصرا.

مُلّا اسمٰعیل دہلوی "تقویۃ الایمان" کے صفحہ ۶۰ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ و ارفع میں بکتا ہے کہ (میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں) جب سید المرسلین علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت ان مُلّا عنہ کا ایسا ناپاک خیال ہے اور آپ کے روضۂ اطہر اور شہداء و صحابۂ کرام علیہم رضوان کے قبور کو منہدم کرنے کا بیہودہ خیال ہے تو باقی اموات عامۂ مومنین صالحین کی نسبت کیا پوچھنا چاہیے۔ جب قبور مومنین بلکہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلاۃ والسلام اجمعین کا توڑنا اور منہدم کرنا شعار نجدیہ و وہابیہ ہوا تو

---

[1] سابقہ علامہ بصری علیہ الرحمۃ کے قول میں گذرا کہ نجدی نے جب قبور شہداء و صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو شہید کیا تو اُن میں اُن کے

کسی کو جائز نہیں کہ وہ صورت مسئولہ میں قبور مومنین اہلسنّت کو توڑ کر بلکہ اُن کو کھود کر اُن پر اپنی رہائش و آسائش کے مکان بنا کر اُن میں لذاتِ دنیا میں مشغول و منہمک ہو جو قطعاً و یقیناً اصحابِ قبور کو ایذا دینا اور ان کی اہانت اور توہین کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں

اہلسنّت کے نزدیک انبیاء و شہداء و اولیاء اپنے ابدان مع اکفان سے زندہ ہیں

کہ اہلسنّت کے نزدیک انبیاء و شہداء و اولیاء علیہم التحیۃ والثناء اپنے ابدان شریف سے زندیاں بلکہ انبیاء علیہ السّلام کے ابدان شریف زمین پر حرام کیے گئے ہیں کہ وہ اُن کو کھاوے اسی طرح شہداء و اولیاء علیہ الرحمۃ والثناء کے ابدان و اکفان بھی قبور میں صحیح و سلامت رہتے ہیں وہ حضرات روزی و رزق دیئے جاتے ہیں۔ علامہ شبلی علیہ الرحمۃ شفاء السقام میں لکھتے ہیں: وحیاۃ الشہداء اکمل و اعلیٰ فہذا النوع

کفن اور بدن شریف سب سلامت تھے اور صحابہ رضوان اللّٰہ تعالےٰ عنہم کو مدفون ہوئے تخمیناً بارہ سو سال گذر چکے تھے بیس ہزار تُف ہے اسمٰعیل اور اس کے مقلدین وہابیہ رُوسیاہ پر کہ ان کا ایسا ناپاک عقیدہ ہے حضور اقدس صلی اللّٰہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس واطہر کے ساتھ جو مسلمان کی شان کے بالکل خلاف ہے اللّٰہ تعالےٰ اہل سنّت کو اُن کی صحبتِ بد سے بچائے آمین ثم آمین!!
۱۲ منہ عفی عنہ؛

من الحیاۃ والرزق لا یحصل لمن لیس فی رتبتھم واعا حیاۃ الانبیاء اعلیٰ واکمل واتعد من الجمیع لانھا للروح والجسد علی الدوام علی ما کان فی الدنیا. اور قاضی ثناء اللّٰہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں:

اولیاء گفتہ اند ارواحا اجاد نا یعنی ارواح ایشاں کا اجساد می کنند وگاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید میگویند کہ رسول خدا را سایہ نبود صلے اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ارواح ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند و بسبب ہمیں حیات اجساد آنہا را در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم میماند ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواح مومنین ہر جا کہ خواہد سیر کنند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالیٰ اجساد ایشاں را قوت ارواح میدہد کہ در قبور نما میخوانند و ذکر می کنند و قرآن میخوانند اھ۔

شیخ الہند محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

اولیائے خدا نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوشحال اند و مردم را ازاں شعور نیست الخ۔

اور علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

لا فوق لھم فی الحالین — اولیاء کی دونوں حالت حیات
ولذا قیل اولیاء اللّٰہ — و ممات میں اصلاً فرق نہیں اسی

لا یموتون ولکن ینقلبون من دار الی دار الخ

لیے کہا گیا کہ وہ مرے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے میں تشریف لے جاتے ہیں:

وقائع اولیائے کرام بعد وصال

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح صدور میں اولیائے کرام علیہم رضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند روایات مستندہ لکھتے ہیں جو یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

مُردہ دیکھ کر مسکرایا

امام عارف باللہ استاذ ابو القاسم قُشیری قدس سرہٗ اپنے رسالہ میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز اقدس اللہ سرہٗ المنار سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا باب بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا جب میں نے اس کی طرف نظر کی مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا:

یا ابا سعید اما علمت ان الاحباء احیاء و ان ماتوا و انما ینقلبون من دار الی دار۔

ابو سعید کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مر جائیں وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں:

فقیر نے قبر میں آنکھیں کھول دیں

وہی عالیجناب حضرت سیدی ابو علی قدس سرہٗ سے راوی میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا جب کفن کھولا اس کا سر خاک پر

رکھ دیا کہ اللہ ان کی غربت پر رحم کرے فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا:

ابا علی تذللنی بین یدی من یدللنی۔

اے ابو علی تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرا ناز اٹھاتا ہے:

میں نے عرض کی اے سردار میرے کیا موت کے بعد زندگی؟

فرمایا: بلی انا حی و کل محب لله حی لانصرنك بجاهي غدا

میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے بیشک وہ وجاہت وہ عزت جو مجھے روزِ قیامت ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا:

فوت شدہ مرید نے داہنی کروٹ میری طرف کر دی

وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہٗ سے راوی میرا ایک مرید جوان مر گیا مجھے سخت صدمہ ہوا نہلانے بیٹھا گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتداء کی جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی داہنی کروٹ میری طرف کی میں نے کہا جانِ پدر تُو سچا ہے مجھی سے غلطی ہوئی۔

ایک مرید تختہ پر

وہی امام حضرت ابو یعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہٗ سے راوی ہیں میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختہ پر لٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا میں نے کہا جان پدر میں جانتا ہوں کہ تُو مُردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔

کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا

جناب ممدوح انہیں عارف موصوف سے راوی مکہ معظمہ میں

ایک مرید نے مجھ سے کہا پیر و مرشد میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا، حضرت ایک اشرفی لیں آدھی میں میرا دفن آدھی میں میرا کفن کریں جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا تو رُوح نہ تھی میں نے قبر میں اُتارا آنکھیں کھول دیں میں نے کہا کیا موت کے بعد زندگی، کہا

انا حی وکل محب للّٰہ حی. — میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر دوست زندہ ہے ؛

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ نامناسب افعال کرنے سے اموات مسلمین کو ایذا ہوتی ہے

اور بعض عامہ مومنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے ہوں تاہم اُن کی قبور پر بیٹھنے بلکہ اُن پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتوں کی آواز کرنے سے اُن کو ایذا ہوتی ہے احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت بلا ریب ہے۔ حاکم و طبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پہ بیٹھے دیکھا فرمایا:

یاصاحب القبر انزل من القبر لا توذی صاحب القبر ولا یوذیك. — او قبر والے قبر سے اُتر آ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے ؛

سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی کسی نے حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ — مجھے جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یونہی مُردہ کی ؛

امام احمد علیہ الرحمۃ بسند حسن انہیں حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لا توذ صاحب هذا القبر. — اس قبر والے کو ایذا نہ دے ؛

یا فرمایا لا توذہ. — اسے تکلیف نہ پہنچا ؛

اس ایذا کا تجربہ بھی تابعین عظام اور دوسرے علمائے کرام نے جو صاحبِ بصیرت تھے کر لیا ہے۔ ابن ابی الدنیا ابو قلابہ بصری سے راوی میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا رات کو خندق میں اُترا وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کے سو گیا جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے:

لقد آذیتنی عندَ اللیلۃ. — اے شخص تو نے مجھے رات بھر ایذا دی ؛

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابوعثمان نہدی سے وہ ابن مینا تابعی سے راوی میں مقبرے میں گیا دو رکعت نماز پڑھ کر لیٹ رہا خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سُنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے:

قم فقد آذیتنی. — اُٹھ کہ تُو نے مجھے اذیت دی ؛

حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی اگر میں تپائی بھال پر قدم رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پہ پاؤں رکھوں۔ پھر فرمایا ایک شخص

نے قبر پہ پاؤں رکھا۔ جاگتے میں سُنا:

الیك عنی یا رجل ولا تؤذنی۔ — اے شخص الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے:

اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں:

اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانھم یتأذون بخفق النعال۔ — مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حنفی نے خبر دی کہ جوتے کی پہچل سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے:

اسی واسطے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قبر پر رہنے کا مکان بنانا یا قبر پہ بیٹھنا یا سونا یا اُس پر یا اُس کے نزدیک بول و براز کرنا، یہ سب اُمور اشد مکروہ قریب بحرام ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویکرہ ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام او یطاء علیہ او یقضی حاجۃ الانسان من بول او غائط الخ

علامہ شامی اُس کی دلیل میں حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

لان المیت یتأذی بما یتأذی بہ الحی۔ — یعنی اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اُس سے مُردے بھی ایذا پاتے ہیں: بلکہ

حدیث دیلمی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کلیہ کی تصریح روایت کی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

المیت یؤذیہ فی قبرہ مایؤذیہ فی بیتہ۔ — میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اسے اُس سے اذیت پاتا ہے:

حدیث ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔

اذا المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ۔ — مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں اُسے تکلیف پہنچائی۔

اور اظہر من الشمس ہے کہ قبور کو کھود کر ان پر رہنے کا مکان بنایا تو اس میں یہ سب اُمور موجود ہیں جس سے یقیناً اہلِ قبور کی توہین ہوتی ہے اور ان کو ایذا دینا ہے جو ہرگز ہرگز ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے۔

اعتراض اگر کوئی معترض کہے کہ شرح کنز میں علامہ زیلعی لکھتے ہیں: ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ۔

تو جواب اس کا اوّلاً یہ ہے کہ یہ قول علامہ زیلعی کا احادیث مذکورہ اور روایات مسطورہ کے معارض ہے لہٰذا قابلِ قبول نہیں ہے اور

ثانیاً یہ کہ علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کو ردّ کر دیا ہے۔ دوسری روایاتِ معارضہ سے پس قابلِ تعمیل نہیں قال فی الامداد ویخالفہ خانیۃ اذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ الخ یعنی جب قبر میں میت گل کر مٹی بھی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے۔ کہ اس کی تعظیم و حرمت کے خلاف ہے کہ اُس میت کی تعظیم اور حُرمت اب بھی باقی ہے اور

مؤیّد ہے اس کی وہ جو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ میں لکھا ہے:

معناه ان الارواح تعلم بترك اقامة الحرمة والانتهانة فتاذّى بذالك.	یعنی قبر پر تکیہ لگانے سے جو اہلِ قبور کو تکلیف ہوتی ہے اس کے یہ معنے ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں

کہ اُس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا لہذا ایذا پاتے ہیں:

اور علامہ شیخ الہند علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ رُوح وے نہ خوش میدارد و راضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن اہانت او استخفاف را بوے۔ جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہلِ قبور کی اہانت اور اُن کی توہین اور اُن کی ترک تعظیم ہوتی ہے تو اُس پر کھیتی کرنے سے اور اُس پر مکان بنانے سے تو بطریق اَوْلیٰ اُنکی توہین ہوگی۔

اور ثالثاً یہ کہ ہم میاں معترض نجدی شعار سے پوچھتے ہیں کہ تجھ کو کیسے معلوم ہوا کہ میّت بالکل مٹی ہو گیا ہے اور اس کی ہڈی ہی باقی نہیں رہی ہے اس واسطے کہ ابھی تک قبر کھودی نہیں گئی ہے اور نہ میّت کے مٹی ہونے کا قرآن اور حدیث میں کوئی وقت مقرر ہوا ہے کہ اتنی مدّت کے بعد میّت کی ہڈیاں بھی مٹی ہو جاتی ہیں بلکہ تجربہ سے بارہا مشاہدہ ہوا ہے کہ کسی بہت پرانی بستی کے اطراف میں کوئی جا ئے کھودی جائے تو اس میں قبور نکلے جن میں ہڈیاں (بلکہ بعض کے ابدان) اب تک باقی و سلامت تھیں کتبوں سے تین تین چار چار صدیوں کے قبور معلوم ہوتے تھے تو بلا دلیل بلا ضرورت شرعی کے کسی ممنوع امر کا

کسی مُبْہم روایت کی بناء پر مُرتکب ہونا ہرگز جائز نہیں ہے

اعتراض اگر معترض پھر عود کرے اور کہے کہ بمبئی وغیرہ عظیم شہروں میں قبور کھود کر ان میں دوسرے اموات دفن کیے جاتے ہیں تو اگر قبور کھودنے سے اموات کی توہین ہوتی ہے تو ان شہروں میں یہ کام کیوں ہوتا ہے؟

تو جواب اس کا یہ ہے کہ ان شہروں میں جائے بہت تنگ ہے ۔ قبرستانوں میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ میّت کے لیے الگ الگ قبر ہو لہذا اس ضرورت شدیدہ سے یہ جائز ہے کہ اَلضرورات تبیح المحظورات قاعدہ متفقہ ہے۔ کبیری شرح منیہ میں ہے ولا یحضر قبر لدفن اخر مالم یبل الاول فلم یبق له عظم الا عند الضرورة بان لم یوجد مکان سوا الخ بالجملہ صورت مسئُولہ میں قبور کو کھود کر اُن پر مکانات بنانا ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے اور بلا شبہہ و شک ایسا کرنے سے اہلِ قبور کی توہین ہوگی جو جائز نہیں ہے هذا ما عندی والعلم الاتم عند ربی قاله بفمه وامر برقمة۔

العبد الفقیر محمد عمر الدین السنی الحنفی
القادری الہزاروی عفا اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو کچھ مُجیب لبیب نے لکھا ہے حق اور ثواب ہے چنانچہ خزانۃ الروایۃ میں مرقوم ہے فی مفید المستفید عن مفاتیح المسائل واذا صار المیت ترابا فی القبر یکره دفن غیره فی قبره لان الحرمة باقیة انتهی اور یہ بھی خزانۃ الروایہ میں

ہے لا یجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا او مسجد الان موضع القبر حق المقبور ولهذا لا یجوز نبشه انتهی مختصرا ۔

نمقه الراجی الی رحمة ربه الشکور عبد الغفور صانه الله عن الآفات والشرور ۔

لله در المجیب حیث اجاب فاجاد واصاب فیما افاد حرره المسکین محمد بشیر الدین عفی عنه ۔

اس فتوے کو دیکھا فتویٰ صحیح ہے جواب درست ہے ۔

حرره محمد عبد الرشید دہلوی عفا الله عنه

الجواب صحیح محمد فضل المجید عفی عنه

الجواب صحیح وصواب حرره العبد المفتقر مطیع الرسول عبد المقتدر القادری البدایونی عفی عنه

الرسول ۱۳۱۷ھ قادری حنفی
محمد عبد المقتدر مطیع

ذلک کذلک محمد فضل احمد البدایونی عفی عنه

المجیب مصیب ۔

۱۳۱۸ھ
قادری محمد ابراہیم

اصاب من اجاب والله اعلم بالصواب
محمد حافظ بخش المدرس بالمدرسة المحمدیة بلدة بدایوں ۔

حنفی ۱۳۱۷ھ
محمد حافظ بخش

صحیح الجواب حرره عبد الرسول محب احمد عفی عنه المدرس بالمدرسة الشمسیة الکائنة بجامع بدایوں ۔

محب احمد قادری
عبد الرسول

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی جعل الارض کفاتا واکرم المؤمنین احیاء وامواتا وجعل موتهم راحة وسباتا وحرم اهانتهم تحریما بتاتا والصلوة والسلام علی من سقانا من فضله وفضلته ماء فراتا واعطانا فی کل محجة ابلج حجة نقضا واثباتا وابدا عظیم المؤمنین ابد الآبدین ولم یوقت له میقاتا فجعلهم عظاما وان صاروا عظاما وحرم ایذاءهم ولو کان نوارفاتا وعلی آله وصحبه واهله وحزبه المکرمین عند الله جمیعا واشتاتا ۔

جذی الله المجیب خیرا وثیب

جامع الفضائل قامع الرذائل حامی السنن ماحی الفتن مولنا مولوی محمد عمر الدین جعله الله کاسمه عمر الدین وبسعیه ورعیه عمر الدین کا جواب ناہج مناہج صواب کافی ووافی ہے مگر بحکم المامور معذور بنظر تکثیر افاضه دو وصل مفید کا اضافه

منظور۔ **وصل اوّل**: اس بیان مجیب کی تائید و تصویب میں
کہ قبور مسلمین کی تعظیم ضرور اور اہانت محظور اور یہ کہ کیا کیا امور موجب
ایذائے اصحاب قبور یہاں اگر سلسلۂ سخن میں بعض امور مذکورۂ
جواب کا اعادہ ہو تو غیر محذور کہ تکرر فروع موجب مزید تاکید و وقوع
فی الصدور ورع والمسلک ماکررتہ، یتضوع۔

وصل دوم میں احقاق مرام و ازہاق اوہام و تبکیت
مخطیان نجدیۂ لیام اور اس امر کا بیان کامل و تام کہ مقابر عام
مسلمین میں کوئی وقفی مکان بھی بنانا حرام نہ کہ اپنی سکونت
و آرام کا مقام نیز روایت علامہ زیلعی کی تحقیق انیق اس وصل
میں دو فتاویٰ فقیر کی نقل پر قناعت ہے کہ ان میں بحمد اللہ تعالیٰ
کفایت ہے وباللہ التوفیق۔

وصل اوّل

علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ مسلمان کی عزت زندہ و مردہ برابر
ہے محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں
الاتفاق علی ان حرمۃ المسلم میتا کحرمتہ حیا۔ نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیا
مردے کی ہڈی توڑنا اور اسے ایذاء پہنچانا ایسا ہے جیسے زندہ کی
ہڈی توڑنا رواہ الامام احمد وابوداؤد وابن ماجۃ باسناد
حسن عن ام المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا۔ یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں المیت یؤذیہ
فی قبرہ مایؤذیہ فی بیتہ مُردے کو قبر میں بھی اس بات
سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اُسے اذیت ہوتی۔

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں افادان حرمۃ
المؤمن بعد موتہ باقیۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی حرمت
بعد موت کے بھی ویسے ہی باقی ہے۔

حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
ہیں: اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ۔ مسلمان مُردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ۔

علماء فرماتے ہیں:
المیت یتاذی بمایتاذی بہ الحی۔ جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں۔ کذا فی ردالمحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار۔

علامہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات میں
امام علامہ ابوعمر یوسف بن عبدالبر سے نقل فرماتے ہیں:
ازینجا مستفاد میگردد کہ میت متالم میگردد بتمام آنچہ
متالم میگردد بدان حی ولازم ایں ست کہ متلذذ گردد بتمام
آنچہ متلذذ میشود بدان زندہ انتہی کلامہ۔

یہاں تک کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ قبرستان
میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کو چلنا حرام ہے۔

فی الشامیۃ عن الطحطاویۃ اخر کتاب الطہارۃ
نصوا علی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیھا حرام۔

اور فرماتے ہیں مقبرے کی سبز گھاس کاٹنا حرام ہے کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ تعالی کی تسبیح کرتی ہے اس سے اموات کا دل بہلتا ہے اور ان پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز مگر وہاں سے تراش کر جانوروں کے پاس لے جائیں اور یہ ممنوع ہے کہ انہیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں۔

فی جنائز رد المحتار یکرہ ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرۃ دون الیابس کما فی البحر والدرر وشرح المنیۃ وعللہ فی الامداد بانہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالی فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ اھ ونحوہ فی الخانیۃ انتھی وفی العلمگیریۃ عن البحر الرائق لو کان فیھا حشیش یحش ویرسل الی الدواب ولا ترسل الدواب فیھا اھ۔

حدیث نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک شخص کو مقابر میں جوتا پہنے چلتے دیکھا ارشاد فرمایا ہائے کمبختی تیری اے طائفی جوتے والے پھینک اپنی جوتی۔ اخرج الائمۃ ابوداؤد والنسائی والطحاوی وغیرھم عن بشیر بن الخصاصیۃ واللفظ للامام الحنفی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رای رجلا یمشی بین القبور فی نعلین فقال ویحک یا صاحب السبتیتین الق سبتیتک اھ السبتیۃ

بکسر المھملۃ وسکون الموحدۃ ھی التی لا شعر فیھا قال القاضی عیاض کان من عادۃ العرب لبس النعال بشعرھا غیر مدبوغۃ وکانت المدبوغۃ تعمل بالطائف وغیرہ الخ

فاضل محقق حسن شرنبلالی اور ان کے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی فرماتے ہیں چلنے میں جو آواز کفش پا سے پیدا ہوتی ہے اموات کو رنج دیتی ہے۔

حیث قال فی مراقی الفلاح اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالی بانھم یتاذون بخفق النعال انتھی اھ اقول ووجھہ ماسیاتی عن العارف الترمذی رحمہ اللہ تعالی۔

حدیث نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر۔ بیشک آدمی کو آگ کی چنگاری پر بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر جلد تک توڑ جائے اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے (رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ)

حدیث عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں مجھے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا ارشاد فرمایا او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اتر آ صاحب قبر

کو ایذا نہ دے نہ وہ تجھے ایذا پہنچائے۔

اخرج الطحاوی فی معانی الآثار والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن والحاکم وابن مندۃ عن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالسا علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا توذی صاحب القبر ولا یؤذیک ولفظ الامام الحنفی فلا یؤذیک۔

حدیث اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا عمرو بن حزم کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا:

لا تؤذ صاحب القبر۔ صاحب قبر کو ایذا نہ دے۔

کما فی المشکوٰۃ وھذا الحدیث لا یلائمہ تاویل الامام ابی جعفر والنھی عن شیئ لاینافی النھی عن اعم منہ فافھم شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ شرح میں فرماتے ہیں۔ شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش میدارد و راضی نیست کردن بر قبر وے از جہت تضمن وے اہانت و استخفاف را بوے[1] اھ

اقول اس توجیہ پر امام علامہ محدث عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہٗ نے جزم فرمایا تصریح فرماتے ہیں کہ ارواح کو اُن کی بے حرمتی و تنقیص شان معلوم ہو جاتی ہے لہذا ایذا پاتے ہیں۔

---

[1] ے

سیدی عبدالغنی فی الحدیقۃ عن نوادر الاصول معناہ ان الارواح تعلم بترک اقامۃ الحرمۃ والاستہانۃ فتتاذی بذلک اھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان امشی علی جمرۃ او سیف او اخصف نعلی برجلی احب الی من ان امشی علی قبر۔ البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں۔ (رواہ ابن ماجۃ عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واسنادہ جید کما افادہ المنذری۔)

حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لأن اطاء علی جمرۃ احب الی من ان اطأ علی قبر مسلم بیشک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے (رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن قالہ الامام عبدالعظیم) انہیں صحابی اجل سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا، کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ میں جس طرح مسلمان کی ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں یونہیں بعد موت کے اس کی ایذا کو ناپسند رکھتا ہوں۔ (اخرجہ سعید بن منصور فی سننہ کما فی شرح الصدور۔)

اقول وھذہ الاحادیث تؤید ما اخترنا وتؤذن ان تاویل ابی جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ لیس فی مسئلہ فیما فی عامۃ الکتب تاخذ لوعتضادھا بنوص الاحادیث ولانہ

علیہ الا ... ان العمل بما علیہ الاکثر وانہ
لا یعدل عن روایۃ ما وافقتہا درایۃ فکیف اذا کان ھو
الاشھد الاظھر والاکثر الازھر وبھذا ... مازعم
العلامۃ البدر فی العمدۃ فتبصر۔ انہیں احادیث سے ہمارے علماء
رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے بے ضرورت[1] قبر پر چلنے اور اس پر بیٹھنے اور پاؤں
رکھنے سے منع فرمایا کہ یہ سب حرمت مومن کے خلاف اور ترک ادب
وگستاخی ہے۔ ففی النوادر والتحفۃ والبدائع والمحیط وغیرھا
ان اباحنیفۃ کرہ وطاء القبر والقعود والنوم او قضاء
الحاجۃ علیہ کذا نقل العلامۃ ابن امیر الحاج فی الحلیۃ۔
اقول والکراھۃ عند الاطلاق کراھۃ تحریم کما
صرحوا بہ مع ما یفیدہ من النھی الوارد فی الاحادیث
محالا بالایذاء والایذاء حرام فھذا ما ندین اللہ تعالٰی
بہ وان قیل وقیل حاشیہ طحطاوی علی شرح نور الایضاح میں
سراج وہاج سے ہے ان لم یکن لہ طریق الا علی القبر

---

[1] قولہ بے ضرورت ضرورت کی صورت مثلاً قبرستان میں میت کے لیے قبر
کھودنے یا دفن کرنے جانا چاہتے ہیں بیچ میں قبریں حائل ہیں اس حاجت
کے لیے اجازت ہے پھر بھی جہاں تک بن پڑے بچتے ہوئے جائیں اور ننگے پاؤں
ہوں ان اموات کے لیے دعا و استغفار کرتے جائیں۔ فی حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی
علی مراقی الفلاح عن شرح المشکوٰۃ الوطأ لحاجۃ کدفن المیت لایکرہ اھ وعن السراج
فان لم یکن لہ طریق الا علی القبر جازلہ المشی علیہ للضرورۃ ۱۲ منہ

جازلہ المشی علیہ للضرورۃ اھ
اقول وھذا ایضا دلیل علی ما اخترنا من کراھۃ
التحریم فان المفہوم المخالف معتبر فی الروایات وکلام العلماء
بالاتفاق فافاد ان المشی لا یجوز بلا ضرورۃ ومالا یجوز
فادناہ کراھۃ التحریم۔
سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں قال الوالد
رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فی شرحہ علی الدرر ویکرہ ان
یوطاء القبر لما روی عن ابن مسعود الخ وذکر الاثر الذی
رویناہ اور محیط سے نقل فرمایا یکرہ ان یطأ علی القبر یعنی
بالرجل ویقعد علیہ اھ قولہ یعنی بالرجل قلت فسر
بذلک لئلا یحمل علی الجماع اقول ویکرہ ایضا بل
اشد لما فی من زیادۃ الاستخفاف کالوطأ علی سطح المسجد
مع الدلالۃ علی تناھی القلب فی تناسی الموت فکان الحمل
علی الوطأ بالرجل لیکون ادخل فی النھی عن الوطاء
بمعنی الجماع بطریق دلالۃ النص لا لانہ غیر مکروہ ھکذا
ینبغی ان یفھم۔
اور جامع الفتاوٰی سے لائے انہ والتراب الذی علیہ
حق المیت فلا یجوز ان یوطاء۔
اور مجتبٰی سے ان المشی علی القبور یکرہ۔
اور شرعۃ الاسلام وشرح شرعہ سے من السنۃ ان لا یطاء
القبور فی نعلیہ فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان

یکرہ ذلک الخ

اور امام شمس الائمہ حلوائی سے انہ قال یکرہ۔

اور امام علی ترجمانی سے قال یاثم بوطاء القبور لان سقف القبر حق المیت اھ اقول وھذا نص علی ما اخترنا من کراھۃ التحریم اذ لا اثم فی المکروہ تنزیھا لان[1] مرجعہ الی خلاف الاولی ولانہ[2] ربما تعمدہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیانا للجواز والنبی معصوم عن تعمد الاثم ولان[3] المؤثم لا یجوز فلا معنی لبیان الجواز ولانھم[4] صرحوا انہ یجامع الاباحۃ کما فی اشربۃ رد المحتار عن العلامۃ ابی السعود والمعصیۃ لا تجامعھا ولانھم[5] یعبرون عنھا بنفی الباس وای باس اعظم من الاثم ولان[6] من للؤثم واجب الترک وما وجب ترکہ کان فعلہ مقار بالحرام وھذا معنی کراھۃ التحریم ولانھم[7] نصوا ان فاعل المکروہ تنزیھا لا یعاقب اصلا کما فی التلویح مع ما اعتقدنا ان اللہ تعالٰی ان یعاقب علی کل جریرۃ ولا صغیرۃ فھذہ بحمد اللہ سبعۃ دلائل ناطقۃ بان ما وقع عن بعض ابناء الزمان فی رسالۃ شرب الدخان من ان المکروہ تنزیھا من الصغائر غلط فاحش وخطأ عظیم نعم قد صرح البحر فی بحرہ ان المکروہ تحریما منھا فتثبت ولا تخبط۔

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے فصل

فی زیارۃ القبور ندب زیارتھا من غیر ان یطأ القبور۔ اسی میں ہے کرہ وطؤھا بالاقدام لما فیہ من عدم الاحترام وقال قاضی خان لو وجد طریقا فی المقبرۃ وھو یظن انہ طریق احدثوہ لا یمشی فی ذلک وان لم یقع فی ضمیرہ لا باس بان یمشی فیہ اھ ملخصا۔

اقول وھذا ایضا دلیل ما اخترناہ فانہ علق نفی الباس علی ان لا یقع فی قلبہ انہ طریق علی قبر فافاد وجود الباس فیما اذا وقع ذلک فی نفسہ وایضا قد تقدم التصریح بالحرمۃ عن الشامی والطحطاوی عن علمائنا رحمھم اللہ تعالٰی۔

علامہ اسمٰعیل نابلسی حاشیہ درر وغرر میں فرماتے ہیں لا باس بزیارۃ القبور والدعاء للاموات ان کانوا مؤمنین[1] من وطاء القبور کما فی البدائع والملتقط اھ طریقہ محمدیہ میں ہے من آفات الرجل المشی علی المقابر اھ

قبروں کو روندنے کی بجائے کنارۂ قبرستان سے دُعا کرلیں

امام علامہ محقق علی الاطلاق ان لوگوں پر اعتراض فرماتے ہیں جن کے اعزا و اقربا کے گرد مخلوق دفن ہے وہ ان کی قبروں کو روندتے ہوئے اپنے عزیزوں کی گور تک جاتے ہیں انہیں چاہیے کنارۂ قبرستان سے زیارت اور دعا

---

[1] علی صیغۃ المفعول ای آمنین ۱۲۔

کرلیں اور اُن کی قبروں کے قریب نہ جائیں فقد قال فی الفتح یکرہ الجلوس علی القبر ووطؤہ وح فما یصنعہ من دفنت حول اقاربہ خلق من وطأ تلک القبور الی ان یصل الی قبر قریبہ مکروہ اھ۔

صاحبِ قبر نے شکایت کی

امام محدث حافظ الحدیث ابوبکر بن ابی الدنیا حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی اقبلت من الشام الی البصرۃ فنزلت الخندق فتطهرت وصلیت رکعتین باللیل ثم وضعت راسی علی قبر فنمت ثم انتبهت فاذا بصاحب القبر یشتکی ویقول لقد اذیتنی منذ اللیلۃ الخ یعنی میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا رات کو خندق میں اُترا وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا جب جاگا تو ناگاہ سُنا کہ صاحبِ قبر شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تُو نے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی۔

صاحبِ قبر نے کہا قُمْ فَقَدْ اٰذَیْتَنِیْ

ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت ابو عثمان نہدی وہ ابن مینا تابعی سے راوی ہیں مقبرے میں گیا دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا صاحبِ قبر کہتا ہے قُمْ فَقَدْ اٰذَیْتَنِیْ اُٹھ کہ تُو نے مجھے ایذا دی۔

قبر سے آواز آئی

امام حافظ ابو منذہ قاسم بن مخیمرہ سے راوی کسی شخص نے ایک قبر پر پاؤں رکھا

قبر سے آواز آئی الیک عنی یا رجل ولا تؤذنی اپنی طرف ہٹ لے شخص میرے پاس سے اور مجھے ایذا نہ دے۔ ذکرھما العلامۃ السیوطی فی شرح الصدور اقول وفیھما تائید اعلیہ عامۃ علمائنا خلافا للامام ابی جعفر ومن تابعہ من بعض المتاخرین

یہاں قبر ہے، قبر سے آواز آئی

اور اس فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے حضرت سیدی ابو الحسین احمد نوری مدظلہ العالی سے سُنا کہ ہمارے بلاد میں مارہرہ مطہرہ کے قریب ایک جنگل میں گنج شہیداں ہے، کوئی شخص اپنی بھینس لیے جاتا تھا ایک جگہ زمین نرم تھی ناگاہ بھینس کا پاؤں جا رہا معلوم ہوا یہاں قبر ہے قبر سے آواز آئی، اے شخص تُو نے مجھے تکلیف دی تیری بھینس کا پاؤں میرے سینے پر پڑا۔ وفیھا قصۃ لطیفۃ تدل علی عظیم قدرۃ اللہ وعجیب صنعہ فی الشہداء۔

حکمِ مسئلہ

اب بحمد اللہ تعالیٰ حکمِ مسئلہ مثلِ آفتاب روشن ہوگیا جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے اور اُس سے تکیہ لگانے اور مقابر میں جوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا اور علماء نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے۔ گورستان میں جو راستہ جدید نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبر پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ اُس کے پاس نہ سوئیں۔ سنت یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ بلحاظِ ادب پاس بھی نہ جائیں دُور ہی سے زیارت کر آئیں اور قبرستان کی خشک گھاس اگرچہ جانوروں

کو کھلانا جائز فرمایا مگر یہ کہ یہاں سے کاٹ کر لے جائیں نہ کہ جانوروں کو مقابر میں چرائیں اور تصریح فرمائی کہ مسلمان کی عزت زندہ و مُردہ برابر ہے اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے، مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انہیں تکلیف دینا حرام تو خود ظاہر ہوا کہ یہ فعل مذکور فی السّوال کس قدر بے ادبی و گستاخی و باعثِ گناہ و استحقاقِ عذاب ہے۔ جب مکان سکونت بنایا گیا تو چلنا پھرنا بیٹھنا لیٹنا، قبور کو پاؤں سے روندنا، ان پر پاخانہ پیشاب جماع سب ہی کچھ ہوگا اور کوئی دقیقہ بے حیائی اور اَمواتِ مسلمین کی ایذا اور رسانی کا باقی نہ رہے گا والعِیَاذُ باللّٰہِ ربّ العٰلمین۔

علماء فرماتے ہیں جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں اُن میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے کما صَرَّحَ بہ العلامۃ المناوی رحمہُ اللہ تعالٰی فی التیسیر شرح الجامع الصغیر اور ظاہر ہے کہ مقابر مسلمین میں صدہا مسلمانوں کی قبریں ہوتی ہیں بلکہ خدا جانے ایک ایک قبر میں کس کس قدر دفن ہیں تو بالضرورۃ ان میں بندگانِ مقبول بھی ضرور ہوں گے بلکہ اس امر کی اموات میں زیادہ اُمید ہے کہ بہت بندے خدا کے جو زندگی میں آلودہ گناہ تھے بعد موت پاک و طیب ہو گئے۔

موت کفّارۂ گناہ ہے

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، اَلْمَوْتُ کَفَّارَۃٌ لِکُلِّ مُسْلِمٍ۔ موت کفارۂ گناہ ہے ہر سُنّی مسلمان کے لیے۔

ؔ فائدہ جلیلہ محاورۂ قرآن و حدیث میں مومن و مسلم خاص اہلسنّت کو

اخرجہ ابو نعیم والبیہقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال السیوطی صححہ ابن العربی۔ اسی لیے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا فاجر مُعْلِن کے فسق و فُجُور کا اس کی زندگی میں اعلان کیا جائے تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں۔

بعد موت فاسق و فاجر کو بُرا کہنے کی ممانعت

اخرج ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والترمذی فی النوادر والحاکم فی الکنی والشیرازی فی الالقاب وابن عدی فی الکامل والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی السنن والخطیب فی التاریخ کلھم عن الجارود عن

ماننے ہیں کہ زمانہ نزول قرآنِ عظیم وارشاد احادیث کریمہ میں صرف اہلِ حق اہلسنّت اہل جماعت ہی تھے اس زمانہ برکت نشان میں کسی بد مذہب مبتدع کا ہونا محال تھا کہ مذہبی شبہہ و تاویل سے پیدا ہوتی ہے جسے یقینِ قطعی سے بدلنے والے حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دنیا میں جلوہ فرما تھے اگر شبہہ گذرتا حضور کشف فرماتے شبہہ والا مانتا تو سنّی ہوتا نہ مانتا تو کافر ہو جاتا۔ یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی ولہذا آیہ کریمہ وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ سے جب علماء نے حجّیّتِ اجماع پر استدلال کیا تصریح فرمادی کہ مبتدعین کا اتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں کہ مومنین سے مراد اُمّت اجابت ہیں۔ مبتدعین اُمّت اجابت نہیں اُمّت دعوت ہیں دیکھو توضیح وتلویح بحث اجماع وغیرہ۔ یہ فائدہ نفیسہ یاد رکھنے کا ہے کہ انما المؤمنون اخوۃ وغیرہا آیات واحادیث میں مومنین سے اہلسنّت ہی مراد ہیں انہیں کے

بهز بن حکیم عن ابیه عن جده. عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم
اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر
بما فیه یحذره الناس اور بعد موت کیسا ہی فاسق فاجر ہو اُس کے
بُرا کہنے اور اس کی بُرائیاں ذکر کرنے سے منع فرمایا کہ وہ اپنے کیے کو
پہنچ گیا. اخرج الامام احمد والبخاری والنسائی عن امّ المؤمنین
الصدیقة رضی اللّٰه تعالٰی عنها عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم
قال لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الی ما قدّموا واخرج
ابوداؤد والترمذی والحاکم والبیهقی عن ابن عمر رضی اللّٰه
تعالٰی عنهما عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اذکروا
محاسن موتاکم وکفوا عن مساویهم[۲] واخرج النسائی بسند
جید عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها عن النبی صلی اللّٰه
تعالٰی علیه وسلم لا تذکروا هلکاکم الا بخیر[۳].
بعد اس اطلاع کے بھی اگر ایسے اشخاص اپنی حرکت سے باز

---

[۱] باہم اتفاق و اتحاد کا حکم ہے نہ وہ خدا لہا اللہ تعالٰی کی تعظیم اور تمام گمراہوں بد مذہبوں
سے اتحاد و وداد کی تعلیم سب بے دینوں کی تکریم و تعظیم بیان نصوص کو پیش کرنا محض
بد دینی و ضلالت ہے. والعیاذ باللّٰه تعالٰی. ۱۲ منہ حفظہ ربہ.

نہ آئیں تو اب ان کی گستاخیاں عوام مومنین کے ساتھ ہی نہیں بلکہ
حضرات اولیائے کرام کے ساتھ بھی ہوں گی اور اَشَدُّ و اَعْظَم مصیبت
اس کی جو اولیاء کی جناب رفیع میں گستاخی ہو. نبی صلی اللّٰہ تعالٰی
علیہ وسلم فرماتے ہیں اللّٰہ جلّ جلالہ فرماتا ہے من عادی لی ولیا فقد
اذنته بالحرب جو میرے کسی ولی سے دشمنی باندھے تو بیشک
میں نے اس سے لڑائی کا اعلان کر دیا. (رواہ الامام البخاری عن
سیدنا ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ)

اقول وکفی بالجامع الصحیح حجة وان کان فی القلب
الذهبی ما کان. غرض ان لوگوں پر ضرور ہے کہ اپنے حال سقیم
پر رحم کریں اور خدائے جبّار قہّار جلّ جلالہ کے انتقام سے ڈریں اور
مسلمانوں کے اَموات کو ایذا نہ پہنچائیں. آخر انہیں بھی اپنے اَمثال
کی طرح ایک دن زمین میں جانا اور بے کس بے بس ہو کر پڑنا ہے
جیسے آج یہ لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں ویسا ہی اور لوگ کل ان کے
ساتھ کریں گے.

عنه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کما تدین تدان[۱] اخرجه
ابن عدی فی الکامل عن ابن عمر واحمد فی المسند عن
ابی الدرداء وعبد الرزاق فی الجامع عن ابی قلابة مرسلا
وهو عند الاخرین قطعة حدیث قلت وله شواهد جمة
وهو من جوامع کلمه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم. اللّٰہ کی طرف

---

[۱]

شکوے کہ یہ بلا ان جاہلوں میں اُن اجہلوں کی پھیلائی ہوئی ہے جنہوں نے اموات کو بالکل پتھر سمجھ لیا کہ مر گئے اور خاک ہو گئے نہ اب کچھ سُنیں نہ سمجھیں نہ کسی چیز سے ایذا یا راحت پائیں اور جہاں تک بن پڑا قبور مسلمین کی عظمت قلوب عوام سے چھین ڈالی۔

فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

وصل دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ فتوائے اولیٰ

مسئلہ از کلکتہ امر تلا لین نمبر ۸ مرسلہ حاجی لعل خاں صاحب وبار دوم بلفظہ از کانپور بازار نیا گنج کمپنی داؤد جی دادا بھائی سورتی مرسلہ عبدالرحیم صاحب، ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ ایک سطح وقف زمین جو کہ قبرستان کے نام سے مشہور ہے جس کی ایک طرف چند پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں اور باقی ایک تہائی سطح میدان پڑا ہوا ہے اور وہاں کے عمر رسیدہ قریب اَسّی سے سو برس کے بزرگوں سے تحقیق کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے ہوش سے ہم لوگوں کے جاننے میں کسی حصہ اس سطح زمین میں کوئی میت دفن نہیں ہوا ہے اس پر چند مسلمانان عالی ہمت نے اس تہائی خالی سطح زمین پر مدرسہ و کتب خانہ بنانے کے لیے حاکم وقت سے درخواست کی۔ تحقیق کرنے کے بعد کہ وہاں کوئی قبر نہیں ہے حاکم

نے اجازت دی۔ اُن حضرات نے مدرسہ و کتب خانہ بنانے کے لیے تمام سامان فراہم کیا ہے۔ اس صورت میں ایسے مقام پر مدرسہ و کتب خانہ بنانا درست ہے یا نہیں اور مدرسہ کی نیو کھودتے وقت اگر اچانک وہاں مُردہ کی بوسیدہ ہڈی نکلے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وقف کی تبدیلی جائز نہیں۔ جو چیز جس مقصد کے لیے وقف ہے اُسے بدل کر دوسرے مقصد کے لیے کر دینا روا نہیں جس طرح مسجد یا مدرسہ کو قبرستان نہیں کر سکتے۔ یونہی قبرستان کو مسجد یا مدرسہ یا کتب خانہ کر دینا حلال نہیں۔ سراج وہاج پھر فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

لا یجوز تغییر الوقف عن هیأته فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر ما یری فیه مصلحة الوقف اھ قلت فاذا لم یجز تبدیل الهیأة فکیف بتغییر اصل المقصود۔

اور اس پارۂ قبرستان میں سو برس سے کوئی قبر نہ ہوا اُسے قبرستان ہونے سے خارج نہیں کر سکتا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول مفتی بہ پر تو واقف کے صرف اتنے کہنے سے کہ میں نے یہ زمین دفن مسلمانان کے لیے وقف کی یا اس زمین کو مقبرۂ مسلمین کر دیا وہ تمام زمین قبرستان ہو جاتی ہے اگرچہ ہنوز ایک مُردہ بھی دفن نہ ہوا ہو اور امام محمد کے قول پر ایک شخص کے دفن سے

ساری زمین قبرستان ہو جاتی ہے۔

اسعاف پھر رد المحتار میں ہے تسلیم کل شئ بحسبه ففی المقبرة بدفن واحد وفی السقایة بشربه وفی الخان بنزوله۔

ہدایہ وہندیہ میں ہے وعند ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ یزول ملکه بالقول کما هو اصله وعند محمد رحمه الله تعالیٰ اذا لناس من السقایة وسکنوا الخان والرباط ودفنوا فی المقبرة زال الملك ویکتفی بالواحد لتعذر فعل الجنس کله وعلی هذا البئر والحوض۔

در منتقی وشامی میں ہے قدم فی التنویر والدرر والوقایة وغیرها قول ابی یوسف وعلمت ارجحیته فی الوقف والقضاء۔

پس صورت مستفسرہ میں وہاں مدرسہ وکتب خانہ بنانا ہی جائز نہیں اگرچہ مردہ کی ہڈی نہ نکلے اور نکلنے کی حالت میں ممانعت اور اشد ہو جائے گی کہ قبر مسلم کی بے حرمتی ہوئی۔ کما بیناہ فی الامر باحترام المقابر والله تعالیٰ اعلم۔

فتوائے ثانیہ

مسئلہ از کانپور مسجد رنگیان مرسلہ مولوی شاہ احمد حسن صاحب مرحوم بوساطت جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ سنہ ہجری

بخدمت سراپا برکت مولانا صاحب المجدد مائۃ حاضرہ صاحب حجت قاہرہ امام جماعت عالم سنت مولانا وسیدنا المولوی

محمد احمد رضا خاں صاحب تمت فیوضاتہم وعمت سکنۃ المشارق والمغارب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کانپور مولوی احمد حسن صاحب سے ملاقات ہوئی کہتے تھے کہ بالفعل ایک اشد ضرورت ہے وہ یہ کہ جامع العلوم والوں نے ایک فتویٰ لکھا مُستَفتی میرے پاس لایا۔ میں نے اُن کے خلاف جواب لکھا۔ جامع العلوم والوں نے اُس کو دیوبند بھیجا۔ اُنہوں نے اپنے ہم مذہبوں کے جواب کی تصدیق کی۔ مُستَفتی پھر میرے پاس آیا کہ اب میں کس کے قول پر عمل کروں میں نے کہا کہ جو فیصلہ حکم کرے اُس پر عمل کرو۔ حضرت مولانا سے بڑھ کر کون حَکَم ہے۔ لہٰذا اس اِستِفتا کو اپنے ہمراہ لیتے جاؤ اور مولانا سے جواب لکھوالو اور فوراً روانہ کردو چونکہ میرا ارادہ حاضری کا تھا میں نے اِستِفتا لے لیا اور اتفاق کہ میں حاضر نہ ہو سکا اور یہ بہت ضروری ہے لہٰذا اس عریضہ کو میں ہمراہ سیّد عبدالشکور صاحب حاضرِ خدمت کرتا ہوں اسی وقت فیصلہ لکھ دیجئے اور سیّد صاحب ہی کے ہمراہ واپس فرمائیے کہ میں روانہ کر دوں۔ مولوی احمد حسن صاحب انتظار میں ہوں گے۔

نقلِ اِستِفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین کہ ایک سطح وقف زمین کہ قبرستان کے نام سے مشہور ہے جس کی ایک طرف چند پُرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں

الخ (بعینہ سوال آمدہ از کلکتہ امرتلالین واز کانپور بازار نیا گنج ۲۰، ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ کہ عنقریب فتاوٰی میں گذرا)

جواب اہلِ مدرسہ جامع العلوم ایسے مقام پر کتب خانہ اور مدرسہ بنانا جائز ہے لعدم المانع اور اگر بوسیدہ ہڈی اتفاقی طور پر نکل آئے تو اُس کو کہیں دفن کر دے وقال الزیلعی ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبنا علیہ اھ شامیہ صفحہ ۵۹۹ واللہ اعلم

الاحقر محمد رشید مدرس دوم
مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

دو عالم ز فیض محمد رشید
۱۳ ھ ۱۳

من اجاب فقد اصاب محمد عبد اللہ عفی عنہ
ہذا الجواب غیر صحیح لانہ مخالف لعبارۃ الفقہاء
محمد عبد الرزاق مدرس مدرسہ
امداد العلوم کانپور۔

محمد عبد الرزاق

خلاصۂ جواب جناب مولوی احمد حسن صاحب

صورتِ مسئولہ میں اس مقام پر کتب خانہ و مدرسہ بنانا ناجائز ہے اس لیے کہ یہ جگہ جب مقبرہ کے نام سے مشہور اور وقف ہے تو شرعاً یہ مقبرہ سمجھا جائے گا اور اس مقبرہ کے لیے یہ زمین وقف ہو گی اور اُس کی شہرت اس کے ثبوت کے لیے دلیل کافی ہے درمختار میں ہے تقبل فیہ الشہادۃ بالشہرۃ الخ رد المحتار میں ہے الخ

عالمگیریہ الشہادۃ علی الوقف بالشہرۃ تجوز الخ اور اس کے منہدم ہو جانے سے دوسرا کوئی نفع لینا درست نہ ہوگا۔

قاضی خاں مطبوعہ مصر جلد ثالث صفحہ ۳۱۴ مقبرۃ قدیمۃ بمحلۃ لم یبق فیہا آثار المقبرۃ ہل یباح لاہل المحلۃ الانتفاع بہا قال ابو نصر رحمہ اللہ تعالیٰ لا یباح۔

علمگیری جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷۰ و ۴۷۱ سئل القاضی الامام شمس الائمۃ محمود الاوزجندی فی المقبرۃ اذا اندرست ولم یبق فیہا اثر الموتی لا العظم ولا غیرہ ہل یجوز زرعہا واستغلالہا قال لا ولہا حکم المقبرۃ کذا فی المحیط نہ عدم جواز انتفاع بالمقبرۃ امام زیلعی کی اس عبارت کے خلاف ہے اس لیے کہ انہوں نے جواز میّت کے بوسیدہ اور خاک ہو جانے پر مرتّب فرمایا ہے اور جہاں عدم جواز اس وجہ سے نہیں بلکہ بسبب مقبرہ کے وقف ہونے کے ہے جیسا کہ مصحح نے علمگیریہ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے عبارت منقولہ علمگیریہ پر یہ عبارت لکھی ہے قولہ قال لا ہذا لا ینافی ما قالہ الزیلعی لان المانع ہہنا کون المحل موقوفا علی الدفن فلا یجوز استعمالہ فی غیرہ فلیتأمل ولیحرر اھ مصححہ اور مسائل سے یہ بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ غیر جنس کی طرف نقل وقف جائز نہیں۔

علمگیریہ جلد ثانی صفحہ ۴۷۸ سئل شمس الائمۃ الحلوانی عن مسجد او حوض خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس ہل للقاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجد اخر او حوض

اخر قال نعم ولو لم ینفرق الناس ولکن استغنی الحوض عن العمارۃ وھناك مسجد محتاج الی العمارۃ او علی العکس ھل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارۃ ماھو محتاج الی العمارۃ فقال لاکذا فی المحیط. لہٰذا اس زمین میں جو دفن ہو کے لیے وقف ہو مدرسہ وغیرہ بنانا جائز نہ ہو گا گو خالی ہی کیوں نہ ہو اور دوسرے اس کا خالی ہونا فقط اتنی شہادت سے کہ ہماری عمر میں ہمارے علم میں کوئی میت دفن نہ کی گئی نہیں ثابت ہو سکتا بلکہ اس قدیم مقبرے کا پُر ہونا سمجھا جاتا ہے کہ جب دو تہائی زمین میں قبریں اس قدر پُرانی ہیں کہ سو برس کے لوگوں کے ہوش سے قبل کی ہیں تو اس ایک ثلث میں اس سے بھی پہلے کی ہوں گی اور وہ بالکل منہدم ہو گئے ہوں زمین صاف معلوم ہوتی ہو زمین بھر جانے کی وجہ سے دفن کرنا چھوڑ دیا گیا ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص بیان کرے کہ جب سے یہ زمین مقبرہ کے لیے وقف ہوئی کوئی میت اس تہائی میں نہ دفن کی گئی تو البتہ خالی ہونا ثابت ہو سکتا ہے پھر بھی مدرسہ وغیرہ سوائے دفن کے دوسرے کام میں لانا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ

عبدہ العاصی فضل الٰہی عفی عنہ

ہٰذا الجواب صحیح کتبہ عبدالرزاق عفی عنہ

الجواب الثانی صحیح کتبہ احمد حسن عفی عنہ

جواب مولوی رشید احمد گنگوہی و دیوبندیان

الجواب یہ جواب صحیح نہیں ہے اور مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اُس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا الحاصل اگر وہ قبرستان وقف نہیں ہے تو کچھ کلام نہیں اور قبرستان کو جو وقف مشہور کر دیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ گورستان وقف نہیں ہوتا اور بعد تسلیم اس بات کے کہ وہ وقفی ہے اُس صورت میں کہ وہاں دفن اَموات کا ایک مدت دراز سے بند ہے تو اس میں دوسرا مکان وقفی بنا دینا درست ہے لہٰذا مدرسہ وقفی بنانا اُس گورستان میں جائز ہے چنانچہ اس روایت سے واضح ہے عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۹ فان قلت ھل یجوز ان تبنی المساجد علی قبور المسلمین خلت قال ابن القاسم لو ان مقبرۃ من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیھا مسجد الم ارِ بذلك بأسا وذلك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاھم لا یجوز لاحد ان یملکھا فاذا درست واستغنی عن الدفن فیھا جاز صرفھا الی المسجد لان المسجد ایضا وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملیکہ لاحد فمعنا ھما علی ھذا واحد اور کتب فقہیہ میں بھی روایات جواز موجود ہیں مگر بندہ کو مہلت نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد
۱۰ ھ ۱۳

الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ

الجواب صحیح بندہ مسکین محمد یٰسین عفی عنہ

محمد یٰسین عفی عنہ

الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ

جبکہ وہ مقبرہ نہایت کہنہ ہے اور اس وقت دفن کرنا وہاں متروک ہوگیا ہے تو بناء مدرسہ اس جگہ میں خصوصًا حصہ خالی میں درست ہے البتہ اگر وہ مقبرہ فی الحال دفن اموات کے کام آتا ہو تو کوئی اور بنا اس میں درست نہیں ہے۔ قال فی العلمگیریۃ ولو بلی السمیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذا فی التبیین فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

۱۳۰۷
فتوکل علی العزیز الرحمٰن

فتویٰ مجددِ مأتہ حاضرہ

امام اہل سنّت مولانا احمد رضا خاں کا جواب مبارکہ

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جواب اوّل غلط صریح اور حکم ثانی حق وصحیح اور تحریر ثالث جہل قبیح ہے۔

اوّلاً سوال میں صاف تصریح تھی کہ ایک سطح وقف زمین پھر مجیب سوم کی تشقیق کہ اگر وہ قبرستان وقف نہیں الخ محض شقشقہ

بے معنی ہے۔

ثانیاً قبرستان کو جو وقف مشہور کہہ دیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں اس کا یہ مُشارٌ الیہ شہرت ہے یا وقفیت اوّل صحیح ہے مگر مہمل وندا ہے بے محل۔

وقف میں شہرت کافی ہے

سوال اس صورت خاصہ سے ہے جہاں شہرت موجود ہے اس پر حکم کے لیے ہر جگہ شہرت کیا ضرور یونہی۔ دوم بھی اگر مقصود سلب وقفیت بحال انتفائے شہرت ہو اور انہیں دونوں صورتوں میں یہ قول کہ اکثر جگہ دیکھا گیا کہ گورستان وقف نہیں ہوتا روبصحت رکھتا ہے اگرچہ کثیر واکثر میں فرق نہ کرنا ضیق نطاق بیان ہے اور اگر نفی وقفیت باوصف شہرت مراد تو محض مردود وظاہر الفساد اور اب وہ شہادت مشاہدۂ اکثر بلا دصراحۃً حقایت بے محکی ہے متون وشروح وفتاویٰ مذہب میں تصریحات جلیہ ہیں کہ شہرت مثبت وقفیت ومسوغ شہادت ہے۔ کلام مجیب دوم سلمہ میں بھی اس کی بعض نقول منقول پھر باوصف تسلیم ودلیل شرعی نفی مدلول جہل قطعی۔ یہاں شہادت شہرت کو نہ ماننا نہ اسی مقبرے بلکہ عامۂ اوقاف قدیمہ کو یکسر مٹا دینا ہے طول عہد کے بعد شہود معائنہ کہاں اور مجرد خط حجت نہیں۔

فتاویٰ خیریہ میں ہے لا یعمل بمجرد الدفتر ولا بمجرد الحجۃ لما صرح بہ علماؤنا من عدم الاعتماد علی الخط

وعدم العمل بہ مکتوب الواقف الذی علیہ خطوط القضاۃ الماضین وانما العمل فی ذلک بالبینۃ الشرعیۃ

اُسی میں ہے کتاب الوقف انما ھو کاغذ بہ خط وھو لا یعتمد علیہ ولا یعمل بہ کما صرح بہ کثیر من علمائنا والعبرۃ فی ذلک للبینۃ الشرعیہ وفی الوقف یسوغ للشاھد ان یشھد بالسماع ویطلق ولا یضر فی شھادۃ قولہ بعد شھادۃ لم اعاین الوقف ولکن اشتھر عندی او اخبرنی بہ من اثق بہ۔

اب اگر شہرت بھی مقبول نہ ہو تو ہزاروں وقف سوا اس کے کہ محض بے ثبوت و باطل قرار پائیں اور کیا نتیجہ ہے؟

وقف میں تبدیل حرام ہے

ثالثاً مقبرے کے لیے وقف تسلیم کرکے اس میں مدرسہ وغیرہ دوسرے مکان وقفی بنانے کو درست بتانا ظلم واضح وجہل فاضح ہے کہ اس میں صراحۃً تغییرِ وقف ہے اور وہ حرام ہے حتیٰ کہ متولی کو بھی جو وقف پر ولایت رکھتا ہے نہ کہ اجنبی۔ حتیٰ کہ علمانے تغییرِ ہیأت کی بھی بے اِذنِ واقف اجازت نہ دی نہ کہ تغییرِ اصل وقف عقود الدریہ میں ہے، لا یجوز للناظر تغییر صیغۃ الواقف کما افتی بہ الخیر الرملی والحانوتی وغیرھما۔

سراج الوہاج وہندیہ میں ہے: لا یجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر

مایری فیہ مصلحۃ الوقف۔

فتح القدیر و ردالمحتار و شرح الاشباہ للعلامۃ البیری میں ہے۔ الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ دون زیادۃ۔

وقف کرنے کے لیے مالک ہونا شرط ہے، شے ایک بار وقف ہوکر دوبارہ وقف نہیں ہوسکتی

رابعاً مدرسہ یا کتب خانہ یا کوئی مکان کیا خالی دیواروں کا نام ہے ہر عاقل ادنیٰ عقل والا بھی جانتا ہے کہ زمین ضرور اُس میں داخل تنہا دیواروں کو بناو عملہ کہتے ہیں نہ بیت و خانہ مدرسہ جائے درس محل درس زمین ہے یا دیواروں پر بیٹھ کر درس ہوگا اور یوں بھی ہوتا ہم قرار استقرار کو انتہا علی الارض سے کیا چارہ اور یہ زمین ایک بار ایک جہت کے لیے وقف ہوچکی دوبارہ وقفیت کیونکر معقول کہ وَاقِف کا وقتِ وقف مالک موقوف ہونا شرطِ وقف ہے۔

زمین وقف میں کوئی عمارت دوسری غرض کے لیے وقف نہیں ہوسکتی

ہمارے مذہب میں باتفاق اہل وقوف اُس پر صحت وقف موقوف اور وقف بعد تمامی کسی کی مِلک نہیں تو خود اصل واقف بھی اگر دوبارہ اُسے وقف کرنا چاہے محض باطل ہوگا نہ کہ زید و عَمرو بلکہ یہ حکم عام ہے خواہ وقف دوبارہ جہتِ اخریٰ پر ہو یا اسی جہتِ اولیٰ پر کہ علی الاول تحویل باطل ہے اور علی الثانی تحصیل حاصل والکل باطل بحر الرائق و عالمگیریہ وغیرہا میں ہے۔

اما شرائطه فمنها العقل والبلوغ ومنها ان یکون قربة ومنها الملك وقت الوقف وتیضرع علی اشتراط الملك انه لایجوز وقف الاقطاعات ولا وقف ارض الحوز لامام اھ ملتقطا۔

اسعاف میں ہے۔ اتفق ابویوسف ومحمد رحمھما اللہ تعالٰی ان الوقف یتوقف جوازہ علی شروط بعضھا فی المتصرف کالملك فان الولایة علی المحل شرط الجواز والولایة تستفاد بالملك او من نفس الملك

اُسی میں ہے لو وقف ارضاً اقطعہ ایاھا السلطان فان کانت ملکا له او مواتا صح وان کانت من بیت المال لایصح۔

خامساً تنہا عمارت وقف ہوگی یا تنہا زمین یا دونوں ثانی بدیہی البطلان لان الوقف لایوقف یوہیں ثالث لانه علیه یتوقف اوّل کا جواز ارض غیر مُحتکرہ میں صرف اس صورت میں ہے کہ یہ عمارت اسی کام پر وقف ہو جس پر اصل زمین کا وقف ہے ھوالصحیح بل ھو التحقیق وبه التوفیق تو زمین مقبرہ اور دیواریں عدسہ یہ محض وسوسہ۔

فتاوٰی علامہ خیر الدین رُملی میں ہے سئل فی کرم مشتمل علی عنب وتین وارضه وقف سیدنا الخلیل علیه وعلی نبینا وسائر الانبیاء افضل الصلٰوۃ واتم السلام من الملك الجلیل ادعی رجل بانه وقف

جدہ ھل تسمع دعواہ اجاب لا تسمع ولا تصح اذ الکرم اسم للارض والشجر وان ارید به الشجر فوقف الشجر علی جھة غیر جھة الارض مختلف فیه وقد قال صاحب الذخیرۃ وقف البناء من غیر وقف الارض لم یجز ھو الصحیح وان ارید کل من الارض والشجر فبطلانه بدیھی التصور وان ارید الارض فبدیھیة البطلان اولی اھ ملتقطا۔

اسی میں اس کے متصل ہے کیف یصح للواقف وقفھا علی نفسه وھی وقف الخلیل علیه الصلٰوۃ والسلام اھ وھذا معنی قوله فبطلانه بدیھی التصور۔

ردالمحتار میں ہے الذی حررہ فی البحر اخذا من قول الظھیریة وما اذا وقفه علی الجھة التی کانت البقعة وقفا علیھا جاز اتفاقا تبعاً للبقعة وان قول الذخیرۃ لم یجز ھو الصحیح مقصور علی ما عدا صورۃ الاتفاق وھو ما اذا کانت الارض ملکا او وقفا علی جھة اخری اھ وعلی ھذا فینبغی ان یستثنی من ارض الوقف ما اذا کانت الارض معدۃ للاحتکار فبه یتضح الحال ویحصل التوفیق بین الاقوال اھ ملخصا وقد اوضحنا فیما علقنا علیه۔

سادساً مدرسہ یا کتب خانہ جو بنایا جائے گا جبکہ شرعاً وقف نہیں ہو سکتا لاجرم مِلک بانیاں پر رہے گا اور اب یہ صراحۃً وقف

میں تصرف مالکانہ اور اپنے انتفاع کے لیے اُس میں عمارت بنانا ہوگا تو آفتاب کی طرح واضح کہ قاضی خاں و علمگیری و محیط کی عبارات جو مجیب دوم سلّمہٗ نے نقل کیں کہ مقبرہ اگرچہ مندرس ہو جائے اُس میں قبر کا نشان درکنار اموات کی ہڈی تک نہ رہے جب بھی اُس سے انتفاع حرام اور ہمیشہ اس کے لیے حکم مقبرہ رہے گا اسی طرح فتاویٰ ظہیریہ و خزانۃ المفتین واسعاف کی عبارات کہ مقبرۃ قدیمۃ بمحلۃ لم یبق فیھا اثار المقبرۃ لا یباح لاھل المحلۃ الانتفاع بھا وان کان فیھا حشیش یحش منھا ویخرج الحشیش الی الدواب ولا ترسل الدواب فیھا قطعاً مفید مدعا تھیں اور مجیب سوم کا یہ زعم کہ مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا محض سوئے فہم و جہلِ مبین۔

مجیب سوم[1] کی جہالت

سابعاً مجیب سوم کو جب فقہ میں کوئی راہ نہ ملی ناچار متون و شروح وفتاوائے مذہب سب بالائے طاق رکھ کر نصوص اصول و فروع فقہ حنفی سب سے آنکھ بند کر کے شرح صحیح بخاری سے ایک روایت خارج عن المذہب پر قناعت کی کہ ابن القاسم نے کہا کہ میری رائے میں جب مقبرے کے آثار مٹ جائیں اور اُس کی حاجت نہ رہے تو وہاں مسجد بنالینا جائز ہے۔ عربی لفظوں کا ترجمہ دیکھ لیا اب آدراک کسے کہ یہ ابن القاسم کون ہیں کس مذہب کے عالم ہیں ان کا قول مذہب

---

[1] یعنی گنگوہی صاحب۔

حنفی میں کہاں تک سُنا جا سکتا ہے اور وہ بھی خاص ان کی اپنی رائے اور وہ بھی اصول و فروع مذہب کے صریح خلاف۔ مجیب صاحب[1] علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح جامع صحیح میں صرف اقوال مذہب پر اقتصار نہیں کرتے بلکہ آئمہ اربعہ اور اُن سے بھی تجاوز کر کے اُن کے تلامذہ و اصحاب وجوہ بلکہ اُن سے بھی گزر کر بعض دیگر سابق و لاحق بلکہ بعض بد مذہبوں مثل داؤد ظاہری و ابن حزم تک کے اقوال نقل کر جاتے ہیں بلکہ بارہا ابن و آں ہی کے قول پر قناعت فرماتے اور ائمہ مذہب کا مذہب بیان میں بھی نہیں لاتے جاہل کہ تراجم علماء سے آگاہ نہیں آپ کی طرح دھوکا کھاتا ہے اور خادمِ علم بحمد اللہ تعالیٰ فرقِ مراتب و تفرقۂ مذاہب کی خبر رکھتا ہے۔ علامہ عینی یہاں کسی کتاب فقہ کی تحریر میں نہیں۔ یہ استطرادی بالائے فوائد ہیں جن سے افادیل ناس پر اطلاع مقصود اور مذہب تو اصلاً و فرعاً کتبِ مذہب میں مضبوط ہو چکا۔ اُن کی ان نقول کا اکثر مادہ تصانیف ابن المنذر و ابن بطال و غیرہما شافعیہ و غیرہم ہیں۔ اُن کی عادت ہے کہ محلِ نقل میں سطریں کی سطریں بلکہ کہیں صفحے کے صفحے بلا عزو بے تغیر لفظ نقل فرما جاتے ہیں جس پر اُن کے امام عصری امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الدرر الکامنہ میں تنبیہ کی۔ یہاں بھی صدرِ کلام ذکر ما یستنبط منه من الاحکام سے آپ کی منقولہ حکایت تک اُسی قسم کی عبارت ہے۔ عالم تو متعدد وجہ سے پہچانے گا کہ یہ کلام حنفیہ نہیں۔ آپ نے اتنا ہی دیکھا ہوتا کہ اس عبارت میں ہے، الجواز

---

[1] یعنی گنگوہی صاحب۔

نبش قبورھم للمال ذھب الکوفیون والشافعی واشھب بھذا الحدیث۔ حنفیہ کا محاورہ نہیں کہ اپنے ائمہ کا مذہب یوں بیان کریں کہ کوفے والے ادھر گئے ہیں قائل حنفی ہوتا تو ذھب ائمتنا یا اصحابنا یا علماؤنا وامثال ذلک لکھتا یہ ابن القاسم واشہب[1] دونوں حضرات مالکی المذہب عالم ہیں خود امام ہمام کے شاگرد اور اُن کے مذہب میں اہل روایت و درایت جیسے ہمارے یہاں زُفر و حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہم آپ کی مقدس بزرگی کہ مذہب حنفی کے صریح خلاف ایک مالکی عالم کی رائے پر فتوے دیتے اور اُسے اپنے زعم میں مذہب حنفی کی روایت سمجھ رہے ہیں حالانکہ ہمارے ائمہ تو ہمارے ائمہ، وہ اس مذہب کے بھی امام مجتہد سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت نہیں لیتے۔ اُن عالم مالکی کی اپنی رائے ہے جیسے وہ فرماتے ہیں لم ار بذلك باسا کاش بے مہلتی اتنی مہلت دیتی کہ آپ کو اپنی منقولہ عبارت سے دو ہی لفظ آگے بڑھنے دیتی تو آپ کو کیا ملتا وذکر اصحابنا یعنی ابن القاسم نے یہ کہا اور ہمارے علماء نے یوں فرمایا اسی سے آپ کچھ تو چیتے کہ یہ ابن القاسم ہمارے علماء سے نہیں مگر ہاں جب نافہمی کی ٹھہری تو آپ کو کیا لگتا کہ اس ذکر اصحابنا کو بھی قال ابن القاسم کے تحت میں داخل اور انہیں کے مقولے میں شامل مانتے۔

---

[1] دونوں حضرات کے مزار فائض المرام قرافہ میں ایک جا ہیں علماء فرماتے ہیں ان دونوں مزاروں کے بیچ میں دُعا قبول ہوتی ہے ۱۲ منہ حفظ ربہ۔

گنگوہی صاحب کی تین چالاکیاں اور اُن کا اُلٹا پڑنا

ثانیاً مجیب صاحب آپ نے ناحق اس حکایت غیر مذہب پر قناعت کی کہ فقط بیچارے مُردہ مسلمانوں کی قبریں طلبہ اور مدرسہ کے بھنگی بہشتی سے پامال کرانے کی گنجائش ملی اس ذکر اصحابنا کو کیوں نہ لیا کہ مسجدوں میں ہل چلانے گھوڑے گدھے باندھنے کی راہ چلتی۔

بل ما ھو اشنع واخنع وھو اتخاذ موضع المسجد حشا وکنیفا لقولہ وذکر اصحابنا ان المسجد اذا خرب ودثر ولم یبق حولہ جماعۃ والمقبرۃ اذا عفت ودثرت تعود ملکا لاربابھا قال فاذا عادت ملکا یجوز ان یبنی موضع المسجد دارا وموضع المقبرۃ مسجدا او غیر ذلك قال فاذا لم یکن لھا ارباب تکون لبیت المال اھ وذلك لان الدار لابد لھا من تلك الاشیاء۔

مگر آپ نے ہوشیاری برتی۔

اوّلاً جانتے تھے کہ کتب معتمدۂ مذہب مشہورہ متداولہ میں اسے صراحۃً رد کیا اور اس کے خلاف پر بشدومد فتویٰ دیا ہے۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعۃ وبہ یفتی حاوی القدسی و بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے واکثر المشائخ علیہ

مجتبی وھو الاوجہ فتح۔

ثانیاً یہ قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جسے علامہ عینی نے اصحابنا کی طرف نسبت کیا خاص اس حالت میں ہے جب وہ شے موقوف اُس غرض کی صلاحیت سے بالکل خارج ہو جائے جس کے لیے واقف نے وقف کی تھی اصلاً کسی طرح اُس کے قابل نہ رہے ردالمحتار میں ہے۔

ذکر فی الفتح ما معناہ انہ یتفرع علی الخلاف المذکور ما اذا انہدم الوقف ولیس لہ من الغلۃ ما یعمر بہ فیرجع الی البانی او ورثتہ عند محمد خلافا لابی یوسف لکن عند محمد انما یعود الی ملکہ ما خرج من الانتفاع المقصود للواقف بالکلیۃ۔

یہ بات مقبرۂ مذکورہ میں کیونکر متصور کہ ہنوز تہائی میدان حسب بیان سائل بالکل خالی پڑا ہے۔

ثالثاً شاید یہ بھی کچھ اندیشہ گزرا کہ اس میں مقبرے کے ساتھ مسجد کی بھی خیر نہیں۔ مبادا عوام بھڑک جائیں ان وجوہ سے ذکر اصحابنا چھوڑ کر قال ابن القاسم کا آسرا پکڑا مگر غافل کہ جن تین اندیشوں سے گریز فرمائی وہی تینوں یہاں بھی آپ پر عائد بلکہ مع شے زائد۔

اوّل تو وجہ سابع میں دیکھ چکے کہ خلاف مفتی بہ ہونا درکنار دو مذہب کا کوئی قول ضعیف بھی نہیں۔

اور **ثانی** یوں کہ کلام ابن القاسم میں عفت و دست ہے عفا و دروس نیست و نابود و ناپید او بے نشان ہونا ہے یہ اس مقبرے پر کہاں صادق کہ سائل کہتا ہے کہ پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں تو ابھی

نیست و نابود و ناپدید نہ ہوا اور اس روایت خارجہ نے بھی آپ کو کام نہ دیا۔

اور **ثالث** یوں کہ جب اُن کی رائے میں مجرد وقفیت موجب اتحاد معنی و جواز اقامت بجائے یکدگر ہے تو جیسے مقبرے کو مسجد کرنا روا۔ یونہیں مسجد کو مقبرہ، یونہی مسجد کو سرا اور سرا میں بیت الخلاء؛

فان الکل وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملیکہ لاحد فمعنی الکل علی ھذا واحد۔ پھر مفر کدھر۔

گنگوہی صاحب کی کمال بلادت کہ احادیث صحیحہ ونصوص ائمۂ مذہب چھوڑ کر ایک مالکی عالم کے جس قول سے سند لائے اس کا بھی مطلب نہ سمجھے

ثالثاً اور براہ مہربانی تھوڑی دیر کو ہوش میں آکر فرمایئے کہ ابن القاسم نے کہا مقبرے کو بعد بے نشانی مسجد کر دینا روا اور ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مقابر پر مسجد بنانا حرام۔ آپ کے نزدیک یہ دونوں حکم حالت واحد پر وارد۔ جب تو آپ کا ایمان ہے کہ ابن القاسم کی بات حق جانیں اور ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہ مانیں اور اگر حالت مختلف ہے تو پہلے وہ فرق معین کیجئے جس پران دونوں احکام کا انقسام ہوگا کیا فقط نو و کہن کا تفرقہ ہے کہ نئی قبروں پر مسجد بنانا حرام اور جہاں ذرا پرانی پڑیں اور اب ان پر نماز جائز ہو گئی یا فقط اوپر کا نشان مٹ جانا چاہیے یا یہ ضرور ہے کہ لاشوں کے تمام اجزا ساری ہڈیاں بالکل خاک ہو جائیں مُردے بجمیع اجزائہم تراب خالص کی طرف استحالہ کریں اس کے بعد روا ہے۔

اوّل تو بداہتہً باطل اور شاید بعلت وہابیت آپ کے یہاں تو شرک ہو۔

اور ثانی بھی اسی کی مثل ہے کہ نشان بالا نہ قبر ہے نہ قبر کے لیے رکن و شرط تو اس کا عدم و وجود یکساں معہذا اس مقبرے میں یہ صورت بھی ہنوز متحقق نہ ہوئی کہ نشان قبور موجود ہیں اور آپ کا حکم بے تخصیص ثلث خالی صاف مطلق ہے کہ مدرسہ وقفی بنانا گورستان میں درست ہے اور آپ کے مقلد نے اُس اطلاق کی صریح تصریح کر دی کہ بنائے مدرسہ اُس جگہ میں خصوصاً حصہ خالی میں درست ہے۔ اس خصوص نے عموم کو واضح کر دیا لاجرم ثالث لیجیے گا اب یہ آپ پر لازم تھا کہ دلیل شرعی سے اُس مدّت کی تعیین کرتے جس میں مُردوں کی ہڈی پسلی کا اصلاً نام و نشان نہیں رہتا سب خاک محض ہو جاتے ہیں پھر ثبوت دینا تھا کہ اس مقبرے میں سب سے پچھلی جو میت دفن ہوئی اُسے اتنی مدت مقررہ گزر چکی ان دو مرحلوں کو بغیر طے کیے حکم جواز لگا دینا محض جاہل تھا۔

اتنا یاد رکھیے کہ مجرّد شک یہاں کام نہ دے گا کہ الیقین یزول بالشک عقل و نقل کا قاعدۂ اجماعیہ ہے وجود مانع یعنی بعض اجزائے میت یقیناً معلوم تھا اب جب تک انعدام جمیع اجزائے اموات پر یقین نہ ہو حکم حرمت و ممانعت ہی رہے گا اور آپ کے لیت ولعل سے کام نہ چلے گا تو ظاہر ہوا کہ اس روایت خارجہ عندالمذہب کا دامن پکڑنا بھی محض سوئے فہم و بندگیٔ وہم تھا وباللہ العصمۃ۔

عاشراً لطف یہ ہے کہ اس

سے موقوف کے بیکار ہو جانے کے معنی اور گنگوہی صاحب کی سخت بے تمیزی کہ مفر و مفید میں فرق نہ جانا

روایت خارجہ میں شرط اِستغنا عن الدفن لگائی ہے۔ آیا اس سے یہ مراد کہ اُس کے سوا دوسری جگہ دفن ہو سکتا ہو جب تو یہ شرط محض لغو و عبث ہے۔ وہ کون سا گورستان ہے جس کی طرف احتیاج دفن بمعنی لولاہ لامتنع ہے نہ ہرگز تعطل و ویرانی۔ اقاف میں صرف اس قدر ملحوظ ہوتا ہے بلکہ یہاں مطمح نظر دو امر رہتے ہیں، ایک عدم حاجت بوجہ عدم محتاجین یعنی وہاں آبادی ہی نہ رہی لوگ متفرق ہو گئے اب حاجت کسے ہو جیسے جواب دوم میں علمگیری اور محیط سے دربارۂ مسجد و حوض گزرا کہ خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس دوسرے عدم حاجت بوجہ عدم صلوح یعنی وہ شے کسی مانع و قصور و نقص کے سبب اب اُس کام کی نہ رہی مثلاً زمین پر پانی نے غلبہ کیا کہ دفن کی گنجائش نہ رہی۔

فتاویٰ کبریٰ و جامع المضمرات و ہندیہ و اسعاف وغیرہا میں ہے:

جعلت قطعة ارض لها مقبرة واخرجتها من يدها ودفنت فيها ابنها وتلك القطعة لا تصلح للمقبرة لغلبة الماء عندها فيصلبها فارادت بيعها ان كانت الارض بحال لا يرغب الناس عن دفن الموتى لقلة الفساد ليس لها البيع وان كانت يرغب الناس عن دفن الموتى فيها لكثرة الفساد

فلھا البیع پر ظاہر کہ صورت مُستَفسرہ میں ہرگز نہ عدم محتاجین ہے نہ عدم صُلوح پھر شرط استغنا کب متحقق ہوئی اور تغیر وقف کی اجازت کس گھر سے ملی تو روشن ہوا کہ مجیب سوم کا اس روایت خارج سے تمسک محض تشبث الغریق بالحشیش تھا وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق۔

تنبیہ یہ مجیب سوم پر تلك عشرۃ کاملۃ ہیں اور اُن کا ردّ اُن کے سب اِتباع واَذناب کے ردّ سے مُغنی۔

ع وکل الصید فی جوف الفرأ

اور اذناب کے پاس ہے ہی کیا سوا

روایت امام زیلعی کی تحقیق

روایت امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالٰی کے جسے خود مولوی گنگوہی صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر چھوڑ دیا اور روایت فقہیہ نہ لکھنے کے لیے یہ حیلہ کا بہانہ لیا۔ مجیب اول نے لکھی مجیب دوم سلمہ نے جواب دیا بعض اذناب سوم نے بے تعرض جواب پھر اسی کا اعادہ کیا مگر جناب گنگوہی صاحب چرچے کہ یہاں مقبرہ و وقف میں کلام ہے مجھے خاص دوسرے مکان وقفی کی اجازت نکالنی مشکل پڑی ہے ہل چلانا کھیتی کرنا کہ اس روایت امام زیلعی میں جائز ہو رہا ہے کس گھر سے جائز کر سکوں گا لہٰذا ہوشیارانہ اس سے عدول کیا جو اذناب کی سمجھ میں نہ آیا غالباً اب تو ناظرین اس روایت کا محل و محصل سمجھ لیے ہوں گے۔

صاجو اس سے مقصود زمین مملوک ہے یعنی اگر کسی کی ملک میں کوئی میت دفن کر دی گئی ہو تو جب وہ بالکل خاک ہو جائے مالک کو روا ہے کہ وہاں کھیتی کرے گھر بنائے جو چاہے کرے لان الملك مطلق والمانع زال وھذا ایضا اذا کان ذلك باذنه والا ففی الغصب له اخراج المیت وتسویة الارض کما ھی لحدیث لیس لعرق ظالم حق۔

علامہ مدقق علائی قدس سرہٗ نے دُرِّ مختار میں اسے ایسے نفیس سلسلے میں منسلک کیا جس نے معنی مراد کو کھول دیا مجیب اول نے یہ مراد وہیں سے اخذ کی مگر علامہ مدقق کے اشارات تک ہر فہم کی دسترس کہاں۔ دُرِّ مختار میں فرمایا لا یخرج منه بعد اھالة التراب الالحق آدمی کان تکون الارض مغصوبة اواخذت بشفعة ویخیر المالك بین اخراجه وامساواته بالارض کما جاز زرعه والبناء علیه اذا بلی وصار ترابا زیلعی ورنہ مقبرہ وقفی میں کھیتی کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہدایہ میں ہے فی غایة القبح ان یقبر فیه الموتی سنة ویزرع سنة۔ بات یہ ہے کہ وہابیہ کی نگاہ میں قبور مسلمین بلکہ خاص مزارات اولیائے کرام علیہم الرضوان ہی کی کچھ قدر نہیں بلکہ حتی الوسع ان کی توہین چاہتے ہیں اور جس حیلہ سے قابو چلے ان کو نیست و نابود اور پامال کرانے کی فکر میں رہتے ہیں اُن کے نزدیک انسان مرا اور پتھر ہوا جیسے وہ خود اپنی حیات میں ہیں کہ لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنك شیأ حالانکہ شرع مطہر میں مزارات اولیاء تو مزارات عالیہ

عام قبور مسلمین مستحق تکریم و ممتنع التوہین یہاں تک کہ علما فرماتے ہیں قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے کہ سقف قبر بھی حق میت ہے قنیہ میں امام علائے ترجمانی سے ہے یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت حتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جن کی نعلین پاک کی خاک اگر مسلمان کی قبر پر پڑ جائے تمام قبر جنت کے مشک و عنبر سے مہک اٹھے اگر مسلمان کے سینے اور منہ، سر اور آنکھوں پر اپنا قدم اکرم رکھیں اس کی لذت و نعمت وراحت و برکت میں ابد الآباد تک سرشار و سرفراز رہے۔ وہ فرماتے ہیں لأن امشی علی جمرۃ او سیف احب الی من ان امشی علی قبر مسلم بیشک چنگاری یا تلوار پر چلنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر چلوں۔ رواہ ابن ماجۃ بسند جید عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ اور وہابیہ کو اس کی فکر ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کی قبروں پر مکان بنیں، لوگ چلیں پھریں، قضائے حاجت کریں، بھنگی اپنے ٹوکرے لے کر چلیں۔

ع اگر این ست پسند تو نصیبت بادا

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

واذ قد اخذت المسألۃ حظہا من البیان فلنکف عنان القلم حامدین للہ سبحنہ وتعالی علی ما علم وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولنا محمد والہ

وصحبہ وسلم آمین واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ وحکمہ عزشانہ احکم۔

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

کتبہ

عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری
عبد المصطفی احمد رضا خاں

ان ہذا لہو الحق والحق بالاتباع احق

تقاریظ و تصدیقات علماء کرام

مفتی محمد عبد اللہ

اس میں جو کچھ بیان ہے سب مطابق احکام شریعت و سلف صالحین ہے. مسلمان ان سب کو تمسک کریں مؤلف علام کو خدا تعالیٰ برتر جزائے خیر دے اور مقبول خاص و عام کرے اور مجھ کو بھی ثواب سے محروم نہ فرمائے ۰ والصلاۃ والسلام علیٰ خیر الانام و آلہٖ و اصحابہ الکرام - المذنب المدعو محمد عبد اللہ عفی عنہ

مفتی محمد نعیم پشاوری

مسائل بالا کہ علمائے دین متین و فضلائے امت رسول مقبول تحریر و تقریر فرمودند ہمہ حق و راست و دست اندازی اینہا مردود و فاسق اند.

العبد الضعیف الراجی الی رحمۃ اللطیف
محمد نعیم پشاوری عفا اللہ عنہ و عن والدیہ والمؤمنین والمومنات
آمین ثم آمین !!

سید حیدر شاہ قادری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ حامدا و مصلیا و مسلما علیٰ رسولہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و اولیاء امتہ و متبعھم اجمعین ٥ جو کچھ مولائے مجیب لبیب جامع المعقول و المنقول حلال مہمات فروع و اصول مولوی محمد عمر الدین صاحب الحنفی القادری جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء نے صورت مسئولہ میں تحریر فرمایا

ہے وہ سب حق و صواب ہے جواب لاجواب ہے پسندیدۂ اولی الالباب ہے حنفی مذہب کے مطابق قبروں کو کھود کر صاف میدان کر دینا اور اس پر مکان وغیرہ بنانا ہرگز درست نہیں اس کی تحقیق مولائے مجیب نے عمدہ طور سے فرمائی ہے کوئی فرد گذاشت نہیں کیا معترضوں کے کل اعتراض اٹھا دیئے ہیں منکروں کے سب خدشات دفع کر دیئے ہیں.

پھر تحریر پر مہر تنویر فاضل کامل عالم عامل محقق علوم عقلیہ مدقق فنون نقلیہ قالع اصول مبتدعین قامع اوہام نجدیین حامی سنن ماحی فتن مجدد مائۃ حاضرہ صاحب حجت قاہرہ مولانا الحاج احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالیٰ فیوضاتہم کی تو منکروں پر بجلی سی کڑک پڑی رشید گنگوہی کی تحریر پر تزویر کے خوب پرخچے اڑائے. ایسا امر کوئی فرو گذاشت نہ ہوا کہ جس کے لکھنے کی کسی کو تکلیف ہو. پس فقیر نے طول دینا مناسب نہ سمجھا. لہٰذا اختصار سے کام لیا گیا ان فتووں کا انکار بجز فرقہ نجدیہ وہابیہ اسماعیلیہ ہندیہ اسحاقیہ رشیدیہ گنگوہیہ شیطانیہ خذلہم اللہ تعالیٰ فی الدنیا والآخرۃ کے کوئی نہ کرے گا. اہلسنت و جماعت کو ان دجاجلہ ضلالت کیش و ابالسہ بطالت اندیش کی صحبت سے پرہیز کرنا لازم ہے. اور سلام و کلام قطع کرنا واجب ہے.

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

حررہ الراجی الی لطف ربہ القوی عبد النبی الامی
السید حیدر شاہ القادری الحنفی نجاہ و زادہ اللہ تعالیٰ

لحرمة المومنين وما رد به عليه خاتم المحققين
عمدة المدققين عالم اهل السنة مجدد المائة
الحاضرة سيدي ومرشدي وكنزي وذخري
ليومي وغدي مولانا المولوي محمد احمد رضا
خان ابده الله الواهب بالفيض والمواهب
فلا اجد لسانا للثناء عليه غير ان اقول لاشك
انه الصدق الصراح والحق القراح فجزاهم الله
خير الجزاء عن الاسلام والمسلمين بحرمة
سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وسلم والله
تعالى اعلم بالصواب وعنده ام الكتاب قاله
بفمه ورقمه بقلمه محمدن المدعو
بظفر الدين المحمدي السني الحنفي القادري
البركاتي الرضوي المجددي البهاري العظيم ابادي.

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۱۰
ابوالبرکات محمد ظفرالدین

پکّی قبر اور اُس پر گنبد بنانیکا حکم شرعی

شمس شریعت محمّدیہ ماہتاب طریقت سہروردیہ
حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر:
مُسلم کتابوی
گنج بخش روڈ دربار مارکیٹ لاہور

خدا کی قدرت ہے۔ کہ عبدالوہاب نجدی کے متبعین اور ہمعقیدہ لوگوں کو خدا کے نیک بندوں اور اُن کے ہر ایک نیک فعل سے ایک خاص قسم کی کد ہے۔ جائز ہو یا مستحسن۔ جو ایک بزرگ سے متعلق نظر آئے۔ ان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اہلِ دین میں مقبول نہ ہونے پائے۔ بات وہی جائز سمجھی جانی چاہیئے جو ہم کہیں یا ہماری قلم سے نکلے۔ خدا اس حسد کا بُرا کرے۔ کیا کیا چالیں سکھاتا ہے۔ اور کس طرح پڑھے لکھوں کو بھی حق سے پھیر دیتا ہے۔ قبر پختہ بنانے کا عمل بھی چونکہ اہلِ اسلام نے خدا کے مقبول بندوں اور اہل اللہ کے لئے ہی خاص کر رکھا تھا۔ اور ان معترضین کی قبروں پر گنبدوں کی بجائے کبھی کسی چیل کا سایہ بھی نہ ہوا۔ لہٰذا حسد میں آ کر اس مسئلہ پر بھی بڑبڑانے لگے۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ اپنے اعمال کو درست کرتے اور اپنے آپ کو گنبدوں کے قابل بناتے۔ مگر جب یہ توفیق حاصل نہ ہوئی۔ تو لگے کُبڑی بڑھیا کی طرح سیدھی کمر والوں کا حسد کرنے۔ تاکہ جس نظر سے خلقِ خدا میں ہم دیکھے گئے ہیں یہ بھی دیکھے جائیں۔ مگر یہ کیسے ہو۔ ہمیشہ حق حق ہوتا ہے اور باطل باطل۔ معترضین جب اس قابل نظر ہی نہ آئیں۔ تو لوگ ان کی قبروں پر چراغ کیوں جلائیں اور قبے و گنبد کیوں بنائیں۔ یہ تکریم تو خاصانِ خدا کا حصہ ہوتی ہے

اور قبر پختہ بنانا وہ فعل ہے۔ جو ایک آدھ فرد نہیں بلکہ بے شمار متقدمین اہلِ اسلام کا فعل ہے۔ جسے انشاء اللہ ثابت کر دیا جائے گا۔ مگر اس کا کیا علاج ؎

شور بختاں بہ آرزو خواہند — مقبلاں را زوال نعمت و جاہ
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

معترض صاحب کو دُنیا پر تشریف لائے ہُوئے تھوڑا ہی عرصہ ہُوا ہے۔ اور یہ عمل اہلِ اسلام میں اُن کی پیدائش سے پہلے کا پایا جاتا ہے۔ کیا اس نے نہیں دیکھا۔ کہ یہ جس قدر شاہانِ اسلام کے عہد میں اولیاء اللہ یا اکابر مسلمین کی قبریں بنی ہُوئی دکھائی دیتی ہیں۔ کیا یہ سب شاہانِ اسلام نعوذ باللہ حرام فعل کرنے والے۔ ناجائز کے مرتکب اور بدعتی تھے۔ یا اُس زمانہ میں کوئی عالم اُن کو شریعت کا حکم سکھانے والا موجود نہ تھا۔ کیا سب کے سب لوگ جاہل تھے یا معترض سے کم علم رکھتے تھے۔ جو انہوں نے اپنی جہالت کے ماتحت اپنے پیشواؤں علماؤں اور صوفیاؤں کے اتنے اتنے بڑے گنبد اور مقبرے بنائے۔ مثلاً بانیٔ اسلام تاجدارِ کائنات احمد مجتبےٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر۔ حضرت فاروقِ اعظم۔ حضرت عثمان۔ حضرت علی المرتضیٰ۔ حضرت حسین۔ حضرت موسیٰ کاظم۔ حضرت ابوایوب انصاری۔ حضرت امام اعظم۔ حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی۔ حضرت بہاؤالدین نقشبند۔ حضرت شاہ بو علی قلندر۔ حضرت شاہ شرف قلندر۔ حضرت سید حسن رسول نما دہلوی۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی۔ حضرت گنج بخش علی

ہجویری لاہوری حضرت میاں میر لاہوری۔ شاہ خیرالدین ابوالمعالی لاہوری۔ شاہ محمد غوث صاحب لاہوری۔ میراں موج دریا لاہوری۔ شاہ جہانگیر بادشاہ۔ شاہ امام علی الحق سیالکوٹی۔ حضرت غوث بہاوالحق ذکریا ملتانی۔ حضرت شاہ رکن عالم نوری ملتانی۔ حضرت شاہ شمس تبریز ملتانی۔ حضرت مخدوم وشاہ جمال ملتانی۔ حضرت خواجہ غریب نواز سلطان الہند معین الدین اجمیری۔ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی۔ شاہ ہمایوں۔ خواجہ فرید الدین گنج شکر اجودھنی پاکپتنی رحمہم اللہ تعالےٰ اور ان کے علاوہ ایسی بے شمار اور ہستیاں غلامانِ رسول اللہ کی ہیں۔ جن کے مقابر پر گنبد اور قبہ جات اُن شاہانِ اسلام نے بنوائے۔ جن کی ادنےٰ ترین خدمتِ اسلام مولوی صاحب ملتانی جیسے اہلِ علم کو فقہی مسائل سکھانے کے لئے فتاویٰ عالمگیری کی صورت میں آج بھی موجود ہے۔ ان کو نہ کسی نے منع کیا اور نہ وہ خود ہی اپنے اتقا کے ماتحت یہ معلوم کر سکے۔ کہ یہ فعل ناجائز ہم کیوں کر رہے ہیں۔ بلکہ بقول مولوی صاحب تمام عمر نعوذ باللہ یہ ناجائز عمارتیں بنا کر گناہ کا ہی ارتکاب کرتے رہے۔ مذکورہ بالا مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ حدود ہند سے باہر نکل کر پتہ چلتا ہے۔ کہ متقدمین نے بقول معترض یہ ناجائز فعل کس افراط سے کیا ہے اور کون کون علمائے دہر سے ہم ان کی اس بدعت میں اعانت فرماتے رہے۔ لاحول ولا قوۃ الّا باللہ۔ اللہ کریم ایسے مریض القلب مسلمانوں کو توفیق تحقیق رفیق فرمائے۔ تاکہ یہ بات کرنے سے قبل اپنی بے بضاعتیٔ معلومات پر غور کر لیا کریں۔ پھر متقدمین اسلام کے حق میں زبانِ طعن کھولیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی ملتانی صاحب یا تو ہندوستان اور بیرونی ممالک اسلامیہ کی ایسی عمارت سازی سے قطعاً ناواقف ہیں۔ اور زمانہ میں بے چاروں نے لے دے کے ملتان کے سوا اور کچھ دیکھا ہی نہیں۔ یا اگر دیکھا ہے۔ تو جان بوجھ کر اعتراض کر رہے ہیں۔ اور محض ہٹ دھرمی سے لکھ رہے ہیں۔ کہ:۔

"قبروں کو پکا بنانے یا اُن پر قبہ وغیرہ بنانے نبی پاکؐ وصحابہ کرام وسلف صالحین سے بالکل ثابت نہیں بلکہ مخالفت رسول مقدس صلی اللہ علیہ وسلم وسلف صالحین ہے۔ اس لئے قطعاً حرام وناجائز ہے۔ بلکہ مال کی اضاعت اور رسولِ خدا کی مخالفت ہے۔ دیکھو مواعظ المسلمین فی مراسم المرتحلین مولوی صاحب سنبھلی ملتانی ص ۱۳۵ بلفظہٖ"

حالانکہ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام اہل بیت عظام اولیاء اللہ۔ بزرگانِ دین۔ شہداء وصالحین اور بادشاہانِ اسلام کے تمام کے تمام مقابر پختہ اور قبہ ساختہ صفحۂ دنیا پر ظاہر وباہر موجود اور جمیع اہلِ اسلام کی شریعت پسندی کے شواہد کھڑے ہیں۔ اگر یہ مولوی صاحب ان سب پر مبتدع اور فعل خلاف شرع کرنے والے کا بے اصل فتوے دیتے ہیں۔ تو ان کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ رب العزت نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدےٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولّےٰ ونصلہ جھنم وساءت مصیراً۔

یعنی جو شخص حضور علیہ السلام کی مخالفت کرے۔ ہدایت ظاہر ہونے

کے بعد اور مومنوں کے راہ کے علاوہ کسی اور راہ کی پیروی کرے۔ تو اللہ تعالےٰ اُس کو اُسی طرف چلائے جو اُس نے اختیار کی اور ڈالے اُس کو جہنم میں جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ اب آپ بتائیے کہ پہلے تمام بادشاہانِ اسلام اور بزرگانِ دین متقدمین مومن تھے یا نہیں۔ اور اگر نعوذ باللہ من ذالک ان کے متعلق بھی یہی خیال ہو جو آج کل کے اہلِ سنت و جماعت کے مسلمانوں کے متعلق ہے۔ تو پھر کسی درویش سے علاج کروایئے۔ اور اگر ان کو مومن مانتے ہو اور یقیناً ماننا پڑے گا۔ تو پھر بتایئے اُن کے راہ کو چھوڑ کر کون جہنمی ہوا کیونکہ مولا کریم نے کھلے الفاظ میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ میرے محبوب کی مخالفت کرنے والا اور مومنوں کے راہ کے سوا کسی اور راہ پہ چلنے والا جہنمی ہے۔ ہم بفضلِ تعالےٰ اس فعل کے صرف قائل ہی نہیں بلکہ صدق دل سے ایمان رکھنے والے ہیں۔ کہ ہمارے وہ متقدمین خواہ وہ درویش تھے یا بادشاہ جنہوں نے یہ مقبرے اور گنبد بنائے۔ وہ حقیقتاً اسلام کے پھیلانے والے پکّے مسلمان اور غلامانِ رسول اللہ تھے۔ انسان کو قلم اُٹھانے سے پیشتر سوچ لینا چاہیئے۔ کہ مَیں جو کچھ لکھوں گا اُس کی زد کہاں پڑے گی۔ اور میرے نامۂ اعمال کا کیا حشر ہوگا۔

چراغ را کہ ایزد برفروزد — ہر آں کو تُف زند ریشش بسوزد

جب ربّ العزت جل و علا شانہٗ نے اپنی عزت کے ساتھ رسول علیہ السلام اور مومنوں کی عزت کا ارشاد فرمایا ہے۔

اَلعزۃ للہ ولرسولہٖ وللمومنین۔

تو آپ اُس کو اس حسد کے ماتحت کس طرح مٹا سکتے ہیں۔

یہ ایمانداروں کا حق ہے۔ کہ اُن کی عزت قیامت تک ہوتی رہے گی۔ اور یہی وہ اللہ کا بڑا فضل ہے۔ جس سے حاسدوں کی چشم کور ہمیشہ ناواقف رہی ہے۔ اور رہے گی۔ یہ باتیں تمام جملے بطور تمہید عرض کرنے کے بعد فقیر گنبد و قبہ بنانے کے شرعی دلائل پیش کرتا ہے۔ تاکہ ہدایت کے پہنچانے میں اپنی طرف سے سبکدوش ہو جائے۔

و باللہ التوفیق۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔

ترجمہ۔ جو شخص شعائر اللہ کی تعظیم کرے۔ پس تحقیق وہ پرہیزگار دلوں سے ہے اور اولیاء اللہ بلاشبہ شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ اور قبہ جات بنانے سے عوام میں شعائر اللہ کی تعظیم مقصود ہے۔

خود نبی الانبیاء، سرکارِ کائنات، مختار شش جہات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ پر عالی شان گنبد کی بنا ہے اور یہ بھی مخفی نہیں کہ حجرہ شریفہ کی تعمیر امہات المومنین اور خلفائے راشدین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ جیسا کہ مولوی صاحب خود قائل ہیں۔ اور تمام متقدمین اس گنبد کے قیام کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اسلامی مؤرخین اور مصنف مواعظ المسلمین خود لکھتے ہیں کہ جب نبی اکرم تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آں حضور صلعم کو حضرت ام المومنین سیدہ طاہرہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں متابعت حدیث پاک دفن کیا گیا۔ مگر جب زائرین کی کثرت ہوئی تو ایک دیوار بنائی گئی ۱۴ھ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ خلیفہ اول مدفون ہوئے۔ ۱۷ھ میں حضرت سیدنا فاروق اعظم خلیفہ ثانی نے کچی اینٹوں کا حصیر بنوا دیا۔ دو دروازے رکھے گئے اور ایک دیوار میں ذرا سا سوراخ رکھا گیا۔ کہ قبر مبارک کی زیارت ہوتی رہے ۲۵ھ میں خلیفہ ثانی حضرت سیدنا فاروق اعظم بحسب وصیت باجازت حضرت سیدنا ام المومنین صدیقہ اس جگہ دفن ہوئے۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم نے ۲۹-۳۰ھ میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی توسیع و تعمیر کی۔ ۹۰ھ میں ولید بن عبدالملک خلیفہ بنو امیہ کے حکم سے حضرت عمر بن عبدالعزیز تکملہ عمرین گورنر مدینہ منورہ زادہ اللہ شرفاً و تعظیماً نے اس حجرہ کو پکا بنوا دیا۔ اور اس کے چاروں طرف ایک دوسرا حجرہ بنوا دیا۔ مگر دروازہ دونوں میں سے کسی میں نہ رکھا اور اسی زمانے میں مسجد مبارک کی توسیع کرا دی جو ۸۸ھ سے ۹۰ھ تک ہوتی رہی۔ پھر ۱۷۰ھ میں ملکہ خیزران والدہ ماجدہ ہارون رشید خلیفہ عباسی نے روضہ مبارک پر غلاف چڑھایا۔ ۵۵۰ھ میں نورالدین زنگی شہید اتابک موصلی نے روضہ مبارک کے گرداگرد صندلی کی جالی لگوا دی ۵۵۷ھ میں محمود بن زنگی شہید والئے شام خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور سنا کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ اے محمود تو سوتا ہے۔ اور مجھ پر دو کتے مسلط ہیں۔ اس کو بہت حیرت ہوئی۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔ اور دوسری رات کو پھر یہی ماجرا پیش ہوا۔ سلطان کو پریشانی بڑھی۔ اور حیص بیص میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کچھ رائے قائم نہ کر سکا۔ آخر کار تیسری رات کو جو سویا۔ تو وہی ماجرا پھر دیکھا مگر اس مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک

تھے اور فرما رہے تھے۔ دیکھ یہ دو کتے مجھ پر مسلط ہیں سلطان نے بغور ان دونوں آدمیوں کو دیکھا۔ اور بیدار ہو گیا۔ اسی وقت مدینہ منورہ روانہ ہو گیا۔ اور وہاں پہنچ کر تمام اہل مدینہ کی دعوت کرا دی اور ہر آنے جانے والے کو بغور دیکھتا رہا۔ مگر وہ دو آدمی جن کو خواب میں دیکھا تھا اور جن کو حضور پاک صلعم نے کتا فرمایا تھا نظر نہ آئے۔ حکم دیا کہ ابھی مدینہ منورہ کے تمام آدمی دعوت میں نہیں آئے۔ تلاش بسیار کے بعد معلوم ہوا۔ کہ دو بڑے عابد و زاہد رہ گئے ہیں۔ جو اپنے حجرہ سے بالکل باہر نہیں نکلا کرتے۔ سلطانی حکم ہوا کہ ان دونوں کو بھی حاضر کرو۔ چنانچہ جب وہ پیش ہوئے تو سلطان سمجھ گیا کہ وہ کتے یہی مکار ہیں۔ فوراً ہی اُن کی جائے رہائش پر پہنچا۔ مگر وہاں سوائے مصلے و لوٹے کے کچھ نظر نہ آیا۔ بعالم اضطراب مصلّے جو اٹھایا تو وہاں کی زمین نرم اور کھدی ہوئی تھی۔ مٹی ہٹوائی گئی تو سرنگ نظر آئی۔ جو حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک تک پہنچ چکی تھی۔ آپ کے پیر مبارک کا انگوٹھا نظر آتا تھا۔ سلطان انتہائی غضبناک ہوا۔ پوچھا کہ تم نے یہ ناپاک حرکت کیوں کی۔ جس پر انہوں نے بتلایا۔ کہ ہم دونوں عیسائی ہیں اور جسد مبارک نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے نکال کر لے جانے پر مامور ہیں۔ تاکہ اسلامی دنیا کو تڑپایا جا سکے۔ یہ سن کر محمود بن زنگی نے اُن کے سر قلم کرا دیئے۔ اور حفظ ماتقدم کے لئے دوسرے حجرے کے گرداگرد قد آدم خندق کھدوا کر اس میں رانگ پلوا دیا۔ جس کو خندق الرصاص کہا جاتا ہے۔ پھر ۶۵۴ء میں

رمضان المبارک بروز جمعہ خادم روضہ پاک قندیل روشن کر رہا تھا۔ کہ آگ لگ گئی جس سے اس کی چھت جل گئی ۔ سنہ ۶۵۵ھ میں خلیفہ معتصم باللہ نے مسجد نبوی کی از سر نو تعمیر کرائی ۔ اور خلیفہ نورالدین کے عہد سنہ ۶۵۶ھ میں اختتام پذیر ہوئی ۔ سنہ ۶۶۸ھ میں ملک الظاہر رکن الدین جبرس والئے مصر نے لکڑی کی جالی بنوائی ۔ جس کی بلندی قد آدم تھی ۔ سنہ ۶۷۸ھ میں ملک منصور مقدونی صالحی نے قبہ بنوایا ۔ اور سنہ ۶۹۴ھ میں زین الدین سلطان مصر نے حجرہ شریف کے باہر جالی لگوائی پھر سنہ ۸۸۰ھ میں ابو النصر قایتبائی حاکم مصر و حجاز ملقب بہ قائدبے نے چھت کی دیواریں نکلوا کر گنبد خضرا بنوایا ۔ جو شمس بن ترین کی نگرانی میں سنہ ۸۸۱ھ بروز پنجشنبہ کو پایہ تکمیل کو پہنچا ۔ مگر ۱۳ رمضان المبارک سنہ ۸۸۶ھ منارہ اذان پر بجلی گری ۔ جس کی وجہ سے مسجد نبوی و گنبد خضرا پر گزند پہنچا ۔ تو پھر اسی سلطان مصر قایتبائی نے از سر نو گنبد خضرا کی تعمیر کرائی اور گرد اگرد تانبے کی جالی نصب کرا دی ۔ جس کی تکمیل رمضان المبارک سنہ ۸۸۶ء میں ہوئی ۔

اب فقیر عرض پرداز ہے کہ اس مجمل تاریخی بحث سے یہ ثابت ہوا ۔ کہ سید العالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گنبد خضرا کی تعمیر بغرض دشمنان اسلام کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لئے ہوئی ۔ کہ اوپر سے بھی کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آسکے تو جب گنبد خضرا کی تعمیر اس غرض سے ہوئی تو پھر کسی دوسرے کی قبر پر قبہ بنانا کیونکر جائز نہ ہوگا ۔

جبکہ آج بھی مخالفین اسلام اسی مقصد اور نظریے کے ماتحت

قبور صالحین کو روندنا جائز جانتے ہیں ۔ اور گنبد خضرا جیسی مطوت ملائکہ تعمیر کو نعوذ باللہ صنم اکبر کہتے ہیں ۔ پھر یہ اور غور طلب مسئلہ ہے کہ اس وقت جبکہ گنبد خضرا کی تعمیر ہوئی ۔ کسی صحابی یا تابعی سے انکار مروی نہیں ۔ اور نہ ہی کسی نے منع بناء کی کوئی حدیث پیش کی پس معلوم ہوا کہ صلحاء کی قبور پر قبہ بنانا ۔ عملی اور اجماعی مسئلہ ہے ۔ اگر منع اور حرام ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد کے اہل اسلام کبھی بھی نہ خود بناتے اور نہ بننے دیتے ۔ دیکھو جذب القلوب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اس اعتراض کی سلف صالحین سے قبہ بنانا بالکل ثابت نہیں ۔ کس طرح تردید فرماتے ہیں ۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ :۔

"عمر بن عبدالعزیز بحکم ولید ابن عبدالملک آنرا ہدم کرد بحجار منقوشہ بر آورد و بر ظاہر آں خطیرہ دیگر بنا کرد ۔"

ترجمہ :۔ یعنی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ولید ابن عبدالملک کے حکم سے حجرہ شریفہ کو شہید کر کے عمدہ عمدہ منقش پتھروں سے روضہ اطہر تعمیر کرایا ۔

بخاری شریف مطبوعہ مطبع مجتبائی جلد اول ص ۱۸۶ میں ہے ہشام ابن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے ۔

لما سقط علیھم الحائط فی زمان الولید بن عبدالملک اخذ وا فی بنائہ فبدت لھم قدم ففزعوا وظنوا انھا قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فما وجدوا احدا یعلم ذالک حتی قال لھم عروۃ لا واللہ ماھی قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماھی الا قدم عمر

یعنی ولید ابن عبد الملک کے عہد میں جبکہ روضہ مطہرہ کی دیوار گری اور اس کی تعمیر کرنے لگے۔ تو ایک قدم ظاہر ہوا یعنی ننگا ہو گیا، لوگ گھبرا گئے کہ یہ قدم مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔ کوئی پہچاننے والا نہ تھا حضرت عروہ نے کہا۔ کہ یہ قدم مبارک حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔ اس روایت سے بھی یہ ثابت ہوا۔ کہ روضہ مطہرہ دیوار گرنے کے بعد از سر نو بنا اور مرمت ہوا۔ اور یہی قبر پر بنا کرنے کا متقدمین سے عملی ثبوت ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ بنا بعد دفن ہوئی۔ اور اس کے ناظم حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ ارشد تھے۔

بعض نا فہم لوگوں کو یہ شبہ بھی پیدا ہوا کرتا ہے کہ یہ گنبد شریف یا روضہ اطہر بنایا جانا صرف آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی خصوصیات سے ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ اگر صرف یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی خصوصیت ہوتی۔ تو سیدنا حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما حجرۂ مطہرہ میں مدفون نہ ہوتے۔ اس سے اور بھی مسئلہ واضح ہو گیا۔ کہ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کی قبروں پر بھی بنا کرنا اور گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت جلد اوّل صفحہ ۴۸۹ باب دہم در انواع عبادات فرماتے ہیں:-

"در مطالب المومنین گفتہ است کہ مباح داشتہ اند
سلف کہ بنا کردہ شود بر قبر مشائخ و علماء مشہور تا زیارت کنند

ایشاں را مردم و استراحت، یابند در آں و بنشینند در سایہ آں نقل کردہ است۔ آنرا از مفاتیح شرح مصابیح و گفتہ است کردیدم بہ بخارا قبور کہ عمارت کردہ شدہ است بخشت ہائے تراشیدہ و تجویز کرد آنرا اسماعیل زاہد کہ از مشاہیر فقہاء است و رخصت کردہ اند بعضے از اہل علم کہ حسن بصری از ایشاں است۔ در گل کردن قبور و شافعی رحمۃ اللہ علیہ نیز ہم بر این است۔"

ترجمہ:- حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوت کے دسویں باب در انواع عبادات میں فرمایا ہے مطالب المومنین میں لکھا ہے کہ متقدمین بزرگانِ دین نے قبور مشائخین و علماء کرام اور صلحاء عظام پر گنبد و قبہ کا بناء کرنا مباح رکھا ہے۔ تا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور آرام پکڑیں اور ان کے سایہ میں بیٹھیں۔ اور نقل کیا اس کو مفاتیح شرح مصابیح سے اور کہا ہے کہ میں نے بخارا میں اکثر قبروں کو دیکھا۔ جو تراشی ہوئی اینٹوں سے بنائی گئی ہیں اور اس بناء کو حضرت اسمٰعیل زاہد نے جو مشہور فقہا سے ہیں۔ تجویز فرمایا ہے۔ اور بعض مشہور اہلِ علم حضرت حسن بصری کے مانند بھی اس کی اجازت فرماتے ہیں۔ کہ قبر کو بنا کرنا بھی مباح ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

حضرت علامہ ملّاں علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۳۷ میں لکھا ہے۔

قد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشہورین

لیزورھم الناس ویستریحو بالجلوس فیہ۔

(ترجمہ) علماء و مشائخ مشہورین کی قبور پر تعمیر کرنا اس لئے کہ لوگ زیارت کریں اور استراحت حاصل کریں۔ سلف صالحین اس کو مباح تحریر فرماتے آئے ہیں۔ یعنی اس کی اباحت کے قائل ہوئے ہیں۔

عینی شرح بخاری جلد ۴ صہ ۱۴۹ میں ہے۔ وضربہ محمد بن الحنفیہ علی قبر ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

یعنی محمد بن حنفیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر پر قبہ بنایا۔

پھر روح البیان جلد ا صہ ۸۷۹ میں ہے۔

فبناء القباب علی قبور العلماء و الاولیاء و صلحاء امر جائز اذا قصد بذالک التعظیم فی عین العامۃ۔ حتی لا یحتقروا صاحب ھذا لقبر۔ (ترجمہ) یعنی قبوں کا بنانا اولیاء و صلحاء و علماء کی قبور پر امر جائز ہے۔ جبکہ اس میں عام لوگوں کی نظروں میں تعظیم کا مقصد ہو۔ تاکہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں۔

ہدایۃ المجتہد جلد اول صہ ۱۹۴ میں ہے۔ کرہ مالک و الشافعی تجصیص القبور و جاز ابوحنیفہ رحمھم اللہ تعالے یعنی حضرت امام مالک و امام شافعی رحمہما اللہ نے قبروں کا چونا و گچ کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔ اور حضرت امام الائمہ سراج الامت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے جائز فرمایا ہے۔ اور صاحب مجمع البحار نے بھی جلد ۲ صہ ۱۸۷ میں اور تکملہ صہ ۱۴۰ میں علماء سلف سے اس کی اباحت نقل فرمائی

ہے۔ ایسا ہی میزان شعرانی جلد اول صہ ۱۹۰ میں لکھا ہے۔

ومن ذالک قول الائمۃ الثلاثۃ ان القبو لا یلیجص ولا یجبیص مع قول ابی حنیفہ بجواز ذالک۔

یعنی بعض ان مسائل اختلافی سے قول آئمہ ثلاثہ کا ہے۔ کہ قبر پر بناء نہ کی جائے اور نہ چونہ گچ کی جائے۔ اور قول ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس کے جواز میں ہے۔

مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مطبع مجتبائی باب دفن المیت صہ ۱۴۹ میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر پر ایک بڑا بھاری پتھر اُٹھا کر رکھا اور فرمایا۔

اعلم بھا قبر اخی و ادفن الیہ من مات من اھلی

یعنی میں اس پتھر کے ساتھ اپنے بھائی کی قبر کا نشان کرتا ہوں اور جو میرے اہل سے فوت ہوگا۔ اس کے پاس اس کو دفن کروں گا۔ اس سے قبر پر پتھر رکھ کر صرف پختگی قبر کی مراد نہ تھی۔ بلکہ قبر پر نشان گاڑنا یا بنانا بھی مستحب ثابت کرنا تھا۔

بعض لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ صحیح مسلم میں آیا ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو ہیاج اسدی کو فرمایا تھا۔ کہ کیا میں تمہیں اس کام کے لئے نہ بھیجوں۔ جس کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے بھیجا تھا۔ یعنی کوئی تصویر نہ چھوڑ مگر اس کو تو مٹا دے اور کوئی اونچی قبر نہ چھوڑ کہ اس کو برابر کر دے۔ لہذا اس قول علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بلند

قبر نہ ہونی چاہیئے۔ بلکہ ہو بھی تو اسے گرا دیا جائے۔ سو اس اعتراض کا جواب یوں ہے۔ کہ محدثین کے نزدیک اس حدیث کی سند میں ایک راوی حبیب بن ثابت کرنی ہے۔ جو مدلس معنعن روایت کرتا ہے دیکھو تہذیب التہذیب میں اس کو مدلس بیان کیا گیا ہے۔ اور مدلس کی معنعن حجت نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں اس حدیث کے متعلق علامہ ابن الترکمانی علیہ الرحمتہ نے جوہر النقی جلد اول صفحہ ۲۶۵ میں یوں فرمایا ہے۔

قلت الظاهر ان المراد قبور المشركين لقرينة عطف التمثال عليها وكانوا يجعلون عليها الانصاب والابنية فاراد عليه السلام ازالة آثار الشرك

یعنی ظاہر یہ ہے کہ حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں مراد قبور مشرکین ہیں۔ اور اس پر قرینہ یہ ہے۔ کہ تمثال (تصویر) کا عطف قبر پر ڈالا گیا ہے۔ اور مشرکین ہی قبروں پر بت اور عمارتیں بنایا کرتے تھے تو حضور علیہ السلام نے ان آثار کو مٹانے کے لئے قبور مشرکین کے تسویہ یعنی برابر کر دینے کا حکم فرمایا۔ بعض کتابوں میں یوں بھی ذکر ہوا ہے۔ کہ مشرکین اپنے موتی کی قبور پر مرنے والے کی تصویر یا مجسمہ بنا دیا کرتے تھے۔ جن کو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستی کی خشت اوّل خیال فرماتے ہوئے مٹا دینے کا ارشاد فرمایا۔ جیسے اساف اور نائلہ کے بتوں کا قصّہ مشہور ہے۔ جنہوں نے کعبتہ اللہ میں زنا کاری کی تھی۔ اور عذاب الٰہی سے پتھر ہو گئے تھے۔ پھر لوگوں نے اس مغضوب جوڑے کو عبرت عوام کے لئے صفا مروہ

پہاڑیوں پر گاڑ دیا تھا۔ مگر بعد کو صفا مروا کی تقدیس کا باعث سمجھ کر جہلائے عرب نے ان کو پوجنا شروع کر دیا۔

علامہ ابن الترکمانی علیہ الرحمتہ ہی کے قول سے ملتی جلتی حقیقت حافظ ابن حجر فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ میں لکھتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس ارشاد کو جو آپ نے ہیاج اسدی کو فرمایا تھا۔ مومنوں کی قبروں پر محمول کرنا ایک فاش غلطی کا ارتکاب کرنا ہے۔ کیونکہ مومنوں کی قبریں بالارادہ گرا دینا تو درکنار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر پاؤں رکھنے یا بیٹھنے کو بھی منع فرما کر ایذاء اہل قبر سے تعبیر فرمایا ہے۔ جیسا کہ فقیر نے اسی کتاب کے کسی دوسرے باب میں بیان کر دیا ہے۔ حافظ ابن حجر کی عبارت فتح الباری جو کفار کی قبروں کے متعلق ہے یوں ہے یعنی کافروں کی قبریں اکھاڑ دینے اور ان کی توہین میں کوئی حرج نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مومن کی قبر اکھاڑنے اور گرانے میں حرج شرعی ہے۔ اور حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں صرف مشرکین کی قبریں ہی گرانے کا حکم تھا۔ نہ کہ اہل اسلام کی۔

ہاں اگر نجدیوں کی طرح روضتہ النبی علیہ السلام اور مقابر مشائخین عظام و اولیاء کرام سے کوئی قلبی عداوت ہے۔ تو اس کا مسلمانوں کے پاس کوئی علاج نہیں۔ مخالفین بناء مزارات و قبہ جات کو لازم ہے کہ وہ صرف یہ ثابت کر دیں۔ کہ مومنین متقدمین نے بزرگوں کے مزارات پر قبے نہیں بنائے۔ یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یا حضور کے بعد صحابہ میں سے کسی نے کسی دوسرے بزرگ کو

اہلِ ایمان کی قبریں گرانے کے لئے بھیجا ہو۔ یا حکم ہی صادر فرمایا ہو۔
یا خود گرا کر کوئی ثبوت مقابرِ مسلمین کے گرانے کا دیا ہو۔ ورنہ لایعنی
من گھڑت اور بے بنیاد ڈھکوسلوں اور اُن روایات سے جو قبور
مشرکین سے متعلق ہیں۔ استدلال کرنا حق پرستی نہیں۔ جبکہ اجماع
اُمت قبور پر بناء کرنے کے حق میں ہو۔

وما علینا الا البلاغ۔

ہاں ہمارے لئے اللہ عزوجل کافی ہے!

علامہ شکیل احمد سبحانی

دُنیا جہان کا خالق و مالک رب عزوجل ہی ہے نفع و نقصان اُسی کے قبضہ و اختیار سے ہے۔ گردشِ لیل و نہار اُسی کی رضا و منشاء پر موقوف ہے۔ موت اور زندگی اُسی کے حکم اور مرضی پر منحصر ہے وہی رنج دیتا ہے' وہی خوشی دیتا ہے' اُسی کی بارگاہ سے رزق ملتا ہے' اسی کے کرم سے بگڑی تقدیر سنورتی ہے۔ مصیبتوں سے وہی بچاتا ہے' آزمائشوں سے وہی گزارتا ہے۔ بنجر زمینوں کو سرسبز و شاداب کرنا اُسی کے اشارے سے ہے' ہی داتا ہے' وہی آقا ہے' وہی حافظ ہے' وہی ناصر ہے سب اسی کے محتاج ہیں وہ خود بے نیاز ہے۔ وہ کریم ہے' تو ایسا کریم ہے کہ اس نے اپنے محبوب بندوں کو بھی کریم بنا دیا ہے۔ وہ رحیم ہے تو ایسا رحیم ہے' کہ اس نے اپنے محبوب بندوں کو بھی رحیم بنادیا ہے۔

وہ چاہتا تو ہر کسی کو خود ہی عطا کر دیتا لیکن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اس نے اعلان کروادیا کہ "بے شک اللہ مجھے دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں"

وہ چاہتا تو خود ہی گناہوں کو بخش دیتا لیکن قرآن کے ذریعے اس نے اعلان فرمادیا قبولِ توبہ جو چاہے وہ میرے حبیب کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے۔

وہ چاہتا تو سارے جہان پر خود ہی رحمتیں نچھاور کرتا لیکن اس نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعٰلمین بنادیا۔

وہ چاہتا تو اپنی قدرت سے لوگوں کو خود ہی بخش دیتا لیکن اس نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ساتھ تمام انبیاء کو مقامِ شفاعت عطا کر دیا۔

وہ چاہتا تو صرف نبیوں اور رسولوں کو حقِ شفاعت عطا کرتا لیکن اس نے اولیاء اور علماء کے ساتھ ساتھ شہیدوں اور کم سنی میں انتقال کر جانے والے ننھے منے بچوں کو بھی شافع بنادیا۔

اُسے خبر ہے کون گناہوں میں ڈوبا ہے کون پرہیز گار ہے پھر بھی اس نے ہر انسان کے لیے نیکی اور بدی کے فرشتے مقرر کر دیے۔

اُسے معلوم ہے کون اس پر ایمان رکھنے والا ہے' کون اس کا انکار کرنے والا ہے پھر بھی اس نے قبر میں سوالات کیلئے فرشتوں کا تقرر فرمادیا۔

اُسے معلوم ہے کہ اس کے بندوں کے نامۂ اعمال میں کتنی نیکیاں برائیاں ہیں پھر بھی

اس نے حشر میں نیکی و بدی کے حساب کے لیے میزان بنادیا ہے۔

غرض کہ اس کے قبضہ و اختیار میں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس نے اپنے محبوب بندوں کو محروم نہیں رکھا۔ پھر بھی اسلام کے نام پر جینے والے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں اس سے کوئی غرض نہیں وہ خود بھی اللہ کے محبوب بندوں کے فضائل و کمالات کے منکر ہیں' اُمت میں بھی اسی فساد کو پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ایسی باتیں پھیلاتے ہیں جس سے دین کو کچھ نسبت ہی نہیں' ایسے خیالات کو دین قرار دیتے ہیں جنہیں قرآن و سنت سے کچھ تعلق ہی نہیں۔

"کیا ہمیں اللہ کافی نہیں"

کیا ہمیں اللہ کافی نہیں کے عنوان سے جو پمفلٹ تقلید کے منکروں کے ذریعے پھیلایا جا رہا ہے وہ بھی اسی طرح کی کوششوں کا ایک حصہ ہے۔ لیکن شعور والے مسلمان کبھی آنکھ بند کر کے کسی بھی ایسی بات کو قبول کر ہی نہیں سکتے جو ان کے ایمان و عقیدے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔

اس لیے کہ ان کی فطرت تحقیق کے بغیر کچھ ماننے کو کبھی تیار نہ ہوگی۔ ایسے افراد جب حق کی تلاش کے لیے قرآن مقدس کو اپنے ہاتھوں میں اٹھائیں گے تو یہ راز خود ہی فاش ہو جائے گا کہ مشرکوں اور کافروں کے لیے نازل ہوئی آیتوں کو کس بے دردی کیساتھ مسلمانوں پر فٹ کر کے رکھ دیا گیا ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ انہیں خود ہی یہ حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی کہ غیر مقلدوں نے قرآن کی جن آیتوں کو اپنے پمفلٹ میں درج کیا ہے اس میں کہیں بھی رب عزوجل نے یہ نہیں فرمایا کہ میری ان خوبیوں اور صفتوں کو میری عطا سے میرے مقرب و محبوب بندوں کے لیے ماننا شرک ہوگا۔

مخالفین کی کند ذہنی

اس کے باوجود غیر مقلد یہی رٹ لگائے ہوئے ہیں کہ جب قرآن نے ان خوبیوں کو رب عزوجل کے لیے بیان فرمادیا تو انبیاء و اولیاء کے لیے ان صفات کو ماننا شرک ہوگا۔

اہلسنّت کا عقیدہ

جب کہ اہلسنّت و جماعت کا موقف اس ضمن میں یہ ہے کہ اہل ایمان پر شرک کی تہمت

لگانے کے لیے شرک پسندوں کی طرف سے جو پیمانہ مقرر کیا گیا ہے اسے قرآن و سنت کی تائید حاصل نہیں۔ بلکہ یہ پیمانہ قرآن و سنت کے احکامات و فرمودات کے پورے پورے طور پر خلاف ہے۔ اس لیے کہ ایک صفت اور خوبی جسے قرآن نے اللہ تعالیٰ کے لیے بیان فرمائی ہو وہی صفت قرآن ہی کے ذریعے محبوبانِ خدا کے لیے بھی ثابت ہو تو اسے شرک کے زمرے میں کیسے شامل کیا جا سکتا ہے؟ مذکورہ فریقین میں سے کس کا اعتقاد قرآن کے عین مطابق ہے؟ کس کی باتیں قرآن کے مخالف ہیں اسے معلوم کرنے کی غرض سے قرآن مجید کی آیتوں کو ملاحظہ فرماتے چلیں قرآن فرماتا ہے:

۱- اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِ۔

ترجمہ: اللہ نے اسے نعمت بخشی اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی (سورۃ الاحزاب آیت ۳۷)

۲- وَمَا نَقَمُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ اَغۡنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ۔

ترجمہ: اور انہیں کیا برا لگا یہی نا کہ انہیں دولت مند کر دیا۔ اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے (سورۃ توبہ آیت ۷۴)

۳- وَلَوۡ اَنَّهُمۡ رَضُوۡا مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ وَقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ سَيُؤۡتِيۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوۡنَ (سورۃ توبہ آیت ۵۹)

ترجمہ: اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے خدا اور رسول کے دیے پر اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دے گا اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

تینوں آیتوں پر غور فکر فرمائیں

اسلامی ذہن رکھنے والے سنجیدہ افراد اگر مذکورہ تینوں آیتوں پر غور و فکر فرمائیں تو انہیں احساس ہوگا کہ ہر آیت پاک قرآن و سنت پر عمل کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے اہلسنّت کے مخالفوں کے خود ساختہ اعتقاد پر کس طرح برق بن کر ٹوٹ رہی ہے۔ جنہیں یہی ضد ہے کہ کچھ عطا کرنے اور نوازنے کی صفت اللہ پاک نے اپنے فضل سے کسی نبی اور رسول کو نہیں دی۔ وہ اپنی خیر منائیں۔ اپنے باطل عقیدے سے باز آئیں۔ آخرت کی فکر کریں۔ آنکھیں کھولیں۔ تعصب کی عینکوں کو اتار پھینکیں۔ محبوبانِ خدا کے بغض و کینے سے اپنے سینے کو پاک کر کے دیکھیں مذکورہ تینوں آیتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے کس شان سے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دولت عطا کرنے اور نعمت بخشنے کے وصف سے مزین فرمایا ہے یہ

جگہ ہے کہ غیظ میں کٹ جائیں بیمار دل۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۴- لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ۔

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا ایمان والو پر جب کہ بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اللہ کی اور پاک کرتا ہے انہیں گناہوں سے اور علم دیتا ہے انہیں قرآن و حکمت کا اگرچہ تھے اس سے پہلے بے شک کھلی گمراہی میں۔ (پ۴ سورۃ آل عمران ۳/۱۶۴)

ذرا سوچیں تو سہی

شرک کے بخار میں گرفتار ذہن آزادانہ طور پر کچھ سوچیں تو سہی کہ ان کی بولی قرآن سے کہاں مطابقت کرتی ہے؟ ان کا اعتقاد قرآن سے کہاں موافقت کرتا ہے؟ گناہوں سے پاک کرنا صفتِ ربانی ہے۔ کسی کو علم عطا کرنا بھی ربِ عزوجل کی قدرت ہے۔ مگر اس نے اپنے فضل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ اختیار عطا فرمادیا کہ وہ قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں علم عطا فرماتے ہیں۔

اتنے ہی پر رب کی نوازشیں نہیں تھم رہی ہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے کیسے کیسے اختیارات کا اعلان قرآن کے ذریعے ہو رہا ہے۔ اس پر بھی نظر توجہ ہو تا کہ غلط عقیدوں کی بنیاد پر دنیا و آخرت برباد نہ ہونے پائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی قرآن فرماتا ہے:

۵- اَنِّىۡۤ اَخۡلُقُ لَـكُمۡ مِّنَ الطِّيۡنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيۡرِ فَاَنۡفُخُ فِيۡهِ فَيَكُوۡنُ طَيۡرًاۢ بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ وَاُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡىِ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ وَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا تَاۡكُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ فِىۡ بُيُوۡتِكُمۡ (الی قولہ) وَلِاُحِلَّ لَـكُمۡ بَعۡضَ الَّذِىۡ حُرِّمَ عَلَيۡكُمۡ

(پ۳ سورۃ آل عمران ۳/۴۹/۵۰)

ترجمہ: "میں بناتا ہوں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت پھر پھونکتا ہوں اس میں تو وہ ہو جاتی ہے پرند اللہ کی پروانگی سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو اور زندہ کرتا ہوں مردے اللہ کی پروانگی سے اور میں تمہیں خبر دیتا جو تم کھاتے اور جو گھروں میں بھر رکھتے ہو تا کہ میں حلال کردوں تمہارے لیے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔

سبحان اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ فرما رہے ہیں کہ میں خلق کرتا ہوں! شفا دیتا ہوں!

مردے جلاتا ہوں' بعض حراموں کو حلال کیے دیتا ہوں' تم جو کھاتے اور گھروں میں بھر رکھتے ہو انکی خبر دیتا ہوں۔اس کی نسبت شرک کے غم میں ڈوب ڈوب جانے والوں کا کیا حکم ہوگا؟

اے مسلمانو! پڑھو بار بار قرآن کے اس فرمان کو پڑھو۔ جن کے ایمان کو بدعقیدگی کے دیمک نے چاٹ چٹ کر خراب کر کے نہ رکھدیا ہوگا تو وہ اہلسنّت کے اعتقاد پر دل و جان سے ایمان لے آئیں گے۔ قرآن کے اس فرمان پر جان و دل نچھاور کر دیں گے۔

دیکھو دیکھو قرآن کتنے صاف طور پر اہل اسلام کے اس عقیدے پر اپنی مہر مقدس ثبت فرما رہا ہے کہ بلاشبہ رب قدیر نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو وہ اختیارات اور خوبیاں عطا فرمائی ہیں جس کا اظہار خود رب جل جلالہ نے قرآن میں اپنے لیے فرمایا ہے:

قرآن پر ایمان کا تقاضہ

اب بتایا جائے کہ اہلسنّت کے اس اعتقاد کو تسلیم کیے بغیر قرآن پر کیسے ایمان لایا جا سکتا ہے؟ ''کوئی گھر میں کیا کھا رہا ہے؟ کوئی گھر میں کیا بھر کر رکھ رہا ہے'' غیب کا یہ علم اللہ نے اپنے فضل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا یا نہیں؟ اللہ تبارک تعالیٰ نے مٹی سے پرند بنانے' مادر زاد اندھے کو اچھا کرنے' مردوں کو زندہ کرنے' بدن بگڑے کو شفا دینے کی قدرت حضرت عیسیٰ کو بخشی یا نہیں؟

قرآن فرماتا ہے:

۶-فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔

ترجمہ: بے شک اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے مدد پر ہیں (پ ۲۸ سورۃ التحریم ۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ نیک مسلمان ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

قرآن کے اس فرمان سے واضح ہوا کہ نبی کا مددگار اللہ بھی ہے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں اور فرشتے بھی ہیں۔ مذکورہ آیت پاک میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگاروں کا ذکر خیر تھا اب مسلمانوں کی مددگاری رب کریم نے اپنے کرم سے کس کس کو عطا فرمائی اسے بھی ایمان کی نظروں سے دیکھتے چلیں۔

قرآن فرماتا ہے:

۷-اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۔

ترجمہ: یعنی اے مسلمانو تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول وہ ایمان والے نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور رکوع کرنے والے ہیں۔

یہاں اللہ اور رسول اور صالحین یعنی اولیاء اللہ میں مدد کو منحصر فرما دیا گیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں (صالحین اور اولیاء اللہ) کے سوا دوسرے لوگ قادر نہیں ورنہ عام مددگار کا علاقہ تو ہر مسلمان کو ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔

وہابی صاحبو! تمہارے طور پر معاذ اللہ کیسا کھلا شرک ہوا کہ قرآن نے خدا کی خاص صفت امداد کو رسول و صلحا کے لیے ثابت کیا جسے قرآن ہی جابجا فرما چکا تھا (اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں)۔

مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ (پ ۱۵ کہف ۲۶/۱۸)

کہ یہ اللہ کے سوا دوسرے کی صفت نہیں مگر بحمد اللہ اہلسنّت دونوں آیتوں پر ایمان لاتے اور ذاتی و عطائی کا فرق سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بالذات مددگار ہے۔ یہ صفت دوسرے کی نہیں اور رسول و اولیاء اللہ اللہ کے قدرت دینے سے مددگار ہیں۔

اب اتنا اور سمجھ لیجئے کہ مدد کاہے کے لیے ہوتی ہے۔

دفع بلا کے واسطے تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کے مقبول بندے بنص قرآن (قرآن کی صراحت سے) مددگار ہیں تو قطعاً دافع البلا بھی ہیں اور فرق وہی ہے کہ اللہ سبحانہٗ بالذات دفع البلا ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء بعطائے خدا والحمد للہ العلی الاعلی (اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰى لِنَاعِتِي الْمُصْطَفٰى بِدَافِعِ الْبَلَاءِ)

(مصنف امام احمد رضا صفحہ ۱۱۲ مطبوعہ رضا اکیڈمی مالیگاؤں)

قرآن کی اس آیت نے واضح کر دیا کہ جو کوئی بھی اسلام کا دعویدار ہوا سے ایمان لانا ہوگا کہ رب کی عطا سے اولیاء اللہ بھی مددگار ہیں۔

انصاف کا تقاضہ

اب بتایا جائے کہ جو مددگار ہوگا تو وہ غریب نواز ہوگا کہ نہیں؟ ضرور ضرور جو مددگار ہوگا

وہ مشکل کشا بھی ہوگا دستگیر بھی ہوگا اسے غوث بھی مانا جائے گا۔ ہاں ہاں مددگار بھی داتا بھی ہوگا' کبھی گنج بخش بھی ہوگا۔ اہل اسلام اگر اللہ کے محبوبوں کو ان صفاتی ناموں سے یاد کرتے رہے ہیں اور عرب وعجم کے علمائے دین محدثین' مجددین اور فقہائے کاملین نے گزری ہوئی کتنی صدیوں سے حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضور خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے معزز ومقرب محبوب اولیاء اللہ کے لیے ان صفاتی ناموں کو مقبول ومحبوب رکھا تو اس کا سبب یہی ہے کہ یہ اعتقاد قرآن وسنت سے نسبت رکھتا ہے جس پر نظرِ انصاف کے بعد کوئی بھی کلمہ گو انکار کی جرأت نہیں کرسکتا۔

مسلمانوں کے خلاف سازش

اُمت کو انبیاء واولیاء کے دامنِ کرم سے دور کرنے کی سازش کے تحت کیا' ہمارے لیے اللہ کافی نہیں'' کا شور مچانے والوں کو قرآن نے خود ہی جواب دے دیا ابھی آیت پاک گزری جس میں فرمایا گیا کہ کیا خوب اگر وہ اللہ رسول کے دیے راضی ہوتے اور پھر کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب ایک آیت پاک اور دل میں نقش کرتے چلیں۔

قرآن فرماتا ہے:

۸- یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (سورۃ انفال ۶۴/۸)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی ہیں تجھے اللہ اور جو مسلمان تیرے پیرو ہوئے۔

فائدہ

مسلمانو! غور تو کرو۔ رب پاک خود اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفایت کرنے والا بتارہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نام کے ساتھ صحابہ کرام کو ملا کر فرماتا ہے: ''اے نبی! اب جب کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لے آئے تجھے اللہ اور یہ چالیس مسلمان کفایت کرتے ہیں''۔

کون سا ایسا مسلمان روئے زمین پر ہوگا جسے اقرار نہیں کہ ہمیں اللہ کافی ہے لیکن یہی بات اگر محبوبانِ خدا سے اُمت کے دلوں کو پھیرنے کے ناپاک جذبے سے کہی جائے تو وہ کبھی راہ ہدایت نہیں ہوسکتی۔ اس گمراہ کن اندازِ فکر کی تردید قرآن کے ذریعہ کھلے طور پر ہورہی ہے قرآن فرماتا ہے:

۹- وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں تو بے شک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (سورۃ النساء ۶۴)

انصاف کیجیے

کیا اللہ تعالیٰ خود توبہ قبول نہیں فرما سکتا تھا جو حکم دے رہا کہ میرے گناہ گار بندوں سے جب کوئی خطا یا گناہ سرزد ہو جائے تو وہ رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی مانگیں اور جب رسول ان کی سفارش فرمائیں تو پھر اس میں شک ہی نہیں کہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان نہ پائیں۔ بیشک اللہ تبارک تعالیٰ ہر چاہے پر قادر ہے لیکن اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کے لیے یہ حکم نازل کیا جارہا ہے۔ اندازِ بندگی سکھائی جارہی ہے کہ محبوبِ خدا سے منہ موڑ کر ہرگز حق توحید ادا نہیں ہوسکتا۔

اہلسنّت وجماعت کے سوا توحید کے نام پر جتنے بھی مکاتب فکر ہیں ہر کسی کے عقائد کو کھنگال ڈالیے۔ چاہے وہ نماز والے ہوں کہ جہاد والے ہوں' حدیث والے ہوں کہ غیروں میں اسلام کی تبلیغ کا دعویٰ کرنے والے ہوں کوئی بھی درِ رسول پر رُکنے کو تیار نہیں۔ قرآن فرماتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر گناہوں کی معافی مانگو۔ یہ کہتے ہیں ہمیں اللہ کافی ہے قرآن کہتا ہے جب رسول تمہاری سفارش فرمادیں گے تو یہ تمہارے حق میں پروانہ نجات ہوگا۔ یہ کہتے ہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہمیں بس اللہ ہی کافی ہے۔

شرک پسندوں میں صفِ ماتم

غمِ توحید میں اللہ کے محبوبوں سے منہ موڑ کر بندگی کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے قرآن نے بڑی خطرناک مصیبت کھڑی کر کے رکھ دی ہے۔

قرآن نے شرک کے سارے تیر زنگ آلود کر کر رکھ دیے۔ ہاں ہاں یہ قرآن ہے لیکن یہاں تو معاملہ ہی دیگر ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دولتیں عطا فرما رہے ہیں۔ علم دے رہے ہیں' لوگوں کو گناہوں سے پاک کر رہے ہیں' نعمت بخش رہے ہیں' گناہوں کی سفارش فرمارہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر رہے ہیں' بعض حرام کاموں کو حلال فرمارہے ہیں۔ گھروں میں کوئی کیا کچھ کھا رہا ہے غیب کی یہ سب خبریں دے رہے ہیں' بدن بگڑے کو شفا اور مادر زاد اندھے کو بینائی عطا کر رہے ہیں۔

رب پاک اپنے محبوبوں پر نوازش و کرم کی ایسی برسات فرما رہا ہے کہ شرک پسندوں میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے اللہ بھی مددگار رسول اللہ بھی مددگار صالحین بھی مددگار یہاں تو عجیب مشکل ہے کوئی حدیث بھی تو نہیں کے بے لگام زبان سے ضعیف کہہ کر آگے کا راستہ لیا جائے۔ قرآنی آیتیں توحید کے نام پر بنائے گئے پُرفریب دین پر کوندتی بجلیوں کی مانند ٹوٹ کر خود ساختہ اور من گھڑت عقائد کی عمارتوں کو زمین دوز کرتی جارہی ہیں۔ کوئی پوچھے تو ان سے فتاویٰ عالمگیری تو تم نے اپنے مدارس اور دفتروں سے نکال دی دُرِ مُختار وَرَدُّالْمُحتار جیسی رہنما کتابوں کا تو تمھیں اعتبار نہیں؟ حدیثوں کا انکار کر کے تم نے ایک فرقہ ہی اہل قرآن کے نام سے گمراہیت کا بنادیا۔ اب کیا قرآن کی باری ہے؟ اٹھاؤ اپنا قلم اور دکھاؤ اپنا ہنر۔

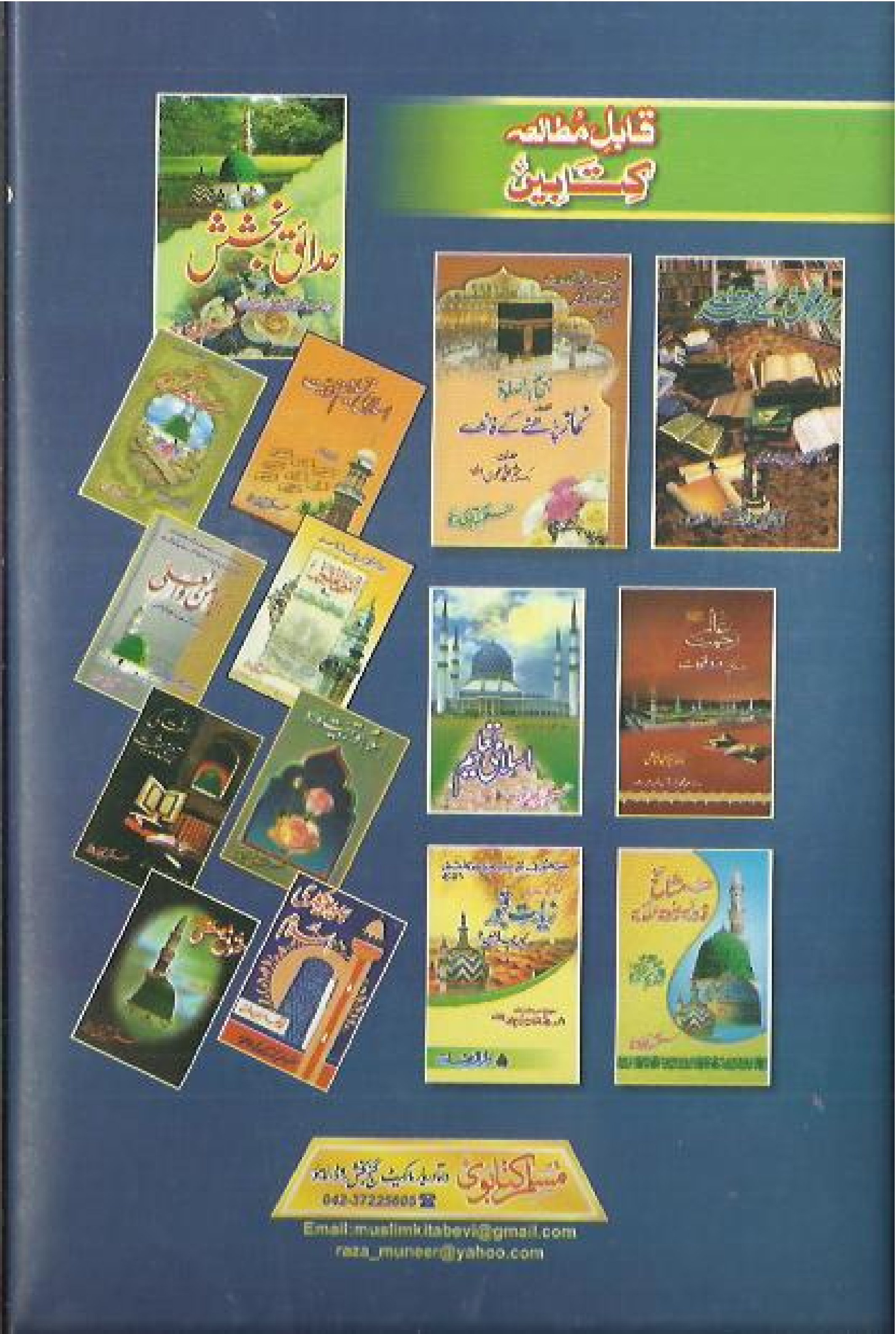
بچ نکلنے کے دو راستے

تمہارے باطل دین کے مطابق کیسا کیسا شرک خود قرآن میں موجود ہے۔ اب صرف دو ہی صورتوں میں جان چھوٹے گی یا تو تسلیم کرلیا جائے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے انبیاء اولیاء علیہم السلام کو بھی اختیار وقدرت عطا فرمائی ہے یا پھر یہ اعلان کردیا جائے کہ جیسی توحید ہمیں درکار ہے ویسی توحید تو قرآن میں بھی نہیں جسے ہم شرک قرار دے رہے ہیں وہی سب تو قرآن میں ایمان بن کر موجود ہے۔

اس سے فائدہ تو وہ اٹھائیں جن کے دل خوف خدا سے ڈرتے ہیں اور آیات قرآنی پر ایمان ویقین رکھتے ہیں۔ باقی رہے وہ لوگ جن کا دین و مذہب ہی ضد اور ہٹ دھرمی ہے تو ان کے لیے قرآن نے بہت پہلے اعلان کردیا کہ

۱۰- اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ علیھم ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ وَّلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔

ترجمہ: بے شک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کردی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔



قابل مطالعہ
کتابیں
مسلم کتابوی
042-37225605
Email:muslimkitabevi@gmail.com
raza_muneer@yahoo.com

بڑے لوگوں کے طریقے
بڑے لوگوں کی معرفت
اور تعرف کے لیے

مزارات پر گنبد بنانا



تالیف

حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

باہتمام

حضرت علامہ سید حمزہ علی قادری مدظلہ العالی

عطاری پبلشرز

جیلانی سینٹر، پانچویں منزل، روم نمبر 501 نزد میری ویدر ٹاور
کراچی، پاکستان فون: 2446818، 320-4333547

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قبہ جات بر مزارات

مصنف

فیض ملت، آفتاب اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ، العالی

با اہتمام

حضرت علامہ مولانا حمزہ علی قادری

ناشر

عطاری پبلشرز مدینۃ المرشد (کراچی)

فون موبائل: 0303-4333547

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

نام کتاب : قبہ جات بر مزارات

مصنف : فیض ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

با اہتمام : حضرت علامہ مولانا حمزہ علی قادری

ناشر : عطاری پبلشرز، مدینۃ المرشد (کراچی)

اشاعت : ذوالقعد 1422ھ، فروری 2002ء

صفحات : 104

قیمت : -/35 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الارض کفاتا ○ واکرم المومنین احیاء اموانا ○ وجعل موتھم راحۃ و سباتا ○ و حرم اھانتھم تحریما بتاتا ○ والصلواۃ والسلام علی من سقانا من فضلہ و فضلتہ ماء فراتا ○ اعطانا فی کل محجۃ ابلج حجۃ نقضاو اثباتا ○ و ابد تعظیم المومنین بد الابدین و لم یوقت لہ میقاتا ○ فجعلھم عظاما و ان صارو عظاما ○ حرم ابناء ھم ولو کانو ارفاتا ○ وعلی الہ و صحبہ واھلہ و حزبہ لمکرمین عند اللہ جمیعا و اشتاتا

اما بعد! انبیاء عظام و اولیاء کرام (علیٰ نبینا و علیہم السلام) کے اعزاز و رام کے پیش نظر اور عوام کی سہولتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے زارات کو عوام کی قبور سے نمایاں رکھنا اسلامی شعار ہے اور اسلامی شعار کی ظیم حکم ربانی ہے **ویعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب** جس پر اہل نت قدیم سے عمل پیرا ہیں کہ انبیاء و اولیاءؒ کے مزارات پر قبے و دیگر ہتمام کرتے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک کے بعد مسئلہ نزاعی بن گیا ہے وہابی دیوبندی' نجدی کی تحریک کے حامی ہیں اور ہم اہل سنت بفضلہ تعالیٰ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اب اکثر نزاعی سائل میں یہی عمل کار فرما ہے فقیر نے بفضلہ تعالیٰ اپنے اسلاف کے ہر مسئلہ ق کی تائید میں کتاب لکھی اور دلائل پیش کئے مزارات پر قبہ جات بھی اس کی ایک کڑی ہے۔

مقدمہ

قبور انبیاء عظام اور اولیاء کرام پر گنبد بنانا ہر دور میں جائز رہا ہے جب سے نجدی وہابی تحریک چلی اس وقت سے فتوی بازی شروع ہوئی ہمارا وہابیوں دیوبندیوں کو چیلنج ہے کہ سوائے ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب اور ان کے ہمنواؤں کے باقی کوئی ایسا دور ثابت کریں جو قبہ جات پر مزارات کے منکر ہوں ورنہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب کے ماسوا باقی جملہ اہل اسلام اس کے قائل و عامل رہے اور رہیں گے (انشاء اللہ)

عوام سے اپیل ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کو حق سمجھتے ہو یا اس سے پہلے اور بعد کے علماء اور مشائخ کو میرے خیال میں سوائے چند ٹوڑوں کے باقی تمام امت محمد بن عبدالوہاب کو وہابی مذہب کا بانی اور گمراہ سمجھتی ہے بس اسی قول پر فیصلہ ہے کیونکہ ہم آگے چل کر قرآن و احادیث اور ان مشائخ و ائمہ کے اقوال و تصریحات پیش کریں گے جو ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے بلکہ ان کو گمراہ اور گمراہ کن مانتے اور لکھتے ہیں اور سوالات و اعتراضات میں عوام خود دیکھ لیں کہ یہ اعتراضات کرنے والے دراصل محمد بن عبدالوہاب کے چیلے ہیں ہمارے دور کے وہابی دیوبندی اس کی نقل کرتے

ں عوام سے صرف اتنا گزارش ہے کہ وہ سوچیں کہ ایک طرف محمد بن بدالوہاب نجدی اور ابن تیمیہ ہے دوسری طرف دنیائے اسلام کے جملہ علماء مشائخ بلکہ مزارات کے قبہ جات کے مسئلہ میں صحابہ کرام اور تبع تابعین ضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں اب تمہارا فیصلہ تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے۔ ہے ادھر رہو یا ادھر لیکن یہ یاد رہے کہ ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب ر ان کے ہمنواؤں کو ان کے ہم عصر علماء و مشائخ نے گمراہ اور گمراہ کن لکھا۔ اور یہی کیفیت تاحال چل رہی ہے جو ان لوگوں کے ہمنوا ہیں انہیں عوام اور جملہ اہل حق وہابی کہتے ہیں اور جو ان کے خلاف ہیں انہیں سنی مسلمان کہا جاتا ہے اب تم چاہو تو قبہ جات پر مزارات اولیاء کے منکر ہو کر وہابی ہو جاؤ چاہو اولیاء کرام سے وابستہ رہکر سنی مسلمان رہو۔

باقی رہے دلائل تو وہ بفضلہ تعالی قرآن و احادیث کی روشنی میں قبہ جات پر مزارات کے جواز میں بے شمار دلائل و براہین موجود ہیں اور ہر مخالف کو دیکھیں وہ بھی قرآن و حدیث سے دلائل دیتا ہے یہاں بھی وہابیوں دیوبندیوں نے ابن تیمیہ و محمد بن عبدالوہاب کی دلیلیں نقل کیں اس کتاب میں ہم ان کے دلائل لکھ کر جوابات پیش کریں گے۔ (انشاء اللہ تعالی)

انتباہ!

ان وہابیوں دیوبندیوں کو ہمارے ساتھ دو قسم کے مسائل سے اختلا[ف] ہے نبی کریم ﷺ اور اولیاء کرام کی عظمت و کمالات کے متعلقات اور ا[ن کی] اموات سے متعلقہ امور وہ ان مسائل پر شرک و بدعت کا فتویٰ لگاتے ہی[ں] حالانکہ اسی قسم کے امور خود بھی عمل میں لاتے ہیں تفصیل فقیر نے "الع[...] عن البدعۃ" میں لکھ دی ہے قبہ جات بر مزارات کی تحقیق میں ایک مقد[مہ] دو باب ایک خاتمہ پر مشتمل کتاب ھذا حاضر ہے بنام "قبہ جات بر مزارات"

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۴ شوال المکرم ۱۴۰۸ھ بہاول پور پاکستان

مقدمہ

○ انبیاء و اولیاء کے مزارات شعائر اللہ سے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا و **من یعظم شعائر اللّٰہ فانہا من تقوی القلوب** جو اللہ تعالیٰ کے شعائر اللہ کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خود انبیاء و اولیاء کے آثار و نشانات کے اکرام و اعزاز کیلئے جگہ جگہ اہتمام فرمایا ہے تفصیل فقیر کی کتاب "احسن البرکات فی البرکات" میں ہے۔

قبور دو طرح کی ہیں

○ عام مومنین ○ علماء و مشائخ ' اولیاء اللہ

جن کی تعظیم و توقیر درحقیقت اسلام کی تعظیم ہے۔ عامۃ المسلمین کی قبروں کو پختہ بنانا یا ان پر قبہ وغیرہ بنانا چونکہ بے فائدہ ہے اس لئے منع ہے ہاں اس پر مٹی وغیرہ ڈالتے رہنا تاکہ اس کا نشان نہ مٹ جائے فاتحہ وغیرہ پڑھی جا سکے جائز ہے۔ اور علماء مشائخ عظام اولیاء اللہ جن کے مزارات پر خلقت کا ہجوم رہتا ہے لوگ وہاں بیٹھ کر قرآن خوانی و فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں ان کی آسائش اور صاحب قبر کی اظہار عظمت کیلئے اس کے آس پاس سایہ کیلئے قبہ وغیرہ بنانا شرعاً" جائز بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے اور جن عوام

مومنین کی قبریں پختہ بنانا یا ان پر قبہ بنانا منع ہے اگر ان کی قبریں پختہ بن گئی ہوں تو ان کو گرانا حرام ہے۔ پہلے مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے آخر کے دو مسئلوں میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے وہابی دیوبندی فقہاء کرام کے اسی اختلاف سے فائدہ اٹھا کر عوام کو بہکاتے ہیں یہ ان کی اولیاء دشمنی کا بین ثبوت ہے۔

ورنہ ہم سب کو یقین ہے کہ عوام و اولیاء کرام کے درمیان جیسے دنیا میں فرق و امتیاز ہے ایسے ہی ان کی قبور و مزارات کا۔ عوام کی قبروں کی تعظیم کا بھی حکم ہے اور اولیاء کرام تو اس سے اور زیادہ تعظیم کے مستحق ہیں اسی لئے ان کی مزارات کے احکام جدا ہیں مثلاً"

۱۔ اولیاء کی قبریں پکی بنانا' ۲۔ قدر سنت یعنی ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا ۳۔ قبر کے آس پاس عمارت بنا دینا پھر قبر کو پختہ کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ۱۔ قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت سے ملا ہوا ہے اس کو پختہ بنانا ۲۔ قبر کا بیرونی حصہ جو کہ اوپر نظر آتا ہے اس کو پختہ کرنا۔

مسئلہ

قبر کے اندرونی حصہ کو پختہ اینٹ سے پختہ کرنا وہاں لکڑی لگانا منع ہے ہاں اگر وہاں پتھر یا بانس لگایا جائے تو جائز ہے کیونکہ لکڑی اور اینٹ میں آگ کا اثر ہے قبر کا بیرونی حصہ پختہ بنانا عامتہ المسلمین کیلئے منع ہے اور خاص علماء کیلئے جائز ہے۔

مسئلہ

قبر کا تعویذ ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا منع ہے اور اگر آس پاس چبوترہ اونچا کر کے اس پر تعویذ بقدر ایک ہاتھ کیا تو جائز ہے۔

مسئلہ

قبر کے آس پاس یا قبر کے قریب کوئی عمارت بنانا عامتہ المسلمین کی قبروں پر تو منع ہے اور علماء فقہا و مشائخ و اولیاء کرام و انبیاء عظام کے مزارات پر قبہ جات وغیرہ بنانا جائز ہے تشریح و تحقیق آتی ہے (انشاء اللہ)

قبہ

بروزن جبہ بمعنی بنا' گرد آوردہ یعنی گنبد اور عرف میں کسی قبر پر سایہ دار تعمیر وغیرہ بنانا کبھی اس سے خیمہ بھی مراد لیا جاتا ہے اور جملہ مذاہب حقہ سابقہ اور دین اسلام کے جملہ پیروکار اس کے قائل اور عامل رہے اور ہیں کہ انبیاء عظام اور اولیاء کرام اور علما و فقہا و صلحا کے مزرات پر قبہ جات یا خیمہ جات یا اس قسم کا سایہ دار شے اور ان کے گرد یعنی قرب و جوار میں مساجد تعمیر کرنا اور زائرین کے لئے آسائش و آرام کیلئے مکانات بنانا کسی کو انکار تھا نہ ہے جب سے محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنی وہابی تحریک چلائی اور جملہ مزارات کو ڈھایا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے گنبد خضرا کو ڈھانے اور گرانے کا پروگرام بنایا لیکن قدرت نے اسے اس گندے ارادے کو پورا نہ کرنے دیا اور آج بھی ان کے یہی ارادے اور فتوے موجود ہیں کہ

تمام قبہ جات یہاں تک کہ خود رسول اللہ ﷺ کا گنبد مبارک بھی گرانا واجب اور ضروری ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ آنحضور کا روضہ گرا دینے کے لائق ہے (فصل الخطاب احمد بن علی بصری)

۲۔ محمد بن عبدالوہاب کہتا تھا **لو اقدر علی حجرة الرسول لہدمتہا** (ترجمان الوہابیہ صفحہ ۳۶) "یعنی اگر میں قدرت پاؤں تو رسول اللہ (ﷺ) کا روضہ گرادوں۔

۳۔ تطہیر الاعتقاد صفحہ ۳۶ میں ہے۔ **فان قلت هذا قبر رسول قد عمرت عیه قبة عظيمة انفقت فيه الاموال قلت هذا جهل عظيم بحقيقة الحال** ترجمہ! "اگر کہو کہ رسول اللہ (ﷺ) کی قبر بڑا قبہ ہے اس پر بہت مال خرچ ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ درحقیقت بہت بڑی جہالت ہے

۴۔ عرف الجاوی صفحہ ۶۰ میں ہے کہ "وازبناء بر قبر نہی آمدہ ہرچہ مرفوع مشرف بودن قبر لعنت است آیداز منکرات شریعت باشد وانکار بر آن و برابر ساختن نجاک واجب است بر مسلمین بدون فرق در آنکہ قبر گور پیغمبر باشد یا غیر او"

ترجمہ! "قبر پر ہر قسم کی عمارت کی نہی آئی ہے جو قبر اونچی بلند ہو اس کے لئے لعنت آئی ہے یہ شریعت میں برے اعمال سے ہے اسے مومنین کے برابر کرنا واجب ہے یہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اونچی قبر کو زمین کے برابر کردیں وہ نبی علیہ السلام کی قبر ہو یا کسی اور کی۔

انتباہ.......!

ان حوالہ جات سے ہمارے عوام اب تو سمجھے ہونگے کہ یہ لوگ نہ صرف اولیاء کرام کے قبہ جات اور مزارات کے دشمن ہیں بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے گنبد خضراء کو گرانے کو بھی واجب سمجھتے ہیں ان کا بس چلے تو گنبد خضراء کو فورا" ڈھادیں یہی وجہ ہے کہ چند سال پہلے سعودی حکومت کے برے عزائم اخبارات میں پڑھے سنے گئے لیکن قدرت کو کچھ اور منظور ہے اسی لئے وہ اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے اب عوام خود سمجھیں کہ یہ لوگ قبہ جات بر مزارات کے دشمن کیوں ہیں۔

مزید برآں

اس طرح کے جزئیات بے شمار ہیں جو صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں قبہ جات و تعمیرات مزارات کا طریقہ مروج رہا اس کے بعد تبع تابعین تا ائمہ مجتہدین اور فقہاء محدثین اور علماء ربانین میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا نمونہ کے طور چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بوجہ فتنہ خوارج مخفی رکھی گئی ہارون الرشید نے اسے معلوم کرکے اس پر عالیشان عمارت قائم فرمائی یہ امام شافعی رحمتہ اللہ کا زمانہ تھا اور امام ابو یوسف بھی موجود تھے اور محکمہ احتساب پر انہیں کافی اقتدار حاصل تھا یہاں تک کہ ہارون الرشید قاضی ابو یوسف و امام محمد سے ہر وقت خوفزدہ رہتا قاضی ابو یوسف رحمتہ اللہ کی گرفت میں جو بھی آیا تاریخ دان حضرات سے ان کے احتساب کے واقعات مخفی نہیں

ہمارے مخالفین دیوبندی، وہابی حضرات قاضی ابو یوسف و امام محمد و امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کی موجودگی میں مزار علی کے قبہ و تعمیر کے متعلق فتوی صادر فرمائیں۔

۲۔ مشہد رضا (رضی اللہ عنہ) پر سلطان محمود غزنوی قدس سرہ نے از سر نو عمارت بنوائی اور سلطان محمود نہ صرف اسلامی بادشاہ تھے بلکہ ان کو مخالفین بھی عارف کامل اور ولی اکمل مانتے ہیں۔

۳۔ تواریخ مشائخ و فقہا اور محدثین اور علماء اولیاء مشاہدین کے خیر القرون سے لے کر تاحال بہت سے بزرگوں کے مزارات کے قبہ جات بنے اور تاحال صدیوں سے پہلے قبہ جات تیار کردہ موجود ہیں سوائے ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے چیلوں کے کسی کو انکار تھا نہ ہے اور اب انکار ہے نجدیوں کے چیلوں کو اور رہے گا۔ بلکہ حضرت ابوالحسن نورالدین علی بن احمد السخاوی الحنفی رحمتہ اللہ نے صرف مزارات کے موضوع پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔ بنام "تحفتہ الاحباب و بغیتہ الطلاب فی الخطط والمزارات و التراجم المبارکات" اس میں بے شمار بزرگوں کے قبہ جات کی تصریحات موجود ہیں۔ جو مصر میں شائع ہوئی

باب ۱

قرآنی دلائل

۱۔ خداوند قدوس جل و علا شانہ نے قرآن کریم میں اصحاب کہف کا قصہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا **قال النین غلبو اعلی امرھم لنتخذ ن علیھم مسجدا** "وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم ان اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے" حوالہ جات تفاسیر۔ روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا "دیوارے کہ از چشم مردم پوشیدہ شوند" یعنی **لا یعلم احد تربتھم وتکون محفوظۃ من تطرق الناس کما حفظت تربت رسول اللہ بالخطیرۃ** انہوں نے کہا کہ اصحاب کہف پر ایسی دیوار بناؤ جو ان کی قبر کو گھیرے اور ان کے مزارات لوگوں کے راستہ بنانے سے محفوظ ہو جاویں جیسے کہ حضور علیہ السلام کی قبر شریف چار دیواری سے گھیر دی گئی ہے۔

۲۔ آیت مذکورہ کی تفسیر روح البیان میں ہے **یصلی فیہ المسلمون و یتبرکون بمکانھم** "لوگ اس میں نماز پڑھیں اور ان سے برکت لیں" خلاصہ یہ کہ ان لوگوں کی دو باتوں کا ذکر فرمایا گیا (۱) اصحاب کہف کے گرد قبہ

اور مقبرہ بنانے کا مشورہ کرنا (۲) ان کے قریب مسجد بنانا اس سے معلوم ہوا کہ دونوں فعل جب بھی جائز تھے اور اب بھی جائز ہیں یہ خیال غلط ہے کہ یہ حکم سابقہ امتوں کا ہے اس کا جواب فقیر تفصیل کے ساتھ آگے چل کر عرض کرے گا۔

۳۔ تفسیر مدارک پر خازن میں ہے کہ کہف کے دہانہ پر مسجد تعمیر ہوئی تاکہ زائرین اس میں نماز فرض پڑھیں یا نوافل ادا کریں اور ان صالحین کے مکان کی برکت سے متبرک ہوں۔

۴۔ تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ **نعبدی اللہ فیہ و نستبقی آثار اصحاب الکہف بسبب ذ لک المسجد** "اس میں ہم اللہ کی عبادت کریں اور اس مسجد کے ذریعے اصحاب کہف کے آثار کو باقی رکھیں"۔

اصحاب کہف کے متعلق تفصیل اور ان پر تعمیر وغیرہ کی بحث فقیر اویسی غفرلہ نے تفسیر اویسی میں لکھدی ہے۔ یہاں بقدر ضرورت اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

سوال

یہ اصحاب کہف تو پہلے لوگوں یعنی گزشتہ امتوں میں ہیں وہ ہمارے لئے کیسے حجت ہوسکتے ہیں۔

جواب

اصول فقہ کا مسلم قاعدہ ہے کہ **شرائع من قبلنا یلزمنا** (گزشتہ

امتوں) کے امور شرعیہ ہم پر لازم ہیں (نور الانوار، مسلم الثبوت، اتقان، تلویح توضیح وغیرہ) بشرطیکہ وہ امور ہمارے اصول کے مخالف نہ ہوں تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کی کتاب "احسن البیان فی اصول تفسیر القرآن"

۳۔ **واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی** "اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ"

مقام ابراہیم

یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ کی بنا فرمائی اور اس میں آپ کے قدم مبارک کا نشان تھا اس کو نماز کا مقام بنانے کا امر استحباب کیلئے ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ اس نماز سے طواف کی دو رکعتیں ہیں (احمدی) یہی قول زیادہ موزوں ہے۔

شان نزول

سیدنا فاروق اعظم ؓ کو تمنا ہوئی کہ حرم محترم میں نمازیں پڑھتے ہیں لیکن آثار متبرکہ کے قرب میں عبادت الٰہی کی کچھ اور لذت مسرت ہوتی ہے کیا اچھا ہو تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم بارک کے نشان کے پاس نماز پڑھنے کی اجازت ہوتی بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ **لو اتخذت مقام ابراھیم مصلی** اے رسول ﷺ اگر آپ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا لیتے تو خوب تمنائیں پوری ہوتیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (اس کی مزید تفصیل فقیر کی کتاب "احسن البرکات فی التبرکات" میں ہے

فائدہ

غور فرمائیے کہ فاروق اعظم کی تمنا پھر رسول ﷺ کا اس مقام پر ہر طواف کے بعد دو رکعت کا حکم فرمانا اور اللہ کا اس تمنا پر آیت اتارنا اہل سنت کے مذہب کی کتنی عظیم تصدیق ہے کہ آج تک ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کے سامنے سر جھک رہے ہیں اور قدم مبارک کے اوپر قبہ بنانا جائز اور محبوبان خدا کے مزارات پر ناجائز یہ عجیب منطق ہے۔

۳۔ **فلا اقسم بمواقع النجوم** "تو مجھے قسم ہے ان مقامات کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں" اس جملہ کی تفسیر میں شاہ مرادن (مردان) قدس سرہ نے تفسیر کوثر صفحہ ۱۶۵۱ میں لکھا ہے۔

تعارف شاہ مردان

شاہ مردان اول موجودہ پیر پگاڑو کے دادا تھے ان کا لقب پیر کوٹ دھنی تھا سید علی گوہر شاہ ثانی لاولد تھے اس لئے انہوں نے اپنے تیسرے بھائی شاہ مردان شاہ کو اپنا جانشین بنایا لیکن شروع ہی سے آپ کے بڑے بھائی پیر علی مظفر شاہ سجادگی پر اپنا حق جتلا رہے تھے یہ معاملہ آخر کار عدالت تک پہنچ جہاں کافی عرصہ تک کیس چلنے کے بعد دسمبر ۱۸۹۹ء میں اس کا فیصلہ سید شاہ مردان شاہ کے حق میں ہوا۔ پیر شاہ مردان شاہ اول ایک عالم اور اسلام کے پابند تھے انہیں اسلام سے اتنی محبت تھی کہ رات کو کافی دیر تک عبادت کرتے تھے آپ نے قرآن پاک کی تین جلدوں میں سندھی زبان میں تفسیر لکھی جس کو تفسیر کوثر کہا جاتا ہے آپ صبح و شام غریبوں میں نقد پیسے و طعام اپنے

ہاتھوں سے تقسیم کرتے تھے آپ سے پہلے چاردیوار ریا (فصیل) کچی بنی ہوئی تھیں آپ نے پکی فصیل اور پکی رہائش گاہیں تعمیر کروائیں اسی لئے آپ کو کوٹ دھنی کہتے ہیں آپ نے اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عہد کیا تھا کہ اس ملک کو جابر و ظالم انگریزوں سے آزاد کرایا جائے ساری زندگی آپ جہاد میں مشغول رہے اور ۷ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ وہ لکھتے ہیں کہ

یا مواقع مان مراد مسجدیوں ۽ مقبرا اصحابن سگورن جا آهن جن کہ پان مشابہت تارن سان ڈنی آئی اصحابی کالنجوم الخ ترجمہ! "یا مواقع سے مساجد اور صحابہ کرام کے مزارات مراد ہیں اس لئے کہ انہیں ستاروں سے مشابہت دی گئی ہے کہ اصحابی کالنجوم۔

فائدہ

ایک ولی کامل کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ مزارات محبوبان خدا' اللہ تعالی کو کتنا محبوب ہیں کہ ان کی قسم قرآن مجید میں یاد فرمائی جس بد قسمت کو مزارات سے دشمنی ہو تو سمجھو کہ وہ خدا تعالی کا مغضوب و مبغوض اور بد ترین انسان ہے اللہ تعالی ہم سب کو اولیاء اللہ اور ان کے متعلقات و منسوبات سے عقیدت و محبت عطا فرمائے (آمین)

باب ۲

احادیث مبارکہ

اصطلاح شرع شریف میں نبی پاک ﷺ کے قول و فعل عمل ایسے ہی صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور اعمال کا نام حدیث ہے حضور نبی پاک ﷺ کے مزار کے اوپر گنبد خضرا قبہ مبارک اور چار دیواری وغیرہ ثبوت کیلئے کافی ہے اس قبہ مبارک کی تاریخ ملاحظہ ہو۔

۱۔ حضور سید عالم ﷺ کو حضرت صدیقہ کے حجرے میں دفن کیا گیا اگر یہ ناجائز تھا تو پہلے صحابہ کرام اس کو گرا دیتے پھر دفن کرتے۔

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضور کے مزار کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار کھچا دی۔

۳۔ ولید ابن الملک کے زمانہ میں سیدنا عبداللہ ابن زبیر نے تمام صحابہ کرام کی موجوگی میں ۸۸ھ میں اس عمارت کو نہایت مضبوط بنایا اور اس میں پتھر لگوائے چنانچہ خلاصۃ الوفا باخیار دار المصطفیٰ مصنفہ سید سمہودی میں ہے کہ **عن عمرو ابن بینار و عبیدہ اللہ ابن ابی زید قالا لم یکن فی عہد النبی**

صلی اللہ علیہ وسلم علی بیت النبی علیہ السلام جدار فکان اول من بنی علیہ جد ارا عمرابن الخطاب ثم بناہ عبد اللہ ابن الزبیر وکانت حجرۃ من الکعبۃ من سعیر مربو طۃ فی خشب عروۃ ترجمہ وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔

۱۔ بخاری جلد اول کتاب الجنائز لجنائز **باب ماجاء فی قبر النبی و ابی بکر و عمر** میں ہے کہ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں روضہ رسول ﷺ کی ایک دیوار گر گئی **اخذ و فی بناء** صحابہ کرام اس کے بنانے میں مشغول ہوئے۔ **فبدت لھم قدم فضزعواو ظنوانھا قدم النبی علیہ السلام** "ایک قدم ظاہر ہو گیا تو گھبرا گئے اور سمجھے کہ یہ حضور علیہ السلام کا قدم پاک ہے" **حتی قال لھم عروۃ لا واللہ ما ھی قدم النبی علیہ السلام ما ھی الا قدم عمر** جذب القلوب الی دیار المحبوب میں شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ ۵۵۰ ھ میں جمال الدین اصفہانی نے علماء کرام کی موجودگی میں صندل کی لکڑی کی جالی اس دیوار کے آس پاس بنائی۔ (٦) ۵۵۷ھ میں بعض عیسائی عابدوں کی صورت میں مدینہ منورہ میں آئے اور سرنگ لگا کر نعش مبارک کو زمین سے نکالنا چاہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار بادشاہ کو خواب میں فرمایا۔ لہذا بادشاہ نے ان کو قتل کرایا اور روضہ مقدس کے آس پاس پانی تک بنیاد کھود کر سیسہ گلا کر اس کو بھر دیا پھر ۶۷۸ھ میں سلطان قلاوں صالحی نے یہ گنبد سبز جو اب تک موجود ہے بنوایا(تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کی کتاب "محبوب مدینہ" اور "تاریخ گنبد خضراء"

فائدہ

اصول اسلام سے ہے کہ جو امر حضور ﷺ کیلئے جائز ہے وہی آپ کے وارثین اولیاء کرام کیلئے بھی جائز ہے جب حضور ﷺ کا گنبد اقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تجویز فرمایا اور تا حال اسی آن بان سے ہمارے میں موجود ہے اور انشاء اللہ تا قیامت موجود رہے گا تو اولیاء کرام کے قبہ جات بھی جائز ہیں مخالفین کے پاس اگر گنبد خضراء کے عدم جواز کی کوئی دلیل ہے تو پیش کریں۔

سوال

حضور نبی پاک ﷺ کے مزار اقدس پر تعمیر اور قبہ آپ کے خصوصیات سے ہے جیسے دوسرے خصوصیات میں آپ کا کوئی شریک نہیں یہاں بھی کوئی ولی آپ کی خصوصیت میں شامل نہیں ہو سکتا۔

جواب ۱

اولاً" تو خصوصیات مخصوص برسول (ﷺ) کے تم قائل نہیں جیسے ہم نے مقدمہ میں حوالہ جات عرض کئے ہیں کہ تم کہتے ہو حضور کا گنبد و قبہ شرعاً" گرانا واجب ہے۔

جواب ۲

یہ خصوصیت کس حدیث و روایت میں ہے۔

جواب ۳

خصوصیت ہے تو پھر اس میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم بھی مدفون ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بھی یہاں مدفون ہوں گے۔

۱۔ مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب الدفن میں بروایت ابو داؤد ہے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کو دفن فرمایا تو ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب فرمایا اور فرمایا کہ **اعلم بها قبر اخی وادفن الیه من مات من اهلی** ترجمہ! "کہ ہم اس سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگائیں گے اور اسی جگہ اپنے اہل بیت کے مردوں کو دفن کریں گے"

۲۔ بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقاً" ہے کہ حضرت خارجہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ عثمان میں تھے **ان اشدنا وثبة الذی یثب قبر عثمان ابن مظعون حتی یجاوزه** ہم میں بڑا کودنے والا تھا جو کہ عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا (ف) مشکوٰۃ کی روایت سے معلوم ہوا کہ عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر تھا اور بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ خود قبر عثمان کا تعویذ اس پتھر کا تھا اور دونوں روایات اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ مشکوٰۃ میں جو آیا ہے کہ قبر کے سرہانے پر پتھر لگایا اس کے معنی یہ نہیں کہ قبر سے علیحدہ سر کے قریب کھڑا کردیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ خود قبر میں ہی سر کی طرف اس کو لگایا یا مطلب یہ کہ قبر ساری اس پتھر کی تھی مگر سرہانے کا ذکر کیا۔ ان دونوں احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کسی خاص قبر کا نشان قائم رکھنے کیلئے قبر کچھ اونچی کردی جائے یا پتھروغیرہ سے پختہ کردی جائے تو جائز ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے کیونکہ

اولیاء و عوام کے درمیان امتیاز ضروری ہے۔

مسئلہ

فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی زمین نرم ہو تو لوہے یا لکڑی کے صندوق میں میت کو رکھ کر دفن کرنا پڑے تو اس کے اندرونی حصہ میں چاروں طرف مٹی سے کہگل کردو (شامی اور عالمگیری وغیرہ باب دفن المیت) اس سے معلوم ہوا کہ قبر کو اندر سے کچا ہونا چاہئے۔

علمی قاعدہ

سیدنا عثمان بن مظعون ؓ کے مزار کو سرکار دو عالم ﷺ کا اونچا کرنا مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد ہے جو گویا اسلام یعنی مدنی زندگی کا پہلا دور ہے اور سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کی حدیث جس سے وہابی نجدی استدلال کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قبور کو ڈھانے کا حکم دیا تھا) وہ حضور علیہ السلام کے وصال کے قریب کا دور ہے اب ہمارا سوال ہے کہ یا تو وہابیہ ثابت کریں کہ حدیث ابن مظعون منسوخ ہے حالانکہ منسوخ نہیں یا مان جائیں کہ جن قبور کو ڈھانے کا حکم تھا وہ یہود و منافقین کی قبریں تھیں اس حدیث ابن مظعون ؓ کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں سوائے ہیرا پھیری کے ہاں ان کا یہ سوال عامتہ الورود ہے کہ قبور پر قبہ وغیرہ بنانا پھر انہیں مساجد کی طرح آراستہ کرنا وغیرہ وغیرہ تو اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا فلہذا ان بدعی امور سے احتراز لازم ہے تفصیلی جوابات اور تحقیقی بیانات تو ہم آگے چل کر عرض کریں گے یہاں سردست اتنا کافی ہے کہ ہمارے نزدیک انبیاء اولیاء کرام سے بڑھ کر

کوئی معظم و مکرم نہیں اور ان کے مزارات پر قبہ جات برائے ضرورت اور انہیں آراستہ و پیراستہ کرنا ان کی تعظیم ہے جیسا کہ مسجد کو منقش کرنا۔ اسی طرح صحابہ کرام کے زمانہ میں حکم تھا کہ قرآن کو آیات اور رکوع اور اعراب سے خالی رکھو لیکن اس زمانہ کے بعد چونکہ ضرورت در پیش ہوئی تو یہ تمام کام جائز بلکہ ضروری ہوگئے شامی میں ہے۔ **وما روی عن ابن مسعود جربو القران کان فی ذ منہم و لم من شئی یختلف باختلاف الزمان و المکان** "ابن مسعود ؓ سے جو مروی ہے کہ قرآن کو اعراب وغیرہ سے خالی رکھو یہ اس زمانہ میں تھا اور بہت سی چیزیں زمانہ اور جگہ بدلنے سے بدل جاتی ہیں نیز شامی میں ہے کہ قرآن کو چھوٹا کرکے نہ چھاپو یعنی حمائل نہ بناؤ بلکہ اس کا قلم موٹا ہو حرف کشادہ ہوں تقطیع بڑی ہو یہ سارے احکام کیوں ہیں؟ صرف قرآن کی عظمت کیلئے اسی طرح یہ بھی ہے اول زمانہ میں تعلیم وغیرہ پر اجرت لینا ناجائز تھا جس کی تفصیل فقہ میں موجود ہے مگر بعد کو ضرورتاً" جائز کیا گیا۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جب سے وہابی تحریک چلی ہے اور اس کا سب سے اہم مقصد انبیاء و اولیاء کرام کی قدر و منزلت گھٹانا ہے بلکہ ان کی تعظیم و تکریم کے امور کو شرک اور حرام کہنا ان کا شعار ہے جیسے آج کے دور نجدی حکومت میں مدینہ طیبہ میں آنکھوں سے دیکھ کر اور کانوں سے سن کر تصدیق کی جاسکتی ہے کہ وہاں ادب و تعظیم پر پابندی اور بے ادبی و گستاخی پر عملدرآمد ہو رہا ہے اسی لئے باقاعدہ مذکورہ ہمارے لئے اور زیادہ ضروری ہوگیا کہ ہم انبیاء و اولیاء کے اعزاز و اکرام کیلئے جتنا زور لگائیں کم ہے کیونکہ

تعظیم انبیاء و اولیاء ہمارا دین ہے اگر دین کے دوسرے امور میں اضافے جائز ہیں تو تعظیم نبوت و ولایت کیلئے بھی اضافے جائز ہیں۔

۳۔ بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف باب البکاء علی المیت میں ہے کہ حضرت امام حسن ابن علی ؓ کا انتقال ہوگیا **ضربت امراتہ القبۃ علی قبرہ سنۃ** تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا۔

فوائد

۱۔ یہ صحابہ کرام کے زمانہ میں سب کی موجودگی میں ہوا کسی نے انکار نہ کیا

۲۔ ان کی بیوی ایک سال تک وہاں رہیں پھر گھر واپس آئیں۔ جیسا کہ اسی حدیث میں ہے + اس سے بزرگوں کی قبروں پر مجاوروں کا بیٹھنا بھی ثابت ہوا۔

۳۔ زوجہ ابن امام زین العابدین کے اس فعل کے ماتحت ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ باب البکاء میں فرماتے ہیں **الظاہر انہ لاجتماع الاحباب للذکر والقراءۃ و حضور الاصحب بالمغفرۃ اما حمل فعلها علی العبث المکروہ فغیر لائق لصنیع اهل البیت** ظاہر یہ ہے کہ یہ قبہ دوستوں اور صحابہ کے جمع ہونے کیلئے تھا تاکہ ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کریں اور دعائے مغفرت کریں لیکن ان بی بی کے اس کام کو محض بے فائدہ بنانا جو کہ مکروہ ہے یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔ (فائدہ) معلوم ہوا کہ بلا فائدہ عمارت بنانا منع اور زائرین کے آرام کیلئے جائز ہے۔

۴ ۔ حضرت عمر ؓ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر پر قبہ

بنایا۔

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر۔

۶۔ حضرت محمد ابن حنفیہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کی قبر پر قبہ بنایا، منتقے شرح موطا امام مالک میں ابو عبد سلیمان علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ **روی عن ابن عباس لمامات بالطائف صلی علیه السلام محمد بن الحنفیة رجعل قبرہ مسنما و ضرب علیه نسطاطا** جب کہ طائف میں ابن عباس ؓ کا انتقال ہوا تو ان پر محمد ابن حنفیہ نے نماز پڑھی اور ان کی قبر ڈھلوان بنائی اور قبر پر پختہ قبہ بنایا۔۔ عینی شرح بخاری میں ہے۔ **ضوبه محمد ابن الحنفیه علی قبر ابن عباس** ان صحابہ کرام نے یہ فعل کئے اور ساری امت روضہ رسول ﷺ پر جاتی رہی کسی محدث کسی فقیہ کسی عالم نے اس روضہ پر اعتراض نہ کیا سوائے ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے کہ یہ نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ وہاں پر جانے والوں کو مشرک کہتے ہیں حالانکہ مزار اقدس پر مجاوری بھی ثابت ہے اس لئے کہ مجاور اسی کو تو کہتے ہیں جو کہ قبر کا انتظام رکھنے کھولنے بند کرنے کی چابی اپنے پاس رکھے وغیرہ وغیرہ یہ صحابہ کرام سے ثابت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں کی والدہ حضور علیہ السلام کی قبر انور کی منتظم اور چابی والی تھیں جب صحابہ کرام کو زیارت کرنی ہوتی تو ان سے ہی کھلوا کر زیارت کرتے (مشکوٰۃ باب الدفن) آج تک روضہ مصطفیٰ ﷺ پر مجاور رہتے ہیں کسی نے ان کو ناجائز نہ کہا ہاں وہابی غیر مقلد تو مجاوری کو ممکن ہے اب بھی حرام کہتے ہوں لیکن ان کے چھوٹے برادر دیوبندی کسی زمانہ میں ان کے اتھ مل کر

نجاوری کو حرام حرام کہتے تھے لیکن جب سے محکمہ اوقاف کی مہربانی سے ا
درباروں (مزارات اولیا کرام) کی مجاوری نصیب ہوئی ہے اور اب دربار
(مزاروں) پر ایسے سلیقے سے بج کر بیٹھے ہیں گویا سات پشتے مجاور ہیں تو ا
بفضلہ تعالی ان کے نزدیک مجاوری عین اسلام ہے اگر محکمہ اوقاف ان
مزارات کی ملازمت سے برطرف کردے تو پھر بدستور کہیں گے کہ مجاو
حرام' حرام وغیرہ وغیرہ۔

۷۔ بخاری شریف کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر جلد اول میں ہے
رآی ابن عمر فسطاطا علی قبر عبدالرحمن فقال انزعه یا غلام فان
یظله عمله ترجمہ! "حضرت ابن عمر نے حضرت عبدالرحمن کی قبر پر خیم
(قبہ) دیکھ کر فرمایا اے نوجوان اسے علیحدہ کردے اس پر اس کے اعمال سا
کر رہے ہیں۔

فائدہ

مزار پر سائبان خیمہ لگانا ثابت ہوا حضرت ابن عمر کا منع کرنا خیمہ لگا
والے کی غلط فہمی کا ازالہ مطلوب تھا اس لئے اس نے سمجھا ہوگا کہ اس
سائبان سے میت کو کوئی فائدہ ہوگا حالانکہ یہ غلط ہے تفصیل آتی ہے۔

○ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر حضرت عقیل بن ابی
طالب ؓ یعنی حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے برادر کلاں نے قبہ بنایا چنانچہ
حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علامہ سمہودی کے حوالہ سے نقل
کرتے ہیں کہ۔

در خبر است کہ چوں عقیل ابن ابی طالب چاہے دردار خود حفر کرد از
انجا سنگے برآمد کہ دروے نوشتہ اند قبر ام حبیبہ بنت صخر بن حرب عقیل آں
چاہ را انباشت و عمارتے بر بالائے قبر بنا کرد و سمہودی گوید روایات ہمہ ناظر
اند ورانکہ قبور امہات المومنین در ہمیں جا باشند کہ زیادت ایشان می کنند

"حدیث میں ہے کہ عقیل نے گھر میں کنواں کھودا اس سے ایک پتھر نکلا
جس پر لکھا تھا کہ قبر ام حبیبہ بنت صخر بن حرب کی ہے عقیل نے وہ کنواں بند
کرکے اس پر ایک تعمیر کی سمہودی نے فرمایا ہے کہ امہات المومنین کے
مزارات اسی جگہ پر ہیں جہاں آج کل زیارت کی جاتی ہے۔

فائدہ

حضرت عقیل ؓ صحابی رسول ﷺ کا فعل حجت ہے اور وہ بھی دوسرے
صحابہ کرام اور تابعین کی موجودگی میں جب کہ اس تعمیر پر کسی کا انکار بھی
منقول نہیں۔

○ حضرت علامہ شاہ مظہر اللہ نقشبندی امام مسجد فتحپوری دہلی رحمتہ اللہ
علیہ نے اپنے رسالہ میں مصباح الظلام سے بقول شاہ عبدالعزیز محدث لکھا ہے
کہ سیدنا عمر فاروق نے جب ملک شام فتح کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام و
دیگر انبیاء علیہم السلام کے مزارات پر قبے بنے ہوئے ملاحظہ فرمائے۔

فائدہ

ان روایات سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔

☆ قبہ جات بر مزارات اسلامی اور دین حق کا شعار ہے کہ سابق انبیاء

علیہم السلام کے اہل ایمان متبعین مزارات پر قبہ جات بنایا کرتے۔

☆ اگر قبہ جات مزارات پر ناجائز ہوتے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسا ممکن کبھی قبوں کو باقی نہ رہنے دیتا فورا" ان کے توڑنے کا حکم فرماتا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان قبوں کو جوں کا توں رکھا جس سے ثابت ہوا کہ جات اسلامی شعار ہے جو خیر القرون سے تاحال جاری و ساری ہے اگر اختلاف ہے تو صرف نجدیوں وہابیوں کو۔

ترمذی میں بی بی میمونہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے متعلق ہے

و دفناها فی الظلة التی بنی بها فیها "ہم نے انہیں اس ظلہ میں د… جس میں ان کا زفاف ہوا"

فائدہ

ظلہ ہمچوں صفہ و سائبان کہ جس میں برودت (سردی) و حرارت کا … ہے کے صفہ دیوان خانہ یعنی نشست گاہ بلند جو مستقف ہو کوشک یعنی بلند قصر دالان بزرگ (غیاث ومنتخب و قاموس) یہی قبہ جات بر مزارات کا ثبوت ہے۔

سوال

طبقات ابن سعد میں ہے کہ و دفنت فی موضع قبتها یعنی وہ بی بی قبہ کے مقام میں دفن ہوئیں اس سے مقام قبہ (جگہ کا نام) مع ثابت ہوا کہ یہ قبہ بر مزار۔

جواب ۱

ہماری بیان کردہ روایت میں الظلة ہے قبہ اور موظلة میں فرق ہے ممکن ہے کہ مقام قبہ کوئی ہو لیکن الظلة کے ثبوت کے منافی نہیں۔

جواب ۲

ابن سعد کے رواۃ میں ایک راوی میمون ہے وہ مدلس مشہور تھا دوسرا راوی جعفر ہے اس کے متعلق مشہور ہے کہ وہمی تھا فلہذا یہ حدیث ضعیف ناقابل اعتماد ہے۔

جواب ۳

ابن سعد نے صفیہ بنت شیبہ لکھا ہے اور اس نام کی کئی مستورات ہیں نامعلوم ابن سعد کس صفیہ کا لکھ رہے ہیں ہم نے تو بی بی میمونہ ام المومنین کا کہا ہے۔

جواب ۴

ہم نے صحاح ستہ کی صحیح ترمذی کی روایت عرض کی اور مخالفین ابن سعد کا نام لیتے ہیں کہاں امام ترمذی کہاں ابن سعد اور ظاہر ہے کہ ابن سعد کی روایات کا اکثر حصہ واقدی سے ماخوذ ہے صحاح ستہ کی صحیح اور معروف مستند کو چھوڑ کر ایک کمزور روایت کے سہارا لینے کا کیا معنی۔ بنام "تحفۃ الاحباب و بغیۃ الطلاب فی الخطط والمزارات والتراجم والبقاع المبارکات" اس میں بے شمار بزرگوں کے قبہ جات کی تصریحات موجود ہیں۔

امام کرمانی شارح بخاری

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بستان المحدثین میں لکھتے ہیں کہ امام کرمانی شارح بخاری رحمہم اللہ تعالی نے اپنی زندگی میں اپنی قبر بنا کر اس کے ارد گرد گنبد بنوایا اور بعد الوفات اسی میں مدفون ہوئے کسی نے ان کے اس فعل کا انکار نہ کیا۔

فائدہ

امام کرمانی شارح بخاری اور ان کے ہم عصر علماء کرام سے مخالفین کو طفل مکتب ہونے کی نسبت بھی نہیں چہ جائیکہ اپنے میاں مٹھو بن کر نحن **رجال وھم رجال** کہہ کر جس طرح کی بے پر کی اڑائیں۔

باب ۳

فتاوی علمائے کرام

جن احادیث مبارکہ سے مخالفین استدلال کرتے ہیں وہ ان کی کج فہمی اور ابن تیمیہ و نجدی کی عقیدت کار فرما ہے ورنہ ان احادیث مبارکہ کو اسلاف صالحین نے بھی پڑھا بلکہ ان سے کہیں زیادہ پڑھا اور جیسے انہوں نے احادیث کو سمجھا مخالفین کو انکا عشر عشیر بھی نصیب نہیں اسی لئے ذیل میں اسلاف صالحین کے فتاوی ملاحظہ ہوں۔

۱۔ روح البیان جلد ۳ پارہ ۱۰ زیر آیت **انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ** میں ہے **فبناء قباب علی قبور العلماء و الاولیاء والصلحاء امر جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی اعین العامة حتی لا یحتقر صاحب ھذ القبر** اولیاء صالحین کی قبروں پر عمارات بنانا جائز کام ہے جب کہ اس سے مقصود ہو لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا تاکہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں۔

۲۔ مرقات شرح مشکواۃ کتاب الجنائز باب دفن المیت میں ہے **قد اباح السلف البناء علی قبور المشائخ والعلماء المشھورین لیزورھم الناس و یستریحوا بالجلوس** پہلے علماء و مشائخ اور علماء کی قبروں پر

عمارات بنانا جائز فرمایا ہے کہ ان کی لوگ زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر آرام
کریں۔

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں "در
آخر زمان بجہت اقتصار نظر عوام برظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر
مشائخ و علماء دیدہ چیزہا افزودند تا آنجا ہیبت وشوکت اہل اسلام و اہل اصلاح
پیدا آید خصوصا در دیار ہند کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بے شمار اند و ترویج
واعلا شان ایں مقامات باعث رعب و انقیاد ایشاں است و بسیار اعمال و افعال
و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ اند در آخر زمان از مستحسنات
گشتہ" ترجمہ! "آخرزمانہ میں چونکہ عام لوگ محض ظاہر بین رہ گئے لہذا
مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر زیادتی کردی
تاکہ مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی ہیبت ظاہر ہو خاص کر ہندوستان میں کہ یہاں
ہندواور کفار بہت سے دشمنان دین ہیں ان مقامات کی اعلان شان کفار کے
رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ
میں مستحب ہو گئے۔

۴۔ شامی جلد اول باب الدفن میں ہے **و قیل لا یکرہ البناء انا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات** کہا گیا ہے کہ اگر میت مشائخ
اور علماء اور سادات کرام میں سے ہوتو اس کی قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں
ہے۔

۵۔ درمختار میں اسی باب الدفن میں ہے **لا یرفع علیہ بناء و قیل لاباس بہ وھو المختار** قبر پر عمارت نہ بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ اس

میں کوئی حرج نہیں اور یہی قول پسندیدہ ہے۔

سوال

چونکہ شامی اور در مختار نے عمارت کے جواز کو قیل سے بیان کیا اس
لئے یہ قول ضعیف ہے۔

جواب

ہر جگہ فقہ میں قیل علامت ضعف نہیں اور بعض جگہ ایک مسئلہ میں دو
قول بیان کرتے ہیں اور دونوں قیل سے ہاں معقولات میں قیل علام ضعف
ہے قیل کی مکمل بحث فقیر کے رسالہ "قیل قالوا" میں ہے۔

۶۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۳۵ میں ہے **وقد اعتاد اھل المصر وضع الاحجار لحفظ القبور عن الاندراس والنبش ولاباس بہ و فی الدرر ولا یجصص ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء و قیل لا باس بہ وھوا المختار** مصر کے لوگ قبروں پر پتھر رکھنے کے عادی ہیں تاکہ وہ مٹنے اکھڑنے
سے محفوظ رہیں اور قبر کو گچ نہ کی جاوے نہ کہگل کی جائے نہ اس پر عمارت
بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ جائز ہے اور یہ ہی مختار ہے۔

۷۔ المیزان الکبری جلد اول کتاب الجنائز میں امام شعرانی فرماتے ہیں
ومن ذ لک قول الائمۃ ان القبر لا یبنی ولا یجصص مع قول لبی حنیفہ یجوز نلک قال الاول مشدد والثانی مخففا سی میں سے ہے دیگراماموں
کا یہ کہنا کہ قبر پر نہ عمارت بنائی جاوے اور نہ اس کو گچ کی جاوے۔
باوجودیکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ یہ سب جائز ہے پس پہلے قول میں

سختی ہے اور دوسرے میں آسانی۔

فائدہ حنفیہ

امام مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان مل گیا کہ قبر پر قبہ وغیرہ بنانا جائز ہے دیوبندی چونکہ خود کو حنفی کہلاتے ہیں (اگرچہ در حقیقت یہ بھی وہابی ہیں) اسی لئے انہیں یہ قول مان لینا چاہئے تھا لیکن بجائے ماننے کے امام شعرانی رحمتہ اللہ کو صرف صوفی سمجھ کر انکار دیا اور کبیری کی ایک عبارت کا سہارا ڈھونڈ لیا چنانچہ دیو بندیوں کا رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی راہ سنت میں لکھتا ہے کہ دسویں صدی کے ایک صوفی کی بے سند نقل اور بے سروپا روایت ہے (جو نقل مذہب میں ہزاروں غلطیاں کرجاتے ہیں الخ صفحہ ۱۸۲)

تبصرہ اویسی غفرلہ

قارئین! دیکھا ایک معمولی لکھا پڑھا ملا دیو بندی کس طرح ایک عارف باللہ اور محبوب اللہ کامل ولی اللہ پر برس رہا ہے صرف اس لئے کہ انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے قبہ جات کا ثبوت بہم کیوں پہنچایا۔ اور بیک سانس بے سند نقل اور بیسروپا روایت کا الزام تھوپ کر انہیں ہزاروں غلطیوں کا مرتکب گردانا حالانکہ جملہ اہل مذاہب (احناف، حنابلہ، مالکی، شافعی) متفق ہیں کہ امام شعرانی قدس سرہ نے المیزان الکبریٰ لکھ کر مذاہب کی تطبیق کا جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے افسوس ہے کہ تعصب مذہبی نے گکھڑوی کا بیڑا غرق کردیا کہ ان پر کیسے گندے الزام لگائے اور ہزاروں غلطیوں کا مرتکب اور غلط روایت و بے سند نقل کا ناقل اسلام کا

بڑا مجرم بنایا اور ایسے مجرم کی سزا سوائے جہنم کے اور کہاں؟۔ گکھڑوی بد بخت کو کیا معلوم کہ امام شعرانی قدس سرہ کا کتنا مرتبہ بلند ہے اسے معلوم نہ ہو تو گھر کی گواہی پڑھ لے۔

امام شعرانی کا مقام

مخالفین کے مایہ ناز ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور ۲۰ جون ۱۹۶۳ء کے پرچہ میں صفحہ ۱۱ پر لکھتا ہے کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام فرمایا ہے کہ میں مصر میں ہوتے ہوئے حضور علیہ السلام سے اس طرح گفتگو کرتا ہوں جیسے کوئی ہم مجلس سے بات کرتا ہے میں مصر میں ہوتا ہوں اور حضور ﷺ کی آرام گاہ پر میرے ہاتھ ہوتے ہیں اور فرمایا کہ جس کو یہ حال اور ذوق حاصل نہیں ہے وہ اس قسم کی گفتگو اور مشاہدہ کا انکار کرتا ہے" (لطائف المنن مصنفہ امام شعرانی صفحہ ۱۴۲، خدام الدین ۲۸ جون ۱۹۶۳ء

فائدہ

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ولی اللہ مصر میں بیٹھے ہوئے اپنے ہاتھ مدینہ منورہ تک بڑھا سکتے ہیں یہ تو ایک ولی کی طاقت ہے تو پھر سید الانبیاء ﷺ کی قدرت و طاقت کے تو کیا کہنے۔ بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اب بھی حضور ﷺ کا نور پاک تمام جہان کو روشن کئے ہوئے ہے اور ہر جگہ وہ ہر مقام سے دیکھنے والے آپ کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔

فائدہ

اسی خدام الدین مذکور میں لکھا ہے کہ اس شبہ کے جواب میں کہ دور دور کے اقطار میں بہت سے دیکھنے والےایک وقت میں حضور علیہ السلام کو کیوں کر دیکھتے اور مشاہدہ کر لیتے ہیں حافظ سیوطی فرماتے ہیں ترجمہ "اس کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان میں سورج اور اس کا نور تیز اور چمکدار پھیلاؤ میں مشرق و مغرب کے شہروں تک پھیلتا ہے" (الحاوی جلد ۲ صفحہ ۴۵۳ مصنفہ علامہ سیوطی از خدام الدین ۲۸ جون ۱۹۶۳ء

اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو جو خواب میں دیکھے وہ آپ کو بیداری میں بھی ضرور دیکھے گا اسی خدام الدین مذکورہ پرچہ میں لکھا ہے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھ لے گا۔ رسالت مآب یہ وعدہ فرماتے ہیں کہ بیداری میں حضور کا مشاہدہ اور دیکھنا ہو سکتا ہے" (خدام الدین ۲۸ جون ۱۹۶۳ء)

امام شعرانی پر الزام کا جواب

امام شعرانی قدس سرہ نے تطبیق مذاہب اربعہ میں جن ائمہ عظام کے اقوال نقل فرمائے ہیں وہ صحیح اور مستند ہیں صرف گکھڑوی کو اپنا انجام برباد کرنا تھا سو کردیا ورنہ کبیری کی جو عبارت نقل کی ہے اس کی سند صحیح کا کیا ثبوت ہے صرف وہی جو اس نے خود فرمایا جو گکھڑوی کو غلط فہمی سے بھاگیا اور وہ بھی ہمارے موقف کے منافی نہیں اس لئے کہ مکروہ مطلق جہاں بتایا گیا

وہاں عام قبور مراد ہیں جس کے ہم بھی قائل ہیں اور جہاں اسے جواز بتایا وہاں خواص انبیاء و اولیاء مراد ہیں تفصیل آتی ہے (انشاء اللہ)

فرعونی وراثت

اس باب کے آخر میں عرض کروں کہ مزارات اور قبہ جات کے گرانے کے خیالات فرعون کی وراثت ہے چنانچہ حضرت النابلسی قدس سرہ کی کشف النور سے صاحب تفسیر روح البیان نے پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت اذ ا یبایعونک تحت الشجرۃ میں لکھا کہ بعض مغرور لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ آج کل لوگ اولیاء اللہ کی قبروں کی تعظیم کرتے ہیں لہٰذا ہم ان قبروں کو گرائیں گے تاکہ یہ لوگ دیکھ لیں کہ اولیاء اللہ میں کوئی قدرت نہیں ہے۔ وہ اپنی قبروں کو گرنے سے بچا لیتے **فاعلم ان ھذا الصنیع کفر صراح ما خوذ من قول فرعون ذ رونی اقتل موسی ولیدع ربہ انہ اضاف ان یبدل دینکم او یظھر فی الارض الفساد** "تو جان لو کہ یہ کام خالص کفر ہے فرعون کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ چھوڑ دو مجھ کو میں موسیٰ کو قتل کردوں وہ اپنے خدا کو بلالے میں خوف کرتا ہوں کہ تمہارا دین بدل دیگا یا زمین میں فساد پھیلا دے گا" یعنی قبے اور قبور ڈھانا ایک امر موہوم ہے یعنی عوام کو گمراہی کے خوف سے اور واقعی یہ امر موہوم ہے ورنہ چودہ صدیوں سے اولیاء کرام کے ماننے والے اہل سنت عوام گمراہ ہوئے نہ گمراہی کا شائبہ ان سے صادر ہوا۔ البتہ ان پر بدگمانی کرنے والے خود گمراہی کے دلدل میں ایسے پھنسے کہ نجات کا امکان بھی نہ رہا۔

باب ۴

عقلیات سے

دیو بندیوں وہابیوں سے ہمارے اصولی اختلافات ہیں ان اصولوں کا تص
ہوجائے تو کوئی جھگڑا نہ رہے گا لیکن نہ وہ اپنے اصول ترک کرسکتے ہیں نہ
مثلاً" ہم انبیاء و اولیاء کو مزارات میں زندہ مانتے ہیں صرف قلب مکان ہو
ورنہ انبیاء کی حقیقی اور اولیاء کی برزخی زندگی حق ہے وہ کہتے ہیں کہ انبیا
واولیاء مرکر مٹی میں مل گئے (معاذ اللہ') تقویۃ الایمان وغیرہ)

۲۔ ہم انبیاء اولیاء کے مزارات کو مقدس و معظم سمجھتے ہیں اور ان کی
تعظیم تکریم کو عین اسلام سمجھتے ہیں اور وہ ان کے مزارات کو مٹی کا ڈھیر او
ان کی تعظیم کو شرک کہتے ہیں۔

۳۔ ہم مزارات والوں سے مدد کے قائل و عامل ہیں اور وہ اسے شرک
اکبر اور ہمیں ابوجہل سے بدتر مشرک کہتے ہیں۔

۴۔ ہم مزارات کے قرب میں بیٹھ کر فیوض و برکات موسلا دھار بارش
کی طرح نزول رحمت کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک ایسا عقیدہ کفر و
شرک۔

۵۔ ہم مزارات والوں کے نزدیک بیٹھ کر قرآن خوانی اور عبادات و

نوافل کو نجات کا بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک شرک ہے۔

۶۔ ہم مزارات کا اعزاز و اکرام عوام کے قلوب میں بٹھانے کو ان کی
سلامتی ایمان اور دینوی امور کا وسیلہ اور آخرت کی نجات کا اعلیٰ ذریعہ سمجھتے
ہیں اور وہ اسے شرک و بدعت قرار دیتے ہیں۔

دلائل

۱۔ ہمارے مذکورہ بالا اصول پر عقل بھی چاہتی ہے کہ قبہ جات جائز ہیں
عموماً" دیکھا گیا ہے کہ عام کچی قبروں کا عوام کی نگاہ میں نہ ادب ہوتا ہے نہ
احترام اور نہ زیادہ فاتحہ خوانی نہ کچھ اہتمام بلکہ لوگ پیروں سے اس کو
روندتے ہیں اور اگر کسی قبر کو پختہ دیکھتے ہیں غلاف وغیرہ پڑا ہوا پاتے ہیں
سمجھتے ہیں کہ کسی بزرگ کی قبر ہے اس سے بچ کر نکلتے ہیں بلکہ خود بخود فاتحہ کو
ہاتھ اٹھ جاتا ہے۔

۲۔ مشکواۃ باب الدفن میں اور مرقات میں ہے کہ مسلمان کی زندگی اور
بعد موت یکساں ادب چاہئے اسی طرح عالمگیری کتاب الکراہیت اور اشعۃ
اللمعات باب الدفن میں ہے کہ والدین کی قبر کو چومنا جائز ہے۔

۳۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ قبر سے اتنی دور بیٹھے جتنی دور کہ صاحب قبر کی
زندگی میں اسے بیٹھتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ میت کا احترام قدر زندگی کے
احترام کے ہے اور اولیاء اللہ تو زندگی میں واجب التعظیم تھے لہٰذا بعد موت
بھی اور قبر کی عمارت اس تعظیم کا ذریعہ ہے لہٰذا کم از کم مستحب ہے۔

۴۔ جس طرح تمام عمارات میں سرکاری عمارتیں یا کہ مساجد ممتاز رہتی

ہیں کہ ان کو پہچان کر لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں علماء کو چاہئے کہ اپنی وضع قطع لباس صورت اہل علم کا سا رکھیں تاکہ لوگ ان کو پہچان کر مسائل دریافت کریں اسی طرح چاہئے کہ علماء و مشائخ کے قبور عام قبروں سے ممتاز رہیں تاکہ لوگ پہچان کر ان سے فیض لیں۔

۵۔ مقابر اولیاء اللہ شعائر اللہ ہیں جیسا کہ ہم پہلے تفسیر روح البیان کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں اور شعائر اللہ کا ادب ضروری ہے قرآن سے ثابت ہے لہٰذا قبروں کا ادب چاہئے ادب کے ہر ملک اور ہر زمانہ میں علیحدہ طریقے ہوتے ہیں جو طریقہ بھی ادب کا خلاف اسلام نہ ہو وہ جائز ہے حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں قرآن پاک ہڈیوں اور چمڑے پر لکھا جاتا تھا مسجد نبوی کچی تھی اور چھت میں کھجور کے پتے تھے کہ بارش میں ٹپکتی تھی مگر بعد کے زمانہ میں مسجد نبوی اور شاندار روضہ رسول ﷺ بہت اہتمام سے بنائے گئے اور قرآن کو اچھے کاغذ پر چھاپا گیا۔

در مختار کتاب الکراہیت فصل فی البیع میں ہے **وجاز تحلية المصحف لما فيه من تعظيمه كما فی نقش المسجد** اس کے ماتحت شامی میں ہے **ای بالذهب والفضة** یعنی قرآن کریم کو چاندی سونے سے آراستہ کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں ان کی تعظیم ہے جیسا کہ مسجد کو منقش کرنا۔

۶۔ صحابہ کرام کے زمانہ میں حکم تھا کہ قرآن کو آیات اور رکوع اور اعراب سے خالی رکھو لیکن زمانہ کے بعد چونکہ ضرورت درپیش ہوئی یہ تمام کام جائز بلکہ ضروری ہو گئے۔ شامی میں اسی جگہ ہے **روی عن ابن مسعود جردوا القران كان فی زمنهم وكم من شئی يختلف باختلاف الزمان**

[illegible] ابن مسعود ؓ سے جو مروی ہے کہ قرآن کو اعراب وغیرہ سے خالی رکھو یہ اس زمانہ میں تھا اور بہت سی چیزیں زمانہ اور جگہ بدلنے سے بدل جاتی ہیں اسی مقام پر شامی میں ہے کہ قرآن کو چھوٹا کر کے نہ چھاپو یعنی حمائل نہ بناؤ بلکہ اس کا قلم موٹا ہو حرف کشادہ ہوں تقطیع بڑی ہو یہ سارے احکام کیوں ہیں؟ صرف قرآن کی عظمت کے لئے۔

خیر القرون یعنی اول زمانہ میں تعلیم قرآن و اذان و امامت پر اجرت لینا حرام تھا حدیث و فقہ میں موجود ہے مگر بعد کو ضرورتاً جائز کیا گیا حضور علیہ السلام کے زمانہ میں خود زندہ لوگوں کو پختہ مکان بنانے کی ممانعت تھی ایک صحابی نے پختہ مکان بنایا تو حضور علیہ السلام ناراض ہوئے یہاں تک کہ ان کے سلام کا جوب نہ دیا جب اس کو گرا دیا تب جواب سلام دیا (مشکوٰۃ کتاب الرقاق فصل ثانی) اسی مشکوٰۃ کتاب الرقاق میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا **انا الم يبارک للعبد فی ماله جعله فی الماء والطين** جب بندے کے مال میں بے برکتی ہوتی ہے تو اس کو اینٹ گارے میں خرچ کرتا ہے لیکن ان احکام کے باوجود عام مسلمانوں نے بعد میں پختہ مکان بھی بنائے اور مسجدیں بھی۔ تعجب ہے کہ جو حضرات اولیاء اللہ کی قبروں کے پختہ کرنے یا ان پر قبہ بنانے کو حرام کہتے ہیں وہ اپنے مکان کیوں عمدہ اور پختہ بناتے ہیں اگر بدعات مذکورہ اسلام میں کسی اصول اسلامی کیمطابق جائز ہیں تو اولیاء اللہ کے قبہ جات بھی انہی اصول پر جائز ہیں۔

۸۔ اولیاء اللہ کی مقابر کا پختہ ہونا' وہاں ہندو اور دیگر کفار زیارت کو جاتے ہیں بہت سے ہندوؤں اور رافضیوں نے خواجہ صاحب کی دھوم دھام

دیکھ کر اسلام قبول کر لیا اور بچے پکے سنی مسلمان ہو گئے تجربہ شاہد ہے ک
بڑے پایہ کا ولی اللہ ہو لیکن اس کے مزار پر کسی قسم کا اہتمام نہ ہو تو
مزار پر بہت کم لوگ جاتے ہیں لیکن جہاں صحیح انتظام ہو وہاں عوام کا
بندھا رہتا ہے۔ قطع نظر اختلاف کے مخالفین بتائیں کہ مساجد میں مو
انتظامات بدعت ہیں جن مساجد میں بہترین انتظام ہو کہ گرمیوں میں ا
کنڈیشنڈ سردیوں میں گرم پانی اور فرش فروش وغیرہ ہو تو مساجد نمازیوں
بھر جاتی ہیں اگر آج بھی زمانہ نبوی کے مطابق کوئی مسجد ہو کہ نہ روشنی
فرش و فروش اور چھت کچی اور دیوار ہی دیوار جس کی نہ کھڑکی نہ روشندا
تو پھر دیکھئے کتنے نمازی آتے ہیں۔

۹۔ قبرستان کی ساری قبریں کچی ہوں تو وہ تھوڑے عرصہ میں گرا
برابر ہو جاتی ہیں اور سادہ زمین پر عوام قبضہ جمالیتے ہیں لہٰذا اب سخ
ضرورت ہے کہ ہر قبرستان میں کچھ قبریں پختہ ہوں تاکہ ان سے زمین
قبرستان ہونا بلکہ اس کے حدود معلوم ہیں۔

۱۰۔ دور حاضرہ میں کہ ہواؤ ہوس کا دور دورہ ہے خواہشات نفسانیہ
راج ہے خود غرضی زوروں پر ہے حقوق تلفی میں کسی کا حیاء و شرم تک بھ
تصور میں نہیں آتا سابق دور میں ہفت درویش بگلیمے بگنجند والا معاملہ تھ
آج باپ بیٹا ایک مکان اور ایک کمرہ میں یکجا رہنا گوارہ نہیں کر سکتے یہی وجہ
ہے کہ آبادی کا تناسب ہر شہر و قصبہ میں روزانہ بڑھتا جارہا ہے اسی لئے جہاں
بھی کسی کا سفید ٹکڑا زمین کا ملا قبضہ جمالیا اور گورستان کے بچے کھچے قطعے تو
شیر مادر کی طرح سمجھے جاتے ہیں بلکہ ہم نے بے شمار گورستان آنکھوں سے

دیکھے ہیں کہ کل اگر وہ ان کچی قبروں کا گورستان تھا تو صبح کو صاحب کی کوٹھی
یا کم از کم جھونپڑے والے مکان ضرور نظر آتے ہیں اسی لئے فقہاء
کرام نے لکھا۔

مدارج النبوت میں ہے کہ بخارا میں پختہ قبور دیکھی گئیں کہ خشت
تراشیدہ سے تعمیر شدہ تھیں۔

حضرت اسماعیل زاہد جو مشاہیر فقہاء سے تھے وہ بھی اس کے مجوز تھے
کہ قبور پختہ ہوں (مطالب المومنین، مدارج)

فتاوی ہمایونی (سندھی) میں در مختار کی عبارت کے بعد لکھا کہ
خشت پختہ زدن جائز است" بالائے قبر قبر کے اوپر پکی اینٹ ڈالنا جائز ہے۔

فائدہ

فقہاء کرام کا یہ جواز اگرچہ اس وقت بوجہ ضرورت کے تھا کہ ریتلی
زمین یا کلر زدہ ہو تو اندر کا حصہ بھی بوقت ضرورت جائز ہے اس سے معلوم
ہوا کہ جن احادیث میں ممانعت ہے اس کی خاص وجہ ہے جسے فقیر آگے
تحقیق سے عرض کرے گا اس سے واضح ہوا کہ جب عام قبور کی حفاظت کیلئے
شریعت میں اتنی وسعت ہے تو اولیاء کرام کے مزارات کیلئے اسے بڑھ کر
وسعت ہونی چاہئے بالخصوص دور حاضرہ میں کہ وہابیت اولیاء دشمنی میں ایڑی
چوٹی کا زور لگا رہی ہے بلکہ وہ تو مزارات کو بت خانے سمجھتے ہیں ان کا بس
چلے تو منٹوں میں مزارات پر ہل چلا دیں خود ان سے پوچھ لیجئے فلہذا اے
غافل سنی ہوشیار باش۔

باب ۵

ہم اہل سنت موت کو پل کی مانند سمجھتے ہیں قلب مکانی کر کے انسان دنیا سے عالم برزخ میں جا پہنچتا ہے اسی لئے ہم عوام مردگان کی عزت و اح... کا بھی خیال رکھتے ہیں چہ جائیکہ انبیاء و اولیاء وہ تو بطریق اولی اعزاز وا... کے مستحق ہیں بلکہ مردہ (اہل قبر) دنیا والوں کی بے عزتی اور بے حرمتی برداشت نہیں کرتا چند دلائل۔

احادیث مبارکہ

۱۔ حضور نبی کرم شفیع معظم ﷺ فرماتے ہیں **کسر عظم المیت و... ککسرہ حیا** (رواہ الامام احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ باسناد حسن عن ام المو... عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) "مردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا"

۲۔ یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے سید عالم ﷺ فرما... ہیں **المیت یوذ یہ فی قبرہ ما یوذ یہ فی بیتہ** مردے کو قبر میں بھی ا... بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اسے ایذا ہوتی ہے علامہ مناوی شر... میں فرماتے ہیں **افاد ان حرمۃ المومن بعد موتہ باقیۃ** اس حدیث شری...

...معلوم ہوا کہ مسلمان کی حرمت بعد موت کے بھی ویسے ہی باقی ہے۔

۳۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ** مسلمان مردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو (رواہ ابوبکر بن شیبہ) علماء فرماتے ہیں **المیت یتاذی بمایتاذی بہ الحی** جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں (رد المحتار وغیرہ) اور حضرت علامہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں امام علامہ ابو عمر یوسف بن عبدالبر سے نقل فرماتے ہیں ازینجا مستفاد میگردد' کہ میت متالم میگردد بتمام آنچہ متلذ ے شود بداں زندہ "اس سے معلوم ہوا کہ جیسے زندہ کو درد یا لذت حاصل ہوتی ہے ایسے مردے کو"

انتباہ.....!

یہاں تک کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کو چلنا حرام ہے **الشامیۃ عن الطحطاویۃ اخر کتاب الطہارۃ** اور فرماتے ہیں کہ **نقور علی ان المرور فی سکتہ حاب ثۃ فیہا حرام** مقبرے کی گھاس (سبزہ) کاٹنا مکروہ ہے کہ جب تک وہ (گھاس سبز) تر رہتی ہے اللہ تعالی کی تسبیح کرتی ہے اس (سبز گھاس) سے اموات کا دل بہلتا ہے اس طرح ان پر رحمت الہی کا نزول ہوتا ہے۔ ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز ہے مگر وہاں سے تراش کر جانوروں کے پاس لے جائیں اور یہ ممنوع ہے کہ انہیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں رد المحتار میں ہے کہ **ویکرہ ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرۃ ب ون الیابس کما فی البحر**

والدرر و شرح المنية وعد للہ فی الامد ادبانه ملوام رطبا یسبح الله
تعالی فیونس المیت و تنزل بزکره الرحمته و نحوه فی الخانية انتهی
و فی العالمگیریة عن البحر الرائق او کان فیها حشیش یحش و یرسل
الی الدواب ولا ترسل الدواب فیها

۴- نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو مقابر میں جوتا پہنے چلتے دیکھا ارشاد فرمایا ہائے کم بختی تیری اے طائفی جوتے والے پھینک اپنی جوتی (اخرج الائمة ابوداؤد النسائی والطحاوی وغیرہم عن بشیر بن الخصاصیۃ) حدیث پاک کے الفاظ یوں ہیں۔

ان رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم رای راجلا یمشی بین القبور فی نعلین فقال و یحک یا صاحب السبتیتی الق سبتیتیک السبته بکسر المهملة و سکون الموحدة هی الق لاشعر فیها قال القاضی عیاض کانمن عادة العرب لیس النعال بشعرها غیر مد بوغة وکانت المد بوغة تعمل بالطائف وغیره (البتہ وہ جوتا جس میں بال نہ ہوں عرب کی عادت تھی غیر مدبوغ بالوں والے جوتے پہنتے تھے ہاں بدلوغہ طائف میں مستعمل ہوتے۔

فائدہ

فاضل محقق حسن شرنبلالی اور ان کے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی فرماتے ہیں چلنے میں جو آواز کفش پا سے پیدا ہوتی ہے اموات کو رنج دیتی ہے حیث قال فی مراقی الفلاح اخبرنی شیخی العلامة محمد بن احمد

الحنفی رحمته الله تعالی بانهم یتانون یحقق النعال مردے ... کی آواز سے ایذا پاتے ہیں۔

... نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں لان یلس احدکم علی جمرة فخرق ... فتخلص الی جلده خیرله من ان تجلس علی قبر (رواہ مسلم و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجہ عن سیدنا ابی ہریرہ) "بے شک آدمی کو آگ کی ... پر بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر جلد تک توڑ جائے ... بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے۔

حضرت عمارہ بن حزم ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے ایک قبر پر ... دیکھا ارشاد فرمایا "او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اتر آ، صاحب قبر کو ... دے نہ وہ تجھے ایذا پہنچائے" حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

رانی رسول الله تعالی علیه وسلم جالسا علی قبر فقال یا صاحب ... انزل من علی القبر لا تونی صاحب القبر ولا یوذیک و لفظ ... امام الحنفی فلا یونیک (اخرج الطحاوی فی معانی الآثار والطبرانی فی المعجم ... بسند حسن والحاکم و ابن منده عن عمارہ بن حزم ؓ)

اور امام احمد رحمتہ اللہ تعالی علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا ... بن حزم کو نبی کرم ﷺ نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا لا توذ ... صاحب قبر صاحب قبر کو ایذا نہ دے (المشکوٰۃ)

فائدہ

شیخ محقق رحمتہ اللہ تعالی شرح میں فرماتے ہیں کہ شاید (یہ مراد ہے کہ

اس کی روح ناخوش ہوتی ہے کہ اس کی قبر کی ہو اور اس کی حقار
جائے) کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش میدارد دراصل نیست
کردن بر قبروئے جہت ضمن وے اہانت و استخفاف رابوے۔

فائدہ

اس توجیہ پر امام علامہ محدث عارف باللہ حکیم الامۃ سید محمد بن
ترمذی قدس سرہ نے جزم فرمایا تصریح فرماتے ہیں کہ ارواح کو خان
حرمتی و تنقیص شان معلوم ہو جاتی ہے لہذا ایذا پاتے ہیں چنانچہ فرمایا س
عبداغنی فی الحد یقة عن نوادر الاصول معناه ان الارواح تعلم ب
اقامة الحرمة والا ستهانة فتتنتاذی بذلک

۷۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں **لان امشی علی جمرة او سي**
اخصف نعلی برجلی احب الی من ان امشی علی قبر "البتہ چ
یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی
چلوں (رواہ ابن ماجہ عن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ واسنادہ جید کما افاد المنذری)

۸۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **لان اطاء علی جمرة احب**
من ان اطاء علی قبر مسلم بے شک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا
مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ **(رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد ح**
قالہ الامام عبدالعظیم)

۹۔ انہی سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا **کما اذ**
اذ ی المومن فی حیاته فانی اکره اذ اه بعد موته میں جس طرح مسل

ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں یوں ہی بعد موت کے اس کی ایذا کو
ناپسند رکھتا ہوں (اخرجہ سعید بن منصور فی سنہ کمافی شرح الصدور)

مسائل فقہیہ

انہی روایات سے فقہاء کرام نے مسائل اخذ فرمائے ہیں۔

۱۔ محقق علی الاطلاق حضرت ابن الہام رحمتہ اللہ فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا کہ **میتا کرحرمتہ حیا الاتفاق علی ان حرمة المسلم** مردے مسلمان کی عزت زندہ کی طرح ہے۔

فائدہ

بفضلہ تعالی اولیاء اللہ کو عزت و احترام منجانب اللہ نصیب ہے اسی لئے ان کی تعظیم تا قیامت ہوتی رہے گی۔

۲۔ انہی احادیث سے ہمارے علماء رحمتہ تعالی علیہم نے بے ضرورت قبر پر چلنے اور اس پر بیٹھنے اور پاؤں رکھنے سے منع فرمایا کہ یہ سب حرمت مومن کے خلاف حرک ادب و گستاخی ہے چنانچہ **النوار رد التحفة والبد ائع والمحیط وغیرها ان ابا حنیفة کره وطاء القبرو والقعود والنوم او قضاء لحاجة علیه کذ انقل العلامة این امیر الحاج فی الحلیلة ولکراهة عند الاطلاق کراهة تحریم** سیدنا ابو حنیفہ یعنی امام اعظم رضی اللہ عنہ قبر کو روندنا اس پر بیٹھنا اس پر نیند کرنا اور اس پر قضاء حاجت پھرنا مکروہ سمجھتے تھے اور اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ جہاں فقہ میں کراہتہ مطلق ہو وہاں مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔

فائدہ

بے ضرورت اس کی قید اس لئے ہے کہ کبھی ضرورت سے ایسا کرنا پڑتا ہے مثلاً قبرستان میں میت کے لئے قبر کھودنے یا دفن کرنے جانا چاہتے ہیں بیچ میں قبریں حائل ہیں اس حاجت کیلئے اجازت ہے پھر بھی جہاں تک بن پڑے بچتے ہوئے جائیں اور ننگے پاؤں ہوں ان اموات کے دعا و استغفار کرتے جائیں **حاشیة العلامة الطحطاوی علی مراقی الفلاح عن شرح المشکواة الوطالحاجة کد فن المیت لا یکره ابه و عن السرخی فان لم یکن له طریق الاعلی القبر جازله المشی علیه للعزة۔**

یعنی قبور سے عبور نہ کرنا جیسے دفن میت کیلئے تو مکروہ نہیں یہ اس وقت ہے جب قبر کے سوا اور کوئی راستہ نہ ہوتا ضرورت سے اس پر چلنا جائز ہے ان کے علاوہ اور حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ علامہ اسماعیل نابلسی حاشیہ در رو غر ر میں فرماتے ہیں **لا باس بزیارة والدعاء للاموات ان کانو مومنین من وطاء القبور (بدائع الملتقط) علی سیفته المفعول ای امنین** (اب معنی یہ ہوا کہ قبور کی زیارت اور اموات کیلئے دعا جائز ہے بشرطیکہ قبور کو روندنا نہ پڑے) ۲۔ طریقہ محمدیہ میں ہے **من آفات الرجل المشی علی المقابر** انسان کی سب سے بڑی آفات ہے کہ وہ قبور کو روندے۔

۳۔ محقق علی الاطلاق ان لوگوں پر اعتراض فرماتے ہیں جن کے اعزاء و قرباء کے گرد مخلوق دفن ہے وہ ان قبروں کو روندتے ہوئے اپنے عزیزوں کی قبور تک جاتے ہیں اور انہیں چاہئے کنارہ گورستان سے زیارت اور دعا کرلیں۔ اور ان کی قبروں کے قریب نہ جائیں۔

۴۔ فتح القدیر میں ہے کہ يكوه الجلوس على القبر وطوه وجه نما
يصعنه من بـ فنت حول اقاربه خلق من وطاتلك القبور الى ان يصل الى
قبر قريبه مكروه۔

حکایات

محدث حافظ الحدیث ابوبکر بن ابی الدنیا حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے راوی اقبلت من الشام الى البصرة فنزلت الخندق فتطهرت و صليت ركعتين بالليل ثم اضعت راسى على قبر فنمت ثم وانتبهت فانا بصاحب القبر يشتكى ويقول لقد آنيتنى منذ الليلة الخ!

یعنی میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا رات کو خندق میں اترا وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا جب جاگا تو ناگاہ سنا کہ صاحب قبر شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تونے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی (ابن ابی الدنیا)

حکایت

حضرت ابو عثمان نہدی وہ ابن مینا تابعی سے راوی ہیں فرمایا میں مقبرے میں گیا دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا خدا کی قسم! میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا صاحب قبر کہتا ہے قم فقد آنيتنى الخ کہ تونے مجھے ایذا دی۔ امام حافظ ابو منده قاسم بن مخیمرہ سے راوی کہ کسی شخص نے ایک قبر پر پاؤں رکھا قبر سے آواز آئی اليک عنى ولا توننى اپنی طرف ہٹ (دور ہو) اے شخص میرے پاس سے اور مجھے ایذا نہ دے (ذکرھا العلامۃ السیوطی فی شرح الصدور)

حکایت

امام اہل سنت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت سیدی ابوالحسین احمد نوری رحمتہ اللہ علیہ سے سنا کہ ہمارے بلاد میں مارہرہ مطہرہ کے قریب ایک جنگل میں گنج شہیداں ہے کوئی شخص اپنی بھینس لئے جاتا تھا ایک جگہ زمین نرم تھی ناگاہ بھینس کا پاؤں جارہا معلوم ہوا یہاں قبر ہے قبر سے آواز آئی اے شخص تونے مجھے تکلیف دی تیری بھینس کا پاؤں میرے سینے پر پڑا (ابلاک الوہابین صفحہ ۲۶)

خلاصہ عبارت

بحمد للہ مسئلہ مثل آفتاب روشن ہوگیا جب حضور اقدس ﷺ نے قبر پر بیٹھنے اور اس سے تکیہ لگانے اور مقابر میں جوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا اور علماء نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے گورستان میں جو راستہ جدید نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبروں پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ اس کے پاس نہ سوئیں سنت یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ بلحاظ ادب پاس بھی نہ جائیں دور ہی سے زیارت کر آئیں اور قبرستان کی خشک گھاس اگرچہ جانوروں کو کھلانا جائز ہے مگر یوں کہ یہاں سے کاٹ کر لے جائیں نہ کہ جانوروں کو مقابر میں چرائیں اور تصریح فرمائی کہ مسلمان کی عزت مردہ زندہ برابر ہے۔ اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انہیں تکلیف دینا حرام تو خود ظاہر ہوا کہ یہ کس قدر بے ادبی و گستاخی و باعث گناہ و

استحقاق عذاب ہے جب مکان سکونت بنایا گیا تو چلنا، پھرنا، بیٹھنا، لیٹنا، قبر
پاؤں سے روندنا، ان پر پاخانہ پیشاب، جماع سب ہی کچھ ہوگا اور کوئی
بے حیائی اور اموات المسلمین کی ایذا رسانی کا باقی نہ رہے گا۔

سنی مبارک باد

علماء فرماتے ہیں کہ جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں ان میں ایک
اللہ ضرور ہوتا ہے (کما صرح بہ العلامۃ المناوی رحمۃ اللہ علیہ فی التیسیر ش
الجامع الصغیر) اور ظاہر ہے کہ مقابر مسلمین میں صدہا مسلمانوں کی قبریں ہ
ہیں بلکہ خدا جانے ایک ایک قبر میں کس کس قدر دفن ہیں تو بالضرورت ا
میں بندگان مقبول بھی ضرور ہوں گے۔ بلکہ اس امر کی اموات میں زیادہ ا
ہے کہ بہت بندے خدا کے جو زندگی میں آلودہ گناہ تھے بعد موت، پاک
طیب ہو گئے نبی ﷺ فرماتے ہیں **الموت کفارۃ لکل مسلم** "موت کفارہ
ہے ہر سنی مسلمان کیلئے" (اخرجہ ابو نعیم البیہقی فی **شعب الایم**
عن انس منض قال السیوطی صحہ ابن العربی)

فائدہ

ہم نے مسلمان کے ساتھ سنی کی قید اس لئے لگائی ہے کہ مسلم
درحقیقت ہے بھی سنی کیونکہ دوسرے فرقے مرتد ہو چکے ہیں خواہ وہ خود
ہزار بار مسلمان کہیں تو وہ ہرگز مسلمان نہیں کیونکہ مرتد مسلمان کیسا؟ ا
اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ محاورہ قرآن و حدیث م
مومن و مسلم خاص اہل سنت کو کہتے ہیں کہ زمانہ نزول قرآن عظیم و ارش

احادیث کریمہ میں صرف اہل حق اہل سنت اہل جماعت ہی تھے۔ اس زمانہ
برکت نشان میں کسی بدمذہب و مبتدع (بدعتی) کا ہونا محال تھا کہ بدمذہبی شبہ و
تاویل سے پیدا ہوتی ہے جسے یقین قطعی سے بدلنے والے حضور اقدس ﷺ
دنیا میں جلوہ فرما تھے۔ اگر شبہ گزرتا حضور کشف فرماتے شبہ والا مانتا تو سنی
ہوتا، نہ مانتا تو کافر ہوجاتا یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی۔ ولہٰذا آیہ کریمہ
ویتبع غیر سبیل المومنین سے جب علماء نے حجیت اجماع پر استدلال کیا تصریح
فرمادی کہ مبتدعین کا اتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں کہ مومنین سے مراد امت
اجابت ہیں۔ مبتدعین امت اجابت نہیں امت دعوت ہیں دیکھو توضیح و تلویح
بحث اجماع وغیرہ یہ فائدہ نفیسہ یاد رکھنے کا ہے کہ **انما المومنون اخوۃ**
وغیرہا آیات و احادیث میں مومنین سے اہل سنت ہی مراد ہیں انہیں کے باہم
اتفاق اتحاد کا حکم ہے صلح کلیوں (یہ لفظ فقیر اویسی غفرلہ کا اضافہ ہے ورنہ
اصل میں ندوہ لکھا تھا اب ندوہ کی مسند پر صلح کلی براجمان ہے۔) کی تعمیم اور
تمام گمراہوں، بدمذہبوں سے اتحاد و داد کی تعلیم سب بے دینوں کی تکریم و
تعظیم پر ان نصوص کو پیش کرنا محض بددینی و ضلالت ہے (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

انبیاء عظام اولیاء کرام

گزشتہ اوراق عوام کے متعلق تھے اب انبیاء و اولیاء (علیہ السلام) کی
قبور (برزخی) زندگی ملاحظہ ہو اہل سنت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ انبیاء عظام
واولیاء کرام ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہ السلام کے ابدان لطیفہ
زمین پر حرام کئے گئے ہیں کہ وہ ان کو کھاوے اسی طرح شہداء و اولیاء علیہم

الرحمتہ الثناء کے ابدان و کفن بھی قبور میں صحیح سلامت رہتے ہیں وہ حضرات روزی و رزق دیئے جاتے ہیں۔

ا۔ حضرت علامہ سبکی علیہ الرحمتہ شفاء السقام میں لکھتے ہیں **وحیاۃ الشہداء اکمل و اعلی فھذا النوع من الحیاۃ والرزق لا یحصل لمن لیس فی رتبتھم واما حیاۃ الانبیاء اعلی واکمل اتم من الجمیع لانھا الروح والجسد علی الد وام علی ماکان فی الدنیا**

شہداء کی حیات مکمل تر اور اعلیٰ ہوتی ہے ان جیسی حیات اور رزق اسے نصیب نہیں ملتا جو ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا اور انبیاء کی حیات ان سے بھی مکمل اور اعلیٰ ہوتی ہے کیونکہ ان کی ارواح دنیا کی طرح دائمی طور اجسام میں ہوتی ہیں۔

۲۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں "اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجساد مے کنند و گاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح مے برآید میگویند کہ رسول خدا راسایہ نبود ﷺ ارواح ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند، میروند و بسبب ایں ہمیں حیات اجساد آنہا در قبر خاک نمے خورد بلکہ کفن ہم مے ماند ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالیٰ اجساد ایشاں را قوت ارواح میدہد کہ در قبور نماز میخوانند (اوکنند) و ذکر مے کنند قرآن مے خوانند۔

ترجمہ! "اولیاء اللہ نے کہا کہ ہماری روحیں اجسام ہیں یعنی ان کی روحیں اجسام والے کام کرتی ہیں اور کبھی اجسام ارواح کی طرح نہایت

لطیف ہو جاتے ہیں اسی لئے کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ تھا ان کی روحیں زمین و آسمان اور بہشت میں جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں اسی لئے ان کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی بلکہ کفن بھی محفوظ رہتا ہے ابن ابی الدنیا مالک سے روایت کرتے ہیں کہ اہل ایمان کی روحیں جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں لیکن یہاں اہل ایمان کامل مومنین مراد ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو اجسام سے قوت بخشتا ہے کہ وہ قبور میں نماز پڑھتے ہیں اور ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن کرتے ہیں۔

۳۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ "اولیائے خدا تعالیٰ نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقاء زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوش حال اند و مردم را ازاں شعور نیست الخ)

ترجمہ! اولیاء اللہ اس دارفانی سے دارالبقاء کو منتقل ہوتے ہیں اور وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں اور وہ خوشحال ہیں لوگوں کو اس کا شعور نہیں

۴۔ علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں **لافرق لھم فی الحالین ولذاقیل اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینقلبون من دار الی دار** الخ!

ترجمہ! "اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات و ممات) میں اصلاً" فرق نہیں اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے میں تشریف لے جاتے ہیں۔

۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ نے شرح الصدور میں اولیاء کرام علیہم الرضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند حکایات مستندہ لکھی

ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

حکایات

امام عارف باللہ استاد ابوالقاسم قشیری قدس سرہ اپنے رسالہ میں بس
خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز قدس اللہ سرہ الممتاز سے راوی
میں مکہ معظمہ میں تھا باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا جب میں نے ا
کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا۔ **یا ابا سعید اما علمت ا**
الاحباء و ان ماتوا انما ینقلبون من د ار الی د ار "اے ابو سعید کیا
نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں وہ تو یہی ای
گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں۔

۲۔ وہی عالی جناب حضرت سیدی ابو علی قدس سرہ سے راوی ہے
نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا جب کفن کھولا ان کا سر خاک پر رکھ دیا کہ ا
تعالیٰ ان کی غربت پر رحم کرے فقیر نے آنکھیں کھولدیں اور مجھ سے فرمایا
ابا علی قد تد للنی بین ید ی من ید للنی اے ابو علی! تم مجھے اس
سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے میں نے عرض کی اے سرد
میرے کیا موت کے بعد زندگی ہے فرمایا **بلی انا حی وکل محب لا نصرنک**
بجاهی غدا میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے بے شک وہ وجاہت
عزت جو مجھے روز قیامت ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا۔

۳۔ وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہ سے راو
میرا ایک مرید جوان فوت ہوگیا مجھ کو سخت صدمہ ہوا نہلانے بیٹھا گھبراہٹ

میں بائیں طرف سے ابتدا کی جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری
طرف کی میں نے کہا جان پدر تو سچا ہے مجھ ہی سے غلطی ہوئی۔

۴- وہی امام حضرت ابو یعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہ سے راوی ہیں "میں نے ایک مرید کو نہلانے کیلئے تختہ پر لٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا میں نے کہا جان پدر! میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔

۵- جناب ممدوح انہیں عارف موصوف سے راوی ہیں کہ "مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا پیرو مرشد! میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا حضرت ایک اشرفی لیں آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں جب دوسرا دن ہو اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی میں نے قبر میں اتارا آنکھیں کھول دیں میں نے کہا کیا موت کے بعد زندگی کہا **انا حی وکل محب اللہ حی** میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے۔ مزید تفصیل و حکایات فقیر کی کتاب "حیات اہل اموات" میں ہے۔

نامناسب افعال کرنے سے اموات مسلمین کو ایذا ہوتی ہے

بعض عامہ مومنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے ہوں تاہم ان کی قبور پر بیٹھنے بلکہ ان پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتوں کی آواز کرنے سے ان کو ایذا ہوتی ہے احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت بلا ریب ہے۔

احادیث

۱- حاکم وطبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا فرمایا **یاصاحب القبر انزل من القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک** اور قبر والے اے قبر سے اتر آ۔ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

۲- سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی کسی نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا **کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ** مجھ کو جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یوں ہی مردہ کی۔

۳- امام احمد بسند حسن انہیں حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا **لاتؤذ صاحب ھذاالقبر** اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔ یا فرمایا **لا تؤذہ** اسے تکلیف نہ پہنچا۔ اس ایذا کو بھی تابعین عظام اور دوسرے علماء کرام نے جو صاحب بصیرت تھے دیکھا ہے۔

حکایت

ابن ابی الدنیا ابو قلابہ بصری سے راوی ہیں "میں ملک شام سے بصرہ کو

جاتا تھا رات کو خندق میں اترا وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے **لقد اذیتنی منذ اللیلة** اے شخص تو نے مجھ کو رات بھر ایذا دی"۔

حکایت

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان نہدی سے وہ ابن مینا تابعی سے راوی ہیں "میں مقبرہ میں گیا دو رکعت پڑھ کر لیٹ گیا خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے قم **فقد اذیتنی** اٹھ کہ تو نے مجھ کو اذیت دی۔

حکایت

حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمتہ اللہ تعالیٰ سے راوی ہیں "اگر میں تپائی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھ کو زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پر پاؤں رکھوں پھر فرمایا ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا جاگتے میں سنا **الیک عنی یا رجل ولا تؤذنی** اے شخص الگ ہٹ جا مجھے ایذا نہ دے۔

عبارت فقہاء

۱۔ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں **اخبرنی شیخی العلامة محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمته اللّٰہ تعالیٰ بانهم یتأذون بخفق النعال** مجھ کو میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حنفی نے خبر دی کہ جوتے کی پہچل

مردے کو ایذا ہوتی ہے۔ اسی لئے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہ الرحمتہ سے فرماتے ہیں کہ قبر پر رہنے کا مکان بنانا' یا قبر پر بیٹھنا یا سونا یا اس کے نزدیک بول و براز کرنا یہ سب امور اشد مکروہ و قریب بحرام ہیں۔

۲۔ فتاوی عالمگیری میں ہے **ویکره ان یبنی علی القبر و ینام او یطاء علیه او یقضی حاجة الانسان من بول او غائط الخ** !

۳۔ علامہ شامی اس کی دلیل میں حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں **لان المیت یتاذی بما یتاذی به الحی** یعنی اس لئے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

۴۔ دیلمی نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کلیہ کی تصریح روایت کی کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا **المیت یؤذیه فی قبره ما یؤذیه فی بیته** میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے اذیت پاتا ہے۔

۵۔ ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی **اذی المومن فی موته کاذاه فی حیوته** مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی اور اظہر من الشمس ہے کہ قبور کو کھود کر ان پر رہنے کا مکان بنایا تو اس میں یہ سب امور موجود ہیں جس سے یقیناً" اہل قبور کی توہین ہوتی ہے اور ان کو ایذا دینا ہے جو ہرگز ہمارے مذہب میں جائز نہیں ہے۔

سوال

شرح کنز میں علامہ زیلعی لکھتے ہیں **ولو بلی المیت و صار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ و زرعه والبناء علیه**

جواب ۱

یہ قول علامہ زیلعی کا احادیث مذکورہ اور روایات مسطورہ کے معارض ہے لہٰذا قابل قبول نہیں ہے۔

جواب ۲

علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کو رد کردیا ہے دوسری روایات معارضہ سے پس قابل تعمیل نہیں قال فی **الامداد و یخالفه ما فی التتارخانیه اذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمة باقیة الخ!** ترجمہ "یعنی جب قبر میں میت گل کر مٹی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کہ اس کی تعظیم اور حرمت کے خلاف ہے کہ اس میت کی تعظیم اور حرمت اب بھی باقی ہے" اور مزید ہے اس کی وہ جو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ کی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے کہ **معناہ ان الارواح تعلم بترک اقامة الحرمة والاستھانة فتاذی بذلک** یعنی قبر پر تکیہ لگانے سے جو اہل قبور کو ایذا ہوتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا لہٰذا ایذا پاتی ہیں اور علامہ عبدالحق محدث شیخ الہند علیہ

الرحمۃ شرح مشکواۃ میں لکھتے ہیں کہ "شاید کہ مراد آنست کہ روح دے اذی میدارد و راضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر دے از جہت ضمن اہانت استخفاف را بوے" ترجمہ! "جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہل قبور کی اہانت اور ان کی توہین اور ان کی ترک تعظیم ہوتی ہے تو اس پر کھیتی کرنے سے اور اس پر مکان بنانے سے تو بطریق اولیٰ ان کی توہین ہوگی۔

جواب ۳

تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میت بالکل مٹی ہو گئی ہے اور اس کی ہڈی بھی باقی نہیں رہی اس واسطے کہ ابھی تک قبر کھودی نہیں گئی ہے اور نہ میت کے مٹی ہونے کا قرآن اور حدیث میں کوئی وقت مقرر ہوا ہے۔ کہ اتنی مدت کے بعد میت کی ہڈیاں بھی مٹی ہو جاتی ہیں بلکہ تجربہ سے بارہا مشاہدہ ہوا ہے کہ کسی بہت پرانی قبر بستی کے اطراف میں کوئی جگہ سے کھودی جائے تو اس میں قبور نکلے جن میں ہڈیاں (بلکہ بعض کے ابدان) اب تک صحیح و سلامت تھیں کتبوں سے تین تین چار چار صدیوں کی قبور معلوم ہوتی تھیں تو بلا دلیل بلا ضرورت شرعی کے کسی ممنوع امر کا کسی مبہم روایت کی بنا پر مرتکب ہونا جائز نہیں۔

اولیاء کرام کے اجساد طاہرہ

اجساد طاہرہ اولیاء کرام کا اپنی قبور میں صحیح و سالم موجود ہونا بارہا کا مشاہدہ ہے یہاں تک کہ خود نجدیوں وہابیوں نے مشاہدہ کیا۔ کراچی ۲۰ فروری (ج ک) یہاں پہنچنے والی ایک اطلاع کے مطابق مدینہ میں مسجد نبوی

کی توسیع کے سلسلہ میں کی جانے والی کھدائی کے دوران آنحضرت ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسم مبارک جن کو دفن کئے تقریباً چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے بالکل صحیح و سالم حالت میں برآمد ہوا ہے علاوہ ازیں صحابی رسول مقبول ﷺ حضرت مالک بن سنان کے علاوہ دیگر چھ (6) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اجساد مبارک بھی اصلی حالت میں پائے گئے جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ دفنا دیا گیا ہے جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کے جسم نہایت ہی تروتازہ اصلی حالت میں تھے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور (پاکستان) ۲۱ جنوری ۱۹۷۹ء)

انتباہ......!

ایسے قوی مشاہدہ کے باوجود نجدی وہابی کی تاحال آنکھ نہیں کھلی بلکہ سچ پوچھو تو اس واقعہ کے بعد پہلے سے بھی اندھے ہو گئے ہیں حجاز اقدس جانے والے نجدیوں کے حالات بیگانگی سے بے خبر نہیں اور یہ کہنا کہ انہیں یعنی حضرت عبداللہ اور سات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو جنت البقیع میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ دفنا دیا گیا ہے" یہ بھی محض ڈھونگ ہے کیونکہ بقیع میں پہلے سے قابل قدر شخصیات کی عزت و احترام کا حال زبوں ہے اور اب کے جانے والوں کو وہ کیا جانیں یقین نہ آئے تو بقیع جا کر آنکھوں سے خود دیکھ لیں اور پھر ہمیں آگاہ فرمائیں کہ یہ محترم و مکرم شخصیات کہاں ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ محبوبان خدا یعنی اولیاء کرام کے اجسام مبارکہ

قبور میں صحیح سالم ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سرور عالم ﷺ کے والد گرامی رضی اللہ عنہ کے ایمان میں شک کرنے والوں کا شک بھی مٹ جانا چاہئے کہ (معاذ اللہ) اگر وہ کافر ہوتے تو انہیں مٹی کھا جاتی لیکن ان کا جسم اطہر چودہ سو سال کے بعد صحیح سالم موجود ہونا بتاتا ہے کہ آپ نہ صرف مومن بلکہ اللہ کے ولی تھے مزید تحقیق فقیر کی کتاب "ابوین مصطفیٰ" میں پڑھیے۔

اس قسم کے سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ بے شمار واقعات مشاہدہ میں آئے اور انشاء اللہ تاقیامت مشاہدہ میں آتے رہیں گے لیکن نہ ماننے والوں کا بھی کیا کمال ہے کہ مشاہدہ کے باوجود انکار ہی انکار۔

ابو الحسین کا واقعہ

۱۔ حضرت عبدالرحمان جامی کی کتاب نفحات الانس میں ہے کہ ابوالحسین بن سمعون رحمتہ اللہ علیہ کا ۳۸۶ تین سو چھیاسی میں انتقال ہوا اور وہ بغداد میں اپنے گھر دفن کئے گئے تیس سال کے بعد جب ان کو قبر سے نکال کر عام قبروں میں دفن کیا گیا تو ان کا کفن ویسے ہی تازہ تھا۔

۲۔ خواجہ ابو یعقوب یوسف ہمدانی کہ امام عارف و عالم ربانی اور صاحب مقامات ہے 535 کو مرو کو جاتے ہوئے راہ میں فوت ہو گئے اور اس وقت وہاں ہی دفن کئے گئے پھر عرصہ کے بعد وہاں سے نکال کر مرو میں لائے گئے چنانچہ مرو میں ان کی قبر مشہور ہے اور لوگ اپ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

۳۔ شیخ مجد الدین بغدادی قدس سرہ ۶۰۷ ہجری میں شہید ہوئے اور جہاں شہید ہوئے وہاں ہی دفن کئے گئے چونکہ آپ کی خاتون نیشا پور سے تھی

وہ کچھ عرصہ کے بعد آکر، ان کو نیشا پور میں لے گئی پھر ۸۳۳ میں وہاں سے اسفرائن میں لے جا کر مدفون کئے گئے۔

باب ۲

جملہ عالم اسلام کا یہی مذہب تھا اور ہے صرف محمد بن عبدالوہاب نجدی ابن تیمیہ کی تقلید میں ہے قبور اور اہل قبور کا دشمن ہے کہ توہین و اہانت مزارات و قبور انبیاء و اولیاء علی نبینا علیہ السلام کا منہدم و نابود تا بمقدور کرنا اس کا شعار ہی یہاں تک کہ بدبخت شیخ نجدی نے روضہ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا چنانچہ علامہ احمد بن علی بصری کتاب فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالرب میں فرماتے ہیں **منها انه صح انه يقول لو اقدر على حجره الرسول صلى الله عليه وسلم لهد منها** یعنی "میں اگر قدرت پاؤں تو روضہ رسول ﷺ کو توڑ دوں۔" اور اب بھی اس کے چیلے وہابی دیوبندی یہی عزم رکھتے ہیں چند حوالے ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔

ہاں. شیخ نجدی نے شہدا و صحابہ کرام کے مزار توڑے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

ا۔ علامہ بصری مذکور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں **اقول تهديم قبور شهداء الصحابة المذكورين لاجل البناء على قبورهم ضلالة اى ضلالة انتهى مختصر** یعنی نجدی کا شہداء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبور کو ان پر بنا کے باعث توڑ ڈالنا بڑی ضلالت اور گمراہی اس نجدی کی ہے اور بھی علامہ

اور تیسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

قال بعضهم ولوكان المبنى عليه مشهوراً بالعلم والصلاح ولو كان صحابياً وكان المبنى عليه قبة وكان البناء على قدر قبره فقط ينبغى ان لا يهدم لحرمة بنشه وان اندرس انا علمت هذا فهذا البناء على قبور هولا الشهداء من الصحابة رضى الله تعالى عنهم لا يخلو ما ان يكون واجبا او جائز بغير كراهة و على كل فلا يقدم على الهدم الا رجل مبتدع ضال لاستلزامه انتهاک حرمة اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الواجب على كل مسلم محبتهم و من محبتهم وجوب توقيرهم واى توقيرهم عند من هدم قبورهم حتى بد ت ابدامهم واكفانهم كما نكر بعض علماء نجد فى سوال ارسله الى انتهى مختصرا

"یعنی نجدی نے جو شہداء اصحاب کرام کے قبور کو توڑ ڈالا ہے جس سے ان کے ابدان اور کفن ظاہر ہو گئے تو اس سے وہ بہت بڑا بدعتی گمراہ ہو گیا کہ اس سے ان کی اہانت ہو گئی ہے۔

فائدہ

ان ملاعنہ کا انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے قبور کے جو توڑنا اور منہدم کرنا شعار (طریقہ) ہو گیا ہے تو باعث اس کا یہ ہے کہ۔

وہابیہ کے نزدیک انبیاء و اولیاء مر کر مٹی ہو گئے ہیں (معاذ اللہ)

ان بدبختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بے حس و بے

شعور ہو جاتے ہیں اور مر کر معاذ اللہ (پناہ بخدا) مٹی میں مل جاتے ہیں اسماعیل دھلوی اپنی کتاب تقویت الایمان کے صفحہ ۶۰ میں حضور اقدس عالم ﷺ کے شان اعلی و ارفع میں بکتا ہے کہ (میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں (معاذ اللہ)

دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے؟

نجدی نے جب قبور شہدا ڈھائے تو شہید اور صحابہ کرام کو دیکھا گیا کہ ان کے اجسام متبرکہ ویسے موجود تھے گویا انہیں ابھی دفن کیا گیا حالانکہ نجدی کے اس فعل شنیع سے پہلے انہیں بارہ سو سال گزرے۔ لیکن بد بخت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ مٹی میں مٹی ہو گئے (معاذ اللہ)

اسی لئے آج تک اس کوشش میں ہیں کہ روضہ اقدس کو گرا دیا جائے یہی وجہ ہے کہ کسی نہ کسی وقت اس کے متعلق اس کا اظہار کر بھی دیتے ہیں چنانچہ کئی بار یہ پروگرام بنایا لیکن جب عالم اسلام سے لعنت اور پھٹکار اور مختلف طریق سے دھمکیاں اور قرار دادیں سنتے ہیں تو اپنی حرکت سے باز آجاتے ہیں اللہ انہیں ان کے گندے عزائم میں کامیاب نہ ہونے دے (آمین)

باب ۷

سوالات

مخالفین نے سرسری طور اعتراضات کھڑے کئے نبی پاک ﷺ نے تو الٹا قبور کو اہمیت بخشی ہے مثلاً" فرمان ہے (۱) قبریں بناؤ (۲) زیارت کرو قبروں کے ساتھ تکیہ نہ لگاؤ (۳) اہل قبور کو ایذا نہ دو (۴) قبور کا ادب کرو (۵) قبور کو سجدہ گاہ نہ بناؤ (۶) قبر پر نہ بیٹھو وغیرہ جس کی اوپر تفصیل گزری ہے اس کے باوجود پھر بھی وہابیوں نے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مطابق مندرجہ ذیل روآیات قبہ جات کے انکار میں پیش کی ہیں۔

حدیث ۱

لعن اللہ الیہو د للنصاری اتخذ و اقبور انبیاء ھم مساجد
(بخاری) "اللہ تعالی نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔

حدیث ۲

عن ابن عباس لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نائرت القبور

والمتخنین علیها المساجد والسرج (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) ترجمہ ! "رسول اکرم ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مسجد بنانے اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی۔

حدیث ۳

عن ابی ہیاج الاسدی قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یدع صمثة الا ولا طھنته ولامشرفاً الاسویته (مسلم) ترجمہ ! "ابو ہیاج اسدی سے روایت ہے کہ مجھے علی المرتضیٰ نے فرمایا کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ نے بھیجا تھا وہ یہ کہ تو کسی تصویر کو بے مٹائے نہ چھوڑ اور کسی قبر کو بے برابر کئے۔

حدیث ۴

عن جنذب قال سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول الا وان من کان قبلکم کانو ایتخذون قبور انبیاء و صالحیھم مساجد الا ولا تتخذ والقبور مساجد الی انھاکم عن ذالک (مسلم) ترجمہ ! "جندب سے مروی ہے کہ کہا میں نے نبی ﷺ سے سنا فرماتے تھے خبردار جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے انبیاء و صالحین کی قبروں کو مسجد بناتے تھے خبردار تم قبروں کو مسجد نہ بنانا میں تم کو اس سے منع فرماتا ہوں۔

حدیث ۵

عن عائشة ان حبیبة وام مسلمة ذکرتا کنیسة رائتھا بالحبشة

فیها تصاویر فذکر تاذلک النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ان اولئک اذا کان فیھم الرجل الصالح فمات بنو اعلی قبرہ مسجدا و صور وافیه تلک الصور اولئک شرار الخلق عن اللّٰہ یوم القیمة (فتح الباری ج ۳ صفحہ ۲۶۱)

ترجمہ! "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن نے ایک کنیسہ کا ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اس میں تصویریں ہیں تو حضور سے یہ ذکر کیا حضور نے فرمایا ان لوگوں کی یہ حالت تھی کہ جب ان میں کوئی مرد صالح انتقال فرماتا اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے اور اس میں تصویریں بناتے وہ اللہ کے نزدیک روز قیامت بد ترین خلق ہیں۔"

حدیث ۶

اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللّٰہ علی قوم اتخذ قبور انبیاء ھم مساجد مالک مرسلا مشکوٰۃ صفحہ ۷۲) ترجمہ ! "الٰہی میری قبر کو بت نہ بنا کہ پوجی جائے اللہ کا غضب اس قوم پر بہت ہے جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔"

حدیث ۷

نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یجصص القبور وان یکتب علیھا وان توطا (ترمذی) ترجمہ ! "حضور ﷺ نے منع فرمایا کہ قبروں پر گچ کیا جائے اور ان پر کتابت کی جائے اور وہ پامال کی جائیں"۔

اجمالی جوابات

جن روایات و احادیث کو وہابی دیوبندی نے قبہ جات بر مزارات کے عدم جواز پر پیش کیا ہے انہیں قبہ جات سے دور کا واسطہ بھی نہیں چہ جائیکہ انہیں اس موضوع پر استدلال کیا جائے لیکن چونکہ ان لوگوں نجدی کے ریال و ڈالر کا حق ادا کرنا ہے اسی لئے کچھ نہ کچھ کہہ دیا ہے ورنہ حدیث نمبر۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ میں یہود نصاری پر انبیاء و صلحا کی قبروں کو مسجد بنانے کی وجہ سے لعنت فرمائی گئی ہے حدیث نمبر۷ میں قبروں کو پختہ کرنے کی نہی ہے ان میں کس کو انکار ہے اور قبوں کو گرانے کا حکم کہاں ہے اور ان احادیث کو بزرگان دین اور صلحاء و انبیاء کے قبہ ہائے مزار سے کیا تعلق ہے اتنا تو محض ترجمہ سے سمجھا جاسکتا ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ پر انبیاء و صلحا کی قبروں کو مسجد بنا لینے پر جو لعنت فرمائی گئی اس کا سبب کیا ہے لیکن انہوں نے سبب کو کیا دیکھنا ہے انہوں نے سجدہ گاہ نہ بناؤ پڑھ کر شور مچا دیا کہ سنی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں فلہذا سنی لعنتی ہیں۔ (معاذ اللہ)۔

دراصل حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا دستور تھا کہ جب ان میں کوئی مرد صالح انتقال فرماتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے اور اس میں ان کی تصویریں بناتے وہ اللہ تعالی کے نزدیک روز

ات بدترین خلق ہیں۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ان کا قبور انبیاء پر مسجد بنانا ان قبور یا تصویر کی عبادت کیلئے تھا اور یہ بے شک مستحق لعنت ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن وہابی نجدی کیا سمجھے۔ ایسے ہی حدیث میں ہے کہ یارب میری قبر کو بت نہ بنا کہ پوجا جائے۔ اللہ کا سخت غضب ہے اس قوم پر جس نے انبیاء کی قبور کو مساجد بنایا۔ اس حدیث نے بتادیا کہ قبروں کو مسجد بنانے کے یہ معنے ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے یا کم از کم انہیں قبلہ بنا کر ان کی طرف نماز پڑھی جائے جیسا کہ ابو مرثد غنوی کی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا **لا تجلسو اعلی القبور ولا تقبلوا الیها** کہ قبروں پر نہ بیٹھو نہ ان کی طرف نماز ادا کرو اس سے بھی خاص قبر کے اوپر نماز بھی ممنوع ہوئی کہ اس میں جلوس علی القبر ہوگا اور ب حق مقبور ہے۔ اسی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہود و نصاری پر لعنت فرمائی اور اس سے اپنی امت کو باز رکھنے پر تنبیہہ فرمایا یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے اور ہر مومن قبر کی عبادت کو شرک جانتا ہے (معاذ اللہ) کون مومن ہوگا کہ قبر کو معبود بنائے۔ مسلمانوں پر یہ افتراء ہے جیسے ان کی عادت ہے۔

بناء علی القبور کی تحقیق

جن احادیث میں بناء کی ممانعت ہے ان سے بھی یہی بنا مراد ہے یہ حدیث ان کی بہترین شرح ہے۔ خلاصہ یہ کہ احادیث مذکورہ بالا سے قبہ کی حرمت تو کیا ثابت ہوتی جس کا ذکر تک ان میں نہیں ہے اور مسجد کی حرمت بھی ثابت نہیں ہوتی جو قبر کے قریب عبادت الہی کیلئے بنا لیگئی ہو ائمہ محدثین

نے بھی ان احادیث کا یہی مطلب سمجھا ہے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ شیخ العصر اوحد الحفاظ قاضی القضاۃ علامہ ابو الفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں۔ **قال البیضاوی لما كانت اليهود و النصارى يسجدون لقبور الانبياء تعظيما لشانهم و يجعلو نها قبلة يتوجهون فى الصلواة نحوها واتخذو ها اونا نالعنهم و منع المسلمين عن مثل نلک قال من اتخذ مسجدا فى جوار صالح و قصد التبرک بالقرب منه لا للتعظيم له و التوجه نحوه فلا يدخل فى نلک الوعيد** (فتح الباری صفحہ ۲۶۱ ج ۲)

ترجمہ ! "بیضاوی نے کہا جب کہ یہود و نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو بہ نیت تعظیم سجدہ کرتے تھے اور ان قبور کو قبلہ بنا کر نماز میں ان کی طرف منہ کرتے تھے اور انہیں بت بنا کر پوجتے تھے تو اللہ و رسول نے ان پر لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا لیکن جس شخص نے کسی صالح کو مزار کے قریب بقصد تبرک مسجد بنائی اور بہ نیت تعظیم نماز اس کی طرف نہ پڑھی وہ اس وعید میں داخل نہیں۔

وجه التعليل ان الوعيد على نلک بتناول من اتخذ قبورهم مساجد تعظيما و مغالاة كما منع ال الجاهليه و جزهم نلک الى عبابتهم و يتناول من اتخذا مكنة قبور هم مساجد بان تنبش و ترمى طامهم فهذا يختص بالانبياء و بحق بهم اتباعهم واما الكفرة فانه لا حرج فى نبش قبورهم انا لا حرج فى اهانتهم (فتح الباری ج ۲ صفحہ ۲۶۵)

ترجمہ ! "وجہ تعلیل یہ ہے کہ یہ وعید ان لوگوں کو شامل ہے جنہوں

انبیاء و صالحین کی قبروں کو تعظیما" مسجد بنایا جیسا کہ اہل جاہلیت کا عمل تھا میں بڑھتے بڑھتے وہ ان کی عبادت الٰہی کرنے لگے اور یہ وعید ان کو بھی ہے جو صالحین کی قبریں اکھاڑ کر ان کی جگہ مسجدیں بنائیں یہ ممانعت انبیاء اور ان کی متبعین کے ساتھ خاص ہے کفار کی قبریں کھودنے میں حرج نہیں کیونکہ ان کی اہانت میں حرج نہیں۔

فائدہ

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب تبرک کی نیت سے مسجد بنانا جائز ہے اور حدیث میں اس کی مخالفت نہیں اس سے قبوں کا جواز مستفاد ہوتا ہے کیونکہ مخالفین کے نزدیک مسجد و قبہ کا ایک حکم ہے چنانچہ انہوں نے مسجد کے عدم جواز سے قبوں کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے تو ضرور مسجد کا جواز قبول کے جواز کی دلیل ہوا۔

۲۔ نیز اس میں ہے **وما يكره من الصلوة فى القبور يتناول ماذا وقعت الصلوة على القبر و الى القبراو بين القبرين و فى نلک حديث رواه مسلم من طرق ابى مرثد الغنوى مرفوعا" لا تجلسو اعلى القبور ولا تقبلواليها او عليها۔ قلت و ليس هو على شرط البخارى فاشار اليه فى الترجمة و اورا ب معه اثر عمر الد ال على ان النهى عن نلک لا يقتضى فسا ب الصلواة**

قبروں میں نماز کی کراہت جب ہے نماز قبر کے اوپر یا قبر کی طرف یا دو قبروں کے درمیان واقع ہوا اور اس مسئلہ میں ابو مرث غنوی کی روایت امام

مسلم نے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا قبروں پر نہ بیٹھو ان
طرف یا ان کے اوپر نماز نہ پڑھو۔ امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخا
کی شرط پر نہیں اس لئے ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا اور اس کے سا
حضرت عمر ؓ کے اثر وارد کیا جو دلالت کرتا ہے کہ یہ نہی نماز نماز کے
کی مقتضی نہیں۔

۳۔ امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی نے عمدۃ القاری شرح بخار
میں فرمایا اور ایسا ہی حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰ
المصابیح میں تحریر فرمایا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اشعۃ اللمعا
شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ (والمتخذین علیھا المساجد والسرج لعنت کر
است رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسانے راکہ می گیرند بر قبور مسجدہا یعن
سجدہ کنندگاں بجانب قبر بقصد تعظیم اشعۃ اللمعات صفحہ ۲۶۶ مدارج النبو

ترجمہ ! "حضور ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو قبروں کے اوپر مسج
بناتے ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو قبر کی طرف بقصد تعظیم سجدہ کریں"۔

۴۔ مراد از اتخاذ قبور مساجد سجدہ کردن بجانب قبور است واین ہر دو
تقدیر متصور است یکے آنکہ سجدہ بقبور اند و مقصود و عبادت آں دارند
چونکہ نیست پرستان بمعنی پرستند۔ دوم آنکہ مقصود و منظور عبادت مولیٰ تعالیٰ
وارند ولیکن اعتقاد کنند کہ توجہ مقبور ایشاں در نماز و عبادت موجب قرب
رضائے وے تعالیٰ است و موقع عظیم است نزد حق تعالیٰ از جہت اشتمال دے
عبادت و مبالغہ در تعظیم انبیاء وے ایں ہر دو طریق نامرضی و نا مشروع اس
اول خود شرک جلی و کفر صریح است و ثانی نیز حرام و ممنوع از اشتمال بہ

شرک جلی و بر ہر تقدیر پر لعن مستوجب است و نماز کردن بجانب قبر نبی مرد
صالح بقصد تبرک و تعظیم حرام است و ہیچکس را از علماء در آں خلاف نیست
اما اگر قرب قبر ایشاں مسد بنا کنند تا نماز گزارند توجہ بجانت آں تا ببرکت
مجاورت موضوع کہ مدفن جسد مطہر ایشاں است و نوریست بامداد نورانیت
روحانیت ایشاں عبادت کمال و قبول یابد محظورے درینجا لازم نمی اید و باکے
ندارد۔

ترجمہ ! "قبروں کو مسجد بنانے سے قبروں کی طرف سجدہ کرنا مراد ہے
اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ خاص قبروں کو سجدہ کیا جائے اور ان کی
عبادت مقصود ہو جیسے بت پرست کرتے ہیں دوسرے یہ کہ مقصود تو عبادت
الٰہی ہو لیکن اعتقاد یہ ہو کہ نماز عبادت میں ان قبور کی طرف منہ کرنا قرب و
رضائے الٰہی کا موجب ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ ہے کیونکہ
یہ اللہ کی عبادت اور انبیاء کی غایت تعظیم پر مشتمل ہے یہ دونوں طریقے
ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں۔ پہلا شرک جلی اور کفر خالص ہے اور دوسرا شرک
خفی پر مشتمل ہے اور ان میں سے ہر تقدیر پر لعن متوجہ ہے اور انبیاء و
صالحین کی قبروں کی طرف تعظیم و تبرک کے ارادہ کے نماز پڑھنا حرام ہے اور
علماء میں سے اس میں کسی خلاف نہیں ہے لیکن اگر ان کی قبر کے نزدیک نماز
کیلئے کوئی مسجد بنائیں بغیر اس کے کہ نماز میں ان قبروں کی طرف منہ کریں
اس لئے کہ وہ جگہ جو ان کے جسد مطہر کا مدفن ہے اس کی برکت سے اور
ان کی روحانیت و نورانیت کی امداد سے ہماری عبادت کامل مقبول ہو اس میں
کوئی حرج اور کچھ مضائقہ نہیں۔

ان عبارات سے وہابیوں، دیوبندیوں نے جو مطلب احادیث سے نکالا چاہا وہ صحیح نہیں اور انہیں ان احادیث سے استدلال نہیں پہنچتا در مختار میں ہے ولا یخبصص النہی ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء و قیل لا باس بہ و ھو المختار کما فی کراھۃ السراجیۃ

حدیث علی کی تحقیق

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم کی اس روایت کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھے مامور فرمایا کہ میں جو تصویر پاؤں محو کر دوں اور جو قبر بلند پاؤں اس کو برابر کردوں اس حدیث سے استدلال کرنے سے قبل وہابیوں پر لازم ہے۔ یہ ثابت کرتے کہ وہ قبور مسلمانوں کی تھیں دوم یہ کہ برابر کرنے سے کیا مراد ہے آیا بالکل زمین سے ہموار کر دینا کہ نشان بھی باقی نہ رہے تو یہ سنت متواتر سے معارض ہے تیسرے یہ کہ تصاویر کا ذکر قبروں کے ساتھ کیا مناسبت رکھتا ہے جب ان امور کو صاف کرلیتے تب انہیں استدلال کی گنجائش تھی اب میں بالاختصار عرض کروں یہ بات تو ہر مومن کیلئے یقینی ہے کہ زمانہ اقدس میں مسلمانوں کی جو قبور بنیں وہ حضور کے علم و اجازت سے کہ عادت شریف دفن میں شرکت کی تھی اور اپنے نیاز مندوں کو اپنی شرکت سے محروم نہیں فرماتے تھے تو جس قدر قبور زمانہ اقدس میں مسلمانوں کی جو قبور بنیں وہ حضور کے علم و اجازت سے کہ عادت شریف دفن میں شرکت کی تھی اور اپنے نیاز مندوں کو اپنی شرکت سے محروم نہیں فرماتے تھے تو جس قدر قبور زمانہ اقدس میں بنیں صحابہ نے بنائیں حضور کی

موجودگی میں بنائیں اور موجودگی نہ بھی ہوتی تو صحابہ کوئی کام بے دریافت کیسے کب کرتے تھے وہ کونسے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو ناجائز طور پر اونچی بن گئی تھیں اور ان کے مٹانے کا حکم دیا یہ بات بالکل عقل سے بعید ہے البتہ کفار کی قبریں بہت اونچی بنائی جاتی تھیں جیسا کہ اب بھی نصاریٰ کی قبریں ڈھانا جائز بھی ہے مسلمانوں کی قبریں ڈھانا توہین ہے بخاری شریف میں ہے امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبور المشرکین نبشت (فتح البار ج ۲ صفحہ ۲۶۱) یعنی حضور انور علیہ السلام نے مشرکین کے قبروں کے لئے حکم فرمایا وہ اکھاڑ دی گئیں کہاں سے کہا جاتا ہے کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو مسلمانوں کی قبروں کے لئے حکم ہوا تھا یا مشرکین کا حکم مسلمانوں پر چسپاں کیا جاتا ہے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ میں فرماتے ہیں **فنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ ای د ون غیرھا من قبور انبیاء واتباعھم لمافی ذ لک اہانۃ لھم بخلاف المشرکین فانھم لاحرمۃ**

کیا مشرکین جاہلیت کی قبور اکھاڑی جائیں یہ جائز ہے عنوان بات یہ تھا کہ علامہ فرماتے ہیں یعنی ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں ان کی اہانت ہے بخلاف مشرکین کہ ان کی کوئی حرمت نہیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں **وفی الحدیث جواز تصرف فی المقبرۃ المملوکۃ بالھبۃ والبیع و جواز نبش قبور المدارسۃ انا لم یکن محرمۃ** "یعنی حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ جو مقبرہ ہبہ اور بیع سے ملک میں آگیا ہو اس

میں تصرف کیا جائے اور پرانی بوسیدہ قبریں اکھاڑ دی جائیں بشرطیکہ محترم نہ ہوں۔

فائدہ

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی قبریں محترم ہیں ان کو ڈھانا ان میں تصرف کرنا ناجائز اور ان کی اہانت ہے قبریں اکھاڑنے کا حکم مشرکین کی قبروں کیلئے ہے یہ بالاجمال جوابات ہیں تفصیلی جوابات ہم آگے چل کر عرض کریں گے انشاء اللہ۔

خلاصہ جوابات

مزارات کے بارے میں جتنا روایات وہابیوں' دیو بندیوں میں اپنے مقصد میں پیش کی ہیں ان میں کسی ایک کو بھی قبہ جات بر مزارات کی نفی میں ذرہ بھر بھی تعلق نہیں یہ وہابیوں دیو بندیوں نے سینہ زوری اور اسلامی تحریف کی بنا پر مطلب نکالا ہے مثلاً" حدیث میں ہے قبور کے اوپر اور قبور کو سجدہ گاہ نہ بناؤ۔ بفضلہ تعالیٰ ہم اہل سنت قبور کے اوپر مسجدیں نہیں بناتے اور نہ ہی قبور کو سجدہ گاہ سمجھتے ہیں بلکہ ہم تو قبور کی طرف نماز کو بھی مکروہ سمجھتے ہیں امام اہل سنت فاضل بریلوی شاہ احمد رضا خان قدس سرہ نے صرف اسی مسئلہ ایک ضخیم کتاب لکھی ہے بنام "الزبدة الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ" ہاں مزارات اولیاء کے ارد گرد مساجد بناتے ہیں جن سے موجودہ دور کے وہابیوں' دیوبندیوں کو انکار نہیں اگرچہ نجدی کے پجاری اب بھی منکر ہیں۔

ایسے ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ والی حدیث ہمارے خلاف نہیں کیونکہ

ان قبور کو گرانے کا حکم ہوا وہ قبور مشرکین تھیں جس کے متعلق شروح احادیث سے ہم نے متعدد حوالہ جات لکھ دیئے ہیں اگرچہ دیو بندیوں وہابیوں نے ان شروح کو بھی نہ مانا اور اپنی من مانی مار رہے ہیں تو یہ حق طلبی نہیں بلکہ ہٹ دھرمی ہے جس کا فیصلہ انشاء اللہ عنقریب ہو جائے گا۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

دیو بندیوں وہابیوں کو قبہ جات بر مزارات ڈھانے کا اتنا بڑا شوق ہے کہ غلط مضامین پیش کرنے سے بھی نہیں چوکتے چنانچہ ان کا اس موضوع پر آخری وار بھی ملاحظہ ہو۔

سوال

قبہ جات اور قبور و مزارات شجرہ رضوان سے بڑھ کر مقدس نہیں فلہذا ڈھا دی جائیں تو سنت عمر رضی اللہ عنہ ہے جب کہ آپ نے شجرہ رضوان جن کے پیچھے بیٹھ کر آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ میں بیعت رضوان لی تھی کلہاڑی چلائی اور اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔

جواب

شجرہ رضوان میں وہابیوں کو غلط فہمی ہے اور دوسروں کو بھی غلط فہمی میں ڈالتے ہیں۔ شجرہ رضوان کی حقیقت حدیث شریف میں ہے عن سعید بن **المسیب عن ابیہ قال لقد رایت الشجرة ثم اتیتها بعد عام فلم اعرفها وروی ان عمرو بذ لک المقام بعد ان نهبت الشجرة فقال این کانت**

فجعل بعضہم یقول ھھنا و بعضہم یقول ھھنا فلما اکثر اختلافہم قال سیروانھبت للشجرۃ یعنی سعید ابن مسیب ؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے شجرہ رضوان کو دیکھا تھا پھر میں ایک سال بعد آیا اس کو نہ پہچانا حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ اس جگہ پر گزرے بعد اس کے شجرہ جاتا رہا تھا تو فرمایا کہاں تھا بعض کہنے لگے کہ یہاں اور بعض کہنے لگے کہ یہاں جب ان میں زیادہ اختلاف ہوا تو فرمایا چلو درخت جاتا رہا اس میں حضرت عمرؓ کا تجسس فرمانا کیا بتاتا ہے علامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں بلغ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی زمان خلافۃ ان ناسا یصلون عندھا فتوعدھم و امربھا فقطعت خوف ظھور البدعۃ انتہی۔

وروی الامام النسفی فی التیسیر انھا عمیت علیہم من قابل فلم یدروا این ذھبت یقول الفقیر یمکن التوفیق بین الروایتین بانھم لما عمیت علیہم ذھبوا یصلون تحت شجرۃ علی ظن انھا ھی الشجرۃ البیعۃ فامر عمر بقطعھا۔ و فی کشف النور لابن النابلسی اما قول بعض المغرورین باننا نخاف علی العوام اعتقدوا الاولیاء من الولیاء توثر فی الوجود مع اللہ فیکفرون و یشرکون باللہ تعالی فنھینا ھم عن ذ لک ونھدم قبورالاولیاء ونرفع البنایات المرضوعات علیھاونزیل الستور عنھا و نجعل اھانتۃ الاولیاء ظاھرا حتی تعلم العوام الجاھلون ان ھؤلاء الاولیاء لو کانو موثرین فی الوجود مع اللہ تعالی لد فعلو عن انفسھم ھزہ الاھانۃ التی نفعلھا معھم فاعلم ان ھذ ا الصنیع کفر

...اح ماخوذ من قول فرعون علی ماحکاہ اللہ تعالی لنا فی کتابہ ...یم و قال فرعون ذرونی اقتل موسی ولیدع ربہ انی اخاف ان یبدل ...کم او ان یظھرَ فی الارض الفساد و کیف یجوز ھذ ا الصنیع من ...ل الامر الموھوم و ھو خوف الضلال علی العوامۃ

یعنی حضرت عمرؓ کو اپنے زمانہ خلافت میں خبر پہنچی کہ لوگ شجرہ ...ضوان کے پاس نماز پڑھتے ہیں آپ نے انہیں دھمکایا اور آپ کے حکم ...وہ درخت کاٹا گیا بخوف ظہور بدعت۔ امام نسفی رحمتہ اللہ علیہ نے تیسیر ...ں روایت کیا کہ اگلے سال وہ درخت گم ہوگیا اور کسی نے نہ جانا کہ کہاں گیا ...امہ فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں موافقت کی یہ صورت ہے کہ جب اصلی درخت ناپید ہوگیا تو لوگ اس گمان سے اور درخت کے نیچے نماز ...ھنے لگے کہ وہی درخت بیعت ہے تو حضرت عمرؓ نے اس درخت کے ...ٹنے کا حکم دیا (یعنی جس کو لوگوں نے غلط طور پر درخت بیعت گمان کیا تھا نہ کہ اصلی درخت کو) ابن نابلسی کی کشف النور میں ہے بعض مغروروں کا یہ کہہ دینا کہ ہمیں خوف ہے کہ عام لوگ کسی ولی کے معتقد ہو جائیں اور کی قبر کی تعظیم کریں. اور اس سے برکت و مدد طلب کریں تو وہ اس اعتقاد میں گرفتار ہو جائیں گے کہ وہ اولیاء وجود میں اللہ تعالی کے ساتھ موثر ہیں یعنی کسی چیز کے پیدا کرنے میں اس کے ساتھ شریک ہیں تو کافر و مشرک ہو جائیں گے ہم ان کو اس سے منع کرتے ہیں اور اولیاء کی قبریں ڈھاتے ہیں اور جو عمارتیں ان پر بنائی گئی ہیں ان کو دور کرتے ہیں اور چادریں ہٹاتے ہیں اور اولیاء کی ظاہری اہانت کرتے ہیں تاکہ عام جاہل جان لیں کہ اگر یہ اولیاء اللہ

کے ساتھ وجود میں موثر ہوتے تو اپنی ذات سے اس اہانت کو دور کر ہم ان کے ساتھ کرتے ہیں تو جاننا چاہئے کہ یہ فعل (یعنی اس مقصد ڈھانا اور ان کی اہانت کرنا) کفر خالص ہے جو فرعون کے اس مقولہ سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قدیم میں نقل فرمایا کہ فرعون نے "مجھے چھوڑو کہ موسیٰ کو قتل کرڈالوں اور انہیں چاہئے کہ وہ اپنے رب پکاریں میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دیں یا زمین پر فساد ظاہر کر اور یہ فعل یعنی قبریں ڈھانا ایک امر موہم یعنی عوام کی گمراہی کے خوف کیونکہ جائز ہو سکتا ہے"۔

فیصلہ حق

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ نجدی دور سے پہلے گزرے ہیں انہوں نے فیصلہ ہی فرما دیا کہ مزارات کی تعظیم میں یہ وہم کہ لوگ شرک میں مبتلا ہو جائیں گے اسی لئے جو کاروائی وہابی نجدی کر چکے ہیں اور جو ہمارے دور کے وہابی نجدی دیوبندی کرنا چاہتے ہیں انہیں ممکن ہے معلوم نہ ہو فقیر ان کی خیر خواہی کرتے ہوئے روح البیان جیسی معتبر تفسیر سے حوالہ پیش کر دیا اور وہ بھی از خود نہیں فرما رہے بلکہ حضرت نابلسی قدس سرہ کی تصنیف "کشف النور" سے اور اس نابلسی قدس سرہ بزرگ کو نجدیوں سے پہلے دنیا سے رخصت ہوئے عرصہ دراز گزرا آپ کی وفات ۱۱۴۳ھ میں ہوئی جب کہ ابھی محمد بن عبدالوہاب پیدا بھی نہیں ہوا اس کی ولادت   میں ہوئی اور وہابیت کی تحریک تو پیدائش کے درجنوں سال بعد کو چلائی اور علامہ

عبدالغنی نابلسی قدس سرہ صاحب کرامات بزرگ اور سوا دو سو ضخیم کتب کے مصنف ہو گزرے ہیں۔

تفصیلی جوابات

فقیر اویسی نے بارہا عرض کیا ہے کہ ہمارے مخالفین عوام کو سرسری باتوں سے پھنسانے کے استاد واقع ہوئے ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ مزارات انبیاء و اولیاء اور عوام کی قبور میں زمین و آسمان کا فرق ہے مثلاً"

۱۔ انبیاء و اولیاء کے مزارات کی حاضری سے زائرین کو بے شمار فوائد و برکات نصیب ہوتے ہیں اسی لئے زائرین کی سہولت ہو گی تو بار بار حاضر ہوں گے اور تا دیر بیٹھ کر استفادہ و استفاضہ کریں گے اسی لئے انبیاء و اولیاء کے مزارات کے اردگرد ہر قسم کی سہولتیں قبہ جات' مساجد' پانی کا انتظام اور رہائش گاہیں' لنگر خانے وغیرہ وغیرہ اگر ان مزارات پر یہ انتظام نہ ہو تو کوئی آئے نہ کوئی جائے وہابی دیو بندی یہی چاہتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہی خراب ہے وہ کہتے ہیں انبیاء و اولیاء مر کر مٹی ہو گئے اب وہاں استفاضہ و استفادہ کیسا۔

۲۔ انبیاء و اولیاء کے مزارات پر قرآن خوانی' نوافل' ذکر الٰہی کیلئے حاضری بھی بہت بڑی مشکلات کا حل ہے' بارہا کا تجربہ ہے یہی وجہ ہے کہ محبوبان خدا کے مزارات پر شب و روز عوام کا تانتا بندھا رہتا ہے اگر ان مزارات پر قبہ جات اور دیگر سہولتیں نہ ہوں تو سب کو معلوم ہے کہ اگر مسجدوں میں ایسے انتظامات نہ ہوں تو ایک نمازی بھی مسجدوں میں نظر نہ

آئے۔

۳۔ انبیاء و اولیاء کے مزارات واجب التعظیم ہیں جیسا کہ فقیر نے گزشتہ ابواب میں تفصیل سے عرض کیا ہے اور ان کے مزارات پر قبہ جات بنانا ان کی تعظیم میں شامل ہے چنانچہ حضرت علامہ سید عبدالغنی نابلسی قدس سرہ لکھتے ہیں **فبناء القباب علی قبور العلماء و الاولیاء والصلحا و وضع الستور والعمائم و الثیاب علی قبورہم امر جائز اذا کان القصد بذ لک التعظیم فی اعین العامة حتی لا یحتقر و صاحب هذا القبر و کذا ایقا د اتضاویل واشمع عند قبور الاولیاء و الصلحا من باب التعظیم والاجد لال ایضا للاولیاء فالمقصد فیها مقصد حسن وتزر النزر الزیت واشمع للاولیاء یوقد عند قبورهم تعظیما لهم ومحبة فیهم جائز بعد لا ینبغی النهی عنه** (کشف النور والتحیتہ المختار' و درالمختار ج ۱ ص ۱۶۳) ترجمہ ! " علماء و اولیاء صلحا کے مزارات کے قبے اور غلاف اور عمامے اور کپڑے مزارات پر جائز ہیں جب اس سے مقصد تعظیم ہو تاکہ عوام ان کی عزت کریں حقارت نہ کریں ایسے ہی مزارات پر دیئے جلانا بھی تعظیم سے ہے پس ایسا مقصد عظیم ہے اولیاء کیلئے تیل اور شمع کی منت بھی جائز ہے کہ مزارات کے نزدیک روشنی کا انتظام کریں گے یہ اولیاء کی محبت و تعظیم میں داخل ہے جائز ہے اسے روکنا نہیں چاہئے"۔ اس کے باوجود وہابیوں دیوبندیوں نے سوالات ڈھونڈ لئے ہیں وہ یہ ہیں۔

سوال

حدیث شریف میں ہے کہ **نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان**

يجصص القبور ان يبنى عليه و ان يقعد عليه "حضور علیہ السلام نے منع فرمایا اس سے کہ قبروں پر گچ کیا جاوے اور اس سے کہ اس پر عمارت بنائی جاوے اور اس سے کہ اس پر بیٹھا جاوے" نیز عام فقہاء فرماتے ہیں **یکرہ البناء علی القبور** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین کام حرام ہیں قبر کو پختہ بنانا قبر پر عمارت بنانا اور قبر پر مجاور بن کر بیٹھنا۔ نوٹ ! یہ وہابیوں دیوبندیوں کا بتایا ہوا مفہوم ہے جو سراسر غلط ہے۔

جواب ۱

قبر کو پختہ کرنے سے منع ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت کی طرف ہے اس کو پختہ کیا جاوے اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا **ان یجصص القبور** یہ نہ فرمایا گیا علی القبور دوسرے یہ کہ عامۃ المسلمین کی قبور پختہ کی جاویں کیونکہ یہ بے فائدہ ہے اس معنی پر قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا تیسرے یہ کہ قبر کو سجاوٹ '**تکلف**' یا فخر کیلئے پختہ کیا یہ تینوں صورتیں منع ہیں اور اگر نشان باقی رکھنے کیلئے کسی ولی اللہ کی قبر پختہ کی جاوے تو جائز ہے کیونکہ حضور ﷺ نے عثمان ابن مطعون کی قبر پختہ پتھر کی بنائی جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ لمعات میں اسی **ان یجصص القبور** کے ماتحت ہے **لما فیه من الزينة والتكلف** کیونکہ اس میں محض سجاوٹ اور تکلف ہے جس سے معلوم ہوا کہ اگر اس لئے نہ ہو تو جائز ہے۔ **ان یبنی علیه** یعنی قبر پر عمارت بنانا منع فرمایا اس کے بعد بھی چند معانی ہیں۔

۱۔ خود قبر پر عمارت بنائی جاوے اس طرح کہ قبر دیوار میں شامل ہو

۰ جاوے چنانچہ شامی باب الدفن میں ہے وتکرہ الزیادۃ علیه کما فی المسلم نهی رسول الله صلی علیه وسلم ان یجصص القبرو ان یبنی علیه قبر کو پختہ کرنے اور اس پر کچھ بنانے سے منع فرمایا در مختار اس باب میں ہے وتکرہ الزیادۃ علیه من التراب لانه بمنزلة بمنزلة البناء قبر پر مٹی سیرزیادہ کرنا منع ہے کیونکہ یہ عمارت بنانے کے درجہ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر بناء کا مطلب یہ ہے کہ قبر دیوار میں آجائے اور گنبد بنانا یہ حول القبر یعنی قبر کے ارد گرد بنانا ہے یہ ممنوع نہیں۔

۲۔ یہ حکم عامتہ المسلمین کی قبروں کیلئے ہے۔

۳۔ اس بنا کی تفسیر خود دوسری حدیث نے کردی ہے جو کہ مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے الهم لا تجعل قبری و ثنا یعبد اشتد غضب الله علی قوم اتخذو قبور انبیاء هم مسجد "اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کی جاوے اس قوم پر خدا کا سخت غضب ہے جس نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنالیا"۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قبر کو مسجد بنانا اس پر عمارت بنا کر اس کی طرف نماز پڑھنا حرام ہے یہی اس حدیث سے مراد ہے قبروں پر نہ بناؤ مسجد' قبر کو مسجد بنانے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی عبادت کی جاوے' یا کم از کم اس کو قبلہ بنا کر اس کی طرف سجدہ کیا جاوے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں قال البیضاوی لما کانت الیهو د والنصری یسجد ون لقبور الانبیاء تعظیم لسانہم و یجعلو نها قبلة یتوجهون فی الصلواۃ نحوها

واتخذ وها اوثانا لعنهم و منع المسلمون عن مثل ذلک بیضاوی نے فرمایا کہ جب کہ یہود و نصاریٰ پیغمبروں کی قبروں کو تعظیما" سجدہ کرتے تھے اور اس کو قبلہ بنا کر اس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور ان قبور کو انہوں نے بت بنا رکھا تھا لہٰذا اس پر حضور علیہ السلام نے لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا گیا۔ یہ حدیث متعرض کی پیش کردہ حدیث کی تفسیر ہو گئی معلوم ہوا کہ قبہ بنانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ قبر کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا۔۔

۴۔ یہ ممانعت حکم شرعی نہیں ہے بلکہ زہد و تقویٰ کی تعلیم ہے جیسے کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ رہنے کے مکانات کو پختہ کرنے سے بھی روکا گیا بلکہ گرادیئے گئے۔

۵۔ جب بنانے والے کا یہ اعتقاد ہو کہ اس عمارت سے میت کو راحت یا فائدہ پہنچتا ہے تو منع ہے کہ یہ غلط خیال ہے اور اگر زائرین کی آسائش کیلئے عمارت بنائی جاوے تو جائز ہے۔ ہم نے یہ توجیہیں اس لئے کیں کہ بہت سے صحابہ کرام نے خاص خاص قبروں پر عمارات بنائی ہیں یہ فعل سنت صحابہ ہے' چنانچہ حضرت فاروق نے حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کے گرد عمارت بنائی' سیدنا ابن زبیر نے اس پر خوبصورت عمارت بنائی۔ امام زین العابدین کے اس فعل کے ماتحت ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب البکاء میں فرماتے ہیں الظاهر انه لاجتماع الاحباب للذ کر والقراء ۃ وحضور الاصحب بالمغفرة اما حمل فعلها علی العبث المکروه فغیر لائق لصنیع اهل البیت ظاہر یہ ہے کہ یہ قبہ دوستوں اور صحابہ کے جمع ہونے کیلئے تھا تاکہ ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کریں اور دعائے مغفرت کریں لیکن

ان بی بی کے اس کام کو محض بے فائدہ بتانا جو کہ مکروہ ہے یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔ معلوم ہوا کہ بلا فائدہ عمارت بنانا منع اور زائرین کے آرام کیلئے جائز ہے نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر پر قبہ بنایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر اور حضرت محمد ابن حنفیہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کی قبر پر قبہ بنایا جس کی تفصیل ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

درس عبرت

صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ عنہم کو قرآن خوانی اور احادیث فہمی نصیب نہیں تو پھر کسی کو نصیب نہیں جتنا روایات وہابیوں دیوبندیوں نے پیش کی ہیں اگر ان کا یہی مطلب ہوتا جو وہابیوں نے سمجھا ہے تو پھر ان حضرات سے احادیث مبارکہ کے خلاف کیسے ممکن ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ حضرات اپنی جانیں تو سولی پر لٹکا سکتے ہیں لیکن احادیث کے خلاف ہرگز نہیں کر سکتے۔ اور ان احادیث کا صرف یہ جوابات دینا کہ ضعیف ہیں یہ تحقیق جواب نہیں بلکہ جان چھڑانے والی بات ہے۔

غلط اور سراسر غلط

حدیث شریف میں یبنی علیہ سے قبہ وغیرہ کا معنی لینا حدیث کی تحریف ہے کیونکہ علیٰ کا مدخول ضمیر ہے جو قبر کی طرف راجع ہے جس کا معنی یہ ہے کہ قبر کو مکانیت کے طور استعمال نہ کرو کہ اس کی اہانت ہے اور اہانت و تحقیر کا قرینہ بھی بتاتا ہے کہ یہی معنی ہو جو ہم نے جان لیا ہے ایسے ہی قبر کی

تخصیص کا قرینہ بتاتا ہے کہ ایسے ہی قبر پر بیٹھنے سے قبر پر چڑھ کر بیٹھنا مراد ہے نہ کہ وہاں مجاور بننا' مجاور بننا تو جائز ہے کیونکہ مجاور اسی کو تو کہتے ہیں جو کہ قبر کا انتظام رکھے کھولنے بند کرنے کی چابی اپنے پاس رکھے وغیرہ وغیرہ یہ صحابہ کرام سے ثابت ہے حضرت عائشہ صدیقہ حضور علیہ السلام کی قبر انور کی منتظم اور چابی والی تھیں جب صحابہ کرام کو زیارت کرنی ہوتی تو ان سے ہی کھلوا کر زیارت کرتے سوائے وہابیوں کے۔

لطیفہ

دیو بندی پہلے ناجائز کہتے تھے لیکن اب نہیں کیونکہ وہ اب خود مزارات پر مجاور بنے بیٹھے ہیں اگر یہ مجاوری سے ہٹا دیئے جائیں تو پھر حرام کہیں گے۔

سوال

مشکواۃ باب القبور میں ہے **وعن ابی هیاج ن الاسدی قال قال لی علی الا ابعثک علی ما بعثنی رسول اللّٰہ السلام ان تدع تمثا لا الا طمثته ولا قبرا" مشرفا" الا سویته** ابوہیاج اسدی سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھ کو حضور علیہ السلام نے بھیجا تھا وہ یہ کہ تم کوئی تصویر نہ چھوڑو مگر مٹا دو اور نہ کوئی اونچی قبر مگر اس کو برابر کر دو۔

الجواب

حضور نبی پاک ﷺ کے اس ارشاد گرامی میں وہابیوں دیو بندیوں نے

سوچے بغیر اعتراض کردیا کیونکہ آپ کا یہ حکم غلبہ اسلام یعنی مدنی زندگی یعنی فتح مکرمہ کے بعد ہوا اور ظاہر ہے کہ اس سے قبل جتنا مسلمان فوت ہوئے ان کی قبریں آپ کی نگرانی میں تیار ہوئیں جیسے حضرت عثمان بن مظعون کی روایت گزری ہے کہ وہ قبر بھی بہت اونچی تھی تو آپ نے جتنا قبریں تیار کرائیں وہ غلط نہ تھیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن کے ڈھانے کا حکم فرمایا وہ کفار کی قبریں تھیں نہ کہ مسلمین کی۔ اس کی چند وجہ ہیں۔ اولاً تو یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ابو الہیاج کو اس کام کیلئے بھیجتا ہوں جس کیلئے مجھے حضور علیہ السلام نے بھیجا تھا حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جن قبروں کو حضرت علی نے گرایا وہ مسلمانوں کی قبریں نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ہر صحابی کے دفن میں حضور علیہ السلام شرکت فرماتے تھے نیز صحابہ کرام کوئی کام بھی حضور علیہ السلام کے بغیر مشورہ کے نہ کرتے تھے لہٰذا اس وقت جس قدر قبور مسلمین بنیں وہ یا تو حضور ﷺ کی موجودگی میں یا آپ کی اجازت سے تو وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو کہ ناجائز بن گئیں اور ان کو مٹانا پڑا۔ ہاں عیسائیوں کی قبور اونچی ہوتی تھیں بخاری شریف میں مسجد نبوی کی تعمیر کے بیان میں ہے **امر النبی علیہ السلام بقبور المشرکین فنبشت** حضور علیہ السلام نے مشرکین کی قبروں کا حکم دیا پس اکھیڑ دی گئیں۔

حوالہ جات ملاحظہ

۱۔ فتح الباری جلد دوم صفحہ ۲۶۰ میں ہے **هل تنبش قبور مشركی الجاهلية ای د ون غيرها من قبور الانبياء و اتباعهم لما فی ذ لک**

اهانة لهم کیا جاہلیت کے مشرکین کی قبریں اکھیڑ دی جائیں (باب میں) فرماتے ہیں ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں اہانت ہے دوسری جگہ فرماتے ہیں **و فی الحديث جواز تصرف فی المقبرة المملوكة و جواز نبش قبور الدارسة انا لم يكن محرمة** اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جو قبرستان ملک میں آگیا اس میں تصرف کرنا جائز ہے او ر پرانی قبریں اکھاڑ دی جاویں بشرطیکہ محترمہ نہ ہوں۔

فائدہ

اس حدیث اور اس کی شرح نے مخالف کی پیش کردہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کردی کہ مشرک کی قبریں گرائی جاویں دوسرے اس لئے کہ اس میں قبر کیساتھ فوٹو کا کیوں ذکر ہے مسلمان کی قبر پر فوٹو کہاں ہوتا ہے؟ معلوم ہوا کہ کفار کی قبریں ہی مراد ہیں کیونکہ ان کی قبروں پر میت کا فوٹو بھی ہوتا ہے تیسرے اس لئے کہ فرماتے ہیں کہ اونچی قبر کو زمین کے برابر کردو اور مسلمان کی قبر کیلئے تو حکم ہے کہ زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے اس کو بالکل پیوند زمین کرنا خلاف سنت ہے تسلیم کرنا ہوگا قبور کفار تھیں ورنہ تعجب ہے کہ سیدنا علی تو اونچے قبریں اکھڑوائیں اور ان کے فرزند محمد ابن حنفیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر پر قبہ بنائیں۔ اگر کسی مسلمان کی قبر اونچی بن بھی گئی تب بھی اس کو نہیں اکھیڑ سکتے کیونکہ اس میں مسلمان کی توہین ہے اولاً اونچی نہ بناؤ مگر جب بن جائے تو نہ مٹاؤ قرآن پاک چھوٹا سائز چھاپنا منع ہے (شامی کتاب الکراہیت) مگر جب چھپ گیا تو اس کو نہ پھینکو نہ جلاؤ کیونکہ اس میں قرآن

سوچے بغیر اعتراض کردیا کیونکہ آپ کا یہ حکم غلبہ اسلام یعنی مدنی زندگی یعنی فتح مکرمہ کے بعد ہوا اور ظاہر ہے کہ اس سے قبل جتنا مسلمان فوت ہوئے ان کی قبریں آپ کی نگرانی میں تیار ہوئیں جیسے حضرت عثمان بن مظعون کی روایت گزری ہے کہ وہ قبر بھی بہت اونچی تھی تو آپ نے جتنا قبریں تیار کرائیں وہ غلط نہ تھیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن کے ڈھانے کا حکم فرمایا وہ کفار کی قبریں تھیں نہ کہ مسلمین کی۔ اس کی چند وجہ ہیں۔ اولاً تو یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ابوالہیاج کو اس کام کیلئے بھیجتا ہوں جس کیلئے مجھے حضور علیہ السلام نے بھیجا تھا حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جن قبروں کو حضرت علی نے گرایا وہ مسلمانوں کی قبریں نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ہر صحابی کے دفن میں حضور علیہ السلام شرکت فرماتے تھے نیز صحابہ کرام کوئی کام بھی حضور علیہ السلام کے بغیر مشورہ کے نہ کرتے تھے لہٰذا اس وقت جس قدر قبور مسلمین بنیں وہ یا تو حضور ﷺ کی موجودگی میں یا آپ کی اجازت سے تو وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو کہ ناجائز بن گئیں اور ان کو مٹانا پڑا۔ ہاں عیسائیوں کی قبور اونچی ہوتی تھیں بخاری شریف میں مسجد نبوی کی تعمیر کے بیان میں ہے **امر النبی علیہ السلام بقبور المشرکین فنبشت** حضور علیہ السلام نے مشرکین کی قبروں کا حکم دیا پس اکھیڑ دی گئیں۔

حوالہ جات ملاحظہ

۱۔ فتح الباری جلد دوم صفحہ ۲۶۰ میں ہے **ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیة ای دون غیرھا من قبور الانبیاء و اتباعھم لما فی ذ لک**

اھانة لھم کیا جاہلیت کے مشرکین کی قبریں اکھیڑ دی جائیں (باب میں) فرماتے ہیں ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں اہانت ہے دوسری جگہ فرماتے ہیں **و فی الحدیث جواز تصرف فی المقبرة المملوکة و جواز نبش قبور الدارسة اذا لم یکن محرمة** اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جو قبرستان ملک میں آگیا اس میں تصرف کرنا جائز ہے اور پرانی قبریں اکھاڑ دی جاویں بشرطیکہ محترمہ نہ ہوں۔

فائدہ

اس حدیث اور اس کی شرح نے مخالف کی پیش کردہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کردی کہ مشرک کی قبریں گرائی جاویں دوسرے اس لئے کہ اس میں قبر کیساتھ فوٹو کا کیوں ذکر ہے مسلمان کی قبر پر فوٹو کہاں ہوتا ہے؟ معلوم ہوا کہ کفار کی قبریں ہی مراد ہیں کیونکہ ان کی قبروں پر میت کا فوٹو بھی ہوتا ہے تیسرے اس لئے کہ فرماتے ہیں کہ اونچی قبر کو زمین کے برابر کردو اور مسلمان کی قبر کیلئے تو حکم ہے کہ زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے اس کو بالکل پیوند زمین کرنا خلاف سنت ہے تسلیم کرنا ہوگا قبور کفار تھیں ورنہ تعجب ہے کہ سیدنا علی تو اونچی قبریں اکھڑوائیں اور ان کے فرزند محمد ابن حنفیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر پر قبہ بنائیں۔ اگر کسی مسلمان کی قبر اونچی بن بھی گئی تب بھی اس کو نہیں اکھیڑ سکتے کیونکہ اس میں مسلمان کی توہین ہے اولاً اونچی نہ بناؤ مگر جب بن جائے تو نہ مٹاؤ قرآن پاک چھوٹا سائز چھاپنا منع ہے (شامی کتاب الکراہیت) مگر جب چھپ گیا تو اس کو نہ پھینکو نہ جلاؤ کیونکہ اس میں قرآن

کی بے ادبی ہے احادیث میں وارد ہے کہ مسلمان کی قبر پر بیٹھنا یا پاخانہ کرنا وہاں جوتہ سے چلنا ویسے بھی اس پر چلنا پھرنا منع ہے مگر افسوس ہے کہ نجدی نے صحابہ کرام کے مزارات گرائے اور معلوم ہوا ہے کہ اب جدہ میں انگریز عیسائیوں کی اونچی اونچی قبریں برابر بن رہی ہیں صدق رسول اللہ ﷺ **یقتلون اهل الاسلام و یترکون اهل الاصنام** ہر ایک کو اپنی جنس سے محبت ہوتی ہے۔

سوال

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فرمایا کہ میت پر اعمال کا سایہ کافی ہے۔

جواب

ہاں اگر میت پر سایہ کرنے کیلئے قبہ بنایا تو منع ہے زائرین کے آرام کیلئے بنایا تو جائز ہے عینی شرح بخاری اسی حدیث ابن عمر کے ماتحت فرماتے ہیں **وهی اشارة الی ان ضرب الفسطاط بغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلا" للاحیاء لا لاظلال المیت جاز** ادھر اشارہ ہے کہ قبر پر صحیح غرض کیلئے خیمہ لگانا جیسے کہ زندوں کو دھوپ سے بچانے کیلئے نہ کہ میت کو سایہ کرنے کیلئے ہے تو جائز ہے اسی لئے ہمارے نزدیک عوام کی قبور پر گنبد بنانا ناجائز ہے کیونکہ عوام سے استفاضہ واستفادہ کیسا ہاں اگر کوئی اس کیلئے ایصال و ثواب کرنے کی نیت سے چند روزہ جھونپڑہ ڈالا یا سائبان لٹکا دے تو جائز ہے اگر مسلسل کسی کے ایصال و ثواب کیلئے عوام کا رجحان ہے تو بھی صرف اس نیت پر کہ اس میں عوام کو قرآن خوانی کی سہولت ہو تو جائز ہے۔ ہاں نام

نمود و ریاء کے طور پر بلاوجہ کسی قبر پر گنبد یا مکان بنادیا جائے تو ہمارے نزدیک ناجائز ہے وہابیوں دیوبندیوں کو ہماری یہ باتیں کب قبول ہیں وہ چاہتے ہیں دیر نہ ہو نجدی کی سنت ادا ہو اور گنبد اور قبے گرا دیئے جائیں اور بس۔

سوال

اگر اولیاء اللہ یا صحابہ کرام میں کچھ طاقت تھی تو نجدی وہابیوں سے اپنی قبروں کو کیوں نہ بچایا؟ معلوم ہوا کہ یہ محض مردے ہیں پھر ان کی تعظیم و توقیر کیسی؟

جواب

حضور علیہ السلام سے پہلے کعبہ معظمہ میں تین سو سات بت تھے اور احادیث میں ہے کہ قریب قیامت ایک شخص کعبہ شریف کو گرادے گا لاہور میں مسجد شہید گنج سکھوں کا گوردوارہ بنگئی بہت سی مساجد ہیں جو کہ برباد کر دی گئیں دور حاضرہ میں نجدی نے بہت سی مساجد گراکر سڑکیں بنادیں تو اگر کوئی کافر کہے کہ اگر خدا میں طاقت تھی تو اس نے اپنا گھر کیوں نہ بچالیا؟ اولیاء اللہ یا مقابر کی تعظیم ان کی محبوبیت کی وجہ سے کی جاتی ہے جیسے کہ مساجد اور کعبہ معظمہ کی تعظیم بھی اس لئے کہ انہیں اللہ تعالی سے تعلق اور نسبت ہے۔

خلاصتہ الجوابات

قبور پر بناء حرام ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن بناء علی القبر کا معنی قبے اور گنبد سمجھنا جہالت ہے کیونکہ علی کا تعلق قبر سے ہے نہ کہ ماحول (ارد گرد قبر) سے اور حضور نبی پاک کا مقصد بھی یہی ہے کہ قبر کے اوپر دیوار کھینچ کر تعمیر کرنا حرام ہے جیسے حدیث کے تمام جملوں کا یہی معنی ہے مثلاً" قبر پر بیٹھنا تو قبر کے اوپر بیٹھنا حرام ہے نہ اس کے ارد گرد کسی جگہ بیٹھنا اگر یہی معنی ہے تو پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا "قبور کی زیارت کرو" اس کا کیا معنی ہوگا؟

لطیفہ

کسی دور میں وہابیوں دیوبندیوں نے اس کا معنی مجاور بننا کیا تھا لیکن جب سے محکمہ اوقاف کی مہربانیوں سے دیو بندی وہابی خود مجاور بنے ہیں اس وقت سے خاموش ہیں اب تو مزارات کے چڑھاوے غلاف کے پارچات، حلوے، چُوریاں، چاول، سب حلال طیب ہیں تجربہ کر کے دیکھ لیں آج انہیں اوقاف کا محکمہ مزارات سے ہٹالے پھر وہی فتویٰ اور وہی چکر عود کر آئے گا۔

غور کرو مسلمانو!

بناء علی القبر سے قبے اور گنبد وغیرہ ہرگز ہرگز مراد نہیں بلکہ اس پر دیوار کھینچنا یا اسے مکان کی تعمیر میں شامل کر دینا (جیسے آج کل پرانے گورستانوں کا حشر ہو رہا ہے) مراد ہے کیونکہ یہ قبور کی توہین ہے اور حضور علیہ السلام سنی مسلمانوں کی قبروں کی توہین گوارہ نہیں فرماتے اسی لئے اس پر

بیٹھنا و دیگر ہدایات بتائیں جن میں، مسلمانوں کی قبور کی تعظیم و تکریم کا سبق ملتا ہے اس بناء علی القبر میں قبور کو اہانت سے بچانا ہے اس کا قرینہ لا یجصیص بھی ہے اس لئے کہ یجصیص (چونہ گچ کرنا) بھی قبر کا منع ہے نہ کہ قبر کے ارد گرد اور یجصیص سے اس لئے روکا گیا کہ اس میں اسراف ہے جو عوام قبور کیلئے کوئی فائدہ نہیں اور انبیاء و اولیاء کی تعظیم و تکریم کا وہی حکم ہوگا جو مساجد کیلئے منقش کرنے کا ہے کیونکہ مساجد عبادتگاہیں ہیں تو انبیاء و اولیاء حق کی جلوہ گاہ ہیں لیکن سنی مسلمان کیلئے **(ولکن الوہابیتہ قوم لا یعقلون)**

آخری حوالہ

باصول وہابیہ دیو بندیہ گنبد خضرا (روضہ رسول اکرم ﷺ) ناجائز بنایا گیا ہے لیکن فقہاء کرام تو فرماتے ہیں گنبد خضرا کو دیکھنا اور بار بار دیکھنا مستحب ہے (مناسک علی قاری اور اس کی شرح ارشاد الساری وغیرہ وغیرہ)

قبہ مزار ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو ایوب انصاری میزبان رسول ﷺ غزوہ قسطنطنیہ کے دوران وصال ہوگیانماز جنازہ سے فراغت کے بعد آپ کے جنازہ کو اٹھا کر دشمن پر یکبارگی حملہ کردیا گیا اور قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچ کر فصیل کے بالکل نیچے آپ کو دفن کردیا گیا (عمدۃ القاری جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۹، ارشاد الساری جلد ۵ ص ۱۰۴، البدایتہ والنہایتہ جلد ۸ صف ۵۸/۵۹، ابن الاثیر جلد ۳ ص ۲۲۸، حاضر العالم الاسلامی ص ۲۱۵، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۶۲)

قیصر نے جب شہر کی فصیل سے دیکھا کہ مسلمان کوئی چیز دفن کررہے ہیں تو اس نے قاصد کی معرفت اس بارہ میں معلوم کیا یزید نے جواب دیا کہ یہ ہمارے رسول ﷺ کے صحابی کا جنازہ ہے انہوں نے تمہارے ملک کے اندر لے جاکر دفن کرنے کی خواہش کی تھی اب ہم ان کی اس خواہش کی تکمیل کررہے ہیں اگرچہ ہمیں اپنی جانیں ہی کیوں نہ دینی پڑیں (العقد الفرید ج ۳ ص ۳۳) یہ سن کر قیصر نے کہا کہ تمہارے جانے کے بعد ہم اس لاش کو نکال کر کتوں کے آگے ڈال دیں گے قیصر کی یہ بات سن کر یزید کو سخت غصہ آیا اور اس نے اسی غصے میں رومیوں کو مخاطب کرکے کہا **یا اهل القسطنطنية هذا رجل من اكابر اصحاب محمد نبينا و قد د فنا حيث ترون والله لئن تعرضتم له لاهد من كل كليسية فى ارض الاسلام ولا يضرب ناقوس بارض العرب ابدا** (تاریخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ٦٦' الاستیعاب ج۲ ص ٦٣٨' العقد الفرید ج ۳ ص ۱۳۳)

"اے قسطنطنیہ کے باشندو! یہ صاحب نبی اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ ہم نے انہیں جہاں دفن کیا ہے اللہ کی قسم! اگر تم نے ان کو کسی قسم کا ضرر پہنچایا تو ارض اسلام کے ہر کلیسہ کو منہدم کردوں گا اور عرب کی سرزمین میں کبھی ناقوس نہیں بجے گا"۔

قیصر نے جب یزید بن معاویہ کے منہ سے یہ تہدید آمیز کلمات سنے' تو مبہوت ہو گیا اور اس کو جرات نہ پڑی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اس صحابی کی نعش مبارک کی توہین کرسکے بلکہ اس نے ان کی قبر پر ایک قبہ بنوا دیا (العقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۳۳) اور رومی ان کی قبر مبارک پر جاکر عہد

کرتے' اور قحط کے زمانے میں ان کی قبر کے وسیلے سے دعائیں مانگتے (عمدۃ القاری جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۹) طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۵۰' البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۵۹' ابن الاثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۸' حاضر العالم الاسلامی صفحہ ۲۱۵)

تبصرہ اویسی

یہ حوالہ فقیر نے قبہ جات کے دشمنوں اور یزید کے عاشقوں کیلئے عمداً لکھا ہے وہ یزید کو قطعی جنتی اور امیر المومنین اور امام برحق مانتے ہیں تو انہیں لازم ہے کہ اپنے امام کی تقلید میں مزارات پر قبہ جات کا کارنامہ سرانجام دیں تاکہ ان کے امام کی روح خوش ہو ورنہ شیخ عطار رحمۃ اللہ کا فرمان مانیں "قوت نیکی نداری بد مکن" ترجمہ! "نیکی کی قوت نہیں تو برائی تو نہ کر" بنابریں کم از کم قبہ جات سے دشمنی چھوڑ دیں۔

فائدہ

مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہو رہا ہے کہ یزید ایک صحابی رسول ﷺ کی قبر کے تحفظ میں عیسائی بادشاہ کو چیلنج کررہا ہے لیکن افسوس نجدی یزید پرستی کے دعوی کے باوجود رسول اکرم ﷺ کے صحابہ اہل بیت کے مزارات سے جو دشمنی کا مظاہرہ کررہا ہے بالخصوص دور حاضرہ ۱۴۱۹ھ میں اس نے رسول اللہ ﷺ کی والدہ کریمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر (مزار) بے دردی سے کھود ڈالی اور غلط طریقہ سے اس کی بے حرمتی کی تفصیل کیلئے دیکھئے "الدرۃ الکامنہ فی تحقیق قبر آمنہ"۔

یزید کے دھمکانے سے قیصر گھبرا گیا جس پر ابو ایوب انصاری ؓ کا

تحفظ ہوگیا افسوس کہ آج کل کی اسلامی حکومتیں اتنا بے حس ہیں کہ کوئی ا
بھی حکومت کا سربراہ ایسا نہیں جو نجدی کی آنکھ سے آنکھ ملا کر کہہ سنائے کہ
قبر آمنہ اسی طرح تمام صحابہ و اہل بیت کے مزارات کے بے حرمتی سے ا
آجا ورنہ تیری تباہی و ہلاکت ہے لیکن افسوس کہ تمام اسلامی حکومتوں کے
سربراہ ایسے خاموش ہیں گویا انہیں سانپ سونگھ گیا ہے۔

☆ مزارات پر حاضری پھر وہاں پر اہل مزار کو وسیلہ بنا کر مشکلات کیلئے
دعائیں مانگنا اہل اسلام کا قدیمی طریقہ ہے سوائے نجدیوں وہابیوں کے اس
کوئی بھی منکر نہیں تھا اور نہ ہے۔

واللہ تعالی و رسولہ (صلی اللہ علیہ وسلم) الاعلی اعلم بالغیب

الفقیر القادری ابو صالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

۴ شوال المکرم ۱۴۰۸ھ بہاول پور پاکستان

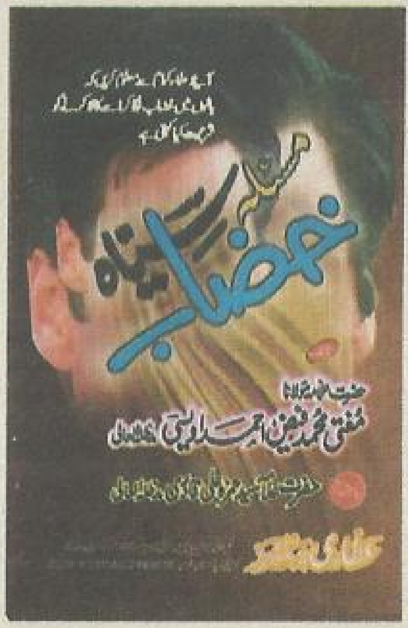
الحمد للہ ! اس پُرفتن دور میں بھی ایسے ولیء کامل موجود ہیں جو عوام النّاس کے ایمان کی حفاظت کی فکر میں لگے رہتے ہیں انہی ولیء کامل نے فرمایا کہ روزانہ اس طرح توبہ کرلیا کرو۔

یا اللہ عزوجل! اگر مجھ سے کوئی کلمئہ کفر سرزد ہوگیا ہو تو اس سے توبہ کرتا ہوں۔

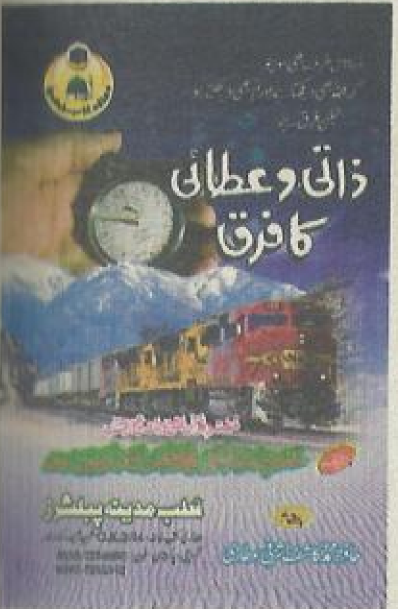
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ

❄❄❄❄❄❄

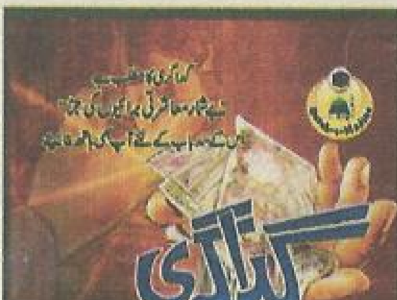
عطاری پبلشرز



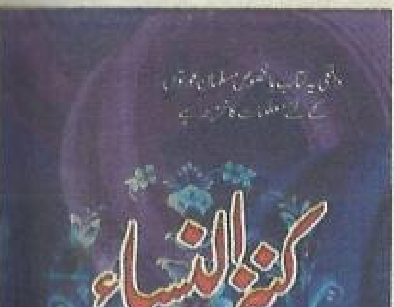
خضاب



ذاتی وعطائی
کا فرق
قلب مدینہ پبلشرز



گداگری
اور اس کا علاج
قلب مدینہ پبلشرز



کنز النساء

نبی و لی کی قبروں پر قبہ جات کے جواز کے منکرین کے دلائل اور اُن کے جواب:

۱۔حدیث جابرؓ:مسلم شریف:حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ :نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ۔......ہم تو اس خبر واحد کی سند کو صحیح مانتے ہیں۔مگر اس سند کے صحیح ہونے سے بعض کو اختلاف بھی ہے۔اور ان کے مقابل ہماری کسی مستدل روایت میں یہ ابن الزبیر (محمد بن مسلم بن تدریس) ہوتا تو ہمارے یہ مہربان بتاتے کہ:تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے لکھا ہے:وقال أبو زرعة وأبو حاتم :لا يحتج به، وكان أيوب يقول :أخبرنا أبو الزبير وأبو الزبير وأبو الزبير قال أحمد بن حنبل: يعني يضعفه بذلك ۔مطلب یہ کہ ابو زرعہ،ابو حاتم اور ایوب اُس کو معتبر نہیں جانتے تھے۔اور میزان الاعتدال سے بتایا جاتا کہ امام شعبہ نے اُس میں شرعی عیب (کم تولنے والا،نماز غلط پڑھنے والا،جھگڑنے پر گالی دینے والا،مخالف پر افترا باندھنے والا) پایا ہے اور اُس میں کلام کیا ہے۔تہذیب التہذیب میں سے مزید بتایا جاتا :وقال ابن عيينة كان أبو الزبير عندنا بمنزلة خبز الشعير إذا لم نجد عمرو بن دينار ذهبنا إليه ۔یعنی ابن عیینہ نے کہا کہ ابوالزبیر ہمارے لئے جو کی روٹی ہے۔جب ہم عمرو بن دینار (گندم کی روٹی) کو نہیں پاتے تو اس (جو کی روٹی) کے پاس جاتے ہیں۔......اور کہا جاتا کہ ان پانچ محدثین کے نزدیک تو یہ سند ہی صحیح نہیں ہے بلکہ ضعیف ہے۔اور نا قابل احتجاج ہے۔......کبھی بتایا جاتا کہ تہذیب الاسماء میں نووی نے لکھا:وروى له البخاري مقرونًا به غير محتج به على انفراده۔پس امام بخاری اکیلے ابوالزبیر کی روایت کو حجت نہیں مانتے۔......تو کیا ایسی سند کے بھروسے پر اب ہم جمہور مسلمانوں کو سرکار ﷺ کا نافرمان کہنا جس کی سند کے ایک راوی پر خود فسق کا الزام ہو، درست ہوسکتا ہے۔

۲۔حدیث ابوسعید خدری:مسند ابویعلی:حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّرْسِيُّ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ :نَهَى نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبْنَى عَلَى الْقُبُورِ، أَوْ يُقْعَدَ عَلَيْهَا، أَوْ يُصَلَّى عَلَيْهَا۔......قاسم بن مخیمرہ کا حضرت ابوسعید سے سننا ثابت نہیں۔......ہم کوئی ایسی منقطع روایت پیش کریں تو ہمارے یہ مہربان ہمارا تمسخر اُڑاتے

ہیں۔۔۔۔۔کیا جمہور مسلمانوں کی تفسیق کے لئے منقطع روایت کافی ہوسکتی ہے؟

۳۔حدیث ام المؤمنین ام سلمہ:مسند احمد: - 26555 حَدَّثَنَا حَسَنٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ نَاعِمٍ، مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ " :نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبْنَى عَلَى الْقَبْرِ، أَوْ يُجَصَّصَ ۔۔۔۔۔ابن لہیعہ پر کلام مشہور ہے۔اور ابولہیعہ کی بات مان کر جمہور مسلمانوں کی تفسیق تو نہیں کی جاسکتی۔

۴۔حدیث مولا علی بواسطہ ابوالہیاج اسدی:مسلم شریف میں ہے:حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ، قَالَ :قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ :أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ۔۔۔۔۔ترمذی شریف میں اس کے تحت لکھا ہے:حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ۔۔۔۔۔

اس روایت کے راوی ابووائل (شقیق بن سلمہ) علوی سے عثمانی ہوئے،وہ ابن زیاد اور حجاج کا دفاع کرتے ہیں (یہ ناصبیت ہے) اور جنگ صفین میں حضرت علی کے خلاف حصہ بھی لے چکے ہیں۔اور قبور مسلمین کو زمین برابر کرنے کا معنی لینے کی صورت میں یہ روایت اُن کی صفین کی جنگ کا تسلسل معلوم ہوتی ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے ادوار کی برقرار قبور مسلمین پر حضرت علی نے کلہاڑا چلوا کر زمین کے برابر کر دیا تو یہ حضرت علی کے خلاف اعتراض ہی ہوا۔۔۔۔۔یونہی اگر ابووائل کے علوی ہونے کے دور کی یہ روایت ہو تو خلفائے ثلاثہ پر طعن ہے کہ انہوں نے قبور کو غیر شرعی رہنے دیا اور اگر اُس کے عثمانی ہونے کے دور کی یہ روایت ہو تو یہ حضرت علی پر طعن ہے۔۔۔۔۔مبشر ربانی کی کتاب کلمہ گو مشرک کے صفحہ ۱۴۸ پر ابووائل کی سند کے علاوہ اس روایت کی تین اور سندیں دی گئی ہیں۔مگر ایک سند میں ابومحمد الھذلی ہے وہ غیر معروف ہے،دوسری سند میں یونس بن خباب رافضی کذاب ہے، تیسری سند میں اشعث بن سوار ضعیف الحدیث ہے۔الغرض

لرز رہی ہے مری لو پڑے پڑے ہی ظفر   وہ لے چلے ہیں کہاں سامنے ہوا کے مجھے

اس روایت کے ساتھ حضرت فضالہ بن عبید کی حدیث بیان کی جاتی ہے کہ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَأْمُرُ بِتَسْوِيَتِهَا ۔(مسلم)۔اِس حدیث کا تعلق وقت دفن سے ہے تو یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ

پہلے قبر اونچی بنالو اور پھر اُسے مسمار کرکے زمین برابر کردو۔اس لئے اس کا معنی قبر کو درست کرنا لیا جائے گا۔۔۔۔۔۔ جیسے قرآن پاک میں ہے:رفع سمکھا فسواھا۔فسواھن سبع سماوات۔الذی خلق فسوی۔ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی۔۔۔۔۔۔پس کسی شئے کو بنانے کے وقت اگر تسویہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو وہ اُسے درست کرنے کے معنی میں لیا جاتا ہے،اُسے مسمار کرنے کے معنی میں لینا ہرگز درست نہیں۔تاریخ ابن شبہ میں ہے:أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ تَزُورُ قَبْرَ حَمْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، تَرُمُّهُ وَتُصْلِحُهُ، وَقَدْ تَعَلَّمَتْهُ بِحَجَرٍ۔ بے شک فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ کی قبر کی زیارت کیا کرتیں اور اس کی مرمت واصلاح فرماتیں اور بے شک آپ نے پہچان کے لئے اُس پر پتھر لگایا۔ (وفاءالوفاء۔خلاصۃ الوفاء)۔۔۔۔۔۔پس قبر مسلم کی مرمت واصلاح وپہچان نمایاں کی جاتی ہے۔اور یہی اُس قبر کا درست کرنا ہے۔

قبر فی البناء اور قبر عند المسجد کا ثبوت:

بشمول اِن مذکورہ بالا صحابہ کرام (حضرت جابر،حضرت ام سلمہ،حضرت ابوسعید،حضرت علی) کے متعدد صحابہ کرام سے یہ حدیث پاک مروی ہے کہ:

ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ۔

جو جگہ میرے حجرہ اور میرے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں سے ایک باغ ہے۔

(راوی:حضرت علی۔تخریج:کامل ابن عدی،البحر الزخار۔۔۔۔۔۔راوی:حضرت جابر۔تخریج:حلیۃ الاولیاء لابی نعیم۔تاریخ بغداد۔۔۔۔راوی:حضرت ام سلمہ۔تخریج:سنن کبری نسائی۔۔۔۔۔۔راوی:حضرت ابوسعید۔تخریج:مسند احمد۔موطا مالک)

ما بین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ۔

جو جگہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں سے ایک باغ ہے۔

(راوی:حضرت علی۔تخریج:عیون الاثر۔تہذیب الکمال للمزی۔۔۔۔راوی:حضرت جابر۔تخریج:شعب الایمان للبیہقی۔تاریخ بغداد۔۔۔۔راوی:حضرت ام سلمہ۔تخریج:سنن کبری نسائی۔۔۔۔۔۔راوی:حضرت ابوسعید۔تخریج:مسند احمد۔مسند ابو یعلی۔شرح مشکل الآثار)

یہاں سے یہ مسئلے معلوم ہوتے ہیں:

۱۔سرکار ﷺ نے ایک جگہ بیتی یا حجرتی فرمایا اور دوسری جگہ قبری فرمایا۔پس آپ کو پتہ تھا کہ میری قبر میرے بیت اور میرے حجرے میں بنے گی اور میں یہیں وفات پاؤں گا حالانکہ یہ بات غیوب خمسہ میں سے ہے۔

۲۔یہ کہ قبر معظم کے پاس منبر و مسجد و سجدہ گاہ کا ہونا جائز ہے اور وہاں نماز پڑھنا بھی درست ہے بشرطیکہ قبر کو سجدہ نہ کیا جائے۔اصحاب کہف کی غار کے منہ کے پاس مسجد بنانے کو اسی مسئلہ کے شواہد میں سے شمار کرلو۔۔اور شب معراج نبی کریم ﷺ نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبروں کے پاس نماز پڑھی (روح البیان،سورۃ الاسراء) اور خانہ کعبہ کے پاس بھی تین سو انبیائے کرام کی قبور مبارکہ موجود ہیں۔أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، قَالَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ الْأَفْطَسُ، قَالَ :مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَيَهْرَبُ مِنْ قَوْمِهِ إِلَى الْكَعْبَةِ يَعْبُدُ رَبَّهَا، وَإِنَّ حَوْلَهَا لَقُبُورَ ثَلَاثِمِائَةِ نَبِيٍّ......أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، قَالَ :قَبْرُ هُودٍ وَصَالِحٍ وَشُعَيْبٍ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔(کتاب الآثار،باب غسل الشہید۔امام محمد)۔پس امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی قبر کے پاس سجدہ و مسجد تب نا جائز ہے جب سجدہ قبر کو کیا جائے ورنہ نہیں۔اور جن صحابہ و تابعین نے قبر پہ خیمہ (تھوڑی مدت کے لئے بنایا جانے والا قبہ) بنایا تو اُن سے بھی نماز قبر سے دور جا کر پڑھنا مذکور نہیں ہے۔یونہی ہر جمعہ کو حضرت حمزہ کی قبر کے پاس حضرت فاطمہ آ کر نماز پڑھا کرتی تھیں (مستدرک حاکم عن علیؓ) اور امام ابوحنیفہ کی قبر کے پاس امام شافعی نماز پڑھا کرتے (الخیرات الحسان،تاریخ بغداد)۔

۳۔نبی کریم ﷺ کی قبر فی البناء ہونا جائز ہے اور اُن کے لئے بناء علی القبر بھی جائز ہے اور آپ ﷺ کو وہیں بناء کے نیچے دفن ہونا پسند تھا۔ترمذی شریف میں حضرت ابوبکر صدیق سے حدیث مرفوع مروی ہے:مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلاَّ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ۔اللہ اپنے نبی کی روح اُسی جگہ قبض کرتا ہے جہاں وہ دفن ہونا محبوب رکھتا ہے۔موطا امام مالک میں حدیث ہے:مَا دُفِنَ نَبِيٌّ قَطُّ إِلاَّ فِي مَكَانِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ۔جو نبی جس مکان میں فوت ہوتا ہے اُسی مکان میں دفن کیا جاتا ہے۔......حضرت عائشہ نے اپنے حجرے میں تین چاند اترتے دیکھے تھے (کنز العمال) وہ سرکار ﷺ اور شیخین تھے۔......مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے:فأقوم أنا وَعِيسَى بن مَرْيَمَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ۔یعنی قیامت کے دن میں اور عیسیٰ ابن مریم ایک ہی مقبرہ (مزار) سے ابوبکر و عمر کے درمیان اُٹھیں گے۔......حضرت عائشہ خود اور حضرت

امام حسن بھی اسی حجرہ پاک میں دفن ہونے کی تمنا رکھتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے حضرت عمر نے اپنے بیٹے عبداللہ کے ذریعے حجرہ پاک میں سرکار ﷺ کے ہمراہ دفن ہونے کی اجازت مانگی تو انہوں نے کہا کہ: كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي فَلأُوثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي۔ (بخاری، الجنائز، باب ماجاء فی قبر النبی ﷺ)۔ میں یہ اپنے لئے چاہتی تھی، تو آج عمر کو اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہوں۔ امام حسن نے وفات سے پہلے امام حسین کو بتایا: قَدْ كُنْتُ طَلَبْتُ إِلَى عَائِشَةَ أَنْ أُدْفَنَ مع رسول الله صلى الله عليه و آله وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ نَعَمْ۔ میں نے حضرت عائشہ سے اجازت طلب کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن کردیا جاؤں، انہوں نے ہاں کہی۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی، تاریخ الاسلام ذہبی، تاریخ الملطیفہ امام سخاوی)۔ وقد كانت أباحت له عائشة أن يدفن مع رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ في بيتها، و كان سألها ذلك في مرضه، فلما مات منع من ذلك مروان وبنو أمية..... والله لا يدفن هناك أبدًا، منعوا عثمان من دفنه في المقبرة، ويريدون دفن الحسن في بيت عائشة (الاستیعاب ابن عبدالبر)۔

الغرض وہاں مروان نے امام حسن کی قبر فی البناء نہ بننے دی۔..... یہاں سے نبی اور وارثِ نبی کی قبروں کا قبہ کے نیچے ہونے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔..... دیوبندی امیر شریعت کا قبر پر گنبد کو شرک فی الرسالت کے مترادف قرار دینا بہت بڑی جہالت ہے، شرک فی الرسالت کا مرتکب ختم نبوت کا منکر ہوتا ہے۔ کیا شیخین کریمین کو وہاں گنبد خضریٰ کے اندر دفن کرنے والے اُن کو شریک فی الرسالت جانتے تھے اور وہ سب ختم نبوت کے منکر تھے؟

..... البدایہ والنہایہ میں حضرت علی کی قبر پاک کے متعلق ایک قول یوں لکھا ہے: رَوَى الْحَافِظُ ابن عساكر عن الحسن قَالَ: دَفَنْتُ عَلِيًّا فِي حُجْرَةٍ یعنی امام حسن نے فرمایا کہ میں نے بابا علی کو ایک حجرے میں دفن کیا ہے۔..... سمہودی کی وفاء الوفاء میں حضرت فاطمۃ الزہراء کی قبر پاک کے متعلق ایک قول یہ ہے: أن جعفر بن محمد كان يقول: قبر فاطمة في بيتها الذي أدخله عمر بن عبد العزيز في المسجد۔ امام جعفر صادق فرمایا کرتے تھے کہ حضرت فاطمہؓ کی قبر اپنے بیت کے اندر تھی جسے عمر بن عبدالعزیز نے (مسجد نبوی کی توسیع کے وقت) مسجد میں داخل کردیا تھا۔ اسی کتاب میں مزید ہے کہ: عن زيد بن السائب قال: أخبرني جدي قال: لما حفر عقيل بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه في داره بئرا وقع على

حجر منقوش مكتوب فيه قبر أم حبيبة بنت صخر بن حرب فدفن عقيل البئر، وبنى عليه بيتـــا۔ زید بن سائب نے کہا کہ مجھے میرے دادا نے خبر دی کہ عقیل بن ابو طالب (م ۶۰ھ) نے جب اپنے دار میں کنواں کھودنا چاہا تو ایک پتھر نکلا جس پر منقوش و مکتوب تھا: ''ام حبیبہ (م ۴۴ھ) بنت صخر بن حرب کی قبر''۔ تو عقیل نے کنواں دفن کر دیا اور اُس پر بیت بنا دیا۔...... پس بعض خاص قبور پر بناء ہونے کا جواز ان سلف سے ثابت ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں القبور (عام قبروں) پر عمارت بنانے کو بدعت ضلالت لکھنے (زیر حدیث: ۱۶۸) کے باوجود خواص کے متعلق (زیر حدیث: ۱۶۹۷) لکھا: قَدْ أَبَاحَ السَّلَفُ الْبِنَاءَ عَلَى قَبْرِ الْمَشَايِخِ وَالْعُلَمَاءِ وَالْمَشْهُورِينَ۔ بے شک سلف نے مشائخ اور مشہور علماء کی قبروں پر بناء تعمیر کرنے کو جائز مانا ہے۔ یہی مضمون علامہ طاہر فتنی نے مجمع بحار الانوار میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مطالب المومنین کے حوالہ سے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے۔ محدث کرمانی نے جیتے جی اپنا مزار بنایا۔ امام ابوحنیفہ نے خانہ کعبہ میں تین نبیوں کی قبریں بتا کر اور انکار نہ کر کے خواص کے لئے قبر پر بناء ہونے کا جواز ہی ظاہر کیا ہے۔ (کتاب الآثار، امام محمد)۔ امام شعرانی نے بھی امام ابوحنیفہ سے جواز کا قول لیا ہے۔ امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے کراہت کا قول لکھا ہے۔ تو اس کی تطبیق دو طرح ممکن ہے، اولاً عوام کیلئے کراہت اور خواص کیلئے جواز۔ ثانیاً کراہت تنزیہی جو جواز مع کراہت کو ظاہر کرتا ہے۔......

درمختار میں ہے: وَلَا يُرْفَعُ عَلَيْهِ بِنَاءٌ. وَقِيلَ: لَا بَأْسَ بِهِ، وَهُوَ الْمُخْتَارُ۔ كَمَا فِي كَرَاهَةِ السِّرَاجِيَّةِ۔...... شامی میں ہے: (قَوْلُهُ وَلَا يُرْفَعُ عَلَيْهِ بِنَاءٌ) أَيْ يَحْرُمُ لَوْ لِلزِّينَةِ، وَيُكْرَهُ لَوْ لِلْإِحْكَامِ بَعْدَ الدَّفْنِ،...... وَفِي الْأَحْكَامِ عَنْ جَامِعِ الْفَتَاوَى: وَقِيلَ لَا يُكْرَهُ الْبِنَاءُ إذَا كَانَ الْمَيِّتُ مِنْ الْمَشَايِخِ وَالْعُلَمَاءِ وَالسَّادَاتِ اهـ۔ قُلْت: لَكِنْ هَذَا فِي غَيْرِ الْمَقَابِرِ الْمُسَبَّلَةِ كَمَا لَا يَخْفَى ...... وَأَمَّا الْبِنَاءُ عَلَيْهِ فَلَمْ أَرَ مَنْ اخْتَارَ جَوَازَهُ.

درمختار میں (بحوالہ السراجیہ) بنـــاء عـلـی الـقـبـر میں ہرج نہ ہونے کو مسلک مختار کہا گیا تو علامہ شامی نے وضاحت کی اور (بحوالہ الاحکام و جامع الفتاویٰ) مشائخ و علما و سادات کی قبور پر بناء کے مکروہ نہ ہونے کا قول لکھا اور مکروہ نہ ہونے کو مقابر مسبلہ کے ماسواء سے مقید کر دیا۔ اور مقابر مسبلہ کے متعلق لکھا کہ میں نہیں جانتا کہ (مقابر

مسئلہ میں بناءعلی القبر کا جواز) کسی کا مسلک مختار ہو۔علامہ عبدالغنی نابلسی اور علامہ اسماعیل حقی نے بھی قبور اولیاء پر بناء کے جواز کاقول کیا ہے۔ان سب کے برعکس قبور اولیاء پر بناء کے جائز نہ ہونے کے ثبوت میں صریح قول اکیلے قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا ہی پیش کیا جاتا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ قاضی صاحب اور ولی اللہی خاندان کی کتابیں وہابیہ نے شائع کی ہیں۔اور یہ معتبر ناشر نہیں بلکہ تحریف کنندہ ہیں۔اور پھر قاضی صاحب کیسے یہ لکھ سکتے ہیں جبکہ اُن کے شیخ الشیوخ حضرت مجددالف ثانی کے متعلق مکتوبات معصومیہ میں لکھا ہے:"نیز مبشر شدہ بودند کہ روضہ متبرک کہ قبر آنحضرت دراں است وصحن قدیم آں روضہ مقدسہ روضہ ایست از ریاض جنت ۔ مے فرمودند کہ مبشر شدہ ام با آن کہ اگر یک مشتے از خاک آں روضہ مبشرہ درقبرے شخصے باندازند امیدواریہا عظیم،فکیف من دفن فیھا" (مکتوبات معصومیہ،۱:۷۰)۔نیز حضرت مجددالف ثانی خوشخبری دیے گئے کہ جس بابرکت روضہ میں آپ سرکار کی قبر ہے،وہ اور اُس کا صحن قدیم جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں خوشخبری دیا گیا ہوں کہ اگر اِس روضہ مبشرہ سے ایک مشت خاک کسی شخص کی قبر میں ڈالیں تو بڑی رحمت کی امید ہے،تو جو وہاں دفن ہوں گے،اُن کا کیا حال ہوگا؟!......قاضی صاحب مظہری مجددی ہیں وہ اپنے مجددالف ثانی کی بشارتوں کو کیونکر رد کر سکتے ہیں۔یقیناً یہ وہابیوں کی تحریفات ہیں۔

فقہائے کرام نے قبر میں پختہ اینٹیں لگانے کو مکروہ جانا ہے(یکرہ الآجُر)تو اس کی وضاحت بھی فقہاء نے ہی کر دی ہے کہ زمین نرم اور کمزور ہو تو لوہے کے تابوت کی طرح پختہ اینٹ لگانے میں بھی کوئی ہرج نہیں (امام ابوبکر بن فضل،مبسوط سرخسی،البحرالرائق،بدائع الصنائع،محیط برہانی،الجوہرۃ النیرۃ،مجمع الانہر)۔پتھر کا تابوت بنانے کی بھی اجازت ہے۔(درمختار،دررالاحکام،تبیین الحقائق)۔مرقاۃ میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے اوپر دو پتھر لگائے۔لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ حَجَرَيْنِ عَلَى قَبْرِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ۔اس کی تائید صحیح بخاری کی اُس تعلیق سے ہوتی ہے،جس میں ہے کہ:وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ :رَأَيْتُنِى وَ نَحْنُ شُبَّانٌ فِى زَمَنِ عُثْمَانَ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُ، وَإِنَّ أَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِى يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ حَتَّى يُجَاوِزَهُ۔دورِ عثمان غنیؓ میں نوجوانی کی قوت کا معیار حضرت عثمانؓ بن مظعون کی قبر جتنا اونچا جمپ لگانا تھا۔ظاہر ہے کہ ایک بالشت اونچی قبر تو کسی کے ہائی جمپ کا معیار نہیں ہوسکتی۔

فقہائے کرام نے یہ کہا کہ اگر قبر کے اندر کچی اینٹ لگی ہوتو باہر پختہ اینٹ لگانا مکروہ نہیں۔۔۔۔۔۔محیط برہانی میں ہے: لکن ینبغی أن یضع مما یلی المیت اللبن۔۔۔۔۔الجوہرہ نیرہ میں ہے: يَنْبَغِي أَنْ يُوضَعَ مِمَّا يَلِي الْمَيِّتَ اللَّبِنُ .وَقَالَ التُّمُرْتَاشِيُّ إِنَّمَا يُكْرَهُ الْآجُرُّ إِذَا كَانَ مِمَّا يَلِي الْمَيِّتَ أَمَّا إِذَا كَانَ مِنْ فَوْقِ اللَّبِنِ لَا يُكْرَه ۔۔۔۔۔علامہ عینی کی البنایہ شرح ہدایہ میں ہے:عند بعض مشایخنا إذا جعل الآجر خلف اللبن علی اللحد لا بأس به ۔۔۔۔۔البحر الرائق :وَقَيَّدَهُ فِي شَرْحِ الْمَجْمَعِ بِأَنْ يَكُونَ حَوْلَهُ أَمَّا لَوْ كَانَ فَوْقَهُ لَا يُكْرَهُ۔۔۔۔۔عالمگیری:وَيُكْرَهُ الْآجُرُّ فِي اللَّحْدِ إذَا كَانَ يَلِي الْمَيِّتَ، كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ۔۔۔۔۔طحطاوی:قال فی الخانیة یکره الآجر إذا کان مما یلی المیت أما فیما وراء ذلك فلا بأس وفی الحسامی وقد نص إسمعیل الزاهد بالآجر خلف اللبن علی اللحد وأوصی به کذا فی الشرح ۔۔۔۔۔درمختار:(وَيُسَوَّى اللَّبِنُ وَالْقَصَبُ لَا الْآجُرُّ) الْمَطْبُوخُ وَالْخَشَبُ لَوْ حَوْلَهُ، أَمَّا فَوْقَهُ فَلَا يُكْرَهُ ابْنُ مَالِكٍ ۔۔۔۔۔شامی :قَالَ فِي الْحِلْيَةِ :وَكَرِهُوا الْآجُرَّ وَأَلْوَاحَ الْخَشَبِ. وَقَالَ الْإِمَامُ التُّمُرْتَاشِيُّ :هَذَا إذَا كَانَ حَوْلَ الْمَيِّتِ، فَلَوْ فَوْقَهُ لَا يُكْرَه۔

قبر پر پختہ اینٹ لگانے کی اجازت ہے، درندے کا خدشہ وغیرہ کے سبب۔۔۔۔۔الجوہرہ نیرہ میں ہے:وَقَالَ التُّمُرْتَاشِيُّ إِنَّمَا يُكْرَهُ الْآجُرُّ إِذَا كَانَ مِمَّا يَلِي الْمَيِّتَ أَمَّا إِذَا كَانَ مِنْ فَوْقِ اللَّبِنِ لَا يُكْرَهُ لِأَنَّهُ يَكُونُ عِصْمَةً مِنْ السَّبُعِ وَصِيَانَةً عَنْ النَّبْش ۔۔۔۔۔البحر الرائق :لِأَنَّهُ يَكُونُ عِصْمَةً مِنْ السَّبُعِ ۔۔۔۔۔مراقی الفلاح :قال بعض مشایخنا إنما یکره الآجر إذا أرید به الزینة أما إذا أرید به دفع أذی السباع أو شیء آخر لا یکره ۔

۔۔۔۔۔امام شافعی نے کتاب الام میں فرمایا:فَإِنْ كَانَتْ الْقُبُورُ فِي الْأَرْضِ يَمْلِكُهَا الْمَوْتَى فِي حَيَاتِهِمْ أَوْ وَرَثَتُهُمْ بَعْدَهُمْ لَمْ يُهْدَمْ شَيْءٌ أَنْ يُبْنَى مِنْهَا ۔اگر قبور ایسی زمین میں ہوں کہ میت زندگی میں اُس جگہ کے مالک ہوں یا اُن کے بعد اُن کے وارث مالک ہوں تو اُس (بناء علی القبر) سے کچھ بھی منہدم نہیں کیا جائے گا جو اِس سبب سے تعمیر ہوئی۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔دیوبندیوں وہابیوں کے مقتداءوامام مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں قبر پر شامیانہ کھڑا کرنے کو

بھی شرکیات میں شمار کیا ہے، جب کہ:

بخاری، باب من اکرہ اتخاذ المساجد: وَلَمَّا مَاتَ الحَسَنُ بْنُ الحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ القُبَّةَ عَلَى قَبْرِهِ سَنَةً، ثُمَّ رُفِعَتْ۔

((اس کی سند میں محمد بن حمید کونشانہ بنایا گیا ہے۔۔۔۔۔ دوراوی اس نام کے ہیں۔اور جو محمد بن حمید تعلیقات بخاری (خت) کا راوی ہے وہ ثقہ ہے۔ہمارے مہربان نے دوسرے محمد بن حمید کی جرح کو تعلیقات بخاری والے محمد بن حمید پر چسپاں کر کے جلد بازی اور خطا کی ہے۔۔۔۔۔ تقریب التہذیب میں ہے: 5834- محمد ابن حميد ابن حيان الرازی حافظ ضعيف، د ت ق۔۔۔۔۔ 5835- محمد ابن حميد اليشكری أبو سفيان المعمری نزيل بغداد ثقة ، خت م س ق))۔۔۔۔۔ غیبی ندا کا غلط مطلب لیتے ہوئے نجدی زادے تو حضرت امام حسن کی بہو اور حضرت امام حسین کی بیٹی کے اس پاک عمل کا مذاق اُڑاتے ہیں مگر ملا علی قاری نے فرمایا: واما حمل فعلها علی العبث المكروه فغير لائق بصنيع اهل البيت۔ (مرقاۃ) اس فعل کو فضول و مکروہ پر محمول کریں تو یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔

بخاری، باب الجریدۃ علی القبر: وَرَأَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فُسْطَاطًا عَلَى قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ۔ عمدۃ القاری، باب من اکرہ اتخاذ المساجد، میں ہے: وَضرب عمر رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ على قبر زَيْنَب بنت جحش۔۔۔۔۔ وَضربت عَائِشَة على قبر أَخِيهَا ۔۔۔۔۔ وضربه مُحَمَّد بن الْحَنَفِيَّة على قبر ابْن عَبَّاس۔

الاصابۃ عن ابن سعد: مات الحكم بن أبي العاص في خلافة عثمان، فضرب على قبره فسطاط في يوم صائف، فتكلم الناس في ذلك، فقال عثمان: قد ضرب في عهد عمر على زينب بنت جحش فسطاط، فهل رأيتم عائبا عاب ذلك؟۔

حضرت زینب بنت جحش، حضرت ابن عباس، حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر، حضرت حسن بن علی وغیرہم کی قبور مبارکہ پر قبہ جات (خیمہ جات) بنائے گئے۔وہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عائشہ، حضرت محمد بن حنفیہ، حضرت فاطمہ بنت حسین نے بنائے۔کیا یہ خیمے، یہ عارضی گنبد، بنوانے والے سب لوگ مشرک تھے؟

(اگر مدینہ شریف میں آخری صحابی ۸۷ھ میں فوت ہوئے بھی تو کیا ہوگیا؟ اب ہم نے تو ۹۷ھ سے پہلے فوت ہونے والوں کی قبروں پر بھی قبے دکھادیے ہیں۔ دیوبندی راہ سنت: ۱۸۴ میں سرفراز گکھڑوی نے ان کو بے اصل اور بے سند روایتیں کہہ کر جان چھڑائی ہے۔ پھر ان روایات کو صحیح وصریح حدیث کے مقابل بتایا ہے مگر قبر پر خیمہ بنانے کی ممانعت بلکہ شرک ہونے کی کوئی صحیح صریح حدیث پیش نہیں کی)۔

اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے بناء علی القبر کو ناجائز مگر قبر فی البناء کو جائز کہا ہے (بوادر النوادر)۔ مگر بعد میں آنے والوں کو کیا پتہ کہ پہلے عمارت بنی یا پہلے قبر بنی۔ دونوں کا حاصل (عمارت کے اندر قبر) تو ایک ہے۔ تو ممانعت وہی ہوگی کہ قبر کے عین اوپر دیوار بنائی جائے جو زیادت علی القبر ہوگی۔

مفتی عزیزالرحمان نے لکھا: ''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ السلام کی قبر پر پہنچے اور وہ دو رکعت نفل پڑھی اور انہدام قبر کا حکم نہیں فرمایا۔ لہٰذا یہ انہدام قبات کا جس نے کیا اچھا نہ کیا''۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔۵:۳۸۹)۔

بانی دارالعلوم دیوبند کی تعلیم یہ ہے کہ کسی حیلے بہانے سے ابلیس کا مزار بہشت میں بنایا جائے۔

جو چھو بھی لیوے سگ کوچہ ترا اس کی نعش

تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار   قصائد قاسمی

یارسول اللہ اگر آپ کی گلی کا کتا ابلیس کی نعش کو چھو گیا تو پھر ہم دیوبندی ابلیس کا مزار بھی بہشت میں بنائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے صحابہ واہل بیت کی قبور پر تو تم لوگ مزارات حرمین شریفین میں برداشت نہ کرسکے تو کیا تمہارے نزدیک آپ ﷺ کی گلی کے کتے کی اہمیت آپ ﷺ سے (معاذ اللہ) زیادہ ہے؟

جامعہ اَزہر کا تازہ ترین فتویٰ

ترجمہ وتلخیص

محمد افروز قادری چریاکوٹی

(دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ)
afrozqadri@gmail.com

جامعہ اَزہر، مصر کے اَربابِ فقہ وافتا نے ایک سلگتے ہوے سوال کے جواب میں بڑا ہی معرکۃ الآرا، فکرانگیز، ایمان افروز اور چشم کشا فتویٰ رقم فرمایا ہے، افادۂ عام کے لیے اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ -چریاکوٹی-

استفتا: اس وقت لیبیا کے اندر کچھ لوگ ایک نئی فکر لے کر خودرو پودے کی مانند اُگ آئے ہیں، خود کو سلف صالحین سے وابستہ بتاتے ہیں؛ مگر یہ بڑا ظلم ہے، اور اس کی حقیقت بہتان وفریب کے سوا کچھ نہیں۔ علماے اَعلام، اولیاے کاملین، اور شہدا وصالحین کے مزارات کے قبوں کو مسمار کرنا، قبروں کی کھدائی، اور اُن کے (پختہ وبلند) مقبروں کے نشانات اپنے ہاتھوں، کلہاڑوں اور جدید آلات کے ذریعہ اُکھاڑ پھینکنا اُن کے اَہداف واَغراض میں سرفہرست ہے۔ اور یہ سارا سیاہ کام بلا کسی اطلاع وہ رات کی تاریکیوں میں کرگزرتے ہیں۔

اِس منحوس عمل کو اُس فکر جدید کے حاملین کی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ پورے شہر میں بس وہی لوگ نہ صرف ایسے فکرواِعتقاد کے حامل ہیں بلکہ لوگوں کے اندر بھی اس کی ترویج واِشاعت میں وہ سرگرداں نظر آتے ہیں۔ اُن کے اپنے خودساختہ عقیدے کے مطابق اَولیا وصالحین کی قبروں پر قبے اور عمارات تعمیر کرنا کفروگمرہی ہے۔ یوں ہی اُن پر مساجد بنانا اور ایسی مسجدوں میں نماز اَدا کرنا بھی اُن کے نزدیک حرام کے زمرے میں آتا ہے؛ حالاں کہ انھیں یہ پتا ہوتا ہے کہ اِن قبروں میں بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منسوب ہیں، کچھ کبار علما ومشائخ کی ہیں جن کی پوری زندگی دعوت اِلی اللہ سے عبارت رہی۔ کچھ اِعلاے کلمۃ اللہ کی خاطر بعض اِسلام مخالف جنگوں میں اپنی جانوں کا نذرانہ لٹا دینے والوں کی ہیں؛ مستزاد یہ کہ جن قبروں کو وہ مسمار کیے دیتے ہیں، وہ محکمہ آثارِ قدیمہ کے زیرحمایت ہیں، اور اُن میں سے بیشتر پانچ سو سال قدیم ہیں۔ ان میں زیادہ تر مزارات اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہیں، جن کے ثبوت آج بھی تصویری شکل میں انٹرنیٹ پر دیکھے اور دکھائے جاسکتے ہیں۔

اس تعلق سے علما ومشائخ کا تحقیقی فتویٰ درکار ہے؛ کیوں کہ وہ عوام میں یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ '(ان مزارات کے اِنہدام کی شکل میں ہم دین کی حقیقی خدمت) اور شرک وگمرہی کے اَڈوں کا خاتمہ کررہے ہیں'۔

مرسلہ: محمد سالم عجیل۔ بتاریخ: ۲۳/۱۰/۲۰۱۱ء-

مقید برقم: ۵۱۴۔ سال: ۲۰۱۱ء-

الجواب: اِسلام نے مُردوں کی حرمت کا بھی پاس ولحاظ رکھا ہے، اور اُن کی توہین وتذلیل کسی بھی طریقے سے حرام قرار دی ہے؛ لہٰذا اُن کی قبروں کی کھدائی کا یہ عمل کیوں کر جائز ہوسکتا ہے؟۔ ایک مسلمان مرنے کے بعد بھی وہی عزت وتکریم رکھتا ہے

جو جیتے جی اُسے حاصل تھی۔ اور اگر صاحب قبر' اہل اللہ اور صلحاے اُمت سے ہوں تو پھر اُن کے مزارات کے ساتھ یہ زیادتی نہ صرف اَشد حرام ہوگی بلکہ نا قابل برداشت جرمِ عظیم بھی۔ کیوں کہ یہ وہ مقدس مقامات ہوتے ہیں جہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ جس نے انھیں میلی نگاہ سے دیکھا، یا انھیں کسی بھی طرح تکلیف واذیت دینے کا سوچا تو گویا وہ مالک الملک کے خلاف کھلم کھلا اعلانِ جنگ کررہا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث قدسی ہے: 'جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی مول لی، تو میری طرف سے اُسے کھلی دعوتِ جنگ ہے'۔ (صحیح بخاری)

غور طلب اَمر یہ ہے کہ قبر کی جگہ یا تو خود مرنے والے کی اپنی ملک ہوتی ہے، یا کوئی وہ جگہ اُس کے لیے وقف کردیتا ہے، اور وقف' حکم شرع ہی کی مانند ہے؛ لہٰذا اس اعتبار سے بھی اُس قبر کی کھدائی یا اُس پر تعمیر شدہ قبوں اور عمارات کی مسماری یا اس جگہ کو جس بھی مد میں استعمال کیا جارہا ہو (اس کا انہدام واستحصال کسی طور) جائز نہیں ہوگا۔

بعض لوگ جو یہ شوشہ چھوڑتے ہیں کہ اُن مسجدوں میں نماز باطل ہے جن میں اولیا وصالحین کی قبریں موجود ہوں تو یہ ایک فتنہ ہے اور اس کا حقیقت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ایسی مسجدوں میں نماز شرعاً نہ صرف جائز ودرست ہے؛ بلکہ درجۂ اِستحباب میں ہے۔ اس پر کتاب وسنت کے صریح وصحیح دلائل موجود ہیں، سلف صالحین کا اسی پر عمل رہا ہے اور اُن کی اقتدا میں اَخلاف اسی پر کاربند ہیں۔ اَب اُس کے حرام وباطل ہونے کی بات کرنا کسی نئے فتنے کو ہوا دینے کے مترادف ہے، اہل اسلام اس کی طرف مطلق توجہ نہ دیں اور نہ اس پر کبھی عمل کریں۔

كتاب الله : قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے :

فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَاناً رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِداً ٥ (کہف:۲۱)

(جب اصحاب کہف وفات پاگئے) تو انہوں نے کہا کہ ان (کے غار) پر ایک عمارت (بطور یادگار) بنا دو، ان کا رب ان (کے حال) سے خوب واقف ہے، ان (ایمان والوں) نے کہا جنہیں ان کے معاملہ پر غلبہ حاصل تھا کہ ہم ان (کے دروازہ) پر ضرور ایک مسجد بنائیں گے (تاکہ مسلمان اس میں نماز پڑھیں اور ان کی قربت سے خصوصی برکت حاصل کریں)۔

اِس آیت کریمہ کا سیاق وسباق بتارہا ہے کہ پہلا قول مشرکین کا ہے، اور دوسرا قول اہل توحید کا۔ خاص بات یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بغیر کسی اِنکار کے دونوں قول کو اپنی آخری کتاب کا حصہ بنادیا ہے، تو اس سے شریعت میں دونوں کے نفاذ کا اِشارہ ملتا ہے۔ بلکہ موحدین کے قول کا جب قولِ مشرکین سے موازنہ کیا جائے تو اہل توحید کی بات مدح کا فائدہ دے رہی ہے؛ کیوں کہ مشرکین کی بات تشکیک آمیز تھی، جب کہ اہل توحید کی قطعی اور حتمی۔ اور ان کی مراد کوئی عام یادگار عمارت نہیں بلکہ مسجد تھی۔

امام رازی اپنی تفسیر میں 'لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِداً' کے تحت فرماتے ہیں: 'تاکہ ہم اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت وبندگی اِختیار کریں، اور اس مسجد کا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اس کی برکت سے اصحاب کہف کے آثار (رہتی دنیا تک) باقی رہیں گے'۔

علامہ شہاب خفاجی اپنے حاشیہ تفسیر بیضاوی میں فرماتے ہیں: 'اس آیت کریمہ نے صالحین کی قبروں پر مسجدیں تعمیر کرنے کی واضح دلیل فراہم کردی'۔

سنة رسول الله : سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے اس کا ثبوت حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے امام عبدالرزاق نے معمر سے، ابن اسحٰق نے اپنی سیرت میں، اور موسیٰ بن عقبہ نے اپنی مغازی میں نقل کیا ہے۔ یاد

رہے کہ امامانِ مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم کی شہادت کے مطابق یہ مغازی کی سب سے مستند کتاب ہے۔ ان تینوں نے یہ روایت امام زہری سے لی ہے، انھوں نے عروہ بن زبیر سے، وہ مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہم سے کہ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کی تدفین ابو جندل بن سہیل بن عمرو کے ہاتھوں عمل میں آئی، اور انھوں نے تین سو صحابہ کرام کی موجودگی میں ساحل سمندر سے لگے اُن کی قبر پر ایک مسجد کی تعمیر بھی کر دی‘۔ یہ صحیح الاسناد روایت ہے، اس کے سارے امام ثقہ ہیں۔ اَب ظاہر ہے ایسا عظیم الشان کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخفی تو نہ رکھا گیا ہوگا؛ مگر ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس قبر کو مسجد سے نکالنے یا اس کی کھدائی کا حکم جاری فرمایا ہو۔

مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ ’مسجد خیف کے اندر (۷۰) ستر نبیوں کی قبریں ہیں‘۔ اس کی تخریج امام بزار، اور طبرانی نے اپنی کتاب معجم کبیر میں کی۔ حافظ ابن حجر ’مختصر زوائد البزار‘ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

آثار و اَخبار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا خانہ کعبہ کے حطیم میں مدفون ہیں۔ مستند مورخین نے اس کا تذکرہ اپنی کتابوں میں کیا ہے، اور علماے سیرت مثلاً ابن اسحٰق نے اپنی سیرت، ابن طبری نے اپنی تاریخ، سہیلی نے روض الانف، ابن جوزی نے منتظم، ابن اثیر نے کامل، ذہبی نے تاریخ الاسلام، اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے مورخین نے اپنی اپنی کتب میں یہ روایت درج کی ہے؛ لیکن غور طلب اَمر یہ ہے کہ معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن قبروں کو اپنی جگہ برقرار رکھا۔ انھیں ان کی جگہوں سے ہٹانے، یا کھدائی کر کے مسجد خیف یا مسجد حرام سے باہر نکلوانے کا کوئی عمل (اپنی حیاتِ طیبہ میں) نہیں فرمایا!۔

عمل صحابہ : صحابہ کرام کے عمل سے اس کا ثبوت وہ صحیح روایت ہے جسے امام مالک نے اپنی ’موطا‘ میں نقل کیا ہے کہ جس وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو جاے تدفین کے تعلق سے صحابہ کرام کے درمیان اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا: منبر نبوی کے پاس۔ بعض نے کہا: بقیع میں؛ اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے :

ما دفن نبی قط الا فی مکانه الذی توفی فیه ۔

یعنی ہر نبی کی تدفین ٹھیک اُسی جگہ عمل میں آئی جہاں اس نے وفات پائی۔

چنانچہ (حجرۂ عائشہ میں جہاں آپ نے چشم مبارک بند کی تھی) قبر کھودی گئی۔ اور یہ بات طے ہے کہ ’منبر‘ مسجد کا حصہ ہوتا ہے؛ لیکن اُس وقت کسی صحابی نے اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ ہاں! ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس رائے سے صرف اِس بنیاد پر اتفاق نہیں کیا کہ ان کے پاس ایک دوسرا حکم نبی موجود تھا کہ آپ کی تدفین وہیں عمل میں آئے جہاں روحِ مبارک پرواز کرے۔ اس طرح حجرۂ عائشہ میں آپ کو دفن کر دیا گیا جو مسجد سے بالکل ملا ہوا ہے اور جہاں مسلمان نمازیں اَدا کیا کرتے ہیں۔ اور بالکل یہی صورت ہمارے زمانے میں بھی ہے کہ جہاں اولیا و صالحین کے حجرے تھے ان سے متصل مسجد بنادی گئی۔

اس موقع پر بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ’مسجد کے اندر رہنا صرف قبرِ نبی کی خصوصیت ہے‘؛ مگر یہ درست نہیں، اور اس کی حیثیت دعوےٰ بلا دلیل کی سی ہے؛ کیوں کہ اس حجرۂ عائشہ میں نہ صرف تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں بلکہ ساتھ ہی

ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی مدفون ہیں جس میں وہ رہتی تھیں، اور اپنی پنج وقتہ و نفلی نمازیں پڑھتی تھیں؛ تو گویا مسجد کے اندر قبر کے جائز ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا۔

اجماعی اور عملی طور پر اُمت محمدیہ اسی پر کاربند ہے، اور علماے اُمت اس پر متفق ہیں کہ سلفا و خلفا اہل اسلام کا مسجد نبوی، اور اُن مساجد میں -جن میں قبریں موجود ہیں- نماز پڑھنا بلا انکار جائز ہے۔ اور یہ کوئی آج کے علما کا عمل نہیں بلکہ مدینہ منورہ کے اُن سات فقہا کے زمانے سے چلا آرہا ہے جنھوں نے ۸۸ھ میں متفقہ طور پر حجرۂ رسول کو مسجد نبوی میں شامل کرلیا تھا۔ یہ کام حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے مدینہ کی گورنری کے عہد میں ولید بن عبدالملک کے حکم پر عمل میں آیا۔ اس دور کے علما و فقہا میں سے کسی نے اس پر کوئی اختلاف نہیں کیا، سوائے سعید بن مسیب کے۔ اور اِن کا اعتراض بھی اس لیے نہیں تھا کہ وہ ایسی مساجد میں نماز کو حرام سمجھتے تھے جن میں قبریں ہوں؛ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حجراتِ نبوی کو اُن کی اپنی اصل حالت پر باقی دیکھنا چاہتے تھے؛ تاکہ اہل اسلام کو اُن سے عبرت پذیری حاصل ہو، اور وہ اسے دیکھ کر اپنے اندر زہد، اور دنیا بیزاری پیدا کریں، اور انھیں کچھ اندازہ ہوسکیں کہ پیارے آقا رحمت سراپا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ کے مبارک دن کس طرح اور کہاں گزارے ہیں!۔

رہی بات صحیحین میں مروی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اُس حدیث کی کہ تاجدار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے :

لعن اللّٰہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور أنبیائھم مساجدَ ۔

یعنی یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا رکھا ہے۔

تو یاد رہے کہ مساجد 'مسجد' کی جمع ہے، اور اس کے اندر مصدر میمی ہے، جس میں زمان ومکان اور حدث پر دلالت کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ تو یہاں قبروں کو مساجد بنانے کا معنی یہ ہے کہ بروجہ تعظیم اُن قبروں کے سجدے کیے جائیں اور ان کی عبادت شروع ہوجائے، جس طرح کہ مشرکین کا بتوں کے ساتھ معاملہ ہے۔ اس کی تائید 'طبقاتِ ابن سعد' میں موجود ایک دوسری صحیح روایت سے بھی ہوتی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا :

اللھم لا تجعل قبری وثنا، لعن اللّٰہ قوما اتخذوا قبور انبیائھم مساجد ۔

یعنی اے اللہ! میری قبر کو بت پرستی کی نحوست سے پاک رکھنا۔ خدا کی ان لوگوں پر لعنت پڑے جنھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

تو اس حدیث میں یہ ٹکڑا 'لعن اللہ قوما' دراصل 'جعل القبر وثنا' کا بیان واقع ہوا ہے۔ حدیث کا مفاد یہ ہے کہ اے اللہ! میری قبر کو بت نہ ہونے دینا کہ جس کے سجدے کیے جائیں اور جس کی عبادت کی جائے، جس طرح کہ کچھ لوگوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدے کیے ہیں۔

امام بیضاوی فرماتے ہیں: جب یہود ونصاریٰ اپنے انبیا کی تعظیم وتکریم میں اس حد تک بڑھ گئے کہ ان کی قبروں کو سجدے کرنے لگے، اور انھیں اپنا قبلہ بنا کر نماز میں ان کی طرف توجہ کرنے لگے، اور انھیں بالکل بت ہی بنالیا، تو ان پر اللہ کی پھٹکار نازل ہوئی، اور اہل اسلام کو ایسے عمل سے سختی سے منع کردیا گیا؛ لیکن کسی نیک ہستی کے پڑوس میں مسجد بنانا، یا اُن کے مقبرے میں نماز ادا کرنا اس مقصد سے کہ اُن کے روحانی فیوض وبرکات حاصل ہوں -نہ کہ بروجہ تعظیم وتوجہ- تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مدفن مسجد حرام میں ٹھیک حطیم کے اندر ہے، پھر وہ مسجد دنیا کی افضل ترین جگہ ہے، حتیٰ کہ ہر مصلی حالت نماز میں اسی کی طرف اپنے رخ کو متوجہ رکھتا ہے۔ صرف ایسے قبرستان میں نماز پڑھنا منع ہے جہاں قبریں کھلی ہوئی ہوں کہ اس میں نجاست ہوتی ہے۔

(لہٰذا ایسے صریح اور روشن دلائل وشواہد سے صرف نظر کر کے) کسی مزار کو اس کی اپنی جگہ سے ہٹانا، یا مسجد کے اندر سے کھدائی کر کے اسے باہر کر دینا، خصوصاً ایسی قبروں کو جو اولیا وصالحین اور شہدا وعلما کی طرف منسوب ہیں، یا اس کے نشانات کو محو کرنا اور اوپر کے حصے کو منہدم کر کے اسے زمین کے برابر کر دینا - یہ سارے اعمال خواہ کسی بھی صورت کے تحت ہوں - شرعاً حرام ہیں، اور گناہِ کبیرہ میں شامل ہیں؛ کیوں کہ اس میں عام مردوں کی بے حرمتی، اور اہل اللہ وصالحین کے حق میں بے ادبی ہے۔ اور انھیں کی شانِ اعلیٰ نشان میں کہا گیا تھا کہ جس نے اُن کو تکلیف واذیت دی وہ خود کو اللہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار رکھے۔ اور اُن کے تعلق سے ہمیں تو بس اتنا ہی حکم ہے کہ خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ ہر حال میں اُن کی تعظیم وتوقیر اور عزت وتکریم کی جائے۔

لہٰذا ہم دنیا جہان کے مسلمانوں سے عموماً اور ممالک اسلامیہ کے علما وفضلا، ائمہ ومشائخ، اور ذمہ داران اوقاف وغیرہ سے خصوصاً یہ دینی درخواست اور ضروری اپیل کرتے ہیں کہ وہ ایسی شیطانی کوششوں اور بے سروپا سرگرمیوں کو ناکام بنانے اور جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے میں پورے شد ومد کے ساتھ اپنا مذہبی کردار اور فرضِ منصبی ادا کریں۔

یہ لوگ شرق وغرب کے کونے کونے میں جا کر اُن اولیا وصالحین کی قبروں کو مسمار کر دینا چاہتے ہیں جسے خوش عقیدہ مسلمانوں نے اپنے اَدوار میں تعمیر کیا، اور جس کا آغاز خود ان کے مقدس نبی علیہ السلام کے روضۂ اقدس سے ہوتا ہے۔ اور جسے صحابۂ کرام نے بھی اپنے دور میں برتا ہے: جیسے جدہ کے ساحل پر مقبرۂ ابوبصیر رضی اللہ عنہ...... سرزمین مصر پر اہل بیت عظام مثلاً امام حسین، سیدہ زینب، اور سیدہ نفیسہ کے مقبرے، نیز برگزیدہ ائمہ مذاہب مثلاً امام شافعی، اور لیث بن سعد کی قبریں...... بغداد میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل، نیز اولیا وصالحین مثلاً شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی کے مزارات...... یوں ہی مصر میں ابوالحسن شاذلی، لیبیا میں عبدالسلام اسمر کے مقابر...... اساطین اُمت اور محدثین کرام میں بخارٰی کے اندر امام بخاری، مصر میں ابن ہشام انصاری، امام عینی، قسطلانی، اور سیدی احمد دردیر وغیرہ، ایسے اکابر واسلاف کے اسماے گرامی کی ایک لمبی فہرست ہے۔ (اُن لوگوں کے بقول) یہ سب شرک کے اَڈے اور مشرکین کے اعمال ہیں۔ اور جس وقت مسلمان یہ عمل بجالاتے ہیں تو وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے کی نحوست میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔ اُن کے نزدیک انبیا وصالحین سے توسل، ان کے مزارات ومکانات کی تعظیم وتوقیر بت پرستی اور شرک وبدعت کے زمرے میں آتی ہے؛ حالاں کہ اُمت اسلامیہ نسلاً بعد نسل صدیوں سے ان پر عمل پیرا چلی آرہی ہے۔

یہ لوگ مسلمانوں کو کافر وفاسق اور بدعتی بنانے میں اہل خوارج سے کسی طور کم نہیں بلکہ دو قدم آگے بڑھ کر اُمت اسلامیہ کی تہذیب وثقافت اور اس کے مجد وشرف کا جنازہ اُٹھانے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کی دیرینہ تمنا ہے کہ وہ مسلمانوں کے علمی، ثقافتی، اور تاریخی آثار وباقیات کو نوچ نوچ کر نابود کرڈالیں؛ تاکہ مسلمانوں کے دلوں سے احساس کی چنگاری بھی بجھ جائے، اور ان کے لوحِ ذہن پر یہ نقش ہوجائے کہ ان کے اَسلاف گمراہ وگمراہ گر، فاسق وفاجر، بت پرست، غیر اللہ کی پرستش کرنے والے، اور غیر شعوری طور پر شرک سے آلودہ تھے۔ (گویا ؏: اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے)

ان لوگوں کو یہ سب کچھ کرگزرنے کی جسارت وجرأت صرف اپنی بیمار سوچ، اور علمی ناپختگی کے باعث ہوئی؛ کیوں کہ

درحقیقت وہ آیات واحادیث جو غیر اللہ کی پرستش کرنے والے مشرکین کی بابت نازل ہوئی تھیں ان لوگوں نے اسے اُن اہل توحید مسلمانوں پر چسپاں کرنا شروع کردیا جن کے دل اللہ ورسول کی محبت سے آباد اور اولیا وصالحین کی عقیدت سے پرنور ہیں، اور جو (بحکم شرع) زندہ ومردہ بہرصورت اُن اہل اللہ کی تعظیم وتکریم بجالاتے ہیں۔

یقیناً یہ سب خوارج کی بولیاں ہیں۔ نام بدلا ہوا ہے مگر کام ہو بہو وہی ہے کہ وہ لوگ بھی مشرکین کے بارے میں نزول شدہ آیات کو قصداً اہل اسلام پر فٹ کرکے (اپنی ابلیسی سوچ کی تسکین کا سامان کرتے تھے، اور اُمت میں افتراق وانتشار کو ہوا دیتے تھے)۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے خوارج کا وصف بیان کرتے ہوئے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے، یوں ہی امام طبری نے بھی 'تہذیب الآثار' میں اسے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اس لیے دنیا جہان کے مسلمانوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس دین سوز دعوت وتبلیغ کے آگے ناقابل شکن دیوار بن کر کھڑے ہو جائیں، ان سرکشوں کی سرکشی پر بند باندھیں، اور ان کی بغاوت کی آگ کو ٹھنڈی کریں؛ ورنہ ہمارے اولیا وصالحین کے مزارات، ساداتِ کرام کے مقابر، اساطین اُمت، اور علما وشہداے ملت کے مقاماتِ مقدسہ بازیچہ اطفال بن کر رہ جائیں گی، اور یہ فاسق ومنافق لوگ بے سروپا بہانے تراش کر شیطان کے اشارۂ ابرو پر وہ کچھ کر ڈالیں گے جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

مصر کے بعض اولیا وصالحین کے مقاماتِ مقدسہ پر اس نوپید جماعت کی سورشیں بپا ہونے کے بعد 'مجمع البحوث الاسلامیہ' اپنی غیرتِ دینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوری شدومد کے ساتھ نہ صرف یہ فتویٰ جاری کرتی ہے بلکہ اُمت کے ذمہ داروں سے پرزور اپیل بھی کرتی ہے کہ وہ اس کھلے چیلنج کا مقابلہ کریں، انھیں سختی سے روکیں، اور یہ یقین رکھیں کہ اُن لوگوں کے یہ سارے تصرفات شرعاً حرام بھی ہیں اور عرفاً وقانوناً جرم بھی۔

جیسا کہ حال ہی میں مصر کے وزارتِ اوقاف سے یہ بیان شائع ہو چکا ہے کہ بدقسمتی سے ہمارے دور میں گھناؤنی ذہنیت رکھنے والا ایک ایسا گروہ نکل آیا ہے (جو دین کی تعبیر وتشریح من چاہی کرتا ہے) اُن کا مقصد لوگوں کو راہِ ہدایت سے ہٹانے کے سوا کچھ نہیں، انھیں علم کی ہوا تک نہیں لگی، وہ اہل اللہ پر بڑی جرأت وبے باکی دکھاتے ہیں، اور ان کے مزارات کو نذر آتش کرنے اور مسمار کردینے ہی کو عین توحید سمجھتے ہیں۔ مگر درحقیقت انھوں نے یہ روش اپنا کر اللہ ورسول کے غضب کو مول لیا ہے، اور مسلمانانِ عالم کو عموماً اور اہل مصر کو خصوصاً دلی رنج واذیت پہنچایا ہے۔ حالاں کہ ہر دور کے علماے اعلام کا اجماع چلا آرہا ہے کہ صالحین کی قبروں کی بے حرمتی، اُن کی مسماری یا کسی بھی طور سے ان کی بے ادبی شریعتِ اسلامیہ کی روح کے منافی ہے۔ جو بھی ایسا کرتا ہے سمجھیں وہ زمین میں فتنے فساد جگاتا ہے، اور قوم وملک کے اَمن وسکون کو غارت کرتا ہے'۔

لہٰذا شہر لیبیا وغیرہ، اور دیگر اسلامی ملکوں کے اَربابِ حل وعقد اور بااثر ورسوخ شخصیات کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس فتنے کا سد باب کریں، اور ایسے منحوس ہاتھوں کو اولیا وصالحین کے مزارات تک پہنچنے سے پہلے ہی مروڑ کے رکھ دیں؛ کیوں کہ اولیاے اُمت کے لیے اُن کے دل میں کوئی احترام وعقیدت کا کوئی شوشہ باقی نہیں رہا۔ - اللہ بس باقی ہوس- واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

امانۃ الفتوی

محمد وسام خضر، محمد شلبی، عبد اللہ عجمی حسن، علی عمر فاروق، محمد العاشور

۲۴/۱۰/۲۰۱۱ء

16.jpg

خود نبی پاک ﷺ کا حضرت آدم علیہ السلام قبے کے ساتھ

ٹیک لگا کر خطاب کرنا اور قبے کا آپ کے زمانے میں موجود ہونا

حدثنا محمد بن عبداللہ بن غیر قال نا ابی قال نا مالک وھو ابن معول عن ابی اسحٰق عن عمر وبن میمون عن عبداللہ قال خطبنا رسول اللہ ﷺ فاسند ظھرہ الیٰ قبة آدم فقال الا لا یدخل الجنة الا نفس مسلمة

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام کے قبے سے ٹیک لگا کر ہمیں خطاب فرمایا پھر فرمایا کہ جنت میں سوائے مسلمان آدمی کے کوئی شخص داخل نہیں ہوگا

(مسلم شریف جلد اصفحہ ۱۷ امطبوعہ بیروت)

وھابیوں جس طرح میں نے قبہ کا ثبوت ثابت کیا ہے اگر علمی جرأت ہے تو ثابت کرو کہ نبی پاک نے اپنی ظاہری زندگی پاک میں کوئی قبہ دیکھ کر فرمایا ہو کہ اس کو گرادو یہ حرام ہے

17.jpg

بنا علی القبر

(قبروں پر عمارت)



تحریر: الطاف حسین سعیدی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

بنا علی القبر (قبروں پر عمارت)

تحریر: الطاف حسین سعیدی

اللہ تعالٰی کی شان ہے کہ مخالفین حق دنیا میں تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء علیہم الرحمہ کوستاتے رہے، وفات کے بعد بھی اُن کی ایذا رسانی سے باز نہیں آتے، مختلف ادوار میں مختلف انداز سے ایذا رسانی کا یہ سلسلہ جاری رہا، ماضی قریب میں اس فتنے نے ایک یہ روپ بھی اختیار کیا کہ اللہ کے دین کے نام پر اللہ کے پیاروں کی قبریں گرانے کی تحریک شروع کی اور قوّت پکڑنے پر حرمین شریفین میں ہی صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے مقابر مقدسہ کو ملیا میٹ کر کے بے نام ونشان کر دیا۔

ان کا خیال ہے کہ نبی پاک ﷺ نے مسلمانوں کی قبریں زمین کے برابر کرنے کا حکم دیا تھا، اس لئے اونچی قبریں تو کیا صرف قبروں کے نشانات بھی زمین کے برابر کرنے کے منافی ہیں، یہ تو رعایت ہے کہ ہم نشان برقرار رہنے دے رہے ہیں، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حدیث میں قبر کو پختہ کرنے سے روکا گیا ہے اور مقدس قبروں کو بے نام ونشان کرنے سے شرک کا روکنا مقصود ہے جواُن کو سجدہ تعظیمی کرنے والے کرتے ہیں، اور یونہی ان ان ذوات قدسیہ سے مدد لینے کا دروازہ بھی بند ہو جائے گا اور اس طرح دنیائے اسلام سے شرک کی بیخ کنی ہو سکے گی، اس سلسلہ میں دشمنان قبور مقدسہ کی خدمت میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں۔

﴿1﴾۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالہیاج اسدی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ میں تمہیں اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کام کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا اور پھر آپ نے تصویریں مٹانے اور اونچی قبروں کو زمین کے برابر کرنے کے احکام بتائے۔ (صحیح مسلم)

نبی پاک ﷺ نے مسلمانوں کی قبریں گرانے کا کبھی بھی حکم نہیں دیا، بلکہ بخاری شریف اور مسلم شریف کتاب المساجد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ " **فامر النبی ﷺ بقبور المشرکین فنبشت ثم بالخرب فسویت** "، یعنی آپ ﷺ نے مشرکین کی قبریں اکھاڑنے کا حکم دیا پھر ناہموار جگہ کو برابر کر دیا گیا، یہ تسویہ قبور مشرکین کی قبروں کے ساتھ کیا گیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوالہیاج اسدی والی حدیث میں آپ نے اس جیسی جگہ بھیجے جانے کا ذکر کیا ہے، ورنہ مخالفین بتائیں کہ حضرت علی نے نبی پاک ﷺ کے حکم سے جو قبریں زمین کے برابر کی تھیں تھیں وہ کن صحابہ کی تھیں اور کہاں تھیں؟

﴿2﴾۔ اگر قبور مسلمین کو زمین کے برابر کرنا پڑے تو ظاہر ہے کہ اس کام کے لئے کدال چلانا پڑے گا اور کدال چلانے والا اُن قبور کو روندے گا، جب کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ کسی مسلمان کی قبر کو پامال کرنے کے مقابلے میں مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں انگاروں یا تلوار پر چلوں، (مصنف ابن ابی

شیبہ،سنن ابن ماجہ، مختصر احکام الجنائز(مترجم)، ناصر الدین البانی دمشقی،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ص ۲۲۳)،
لہذا مسلمان کی قبر کے احترام کے پیشِ نظر اُس کا انہدام کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے کہ نبی پاک ﷺ ہمیں قبر کے تسویہ کا حکم دیتے تھے (مسلم، نسائی، ابوداؤد، بیہقی)، تو اس کا تعلق دفن کے وقت سے ہے کہ قبر کو درست کر دو، تسویہ کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے، کبھی زمین برابر کرنے کے معنی میں، کبھی دو چیزوں کو برابر کرنے کے بارے میں اور کبھی تیار کرنے اور درست کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، لہذا موقع کی مناسبت کے لحاظ سے معنی لیا جائے گا، ہر جگہ زمین کے برابر کرنا یعنی مسمار کرنا اور منہدم کرنا نہیں لیا جاسکتا، چنانچہ یہ لفظ کافروں کی خواہش میں آیا **لو تسوی بھم الارض** (سورۃ النساء، آیت ۴۲)، جب یہ تخلیق آدم علیہ السلام یا تخلیق سماوات کے سلسلے میں آئے گا تو اس کا معنی تیار کرنا اور درست کرنا مراد لیا جائے گا، **فاذا سویتہ** کا معنی یہ نہیں کہ جب میں آدم کو مسمار کر دوں گا، اور **فسواھن سبع سماوات** کا معنی یہ نہیں کہ اس نے ساتوں آسمانوں (جو ہمیں گنبد نما نظر آتے ہیں) کو مسمار اور منہدم کر دیا، تسویہ کے باوجود بھی آسمانوں کی بلندی ختم نہیں ہوئی، **رفع سمکھا وسوّاھا** (سورۃ النزعت، آیت ۲۸) ''اُس کی چھت اونچی کی پھر اُسے ٹھیک کیا، اونچی چھت کا تسویہ ہوا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ چھت مسمار اور منہدم کر دی۔

اب حضرت فضالہ بن عبید جو تسویہ قبر مسلم کا حکم بوقت تدفین سناتے ہیں تو اس سے مراد قبر کو تیار اور درست کرنے کا حکم ہے کہ جو قبر کا ڈھیر بنایا ہے اُس کو اطراف اور اوپر سے پریس کر کے سیٹ کر دو، اور جو ابوالہیاج اسدی والی حدیث ہے اُس کا وقت تدفین سے ہرگز کوئی تعلق نہیں، اُس کا مطلب پرانے وہابی تو یہی لیتے ہیں کہ قبروں کو مسمار کرنے کا حکم ہے (ہدایۃ المستفید، ترجمہ فتح المجید شرح کتاب التوحید، از شیخ نجدی، ج ۲، ص ۱۵۴۰ تا ۱۵۴۳۔ عرف الجادی، ص ۶۰، از نواب نورالحسن ولد صدیق حسن بھوپالی)، مگر علماء حق کے مواخذوں سے تنگ آکر ''راہ سنت'' ص ۱۸۵ میں سرفراز گکھڑوی دیوبندی اور ''کلمہ گو مشرک'' ص ۱۵۰ میں مبشر ربانی غیر مقلد نے اس معنی سے پسپائی اختیار کرتے ہوئے ایک دوسرا معنی پیش کیا کہ عام قبروں کے برابر کرنا مراد ہے، اگرچہ یہ معنی ہمارے زیادہ خلاف نہیں، کیونکہ عام قبروں کے بارے میں ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اُنہیں عام قبروں جیسا رکھا جائے، لیکن اگر وہ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر جیسی خاص قبریں مراد لیں تو اُن قبروں کو ہم ان خود ساختہ معنی کی زد میں لانا ہرگز درست نہیں جانتے، پھر تمام قبروں کا سائز برابر رکھنا ہرگز ممکن نہیں کیونکہ یہ اُس قاعدے کے خلاف ہے کہ جتنی مٹی لحد سے نکلے وہی اوپر ڈالی جائے۔

اب ظاہر ہے کہ ایک شیر خوار کی قبر سے کم مٹی باہر نکلے گی اور ایک بھاری بھر کم شخص کی قبر سے زیادہ مٹی باہر نکلے گی اور وہ بھی اُس کی قبر پر ڈالی جائے گی، تو ان دونوں قبروں کو سائز میں برابر کرنا اور اُسے حضرت ابوالہیاج اسدی کی حدیث کا مفہوم سمجھنا اندھیر نگری نہیں تو اور کیا ہے؟

﴿3﴾۔ بالشت برابر قبر اونچی کرنے کی کوئی بھی مرفوع قولی حدیث نہیں ملتی، اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے تو پیش کرے، اور جن حضرات نے نبی پاک ﷺ کی قبر انور کو ایک بالشت اونچا بتایا ہے، اُن کی بالشت کا سائز مذکور نہیں ملتا، مرفوع قولی حدیث میں تو اتنی بات ملتی ہے کہ جتنی مٹی قبر سے نکلے اُس سے زائد نہ ڈالنی چاہئے (کنز العمال، حدیث

۴۲۹۱۲)، چنانچہ احکام الجنائز میں البانی نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کرتے ہوئے لکھا ہے" وَاَن یُبنیٰ علیه(اَوْ یُزادَ علیه" (مختصر احکام الجنائز،ص ۲۲۰)، یعنی قبر کے عین اوپر دیوار تعمیر نہ کی جائے یا مٹی زائد نہ کی جائے، اب آپ قبر کی کھدائی کے وقت باہر نکلی ہوئی مٹی کو دفن کے بعد جب اوپر ڈالتے ہیں تو وہ ایک بالشت سے کافی اونچی ہو جاتی ہے، اور اگر اُسے مُسنَّم یعنی کوہان نما بنانے کی کوشش کریں گے تو وہ اور بھی زیادہ اونچی ہو جائے گی، اور یہ بات احناف اور غیر مقلدین کی بنائی ہوئی قبروں پر ہر صاحب انصاف مشاہدہ کر سکتا ہے، اور اگر اُن سب کو ہی کوئی شخص زمین کے برابر کرنے کا شوق رکھتا ہے تو وہ اپنا یہ قاعدہ پہلے اپنے گھر پر تو نافذ کرے، ہم غیر مقلدین حضرات سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے مسلک والوں کی قبروں کو ضرور ضرور زمین برابر کر دیں گے، جس طرح نبی پاک ﷺ نے مشرکین کی قبروں کو کھدوا کر زمین برابر کروایا تھا، تاکہ کوئی تو اُس حدیث پر اب بھی عمل کرے۔ (واضح رہے کہ قبر سے باہر نکلی ہوئی مٹی اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ بالشت برابر کوہان نما بننے سے پہلے نیچے تھوڑا سا چبوترہ خود بخود بن جاتا ہے)۔

﴿4﴾۔ نبی پاک ﷺ نے عام مسلمانوں اور خاص مسلمانوں کی قبروں میں فرق رکھا، چنانچہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے بعد قبر کے سر والی جانب ایک بھاری پتھر رکھا، جسے عام آدمی نہ اُٹھا سکتا تھا اور آپ ﷺ نے اپنی طاقت نبوت سے وہ اُٹھایا اور پھر فرمایا! اس سے میں اپنے بھائی کی قبر پہچان سکوں گا اور جو میرے خاندان سے وفات پائے گا، اس کے قریب دفن کروں گا۔ (ابوداؤد، سنن بیہقی، مختصر احکام الجنائز، البانی، ص ۱۶۴،۱۶۵)

اب مرفوع حدیث سے قبور المسلمین دو طرح کی ہو گئیں، ایک علامت والی اور دوسری بغیر علامت، یونہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی پاک ﷺ کی قبر انور عمارت میں بنائے جانے کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا فلو لا ذاک اُبرزَ قبرہ غیر انه خُشِیَ ان یتخذ مسجدا (بخاری، حدیث ۱۳۹۰، مسلم کتاب المساجد، حدیث ۵۲۹) "اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ ﷺ کی قبر مکان میں بنانے کی بجائے کھلی (اوپن) رکھی جاتی، لیکن اس بات کا خطرہ تھا کہ وہ سجدہ گاہ نہ بن جائے"۔

ام المومنین کا یہ قول بھی قبروں کو تقسیم کر رہا ہے کہ قبروں کی ایک قسم تو ایسی ہے جس کے سجدہ گاہ بننے کا خوف ہوتا ہے، اور دوسری قسم وہ ہے جن کے سجدہ گاہ بننے کا خوف نہیں ہوتا، اس سلسلے میں پہلی قسم کی قبروں کو سجدہ گاہ بننے سے بچانے کے لئے اُنہیں غیر مبروز (غیر کھلی، نان اوپن) جگہوں میں بنانا جائز ہے، اور اس مطلب یہی ہوگا کہ قبر مکان میں ہو اور وہاں ایسا پہرے دار (مجاور) بھی ہو جو قبر کو سجدہ گاہ بننے سے بچائے رکھے، ورنہ بتایا جائے کہ ام المومنین نے قبر فی البناء کی جو یہ علت بتائی ہے وہ حق ہے یا باطل؟

ابن تیمیہ نے "اقتضاء صراط مستقیم" میں تسلیم کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر فتوحات صحابہ کے زمانے میں بھی مکان کے اندر برقرار رکھی گئی، اور وہ مکان ۴۰۰ھ تک بند (غیر مبروز) رہا، اس سے بھی صحابہ کرام کا اجماعی مسئلہ معلوم ہوا کہ نبی کی قبر پر بنا (عمارت) جائز ہے۔

﴿5﴾۔ ظلم یہ بھی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وہ قبر جو دور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں اتنی اونچی تھی کہ اس پر سے چھلانگ لگانے والا بڑا نوجوان شمار کیا جاتا تھا (بخاری) اور اس کے سر کی جانب والا پتھر نبی

پاک ﷺ نے اپنے ہاتھ سے بطور نشان لگایا تھا، ایسی بابرکت نشان والی قبر کو بھی اطاعت رسول کے نام پر ڈھا کر بے نشان کیا گیا، کیا یہ بھی کوئی اتباع رسول ہے؟

آسماں را حق بود گر خوں ببارد برزمیں

اور اس طرح نشانی رسول کو اتباع رسول کے نام پر بے نشاں کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

﴿6﴾۔ نبی پاک ﷺ کی قبر انور (جو زمین سے صرف ایک بالشت اونچی تھی) پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنا چہرہ رکھے ہوئے پڑے تھے کہ مروان نے یہ دیکھ کر اعتراض کیا، اس پر حضرت ابوایوب انصاری نے یہ حدیث رسول سنائی کہ دین پر اُس وقت تک نہ رونا جب تک اہل لوگ حکمران ہوں، مگر جب اُس کے والی نااہل بن جائیں تو وہ وقت دین پر رونے کا وقت ہے۔ (مسند احمد، ج ۵، ص ۴۲۲۔ جامع صغیر، ص ۱۹۸، صححہ السیوطی)

حضرت ابوایوب انصاری نے مروان کے اعتراض کو اُس کی نااہلی قرار دیا، واقعی جو بوسے اور سجدے میں فرق نہ کرتے ہوں اور عشق اور شرک میں تمیز نہ رکھتے ہوں وہ حکمران اور عالم چاہے پہلی صدی کے ہوں یا اس صدی کے، وہ نااہل ہی سمجھے جائیں گے، چونکہ صحابی رسول نے قبر انور پر چہرہ رکھا ہوا تھا (ہونٹ، رخسار، آنکھیں، ناک، ماتھا سب ہی چہرے میں آجاتے ہیں)، اس لئے ایک بالشت قبر پر چہرہ رکھنا نااہل کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے محبوبان حق کی قبروں کو اگر حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کی نہج پر اونچا بنایا جائے تو چہرہ رکھنے والے کو ہیئت سجدہ اختیار کرنے سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے، اس لئے اس پر اعتراض کرنا اس زمانے میں درست معلوم نہیں ہوتا، بلکہ وہ اعتراض دراصل حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر وارد ہوگا، جو کہ دین دار کا کام نہیں۔

﴿7﴾۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں حالت قیام میں مصروف صلوٰۃ تھے (صلوٰۃ بمعنی نماز لیں یا بمعنی درود، یہ آپ کی مرضی) ترمذی شریف کی حدیث میں قبر کے اندر سورۃ ملک پڑھی جانے کا پتہ چلتا ہے، قرآن پاک میں **فی بیوت اَذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہٗ** (سورۃ نور، آیت ۳۶) ''بیچ ان گھروں کے جن کو بلند کرنے کا اللہ نے اذن دیا اور اُن میں اس کا نام لیا جاتا ہے'' ، شرح الصدور میں امام سیوطی نے روایات جمع کر دیں جن میں بعض قبور (برزخی گھروں) میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، اُن گھروں کو بلند کرنے کا اذن موجود ہے، اور حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کا مرتفع و بلند ہونا اسی قاعدے کے تحت درست تھا، اور مشرکین کی قبروں کا ملیامیٹ کیا جانا بھی اسی کے تحت ہے، جیسا کہ عقل مندوں پر مخفی نہیں۔

﴿8﴾۔ دشمنان قبور مقدسہ تو صرف قبر کو مکان کے اندر دیکھ لیں تو انہدام قبر و مکان کی تدبیریں سوچنا شروع کر دیتے ہیں، مگر نبی پاک ﷺ اور محبوبان خدا نے اپنی اپنی تدفین کے بارے میں کیا چاہا وہ کتب حدیث میں کچھ یوں ملتا ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی جس مکان، جس جگہ میں دفن ہونا محبوب رکھتا ہے، اللہ وہیں اُس کی روح قبض فرماتا ہے (ترمذی، حدیث ۱۰۱۸، موطا امام مالک، ص ۸۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی مکان مقدس میں دفن ہونے کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے اجازت تدفین چاہی تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے اجازت دے دی مگر ساتھ ہی بتایا کہ میں

خود یہاں دفن ہونا ہونا چاہتی تھی۔ (بخاری، حدیث ۱۳۹۲، ۳۷۰۰)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اس مکان مقدس میں اپنی قبر کے لئے جگہ چاہی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی، لیکن جب امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کی میت مبارکہ کو لے کر اُن کی یہ خواہش پوری کرنے کی خواہش لے کر روانہ ہوئے تو مروان رکاوٹ بنا (تاریخ الخلفاء، سیوطی)

واضح رہے کہ یہ وہی مروان ہے جو امام حسن کی **قبر فی البناء** کا منکر ہونے کے ساتھ ساتھ نبی پاک ﷺ کی قبر انور پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے چہرہ رکھنے پر بھی سیخ پا ہوا تھا، غالبًا دشمنان قبور کا آئیڈیل وہی ظالم بنتا ہے، ممکن ہے کہ کوئی کہنے والا کہہ دے کہ حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طبعی عمر پوری ہو چکنے کے بعد پھر مکان بنایا جانا درست نہیں، تو یہ اُس کی غلط فہمی ہے اور خواہش مصطفےٰ ﷺ کے خلاف ہے اور اجماع اُمت کے بھی خلاف ہے، بلکہ مستقبل میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت آئے گا تو وہ بھی اسی مقبرہ پاک میں دفن ہونا پسند رکھنے کی وجہ سے روضہ پاک میں ہی (وفات پاکر) دفن ہوں گے (مشکوٰۃ) نبی پاک ﷺ اور ان دیگر حضرات کی خواہشات کے مطابق قبور پر بننے والی اس پیاری پیاری بناء (عمارت) کو دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں، دشمن کے دل میں غیظ اُٹھتا ہے تو اُٹھا کرے۔

﴿9﴾۔ اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کے مطابق محبوبان حق (جن کی قبروں کے سجدہ گاہ بننے کا خدشہ ہو) کی قبروں کو غیر مبروز رکھنا یعنی مکان میں بنانا جائز ٹھہرتا ہے، نبی پاک ﷺ اور اُن کے وارثوں کی قبروں پر عمارت کے جواز پر اجماع اُمت بھی ہے اور اجماع صحابہ بھی، اسی لئے محدثین کرام نے کہا کہ صالحین کی قبروں پر مکان بنانے پر سلف نے اباحت کا قول کیا ہے۔ (مجمع البحار، طیبی، مرقاۃ، تورپشتی) اور فقہاء نے بھی قبور صالحین کے عمارت میں ہونے پر جواز کا قول کیا ہے۔ (درمختار، شامی، طحطاوی، نابلسی)

امام ابوحنیفہ سے عدم جواز کا قول بھی ملتا ہے اور جواز کا قول بھی میزان شعرانی میں اُن سے منقول ہے، عدم جواز کا قول عام قبور پر محمول ہے اور جواز کا قول قبور خاصہ پر محمول ہے، فقہاء احناف سے عام قبور پر بناء کے خلاف تو بہت سارے حوالے ملتے ہیں مگر قبور اولیاء کے خلاف فقہاء اہل سنت کا ایک بھی معتبر حوالہ نہیں ملتا (سوائے قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے جن کی کتابیں مخالفین کے مطبع تحریف سے شائع ہو کر ہم تک پہنچی ہیں اور ہم پر حجت نہیں ہیں)، خلاصہ یہ کہ **بناء علی القبر** کی کراہت کا قول عام قبور کے حوالے سے ہے اور قبور خاصہ مستثنیٰ بالدلیل ہیں۔

﴿10﴾۔ قبر کے پختہ ہونے کے خلاف کوئی قطعی الدلالۃ حدیث موجود نہیں ہے، رہ گئے **تجصیص القبر** کے الفاظ تو ان کا معنی قبر کو چونا کرنا ہے اور جص چونے کو کہتے ہیں، اس سے قبر پر پختہ اینٹیں لگانے کی نفی اخذ کرنا کیسے درست ہوگا؟ اس سے زیادہ تو قبر عثمان بن مظعون پر پتھر رکھنے سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ پتھر تو اینٹ سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے، جب پتھر لگانا حدیث سے ثابت ہے تو پختہ اینٹ کے لئے اسے دلیل بنانا درست ہونا چاہئے، غیر مقلد حضرات کو پختہ اینٹ کی ممانعت کا صریح ثبوت دینا چاہیے، بلکہ حیرانگی کی بات ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا **ماأمرت بتشييد المساجد** (ابوداؤد، حدیث نمبر ۴۴۸) "مجھے مسجدیں پختہ کرنے کا حکم نہیں ہے، مگر ہمارے مہربان اس

حدیث کو چھوڑ کر پکی مسجدیں تعمیر کر رہے ہیں اور اپنے اس فعل پر اُن کے پاس بطور دلیل کوئی حدیث بھی نہیں، مقام غور ہے کہ قبروں کی پختگی کے خلاف باوجود حدیث صریح نہ ملنے کے اتنے جوش وخروش کا مظاہرہ کرتے ہیں مگر مسجدوں کی پختگی کے خلاف حدیث ملنے کے باوجود پختہ کرنے سے یہ لوگ باز نہیں آتے، آخر یہ دورنگی کیوں؟

﴿11﴾۔ اُنہیں یہ بھی دعویٰ ہے کہ حدیث جابر میں **کتابت علی القبر** سے بھی روکا گیا ہے، تو اس کا ارتکاب روکنے کے لئے بھی انہدامِ قبور درست راستہ ہے، اس سلسلے میں مختصراً عرض ہے کہ علامت برائے پہچان رکھنا تو حدیث عثمان بن مظعون سے ثابت ہے، اگر سبھی لوگ علامتی پتھر رکھنے کا رواج بنالیں تو پھر علامت برائے پہچان کس چیز کو مقرر کیا جائے گا؟ لہذا کتابت برائے ضرورتِ پہچان حدیث عثمان بن مظعون کے علامتی پتھر کی خواہش وحکمت کے مطابق ہوگی اور وہ علامتی پتھر سنگی کتبہ کی شکل اختیار کرلے گا، جو بظاہر حدیث جابر کے مطابق نہ ہوتے ہوئے بھی حدیث عثمان بن مظعون کی روح کے مطابق ہوگا، جیسا کہ دانش مندوں پر اظہر من الشمس ہے اور ممانعت تفاخر وغیرہ سے ہوگی۔ واضح رہے کہ حاکم نے مستدرک، ج ۱، ص ۷۰۷، حدیث ۱۴۱۰ کی ذیل میں لکھا کہ قبر پر لکھنے کی حدیث متروک العمل ہے، اور ائمہ مسلمین کی قبریں مشرق سے مغرب تک لکھی ہوئی ملتی ہیں، اور خلف نے یہ عمل سلف سے لیا ہے، اس پر ذہبی نے اعتراف کیا کہ تابعین کرام سے یہ سلسلہ چلا ہے، ظاہر ہے کہ یہ اجماعی عمل بطور علامت قبر پر لکھنے کے جواز کی دلیل ہے، اور علامت سے زائد فخریہ جملے لکھنا بہر حال منع ہیں۔

﴿12﴾۔ قبر پر چراغ جلانا جس حدیث میں باعث لعنت بتایا گیا ہے، اُس حدیث کا راوی ابوصالح باذام مولی ام ھانی، ائمہ فن کے نزدیک ضعیف ہے ارسال وتدلیس کرتا ہے۔ (تقریب التھذیب، رقم ۶۳۵)، تاہم چراغ قبر سے علیحدہ جلایا جائے تو الفاظ حدیث کے حقیقی معنی سے خارج قرار پاتا ہے، اور بوقت ضرورت تو چراغ کو قبر کے باہر کیا قبر کے اندر لے جانا بھی ثابت ہے (ترمذی، حدیث ۱۰۵۷۔ مشکوۃ، ص ۱۴۸)، تو ممانعت چراغ کسی خاص معنی کے لحاظ سے ہوگی اور اثبات لعنت کے لئے حدیث ضعیف کافی نہیں ہوتی۔

﴿13﴾۔ حدیث جابر میں **ان یقعد علیہ** کے الفاظ کے ساتھ قبر پر بیٹھنے سے جو روکا گیا ہے، یا حدیث ابو مرثد الغنوی میں **لا تجلسوا علیھا** سے قبر پر چڑھ کر بیٹھنے کے جو الفاظ ملتے ہیں، اُن سے ''تذکیر الاخوان'' اور ''شاہراہ بہشت'' میں نتیجہ نکالا گیا ہے کہ یہاں قبروں کی مجاوری اور سجادہ نشینی مراد ہے اور اُسی سے روکا گیا ہے، الفاظ حدیث کی اس معنوی تحریف پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔

امام طحاوی نے معانی الآثار میں اس موضوع پر طویل بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبروں پر بیٹھنا تب منع ہے جب کوئی پیشاب پاخانہ وغیرہ کے لئے بیٹھے، ورنہ حضرت ابن عمر اور حضرت علی سے قبروں پر بیٹھنا ثابت ہے، قبروں کے پڑوس میں کسی پڑوسی (مجاور) کا رہنا کسی روایت میں منع نہیں ہے، ورنہ سب سے پہلے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو روضہ رسول کا پڑوس چھوڑنا پڑتا۔

﴿14﴾۔ **لا تجعلوا قبری عیدا** (میری قبر کو عید نہ بنالینا) کی حدیث سے غلط مفہوم نکالنے والے حضرات کو چاہئے کہ پہلے وہ خصائص عید کو جمع کریں، پھر ایک ایک کو دلیلِ شرعی کے ساتھ یہاں جاری کریں، عید سال میں

دوبارآتی ہے، کھانے پینے کا دن ہوتا ہے، اس میں کھیل کود اور لہولعب کی کئی قسموں کی اجازت ہوتی ہے، اب ظاہر ہے کہ مفہوم حدیث یہ ہوگا کہ میری قبر کو کھانے پینے اور کھیل کود کا مقام نہ بنانا اور نہ ہی میری قبر کو سال میں ایک آدھ بار دیکھنے کی عادت بنانا، یہاں اکثر آنا اور ادب واحترام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنا۔

﴿15﴾۔قبر کو مسجد نہ بنانے اور قبر پر مسجد نہ بنانے سے یہی مراد ہے کہ قبر کو مسجودلۂ اور مسجودالیہ نہ بنایا جائے، قبر کی طرف منہ کرکے نماز نہ پڑھی جائے، چنانچہ حضرت ابومرثد غنوی سے مرفوعاً مروی ہے کہ **لا تصلوا الی القبور** (مسلم، ابوداؤد، ترمذی) ''یعنی قبروں کی طرف رخ کرکے نماز نہ پڑھو''۔قبر کے پاس نماز پڑھنا منع نہیں ہے، حضرت فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ کی قبر کی زیارت کو جایا کرتیں اور وہاں نماز پڑھتیں، (المستدرک، ج۱،ص۳۷۷)، حدیث **مابین قبری ومنبری روضة من ریاض الجنة** (مجمع الزوائد، کنزالعمال) یعنی میری قبر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یہاں بھی قبر اور مسجد کا قریب قریب بنایا جانا جائز ثابت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے اُنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا (بخاری، مسلم وغیرہ) میں سجدہ عبادت مراد ہے کیونکہ سابقہ امتوں میں سجدۂ تعظیمی جائز تھا، تو اس فعل پر لعنت کا کیا مطلب؟ سجدۂ تعظیمی کی ممانعت حدیث پاک میں ان الفاظ سے ہے کہ **لو کان ینبغی لبشر ان یسجد لبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجها**، اگر یہ چاہئے ہوتا کہ ایک بشر دوسرے بشر کو سجدہ کرے تو میں عورت کو امر کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، یعنی سجدہ تعظیمی ہماری شریعت میں مامور بہ نہیں ہے، اس لئے چاہیئے کہ سجدہ تعظیمی نہ کیا جائے، لیکن سجدہ تعظیمی پر شرک کا فتویٰ دینا خود مشرک بننے کے مترادف ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کیا گیا اور قرآن مجید کی پندرہ سے زائد آیات میں یہ مضمون موجود ہے، اور سجدہ تعظیمی پر شرک کا فتویٰ لگانے کے لئے ایک بھی قطعی الدلالت آیت موجود نہیں ہے، بفرض محال اگر تمام مزاروں پر بھی تمام مومن سجدہ تعظیمی کا ارتکاب کریں تو بھی ان مزارات کو شرک کے اڈے کہنا ہرگز درست نہیں ہوگا، کیونکہ سجدۂ تعظیمی منع ضرور ہے مگر شرک نہیں ہے، لہذا چاہئے یہ کہ سجدۂ تعظیمی نہ کیا جائے، البتہ غیر مقلدین کے یہاں قبروں میں نماز پڑھنا درست ہے اگرچہ بہتر نہیں (فقہ محمدی کلاں، ص۱۰۹)، مولوی مبشر احمد ربانی غیر مقلد نے اپنے موقف کی تائید میں یہاں تک تسلیم کرلیا کہ بیس سال پرانی قبر پر مسجد (سجدہ گاہ) بنانا درست ہے۔ (کلمہ گو مشرک، ص۱۶۷، مطبوعہ لاہور)

حالانکہ نبی پاک ﷺ کا فرمان مبارک ہے **لا تصلوا الی قبرو لا تصلوا علی القبر** ''نہ قبر کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو، نہ قبر پر نماز پڑھو'' (طبرانی)، غیر مقلدوں کا بعض بے خبروں پر تو سجدہ تعظیمی کی وجہ سے شرک کا فتویٰ لگانا اور خود قبروں پر سجدہ عبادت کرنا کتنی عجیب قسم کی توحید ہے؟

﴿16﴾۔قبور المسلمین کے انہدام کی یہ بھی ایک دلیل دی جاتی ہے کہ اُن قبروں پر لوگ مدد لینے جاتے ہیں، اور مُردے کسی کی سنتے نہیں تو مدد کیسے کر سکتے ہیں؟ اس لئے اُن سے مدد مانگنا شرک ہے اور ان قبروں کو گرادینا اُس شرک کا دروازہ بند کرنا ہے۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ فوت شدہ لوگوں کی روحوں کے زندہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہے اور نہ ہی زندہ کے

سمع میں کسی کو کلام ہے، تو فوت شدہ لوگوں کی روحوں کا سننا خود بخود ثابت ہو جاتا ہے، اگر وہ روحیں خداداد سماعت سے محروم ہوتیں تو اُن کو خطاب و سلام و کلام نہ کیا جاتا، حالانکہ متعدد روایات میں ہے کہ اہل قبور سلام کرنے والے زائر کو جواب میں سلامتی کی دعا سے نوازتے ہیں (کنز العمال، حدیث ۴۲۵۹۴، ۴۲۵۹۵، ۴۲۹۸۶)، بلکہ حدیث میں اہل قبور کے الفاظ کو بھی نقل کیا گیا ہے کہ وہ جواباً علیک السلام کہتے ہیں (ابوداؤد، حدیث ۵۲۰۹، ترمذی، حدیث ۲۷۲۱)، کوئی پریشان حال اہل قبور سے سلامتی کی دعا لینے کے لئے وہاں پہنچے تو اس میں کون سا شرک ہے؟ یہی بات شاہ ولی اللہ نے انفاس العارفین ص ۱۲۸ میں بطور حدیث لکھی ہے کہ جب تم کاموں میں حیران و پریشان ہو جاؤ تو اہل قبور سے بھی مدد لے لیا کرو، ''شرح برزخ (اُردو)'' میں لکھا ہے کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود سے محدث ابن ابی الدنیا نے تخریج کی ہے، اور اس سلسلے کی اصل حدیث وہی ہے جس میں اہل قبور سے سلامتی کی دعا منقول ہے، کافروں اور فاسقوں سے ہر قسم کی مدد قبول کرنے والوں کو اہل قبور سے سلامتی کی دعا لینے میں اتنا مایوس نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اہل قبور سے دعائے سلامتی کی اُمید احادیث مبارکہ نے ہی وابستہ فرمائی ہے، جس سے روگردانی کرنا انکار حدیث نہیں تو اور کیا ہے؟ اور یہ حدیثیں قرآن پاک کے خلاف نہیں، کیا دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبیوں سے عہد لیا کہ میرا حبیب آئے تو تم ضرور ضرور اس کی مدد کرنا (سورۃ آل عمران، آیت ۸۱)۔ تمام غیبوں کو خوب جاننے والا رب جانتا تھا کہ جب میرا حبیب جلوہ گر ہوگا تو یہ انبیاء وفات پا چکے ہوں گے (الا ماشاء اللہ)، کیا وفات شدہ کو ضرور ضرور مدد کرنے کا حکم دینا مخالفین اہل سنت کی نام نہاد توحید کے کہیں منافی تو نہیں؟ اگر فوت شدہ سے مدد لینا کسی کو ناگوار گزرتا ہے تو وہ اپنی جماعت کو پانچ کی بجائے پچاس نمازیں پڑھایا کرے کیونکہ یہ فائدہ بھی ایک فوت شدہ پیغمبر کی روحانی مدد سے پہنچا ہے، اگرچہ منکرین استمداد کو ناگوار گزرے۔ صاحب قبر سے فائدے کی اُمید کے ساتھ ساتھ نقصان پہنچنے کا خوف بھی حدیث میں ملتا ہے، چنانچہ حضرت عمارہ بن حزم کو نبی پاک ﷺ نے فرمایا ''او قبر پر بیٹھنے والے قبر سے نیچے اُتر آ'' لا تــوذی صــاحـب القبر ولا یـوذیک (طبرانی، حاکم) یعنی نہ تو قبر والے کو ایذا دے اور نہ وہ تجھے ایذا دے۔ جاہلوں کو جس طرح افراط سے روکا جاتا ہے اسی طرح تفریط و ایذا سے بھی روکنا چاہئے۔ اس کام کے لئے محبوبانِ حق کی قبروں پر پہچان کے لئے کتبہ ہو یا روضہ یا غلاف ہو تو جاہل ایذا رسانی سے باز رہیں گے اور جوابی ایذا (جو ظاہری یا مخفی ہو سکتی ہے) سے بھی محفوظ رہیں گے۔ کاملین کی روحوں سے نفع کی اُمید اور نقصان کا خوف ثابت ہے، اس لئے اُن کی روحوں سے مدد لینا درست عقیدے کے ساتھ درست ہے۔

پتہ نہیں یہ نام نہاد موحد نواب صدیق حسن بھوپالی کو مشرک کیوں نہیں کہتے، حالانکہ اُس نے بھی تو اپنے مردہ مولویوں سے مدد مانگی ہے: ع

ابن قیم مددے قاضی شوکاں مددے

(ہدیۃ المہدی، از نواب وحید الزماں غیر مقلد)

وما علینا الا البلاغ المبین والحمد للہ رب العالمین

بعدِ وصال کراماتِ اولیاء، مزار پر چادر چڑھانے اور گنبد بنانے کا بیان

كَشْفُ النُّوْرِ عَنْ أَصْحَابِ الْقُبُوْرِ

ترجمہ بنام

فیضانِ مزاراتِ اولیاء

مؤلف

علامہ عارف باللہ، تاج الائمہ، صاحبِ کراماتِ کثیرہ

امام عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی دمشقی حنفی علیہ رحمۃ اللہ القوی

اَلْمُتَوَفّٰی ۱۱۴۳ھ



مکتبۃ المدینہ (دعوتِ اسلامی)

SQ 1288

المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

بعدِ وصال کرامات اَولیاء، مزار پر چادر چڑھانے اور گنبد بنانے کا بیان

کشف النور عن أصحاب القبور

ترجمہ بنام

فیضانِ مزارات اَولیاء

مُؤَلِّف

علامہ عارف باللہ، ناصح الامہ، صاحب کرامات کثیرہ
امام عبدالغنی بن اسماعیل نابُلُسی دِمشقی حنفی علیہ رحمۃ اللہ القوی
اَلْمُتَوَفّٰی ۱۱۴۳ھ

مع مقدمہ

فیضانِ کمالات اَولیاء

ناشر
مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلٰی آلک واصحابک یاحبیب اللہ

نام کتاب : کشف النور عن أصحاب القبور

ترجمہ : فیضانِ مزاراتِ اَولیاء (مع مقدمہ)

مصنف : علامہ عارف باللہ امام عبدالغنی نابُلُسی علیہ رحمۃ اللہ القوی

مترجمین : مدنی علماء (شعبہ تراجمِ کتب)

سن طباعت : شَعْبَانُ الْمُعَظَّم ۱۴۳۰ ھ بمطابق اگست 2009ء

قیمت :

تصدیق نامہ

تاریخ: ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ حوالہ نمبر: ۱۶۳

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سید المرسلین وعلٰی اٰلہ واصحابہ اجمعین

تصدیق کی جاتی ہے کہ رسالہ ''**کشف النور عن اصحاب القبور**'' کے ترجمہ

''فیضانِ مزاراتِ اَولیاء'' (مع مقدمہ)

(مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) پر مجلسِ تفتیشِ کتب ورسائل کی جانب سے نظرِ ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے مطالب ومفاہیم کے اعتبار سے مقدور بھر ملاحظہ کرلیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غلطیوں کا ذمہ مجلس پر نہیں۔

مجلس تفتیشِ کتب ورسائل (دعوتِ اسلامی)

12 - 08 - 2009

مدنی التجاء: کسی اور کو یہ کتاب چھاپنے کی اجازت نہیں۔

یادداشت

دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے۔ ان شاء اللہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی۔

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

''فیضانِ اَولیاء'' کے 11 حروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ''11 نیّتیں''

فرمانِ مصطفٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم: ''نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ یعنی مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔'' (المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث:۵۹۴۲، ج۶، ص۱۸۵)

دو مَدَنی پھول: ﴿۱﴾ بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

﴿۲﴾ جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

{۱} ہر بار حمد و {۲} صلوٰۃ اور {۳} تعوُّذ و {۴} تَسمِیہ سے آغاز کروں گا (اسی صَفْحَہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہوجائے گا)۔ {۵} رِضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مطالعہ کروں گا۔ {۶} حتَّی الْوَسْعْ اِس کا باوُضُو اور قِبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا {۷} جہاں جہاں ''اللہ'' کا نامِ پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور {۸} جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم پڑھوں گا۔ {۹} دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ {۱۰} اس حدیثِ پاک ''تَھَادَوْا تَحَابُّوْا'' ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔ (مؤطا امام مالك، ج۲، ص۴۰۷، الحدیث: ۱۷۳۱) پر عمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا۔ {۱۱} کتابت وغیرہ میں شَرْعی غَلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطَّلع کروں گا۔ (مصنّف یا ناشرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرْف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

المدینۃ العلمیۃ

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ

مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّار** قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمدللہ علی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم تبلیغِ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدَّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس **''المدینۃ العلمیۃ''** بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَ ھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (۲) شعبۂ درسی کُتُب

(۳) شعبۂ اصلاحی کُتُب (۴) شعبۂ تراجِم کتب

(۵) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

"**المدینۃ العلمیۃ**" کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دِین ومِلَّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیعت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر وبَرَکت، حضرتِ علاّمہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ "**دعوتِ اسلامی**" کی تمام مجالس بَشُمُول "**المدینۃ العلمیہ**" کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم



رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پہلے اسے پڑھ لیجئے!

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!

اِسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے، تمام ادیان میں صرف اور صرف اسلام ہی دینِ حق ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ ۟ قف ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (پ۳، اٰل عمران:۱۹)

مفسّرِ شہیر، حکیم الاُمت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی۱۳۹۱ھ) ''تفسیر نورُ العرفان'' میں اس آیتِ مبارکہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: ''معلوم ہوا دینِ محمدی کے سوا تمام دین باطل ہیں، بعض وہ ہیں جو پہلے سے ہی باطل تھے جیسے مشرکین کا دین، بعض وہ جو پہلے حق تھے اب منسوخ ہوکر باطل ہو گئے جیسے یہودیت، نصرانیت۔ سورج کے ہوتے ہوئے کسی چراغ کی ضرورت نہیں۔ بغیر اِسلام قبول کیے کوئی اللہ کے نزدیک مقبول نہیں۔''

پھر دینِ اِسلام کے ماننے والے بھی 73 گروہوں میں بٹ گئے۔ اور ان میں بھی حدیث پاک کے مطابق صرف اور صرف ایک گروہ یعنی ''اہلِ سنت وجماعت'' ہی حق پر ہے۔ چنانچہ،

حضور نبیٔ غیب داں، مالکِ دوجہاں صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کی گئی: ''نجات پانے والا گروہ کون سا ہوگا؟'' تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مَا اَنَا عَلَیۡهِ وَاَصۡحَابِیۡ یعنی وہ جو میرے اور میرے صحابۂ کرام کے طریقے پر ہوگا۔'' (جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی افتراق ھذہ الامۃ، الحدیث:۲۶۴۱، ص۱۹۱۸)

مطلب یہ کہ نجات پانے والے وہی لوگ ہوں گے جو حضور نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی سنت والے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی جماعت کے پیروکار ہوں گے۔ انہی کو ''**اہل سنّت و جماعت**'' کہا جاتا ہے۔(اشعۃ اللمعات ،ج ۱، ص ۱۵۳۔ مراۃ المنا جیح ، ج ۱، ص ۱۷۰ ملخصًا) **اس** سے **معلوم** ہوا کہ جس طرح دین اِسلام کے سوا باقی تمام ادیان باطل ہیں۔اسی طرح دین اسلام میں ''**اہل سنت وجماعت**'' کے علاوہ باقی تمام گروہ باطل اور حقیقتاً عقائدِ اِسلامیہ سے منحرف ہیں۔

اوران عقائدِ اسلامیہ میں سے ایک عقیدہ ''**اولیاء کرام کی کرامات کا حق و ثابت ہونا**'' بھی ہے۔خواہ وہ زندہ ہوں یا وفات پاچکے ہوں کیونکہ موت کے سبب ولی کی ولایت زائل نہیں ہوتی جیسے موت کے سبب نبی کی نبوت زائل نہیں ہوتی۔(الحدیقۃ الندیۃ ،ج ۱، ص ۱۹۲) ۔چنانچہ،حضرت سیدنا امام فخر الدین ابوعبداللہ محمد بن عمر رازی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ۶۰۶ھ) روایت نقل فرماتے ہیں: ''اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ لَایَمُوْتُوْنَ وَلٰکِنْ یُنْقَلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ یعنی بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اولیاء مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوجاتے ہیں۔'' (التفسیر الکبیر، پ ۴، آل عمران ، تحت الآیۃ:۱۶۹ ،ج ۳ ،ص ۴۲۷) **اس** حقیقت کے باوجود کئی گمراہ فرقے اس اسلامی عقیدہ کے منکر ہیں اور قرآن وحدیث کی من مانی تفسیر وشرح کرکے، فاسد عقلی دلیلوں اور گمراہ کن پروپیگنڈا سے بھولے بھالے مسلمانوں کو اس عقیدہ سے منحرف کرتے اور مزارات اولیاء اوران کی برکات سے متنفر کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا امام محمد بن اسماعیل المعروف امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ۲۵۶ھ) ''**بخاری شریف**'' میں نقل فرماتے ہیں کہ ''وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَرَاھُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰہِ وَقَالَ اِنَّھُمُ انْطَلَقُوْا اِلٰی آیَاتٍ نَزَلَتْ فِی الْکُفَّارِ فَجَعَلُوْھَا عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارجیوں اور بے دینوں کو بدترین مخلوق سمجھتے تھے اورفرماتے کہ ''یہ بدنصیب کفار کے متعلق نازل شدہ آیات مومنین پر چسپاں کرتے ہیں۔''

(صحیح البخاری ، کتاب استتابة المرتدین......الخ ،باب قتل الخوارج......الخ ،ص۵۷۸)

آج بھی بدمذہبوں کا یہی حال ہے کہ اپنی تقریر وتحریر میں ہمیشہ بتوں کے بارے میں نازل شدہ آیات کو حضرات انبیاءِ کرام عَلَیۡھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام **اور اولیاءِ عظام** رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام **پر چسپاں کرتے اور کفار ومشرکین کی آیات مسلمانوں پر پڑھتے ہیں۔**

(مراۃ المناجیح ، ج۵، ص۲۶۳ ملخصًا)

پیشِ نظر کتاب ''فیضانِ مزاراتِ اولیاء'' خَاتَمَۃُ الۡفُقَھَاء وَالۡمُحَدِّثِیۡن امام سید محمد امین بن عمر المعروف ابن عابدین شامی اور مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما **کے ممدوح ،عارف باللہ، ناصح الامہ، حضرت سیدی علامہ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی** علیہ رحمۃ اللہ القوی **(متوفی ۱۱۴۳ھ) کی خاص اسی موضوع پر تصنیف ''کَشۡفُ النُّوۡر عَنۡ اَصۡحَابِ الۡقُبُوۡر'' کا اردو ترجمہ ہے جس میں انہوں نے بعدِ وصال کراماتِ اولیاء کا ثبوت، حضرات اولیاءِ عظام** رحمہم اللہ تعالیٰ **کی قبور پر مزارات بنانا، ان کی تعظیم کرنا، ان پر چادریں چڑھانا اور نذر ونیاز کرنا وغیرہ ایسے اُمور کے متعلق اِسلامی عقائد وشرعی احکام کو بہترین اور تحقیقی انداز میں بیان فرمایا ہے۔**

کتاب کی ابتداء میں ایک مقدمہ بنام ''فیضان کمالات اولیاء'' شامل کیا گیا ہے جس میں حضرات اولیاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ **کے قرآن وحدیث میں مذکور فضائل، شریعت وطریقت کا ایک ہونا، ولایت کی تعریف واقسام، ولی کی تعریف واقسام، کرامت کی تعریف واقسام، معجزہ اور کرامت میں فرق، کرامت اور استدراج میں فرق، قرآن وحدیث میں کرامت کا بیان، اولیائے اُمت محمدیہ** عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

سے بکثرت کرامات کے ظہور میں حکمت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں سے دشمنی کی آفات وغیرہ اُمور کو بیان کیا گیا ہے تا کہ اولیاء کرام رحمہم اللہ السلام کی حقیقی معرفت و محبت دل میں اُجاگر ہو، ان سے وابستہ اِسلامی عقائد ونظریات کا شعور حاصل ہو نیز دلوں پر پڑے بغض وعناد کے دبیز پردے چاک ہوں اور قلوب واذہان "**کمالات اولیاء**" کے فیضان سے نورانی بن جائیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی اِحْسَانِهٖ تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک "دعوتِ اِسلامی" کی مجلس "**المدینة العلمیة**" کے "شعبہ تراجمِ کتب" کے مدنی علماء کَثَّرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی کاوشوں سے اس کا اردو ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اس میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے **پیارے حبیب** صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی عطاؤں، **اولیائے کرام** رحمہم اللہ تعالیٰ کی عنایتوں اور شیخِ طریقت، امیر اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **محمد الیاس عطار قادری** دامت برکاتہم العالیہ کی پُرخلوص دعاؤں کا نتیجہ ہے اور جو خامیاں ہیں ان میں ہماری کوتاہ فہمی کا دخل ہے۔

ترجمہ کے لئے "مکتبہ نوریہ رضویہ" سردار آباد (فیصل آباد) پاکستان کا نسخہ (مطبوعہ ۱۹۷۷ء) استعمال کیا گیا ہے۔اور درج ذیل اُمور کا خصوصی طور پر خیال رکھا گیا ہے:

{۱}......سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا گیا ہے تا کہ کم پڑھے لکھے اسلامی بھائی بھی اچھی طرح سمجھ سکیں۔

{۲}......آیاتِ مبارکہ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے ترجمۂ قرآن **کنزالایمان** سے لیا گیا ہے۔

{۳}......بیان کردہ احادیثِ مبارکہ کی تخریج کا حتی المقدور اہتمام کیا گیا ہے۔

{۴}......بعض مقامات پر مفید حواشی اور اکابرینِ اہلسنّت کی تحقیق کو درج کر دیا ہے۔

{۵}......اَولیاء عظام و علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اور شہروں وغیرہ کے ناموں پر اعراب کا اہتمام کیا گیا ہے۔

{۶}......کئی مقامات پر مشکل الفاظ کے معانی ہلالین (brackets) میں لکھ دیئے گئے ہیں۔

{۷}......تلفظ کی درستی کے لئے مشکل و غیر معروف الفاظ پر اعراب کا التزام کیا گیا ہے۔

{۸}......موقع کی مناسبت سے جگہ بہ جگہ عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔

{۹}......علاماتِ ترقیم (رُموزِ اوقاف) کا بھی بھرپور خیال رکھا گیا ہے۔

{۱۰}......مقدمہ **''فیضان کمالات اولیاء''** اور رسالہ **''فیضان مزارات اولیاء''** دونوں کی الگ الگ فہرست بنائی گئی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ ہمیں ''اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش'' کرنے کے لئے مدنی اِنعامات پر عمل اور مدنی قافلوں میں سفر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دعوتِ اسلامی کی تمام مجالس بشمول ''مجلس المدینة العلمیة'' کو دن پچیسویں رات چھبیسویں ترقی عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ واَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

شعبہ تراجِم کتب (مجلس المدینة العلمیة)

فہرست (فیضانِ کمالاتِ اولیاء)

فہرست (فیضانِ مزاراتِ اولیاء)

مزار پر حاضری کا طریقہ

دعوتِ اِسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 419 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''مدنی پنج سورہ'' کے صَفْحہ 413 پر ہے: ''بزرگوں کے پاس قدموں کی طرف سے حاضر ہونا چاہئے، پیچھے سے آنے کی صورت میں انہیں مڑکر دیکھنے کی زحمت ہوتی ہے۔ لہٰذا مزارِ اَولیاء پر بھی پَـائِنْتِی (قدموں) کی طرف سے حاضر ہو کر قبلہ کو پیٹھ اور صاحبِ مزار کے چہرے کی طرف رُخ کرکے کم از کم چار ہاتھ (دو گز) دور کھڑا ہو اور اس طرح سلام عرض کرے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَلِیَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ ایک بار سورۃ الفاتحہ اور ۱۱ بار سورۃ الاخلاص (اول آخر ایک بار درود شریف) پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر ایصالِ ثواب کرے اور دُعا مانگے ''اَحسن الوعاء'' میں ہے، ولی کے قرب میں دعا قبول ہوتی ہے۔ (ملخصًا)

مقدّمہ

”فیضانِ کمالات اولیاء“

تمام خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو اپنی مخلوق پر اِنعام واِکرام کی پیہم بارش برسا رہا ہے۔ اس نے اپنے لطف وکرم سے اپنے بندوں میں سے بعض کو پسند فرما کر خاص کرلیا اور انہیں اپنے محبوب اعظم، رسول اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے واسطے سے اپنی محبوبیت کا اعزاز بخشا۔ تو یہی وہ لوگ ہیں جن سے زمانے کی زینت قائم ہے۔ جن کی معرفت کی مہک نے تمام عالم کو معطر کر رکھا ہے۔ جن کے دل ہر وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں جھکے رہتے ہیں۔ جو اپنے محبوبِ حقیقی عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر اپنی خواہشات کو قربان کر کے خوش دلی سے آزمائشوں کو قبول کرتے ہیں حتی کہ اس راہ میں اپنی جانوں تک کو قربان کر دیتے ہیں۔ اُن کو خزانے پیش کئے جاتے ہیں مگر وہ ٹھکرا دیتے ہیں۔ دُنیا ان پر فدا ہونے کی کوشش کرتی ہے لیکن وہ اس سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ شیطان ان پر اپنے مکر وفریب کا جال ڈالنے کی کوشش کرتا ہے مگر اس کا ان پر کوئی بس نہیں چلتا اور نہ وہ انہیں دھوکا دے سکتا ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اپنے کرم سے محفوظ کر دیا ہے۔ لوگ کھاتے ہیں اور یہ بھوکے رہتے ہیں۔ لوگ سو جاتے ہیں اور یہ اپنے مالک ومولیٰ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں قیام وسجود میں رات بسر کرتے ہیں۔ یہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جن کے سروں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی ولایت کا تاج سجایا، انہیں اپنی معرفت وپہچان عطا فرمائی، انہیں اپنے بھیدوں (یعنی رازوں) سے آگاہی بخشی، ان کے دلوں پر خاص تجلّی ڈال کر انہیں چمکتا آفتاب بنا دیا اور ان کو بصارت اور بصیرت یافتہ کر دیا۔ یعنی وہ بابرکت ہستیاں جنہیں ہم ”اولیاء اللہ“ کے نام سے یاد کرتے ہیں کہ جب ان میں سے کسی ولی کا نام

زبان پر آتا ہے تو منہ سے بے ساختہ ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' نکلتا ہے۔

یہ قدسی حضرات کیسی اعلیٰ شان کے مالک ہیں کہ ان کے فضائل وکمالات، خود خالقِ کائنات نے اپنی مقدس کتاب ''قرآن مجید فرقان حمید'' میں اور اپنے محبوبِ ذیشان، مکی مدنی سلطان، رحمتِ عالمیان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی زبان حقیقت ترجمان سے بیان فرمائے ہیں۔ یہاں چند آیات طیبہ اور احادیث مبارکہ تفسیر وتشریح کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں۔

فَضَائِلِ اَوْلِیَاء پر آیاتِ مُبَارَکَہ

ولی کے لئے ایمان وتقوی شرط ہے:

{١}......اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنز الایمان: سن لو! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے، نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔

(پ ١١، یونس: ٦٢-٦٣)

مفسِّرِ شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی (متوفی ١٣٦٧ھ) اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ''ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قربِ الٰہی حاصل کرے اور اطاعتِ الٰہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نورِ جلالِ الٰہی کی معرفت میں مستغرق ہو جب دیکھے دلائلِ قدرتِ الٰہی کو دیکھے اور جب سنے اللہ کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے ربّ کی پاکی ہی بیان کرے اور جب حرکت کرے طاعتِ الٰہی میں حرکت کرے

اور جب کوشش کرے اسی امر میں کوشش کرے جو ذریعۂ قربِ الٰہی ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے نہ تھکے اور دل کی آنکھوں سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے، یہ صفت اولیاء کی ہے بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے۔''

(خزائن العرفان فی تفسیرالقرآن ، پارہ ۱۱، سورۃ یونس ، تحت الآیۃ :۶۲)

{۲}......ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (پ۹،الانفال:۳٤) ترجمۂ کنزالایمان: اولیاء تو پرہیز گار ہی ہیں۔

معلوم ہوا کہ ولی اللہ کے لئے سب سے پہلے ایمان اور پھر تقوی و پرہیز گاری شرائط کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا کوئی بے دین اور فاسق و فاجر شخص ولی نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ، مفسرِ شہیر حکیم الاُمت حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۱۳۹۱ھ) اس دوسری آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ''کوئی کافر یا فاسق ولی نہیں ہوسکتا۔ ولایتِ الٰہی ، ایمان وتقوی سے میسر ہوتی ہے۔ یہ فائدہ ''اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ'' کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ اس کے معنی یہ ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اولیاء صرف پرہیز گار لوگ ہیں۔ رب تعالیٰ (پارہ۱۱، سورۂ یونس کی آیت ۶۲ میں) اولیاء اللہ کے متعلق فرماتا ہے: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ (ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔) اچھی بارگاہ کے لئے اچھے بندے منتخب ہیں۔''

(تفسیرنعیمی، پارہ ۱۱، سورۃ الانفال، تحت الآیۃ ۳٤، ج۹، ص۵٤۳)

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ''بعض لوگ متقی ہو کر ولی بنتے ہیں اور بعض حضرات ولی ہو کر متقی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مریم کہ حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں 4 سال کی عمر میں پہنچ کر تقویٰ اختیار نہ کیا تھا مگر ولیہ

تھیں اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام پیدائش سے پہلے متقی نہ بنے تھے مگر خلیفۃ اللہ تھے۔''
(نورالعرفان فی تفسیرالقرآن ، پارہ ۱۱، سورۃ یونس، تحت الایۃ :۶۳)

نیز مفسّرِ شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت ،حضرت علامہ مولانا مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی (متوفی ۱۳۶۷ھ) پہلی آیتِ مبارکہ کے تحت نقل فرماتے ہیں: ''ولی وہ ہے جو اعتقاد صحیح مبنی بر دلیل رکھتا ہو اور اعمالِ صالحہ شریعت کے مطابق بجالاتا ہو۔'' (خزائن العرفان فی تفسیرالقرآن ، پارہ۱۱،سورۃ یونس، تحت الایۃ :۶۲)

ولی کبھی شریعت سے نہیں ٹکراتا اور نہ ہی اس کی مخالفت کرتا ہے۔ بلکہ گناہ تو دور کی بات،اس کی تو مشکوک ومشتبہ چیزوں سے بھی حفاظت کی جاتی ہے۔ چنانچہ،

محقق اہلسنّت، حضرت سیّدُنا علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبھانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ۱۳۵۰ھ) فرماتے ہیں: ''اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے کھانے ، پانی اور لباس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ حرام تو دور کی بات ہے ان کے جسموں تک تو کوئی شک وشبہ والی شئے بھی نہیں پہنچتی۔ اور یہ حفاظت کرنا اس تعلق سے ہوتا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے دل میں یا اس شے میں ڈال دیتا ہے جو حرام یا مشتبہ ہوتی ہے۔ حضرت سیّدُنا حارث محاسبی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا ایسا ہی حال تھا کہ اگر ان کے سامنے مشکوک وشبہ والا کھانا لایا جاتا تو ان کی انگلی کی ایک رگ پھڑک اٹھتی۔ حضرت سیّدُنا ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب اپنی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے شکم اطہر میں تھے تو والدہ کا ہاتھ کسی مشتبہ کھانے کی طرف نہیں بڑھتا تھا بلکہ ہاتھ خود بخود پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ بعض اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ مشتبہ کھانا دیکھتے تو جی متلانا اور قے آنا شروع ہو جاتی تھی۔ بعض نفوس قدسیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے سامنے شبہ والا کھانا خون بن جاتا۔ کئی بزرگ رحمہم اللہ تعالیٰ اسے کیڑوں کی صورت میں پاتے۔ کچھ کے سامنے مشتبہ کھانے پر سیاہی چھا جاتی اور بعض اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ مشکوک کھانے کو خنزیر

کی شکل میں دیکھتے۔اسی طرح ان کے علاوہ دیگر علامات پیدا ہو جاتیں۔''

(جامع کرامات الاولیاء، مقدمة الکتاب، المطلب الثانی، ج۱، ص۵۷)

ولی کے لئے بقدرِ ضرورت علم شرط ہے:

پیارے اسلامی بھائیو! ابھی اولیاء کرام کے فضائل کے ضمن میں بیان ہوا کہ ولی کے لئے ایمان اور تقوی دونوں شرط ہیں اور ظاہر ہے کہ ایمان کی حفاظت اور فسق وفجور سے بچنے کے لئے ولی کے پاس بقدرِ ضرورت علم ہونا بھی لازم ہے لہٰذا یہ بھی ولایت کے لئے شرط ٹھہرا۔اس لئے کوئی جاہل شخص کبھی ولی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ، مجددِ اعظم، سیِّدُنا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، حضرت علامہ مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن (متوفی ۱۳۴۰ھ) ارشاد فرماتے ہیں: ''اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ بنایا یعنی بنانا چاہا تو پہلے اسے علم دے دیا اس کے بعد ولی کیا کہ جو علمِ ظاہر نہیں رکھتا علمِ باطن کہ اس کا ثمرہ ونتیجہ کیونکر پا سکتا ہے۔''

(فتاویٰ رضویه، ج ۲۱، ص ۵۳۰)

فَضَائِلِ اَوْلِیَاء پر اَحَادِیْثِ مُبَارَکَه

پہلی حدیث پاک:

حضرتِ سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''میرا بندہ فرائض کی ادائیگی کے ذریعے جتنا میرا قرب حاصل کرتا ہے اس کی مثل کسی دوسرے عمل سے حاصل نہیں کرتا (ایک روایت میں یوں ہے: میرا بندہ کسی ایسی شئے سے میرا قرب نہیں پاتا جو فرض کو ادا کرنے سے زیادہ پسند ہو) اور میرا بندہ نوافل (کی

کثرت) سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ مَیں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب مَیں اسے محبوب بنالیتا ہوں تو مَیں اس کا کان بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ سنتا ہے اور مَیں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور مَیں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور مَیں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں اور مجھے کسی کام میں تردد نہیں جسے میں کرتا ہوں۔ میں کسی کام کے کرنے میں کبھی اس طرح تردد نہیں کرتا جس طرح جانِ مؤمن قبض کرتے وقت تردد کرتا ہوں کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے مکروہ سمجھنے کو برا جانتا ہوں۔''

(صحیح البخاری، کتاب الرقائق، باب التواضع، الحدیث ٦٥٠٢، ص ٥٤٥)

حدیث پاک کی شرح:

حضرت سیِّدُنا امام فخر الدین ابوعبداللہ محمد بن عمر رازی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ٦٠٦ھ) نے ''تفسیر کبیر''، محقق علی الاطلاق حضرت سیِّدُنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) نے ''شرح فتوح الغیب'' اور حضرت سیِّدُنا قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (متوفی ۵۴۴ھ) نے ''شفاء شریف'' میں اس حدیث پاک کا معنی ومقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ جب بندہ اپنے آپ کو اللہ ربُّ العزت کے عشق ومحبت والی آگ میں جلا کر فنا کر دیتا ہے اور نفسانیت وانانیت والا زنگ اور میل کچیل دور ہو جاتا ہے اور انوارِ الٰہیہ سے اس کا بدن منور ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالٰی کے انوار ہی سے دیکھتا ہے اور انہی کی بدولت سنتا ہے، اس کا بولنا انہی انوار کے ذریعے ہے اور اس کا چلنا پھرنا اور پکڑنا مارنا انہی سے ہوتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام رازی علیہ رحمۃ اللہ الوالی

کے مبارک الفاظ میں حدیثِ قدسی کا معنی اور منصبِ محبوبیت کی عظمت کا بیان سنئے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''اِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰـهِ لَهٗ سَمْعًا سَمِعَ الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰهِ لَهٗ بَصَرًا رَأَى الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَاِذَا صَارَ ذَالِكَ النُّوْرُ يَدًا لَهٗ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ ترجمہ: اللہ ربُّ العزت کا نورِ جلال جب بندۂ محبوب کے کان بن جاتا ہے تو وہ ہر آواز کو سن سکتا ہے نزدیک ہو یا دور، اور آنکھیں نورِ جلال سے منور ہو جاتی ہیں تو دور و نزدیک کا فرق ختم ہو جاتا ہے یعنی ہر گوشۂ کائنات پیشِ نظر ہوتا ہے اور جب وہی نور بندہ کے ہاتھوں میں جلوہ گر ہوتا ہے تو قریب و بعید اور مشکل و آسان میں اسے تصرف کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔'' (التفسیر الکبیر، سورۃ الکھف، تحت الآیۃ: ۹تا ۱۲، ج۷، ص۴۳۶)

(اس کی چند مثالیں ملاحظہ کیجئے کہ کس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے ولیوں کو دور سے سننے اور دیکھنے کی قوت عطا فرماتا ہے اور کس طرح بے جان چیزوں کو اُن کے تابع فرمان کر دیتا ہے)

(1)......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیِّدُنا ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے لشکر کو نہاوند کے مقام پر مدینہ منورہ زَادَهَا اللّٰـهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيْمًا سے چودہ سو (1400) میل کی مسافت سے دشمنوں کے گھیرے میں آتے ہوئے دیکھ کر فوراً رہنمائی فرمائی اور آواز دی: ''يَا سَارِيَةُ الْجَبَل یعنی اے ساریہ! پہاڑ کا خیال کرو۔'' ادھر انہوں نے حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی آواز سن کر دشمن سے اپنے آپ کو بچا لیا۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، باب فضائل الفاروق رضی اللہ عنہ، الحدیث ۳۵۷۸۳، ج۱۲، ص۲۵۶ ملخصًا)

(2)......حضرتِ سیِّدُنا غوث اَعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

نَظَرْتُ اِلٰى بِلَادِ اللّٰـهِ جَمْعًا   كَخَرْدَلَةٍ عَلٰى حُكْمِ اتِّصَالٖ

(**ترجمہ:** میں اللہ تعالٰی کے تمام شہروں کو اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح ہتھیلی پر رائی کا دانہ۔)

اورارشادفرماتے ہیں:"نَظرِمَن درلوحِ محفوظ اَست"(یعنی میری نظرلوح محفوظ پر ہے۔)

(3)......امیرالمؤمنین حضرتِ سیِّدُ ناعمرفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دریائے نیل کو اپنے رُقعہ سے جاری فرمادیا جواس وقت تک پانی سے لبریز نہیں ہوتا تھا جب تک اس میں نوجوان لڑکی کو نہ پھینکا جاتا تھا۔حضرتِ سیِّدُ ناعمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسے حکم دیا کہ''اگرتواپنی مرضی سے چلتا ہے تو بے شک خشک رہ جا،ہمیں تیری ضرورت نہیں ہے اوراگرتو اللہ تعالٰی کی مرضی سے چلتا ہے تو میں اللہ تعالٰی سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری فرمائے۔''چنانچہ،جب آپ کا رقعہ جس پر یہ الفاظ درج تھے،دریامیں ڈالا گیاتو وہ فوراً طغیانی پرآ گیااورلبالب بھرگیا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح،کتاب المناقب والفضائل، باب مناقب عمر،ج۱۰،ص۴۱۵)

(4)......مدینہ طیبہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّتَعْظِیْمًامیں آگ لگ گئی جسے کسی طرح بھی بجھایا نہ جاسکا تو امیرالمؤمنین حضرتِ سیِّدُ ناعمررضی اللہ عنہ نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر ''اُسْکُنِیْ یَانَارُ یعنی اے آگ!ٹھہر جا۔''لکھ کرخادم کودیا۔اس نے وہ کاغذکاٹکڑاآگ میں پھینکا تو یوں معلوم ہوا کہ یہاں آگ لگی ہی نہ تھی۔

(5)......ایک دفعہ زلزلہ آیااورمکانات لرزنے لگےاور بہت بڑی تباہی کا خطرہ پیدا ہو گیاتو امیرالمؤمنین حضرتِ سیِّدُ نافاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنا دُرہ(یعنی کوڑا) زمین پرزور سے مارااورارشادفرمایا:''اے زمین!ٹھہر جا۔''آج تک وہاں زلزلہ نہیں آیا۔

(ماخوذازکوثرالخیرات لسیدالسادات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات،ص۳۴۲)

دوسری حدیث پاک:

امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُ ناعمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن ، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا:''بے شک

اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ نہ وہ نبی ہیں، نہ شہید لیکن قیامت کے دن اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ان کو ملنے والے رتبے پر انبیاء وشہداء بھی رشک کریں گے۔'' ایک شخص نے عرض کی: ''ہمیں ان کے اعمال کے بارے میں بتائیں تاکہ ہم بھی ان سے محبت کریں! آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی رشتہ داری اور لین دین کے محض اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کریں گے۔ اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ان کے چہرے روشن ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر جلوہ گر ہوں گے۔ جب لوگ خوف میں مبتلا ہوں گے تو انہیں خوف نہ ہوگا اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو انہیں کوئی غم نہ ہوگا۔'' پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ (پ ١١، یونس: ٦٢)

ترجمۂ کنزالایمان: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الاجارة، باب فی الرھن، الحدیث٣٥٢٧، ص١٤٨٥۔التمهيد لابن عبدالبر، تحت الحديث ٤٦٠، ج٧، ص ١٩٠)

حدیث پاک کی شرح:

حکیم الاُمت، حضرت مولانا مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''یا تو یہاں ''غبط'' سے مراد ہے خوش ہونا۔ تب تو حدیث واضح ہے کہ حضرات انبیاء کرام (عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) ان لوگوں کو اس مقام پر دیکھ کر بہت خوش ہوں گے اور ان لوگوں کی تعریف کریں گے (مرقات) اور اگر ''غبطہ'' بمعنی رشک ہی ہو تو مطلب یہ ہے کہ اگر حضرات انبیاء وشہداء کسی پر رشک کرتے تو ان پر کرتے تو یہ فرضی صورت کا ذکر ہے (اشعة اللمعات) یا یہ رشک

اپنی امت کی بنا پر ہوگا کہ اُمتِ محمدیہ (عَلٰی صَاحِبِہَاالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) میں یہ لوگ (یعنی اولیاء وصالحین) ایسے درجے میں ہیں کہ ہماری امت میں نہیں یا یہ مقصد ہے کہ وہ حضرات اپنی امت کا حساب کرا رہے ہوں گے اور یہ لوگ آرام سے ان (نور کے) منبروں پر بے فکری سے آرام کررہے ہوں گے تو حضرات انبیاءِ کرام (عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) ان لوگوں کی بے فکری پر رشک کریں گے کہ ہم مشغول ہیں یہ فارغ البال۔ بہرحال اس حدیث سے یہ لازم نہیں (آتا) کہ یہ حضرات، انبیاءِ کرام سے افضل ہوں گے (مرقات واشعہ وغیرہ)۔ (مراۃ المناجیح، ج٦، ص ٥٩٢)

تیسری حدیث پاک:

حضرت سیّدُنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بہت سے ضعیف، کمزور، بوسیدہ لباس والے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر قسم کھالیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی قسم کو پورا فرمادیتا ہے اور براء بن مالک (رضی اللہ تعالٰی عنہ) بھی انہی میں سے ہیں۔''

(یہ پوری روایت آگے اس عنوان ''احادیث مبارکہ میں کرامات کا ذکر'' کے تحت ملاحظہ کیجئے)

(المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب ذکر شھادۃ البراء بن مالک، الحدیث ٥٣٢٥، ج٤، ص ٣٤٠ تا ٣٤١)

حدیث پاک کی شرح:

حکیم الاُمت، حضرت مولانا مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن (متوفی ۱۳۹۱ھ) اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس فرمانِ عالی کے دو مطلب ہوسکتے ہیں کہ ایک یہ کہ وہ بندہ اگر اللہ تعالٰی کو قسم دے کر کوئی چیز مانگے کہ خدایا!

تجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی! یہ کردے تو رب تعالیٰ ضرور کردے۔ یہ ہے بندہ کی ضد اپنے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) پر۔ دوسرے یہ کہ اگر وہ بندہ خدا (عَزَّوَجَلَّ) کے کام پر قسم کھا کر لوگوں کو خبر دے دے تو خدا (عَزَّوَجَلَّ) اس کی قسم پوری کردے۔ مثلاً وہ کہہ دے کہ خدا (عَزَّوَجَلَّ) کی قسم! تیرا بیٹا ہوگا۔ یارب (عَزَّوَجَلَّ) کی قسم! آج بارش ہوگی تو رب تعالیٰ ان کی زبان سچی کرنے کے لئے یہ کردے۔ بعض لوگ بزرگوں کی زبان سے کچھ کہلواتے ہیں: حضور! کہہ دو کہ تیرے بیٹا ہوگا۔ کہہ دو کہ تُو مقدمہ میں کامیاب ہوگا۔ اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے (از اشعۃ اللمعات)۔

(مراۃ المناجیح، ج٦، ص ٥٩٢)

چوتھی حدیث پاک:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، بِاِذْنِ پروردگار دوعالَم کے مالک ومختار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مخلوق میں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تین سو بندے ایسے ہیں جن کے دل حضرت آدم کے دل پر ہیں۔ چالیس کے دل حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے دل پر اور سات کے دل حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے دل پر، پانچ کے دل حضرت جبرائیل کے دل پر ہیں اور تین افراد کے دل حضرت میکائیل کے دل کے مشابہ ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق میں سے ایک بندۂ خاص کا دل حضرت اسرافیل (عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کے دل پر ہے۔ جب اس بندۂ خاص کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان تین میں سے ایک کو اس کی جگہ مقرر فرما دیتا ہے۔ اور جب ان تین میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اس کی جگہ ان پانچ میں سے ایک کو مقرر فرما دیتا ہے جب پانچ میں سے کسی ایک کا وصال ہوتا ہے تو سات میں

سے کسی ایک کو اس کی جگہ مقرر کر دیتا ہے۔ جب ان سات میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ چالیس میں سے ایک کو اس کی جگہ دے دیتا ہے۔ جب ان چالیس میں سے کوئی اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو تین سو میں سے کسی کے ذریعے اس خلا کو پُر فرما دیتا ہے۔ اور جب ان تین سو میں سے کسی کا وصال ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ عام لوگوں میں سے کسی کو اس کی جگہ مقرر فرما دیتا ہے۔ پس انہی اولیاء کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں کو زندگی اور موت عطا فرماتا، انہی کے طفیل بارش ہوتی، فصلیں اُگتی اور انہی کی بدولت مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔''

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی: ''ان کے سبب لوگوں کو زندگی اور موت کیسے ملتی ہے؟'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''یوں کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کثرتِ اُمت کا سوال کرتے ہیں تو اس میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اور ظالموں کے خلاف دعا کرتے ہیں تو ان کو نیست و نابود کر دیا جاتا ہے۔ بارش طلب کرتے ہیں تو بارش برسا دی جاتی ہے۔ نباتات کے اُگنے کا سوال کرتے ہیں تو ان کے لئے زمین فصلیں اُگا دیتی ہے۔ وہ دعا کرتے ہیں تو مختلف قسم کے مصائب ان کی دعا کی وجہ سے دور کر دیئے جاتے ہیں۔''

(تاریخ دمشق لابن عساکر، باب ان بالشام یکون الابدال......الخ، ج۱، ص۳۰۳)

پیارے پیارے اسلامی بھائیو!

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ فرامین خدا و مصطفیٰ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کس پیارے انداز میں اولیاء کرام کی شان و عظمت، مقام و مرتبہ اور تصرفات و اختیارات کو بیان کر رہے ہیں۔ یہ تو چند آیات و احادیث ہیں۔ ان کے علاوہ بھی قرآن مجید کی بہت سی آیات طیبہ اور بے شمار احادیث مبارکہ ایسی ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں کے شان و مرتبہ کو بیان کرتی ہیں۔

جعلی پیروں کی مذمت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!

جہاں حقیقی اولیاء کرام، قرآن وسنت اور اپنے روحانی فیوض وبرکات سے اپنے مریدین ومعتقدین کی مذہبی واخلاقی اور ظاہری وباطنی تربیت فرماتے ہیں وہاں آج کل بعض نام نہاد جعلی پیر فقیر ولایت کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہوئے ان کے ایمانوں پر ڈاکے ڈالتے ہیں اور انہیں گمراہی کے راستے پر ڈال دیتے ہیں اور خود ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب ان سے کسی شرعی معاملہ جیسے نماز وغیرہ سے متعلق پوچھا جاتا ہے تو (اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی) کہہ دیتے ہیں: ''ہم شریعت کے پابند نہیں بلکہ شریعت ہماری پابند ہے۔'' کوئی یہ بکتا ہے: ''تم شریعت پر چلو، ہمارا طریقت کا راستہ اس سے الگ ہے۔ تم ظاہری احکام پر عمل کرتے ہو جبکہ ہم باطنی علوم پر عمل پیرا ہیں۔'' اور بعض یہ حیلہ سازی کرتے ہیں: ''میاں! ہم تو مدینے میں نماز پڑھتے ہیں۔ میاں! نماز تو روحانیت کا نام ہے، جو دِل میں ہوتی ہے، ہمارے دل نمازی ہیں'' وغیرہ وغیرہ۔ ایسے خبیث صفت لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایسوں سے اپنا ایمان وعقیدہ محفوظ رکھنا فرض ہے کہ کہیں یہ لٹیرے ہمارا ایمان بھی نہ برباد کردیں۔ کیونکہ عام طور پر ان کے شنیع اقوال وعقائد، کفر وگمراہی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور ان سے دور رہنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اہلسنّت وجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ''**شریعت سے طریقت جُدا نہیں۔**'' چنانچہ،

مجددِ اعظم، امام اہلسنّت، سیِّدُنا اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن (متوفی ۱۳۴۰ھ) ارشاد فرماتے ہیں: ''شریعت حضور اقدس سید عالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اقوال ہیں، اور طریقت حضور کے افعال، اور حقیقت حضور کے احوال، اور

معرفت حضور کے علوم بے مثال۔صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اِلٰی مَالَا یَزَال۔"

(فتاوی رضویہ، ج ٢١، ص ٤٦٠)

شَرِیۡعَت اور طَرِیۡقَت کے ایک ہونے پر حقیقی اَولِیَاء عُظَّام کے فرامین

یہاں اِسلام کے ان عظیم ترین مشائخ طریقت اور حقیقت آشنا پیشواؤں کے چند اقوال پیش کئے جاتے ہیں جن کے "اکابر اولیائے امت" ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں تاکہ سیدھی راہ سے منحرف جعلی پیروں اور ان کے جاہل مریدوں پر روشن ہو جائے کہ "شریعت سے طریقت جدا نہیں۔"

(1)......حضرت سیِّدُنا جُنَیۡد بَغۡدَادِی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا فرمان:

گروہِ **صوفیا** کے سردار، **طریقت وحقیقت** کے امام حضرت سیِّدُنا ابوقاسم جنید بن محمد **بغدادی** (المعروف جنید بغدادی) علیہ رحمۃ اللہ الہادی (متوفی ٢٩٧ھ) فرماتے ہیں: "**اللہ عَزَّوَجَلَّ تک پہنچانے والے تمام راستے ہر شخص پر بند ہیں سوائے اس شخص کے جو حضور نبیٔ اکرم، شفیعِ مُعظَّم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے طریقہ کی اتباع وپیروی کرے۔**" نیز ارشاد فرمایا کہ "**جس نے قرآن پاک کو یاد نہ کیا اور حدیث نبوی کو** (کتاب یا دل میں) **جمع نہ کیا اس کی اقتداء وپیروی نہ کی جائے۔ کیونکہ ہمارا یہ علم اور** (طریقت کا) **راستہ قرآن وسنت کا پابند ہے۔**"

(الرسالۃ القشیریۃ، ابو القاسم الجنید بن محمد، ص ٥٠)

(2)......حضرت سیِّدُنا سری سقطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا فرمان:

حضرتِ سیِّدُنا ابوالحسن سری بن مغلس سقطی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ٢٥٣ھ)

فرماتے ہیں: ''تصوف تین وصفوں کا نام ہے (۱)......اس (صوفی) کا نورِ معرفت اس کے نورِ وَرَع کو نہ بجھائے (۲)......باطن سے کسی ایسے علم میں بات نہ کرے کہ ظاہرِ قرآن یا ظاہرِ سنت کے خلاف ہو (۳)......کرامتیں اسے ان چیزوں کی پردہ دری پر نہ لائیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حرام فرمائیں۔'' (المرجع السابق ، ص۲۸)

(3)......حضرت سیِّدُنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا فرمان:

حضرتِ سیِّدُنا عمی بسطامی کے والد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرتِ سیِّدُنا ابو یزید بسطامی علیہ رحمۃ اللہ الکافی (متوفی ۲۶۱ھ یا ۲۳۴ھ) نے مجھ سے فرمایا: ''چلو اس شخص کو دیکھیں جس نے خود کو ولایت کے ساتھ مشہور کر رکھا ہے۔'' وہ ایسا شخص تھا جس سے حصولِ برکت کی خاطر ہر طرف سے لوگ آتے تھے۔ اور وہ زُہد و تقویٰ سے مشہور تھا۔ چنانچہ، زیارت اور حصولِ برکت کے لئے ہم بھی وہاں گئے۔ اس وقت وہ اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلا۔ قبل اس کے کہ کوئی بات ہوتی اتفاقاً اس نے قبلہ کی طرف تھوکا۔ یہ دیکھ کر حضرتِ سیِّدُنا ابو یزید بسطامی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فوراً واپس آ گئے اور اسے سلام تک نہ کیا اور ارشاد فرمایا: ''یہ شخص رسولِ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے آداب میں سے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں تو پھر جس ولایت کا دعویٰ کرتا ہے اس پر کیا امین ہوگا۔'' (المرجع السابق ، ص۳۸)

(4)......حضرتِ سیِّدُنا ابو یزید بسطامی علیہ رحمۃ اللہ الکافی (متوفی ۲۶۱ھ یا ۲۳۴ھ) نے ہی ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ کرامات دیا گیا ہو حتی کہ وہ ہوا پر چار زانو بیٹھ جائے تو اس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ امر و نہی (یعنی فرض وواجب اور حرام ومکروہ)، حدودِ الٰہی کی حفاظت اور شریعت پر عمل میں اس کا حال کیسا ہے۔'' (المرجع السابق، ص۳۸۔۳۹)

(5)... حضرت سیِّدُ نا ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا فرمان:

حضرتِ سیِّدُ نا ابو سلیمان عبد الرحمٰن بن عطیہ دارانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ۲۱۵ھ) فرماتے ہیں: ''بارہا میرے دل میں تصوف کا کوئی نکتہ کئی کئی دنوں تک آتا رہتا ہے، مگر جب تک دو عادل گواہ یعنی قرآن اور سنت (یعنی حدیثِ پاک) اس کی تصدیق نہیں کرتے میں اسے قبول نہیں کرتا۔'' (المرجع السابق ،ص ٤١)

(6)...... حضرت سیِّدُ نا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا فرمان:

حضرتِ سیِّدُ نا ابوالفیض ثوبان بن ابراہیم المعروف ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۲۴۵ھ) ارشاد فرماتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کی خاص علامت یہ ہے کہ انسان ظاہر و باطن میں اس کے محبوب، محمد مصطفٰی، احمد مجتبٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے اَخلاق، اَفعال، اَحکام اور سنتوں کی اتباع کرے۔'' (المرجع السابق ،ص ٢٤)

(7)...... حضرت سیِّدُ نا بشر حافی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا فرمان:

حضرتِ سیِّدُ نا ابونصر بشر بن حارث حافی علیہ رحمۃ اللہ الکافی (متوفی ۲۲۷ھ) فرماتے ہیں: ''مَیں ایک بار خواب میں حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی زیارت سے مشرف ہوا، آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''اے بشر! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں تمہارے ہم عصر اولیاء سے زیادہ بلند مرتبہ کیوں عطا فرمایا؟'' مَیں نے عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! میں اس کا سبب نہیں جانتا۔'' تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس وجہ سے کہ تم میری سنت کی پیروی کرتے ہو، صالحین کی خدمت کرتے ہو، اپنے اسلامی بھائیوں کی خیر خواہی (یعنی انہیں نصیحت) کرتے ہو اور میرے صحابہ کرام اور میرے اہل بیت اطہار (رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین) سے محبت کرتے ہو۔ یہی سبب

ہے کہ جس نے تمہیں ابرار کی منازل تک پہنچا دیا ہے۔''

(الرسالة القشيرية ، ابو النصر بشر بن حارث حافی،ص ۳۱)

(8)......حضرت سیِّدُ نا اَحمد خراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان:

حضرتِ سیِّدُ نا ابوسعید احمد بن عیسٰی خراز علیہ رحمۃ اللہ الغفّار (متوفی ۲۷۷ھ) ارشاد فرماتے ہیں: ''ہر وہ باطنی امر باطل ومردود ہے جس کی ظاہر مخالفت کرے۔''

(المرجع السابق ،ص ۶۱)

(9)......حضرت سیِّدُ نا ابوعبداللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرتِ سیِّدُ نا ابوعبداللہ محمد بن فضل بلخی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۳۱۹ھ) ارشاد فرماتے ہیں: ''چار باتوں کے سبب چار قسم کے لوگوں سے اسلام چلا جاتا ہے: (۱) اپنے علم پر عمل نہ کرنے والے (۲) جس کا علم نہیں اس پر عمل کرنے والے (۳) جس پر عمل ہے اس کا علم نہ سیکھنے والے اور (۴) دوسروں کو علم حاصل کرنے سے روکنے والے۔'' (المرجع السابق ،ص ۵۶)

یہ تمام فرامین حضرتِ سیِّدُ نا عارف باللہ امام عبدالکریم بن ہوازن قشیری علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۴۶۵ھ) کی شہرہ آفاق تصنیف ''الرسالة'' المعروف ''رسالہ قشیریہ'' سے نقل کئے گئے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ کتاب اسلامی ممالک کے صوفیہ کی جماعت کے لئے ۴۳۷ھ میں لکھی۔ اس کتاب کے بارے میں حضرتِ سیِّدُ نا امام تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن علی سبکی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۷۷۱ھ) فرماتے ہیں: یہ وہ مشہور ومعروف کتاب ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ''یہ جس گھر میں ہو وہاں کوئی مصیبت وآفت نہیں آتی۔''

(طبقات الشافعية الكبرى ، الطبقة الرابعة ، عبدالكريم بن هوازن ،۵،۹۹)

علامہ نابلسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی نصیحت:

ان تمام مبارک فرامین کی شرح کرنے کے بعد عارف باللہ، ناصح الامہ، صاحب کرامات کثیرہ حضرت سیدی علامہ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۱۱۴۳ھ) اپنے نصیحت بھرے مخصوص انداز میں ارشاد فرماتے ہیں: ''اے عقلمند! اے حق کے طلب گار! تعصب اور بے راہ روی چھوڑ کر بنظرِ انصاف دیکھ کہ یہ تمام نفوسِ قدسیہ (یعنی سید الطائفہ جنید بغدادی، سری سقطی، ابو یزید بسطامی، ابوسلیمان دارانی، ذوالنون مصری، بشر حافی، ابوسعید خراز اور محمد بن فضل رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین) عظیم ترین مشائخ طریقت اور انوارِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے مشاہدہ وکشف کی راہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ تک پہنچے ہوئے، حقیقت آشنا عظیم پیشوا ہیں، یہ سب کے سب شریعتِ محمدیہ اور طریقۂ مصطفویہ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ظاہر وباطن سے تعظیم کررہے ہیں۔ اور کیوں نہ کریں کہ یہ حضرات ان بلند وبالا مقامات اور درجات تک اسی تعظیم اور سیدھی راہِ شریعت پر چلنے کے سبب پہنچے ہیں۔ ان بزرگانِ دین اور ان کے علاوہ دیگر صوفیائے کاملین میں سے کسی ایک سے بھی منقول نہیں کہ اس نے شریعت مطہرہ کے کسی حکم کی تحقیر کی ہو یا اس کو قبول کرنے سے باز رہا ہو بلکہ یہ سارے بزرگ ہر حکم شریعت کو تسلیم کرنے، اس پر ایمان لانے، اس کا علم رکھنے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں۔ اور جو شخص ان عظیم ہستیوں میں سے کسی کے بارے میں طعن وتشنیع کرتا ہے وہ یقیناً ان کے مقام کی معرفت سے بے خبر ہے۔ اور وہ جہالت و بے خبری کے ہاتھوں ایسا کرنے پر مجبور ہے۔ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْر یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ دلوں کی بات جانتا ہے۔ نیز یہ حضرات قرآن وسنت کے معانی سے متعلق کشفِ ربانی والہامِ رحمانی کے ذریعے حاصل ہونے والے اپنے باطنی علوم کی بنیاد سیرتِ

محمدی عَلٰی صَاحِبِھَاالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ہر باطل سے جدا ملت حنفیہ پر رکھتے ہیں کیونکہ یہی ملتِ اِسلام ہے۔اور یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ کسی عارف اور سالک کے نزدیک ان نفوسِ قدسیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے باطنی علوم،شریعت مطہرہ کے خلاف ہوں۔البتہ! جاہل اور دھوکے میں پڑا ہوا شخص اس کے خلافِ شرع ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔اور وہ جاہل وفریب خوردہ ،علم اور ذوقِ سلیم سے عاری ہونے کی وجہ سے زبردستی اس معاملہ میں دخل اندازی کرتا ہے حالانکہ وہ ان راہوں سے بالکل ناواقف ہے۔

پس جب تو نے جان لیا کہ یہ بابرکت ہستیاں یعنی حضرات صوفیاء کرام ، شریعت کے احکام کو مضبوطی سے تھامنے والے اور قریب ترین ذریعے سے قرب الٰہی عَزَّوَجَلَّ حاصل کرنے والے ہیں تو خیال کرنا کہ کہیں ان جاہلوں کی حد سے گزری ہوئی باتیں اور دین کو نقصان پہنچانے والے کام تجھے دھوکے میں نہ ڈالیں کہ بغیر علم ومعرفت سالک وعابد بنے بیٹھے ہیں۔یہ لوگ عقائدِ اہلسنّت سے ناواقفیت، خلافِ شرع اقوال، جہل مرکب کے سبب باطل اعمال اور خود کو ہدایت پر سمجھنے کے اعتبار سے خود بگڑے اور دوسروں کو بھی بگاڑتے ہیں،آپ گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں،سیدھی شریعت سے ہٹ کر بدمذہبی اور بے دینی کی طرف مائل ہیں، صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر جہنم کی راہ چلتے ہیں،علمائے شریعت کی راہ سے الگ ہیں کیونکہ یہ اپنی کمزور عقلوں اور بیہودہ رائے پر عمل کرتے ہیں جبکہ علمائے شریعت قرآن وسنت ،اجماعِ امت اور پختہ قیاس کے احکام پر چلتے ہیں۔ نیز یہ جاہل لوگ، مشائخِ طریقت کے مسلک سے بھی خارج ہیں کیونکہ یہ آدابِ شریعت سے روگردانی کئے ہوئے ہیں اور اس کے مستحکم قلعوں میں پناہ لینے کو چھوڑے بیٹھے ہیں۔پس وہ انکارِ شریعت کے سبب کافر ہیں اور دعوے یہ کرتے ہیں کہ ہم اس کے انوار سے روشن ہیں۔

مشائخِ طریقت آدابِ شریعت پر قائم ہیں اور تمام مخلوق پر لازم احکامِ الٰہی کی تعظیم کا عقیدہ رکھتے ہیں اسی لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں مقاماتِ محبت میں قدسی کمالات کا تحفہ عطا فرمایا ہے جبکہ خرافات کے دھوکے میں پڑے ہوئے اور عار کے لباس میں ملبوس یہ جاہل لوگ ظاہر میں مسلمان اور حقیقت میں کافر ہیں۔ یہ ہمیشہ اپنے فاسد خیالات کے بتوں کے سامنے جم کر بیٹھے رہتے ہیں اور شیطان جو وسوسے ان کے خیالات وافکار میں ڈالتا ہے انہیں پر فریفتہ ہیں۔ پس ان کے لئے پوری خرابی ہے اس لحاظ سے کہ یہ اس مقام پر اپنی حالت پر ڈٹے ہوئے ہیں، اس کو برا نہیں سمجھتے کہ اس سے رجوع کرلیں اور نہ ہی انہیں اپنے جاہل ہونے کا خیال آتا ہے کہ دوسروں سے ایسا علم حاصل کریں جو انہیں اس بری حالت سے نفرت دلائے۔ اور اُن کے لئے بھی ہر طرح سے خرابی ہے جو دنیا و آخرت میں رسوائی کا سبب بننے والی ان کی قبیح حالت اور سیرت کی پیروی کرتے ہیں یا ان کے کاموں کو اچھا جانتے ہیں۔ پس یہ جاہل لوگ، عابدین کے حق میں راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ کے راہزن (یعنی لٹیرے اور ڈاکو) ہیں اس طرح کہ جو شخص عبادت وطاعت اور اِخلاص وتقویٰ کی راہ پر چلنا چاہتا ہے یہ لوگ اسے اپنی بناوٹی باتوں، تکبرانہ اَعمال، ناقص احوال، اور غلط آراء کے ذریعے اس راہ سے روکتے ہیں اور احکامِ شرع کا انکار کرکے ہر دینی کام میں حق کو باطل کے ساتھ ملا دیتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بندوں کے لئے جو حق (یعنی دین اسلام) حضور نبی کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم لائے ہیں اسے جان بوجھ کر چھپاتے ہیں۔ ان کا مقصد صرف اپنے لئے دین کے معاملہ کو آسان بنانا ہے اور کمالات کو اپنی طرف منسوب کرنا ہے۔ اور حال یہ ہے کہ نرے جاہل اور دین کے اصول وفروع کو ضائع کرنے والے ہیں۔ (الحدیقة الندیة ، الباب الاول فی اقسام بیان البدع، الفصل الثانی ،ج ۱، ص۱۸۷۔۱۸۹)

(10)......سیِّدی قطبِ مدینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان:

شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولٰینا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیۃ کے عظیم پیرو مرشد حضرت شیخ الفضیلت، آفتابِ رضویت، ضیاء الملّت، مقتدائے اہلسنّت، مرید وخلیفہ اعلیٰ حضرت، پیرِطریقت، رہبرِشریعت، شیخ العرب والعجم، میزبان مہمانانِ مدینہ، قطبِ مدینہ، حضرت علامہ مولٰینا ضیاء الدین احمد مدنی قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۴۰۱ھ) ارشاد فرماتے ہیں: **"جو شریعت کا پابند نہیں وہ طریقت کے لائق نہیں۔"**

اَوْلِیَاء کرام سے متعلق اَہم اُمُور کا بیان

پیارے پیارے اسلامی بھائیو!

یہاں سے اَوْلیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے متعلق ان اُمور کو تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے جن کے مطالعہ سے اِنْ شَاءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام اوران کی کرامات سے متعلق شکوک وشبہات اور بغض وعناد کی کالی گھٹا چھٹ جائے گی۔ اوراس بارے میں اہلسنّت وجماعت کا صحیح عقیدہ اورمؤقف نکھر کر سامنے آجائے گا اورمعلوم ہوگا کہ ان نفوسِ قدسیہ اوران کی کرامات کے بارے میں ایک مسلمان کوکیا عقیدہ رکھنا چاہیے۔ پس اگراولیاءِ عظام اوران کی کرامات کا منکر حسد وکینہ اور جانبداری کی عینک اتار کر اس میں غور وفکر کرے گا تو اِنْ شَاءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ گمراہی چھوڑ کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائے گا۔ وہ اہم امور درج ذیل ہیں:

(1)......ولایت کی تعریف(2)......ولایت کی اقسام(3)...... ولی کی تعریف(4)...... ولی کی اقسام(5)......کرامت کی تعریف (6)......معجزہ اور کرامت میں فرق (7)......کرامت اوراستدراج میں فرق(8)......کرامت کی اقسام(9)......اولیائے اُمت محمدیہ عَلٰی صَاحِبِھَاالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بکثرت کرامات کے ظہور میں حکمت (10)......قرآن وحدیث میں کرامت کا بیان اور(11)......اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں سے دشمنی کی آفات وغیرہ۔

ولایت اوراس کے متعلق اُمُور کابیان

ولایت کی تعریف:

صدرالشریعہ، بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۱۳۶۷ھ) فرماتے ہیں:''ولایت ایک قربِ خاص ہے کہ مولیٰ عَزَّوَجَلَّ اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرماتا ہے۔''

(بہارِ شریعت ،جلد ۱ ،حصہ ۱ ، ص ۲٦٤)

حضرت سیِّدُنا امام فخر الدین ابوعبداللہ محمد بن عمر رازی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ٦٠٦ھ) وِلایت کی تعریف کرتے ہوئے کسی عارف باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے ارشادفرماتے ہیں:''ولایت قربِ خاص کا نام ہے پس اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ولی وہ ہے جو اس قرب کی انتہاء کو پالیتا ہے۔''

(التفسیرالکبیر، سورۃ یونس ، تحت الآیۃ:٦٢، جلد٦، ص٢٧٦،)

وِلایت کسبی ہے یاعطائی؟

ولایت وہبی وعطائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ انعام ہے، کسبی

نہیں یعنی عبادت وریاضت کرکے حاصل نہیں کی جاسکتی بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے، البتہ! اعمالِ حسنہ اس کا ذریعہ اور سبب ہوتے ہیں۔ چنانچہ،

سَیِّدُنا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنَّت، مجدّدِ دین وملّت حضرت علامہ مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن (متوفی ۱۳۴۰ھ) ارشاد فرماتے ہیں: ''ولایت کسبی نہیں، محض عطائی ہے۔ ہاں! کوشش اور مجاہدہ کرنے والوں کو اپنی راہ دکھاتے ہیں (یہ اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے: '' وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا ؕ (پ ۲۱، العنکبوت: ۶۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے)۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۱، ص ۶۰۶)

اور صدرالشریعہ، بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۱۳۶۷ھ) ارشاد فرماتے ہیں: ''ولایت وہبی شے ہے، نہ یہ کہ اعمالِ شاقہ (یعنی سخت مشکل اعمال) سے آدمی خود حاصل کرلے، البتہ! غالباً اعمالِ حسنہ اس عطیۂ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے لئے ذریعہ ہوتے ہیں، اور بعضوں کو ابتداءً مل جاتی ہے۔'' (بہارشریعت، جلد ۱، حصّہ ۱، ص ۲۶۴)

البتہ! بعض اوقات تقوی وپرہیزگاری کے سبب کوئی ولی ہوجاتا ہے۔ لہٰذا بعض علماءِ کرام مجازاً ولایت کو کسبی بھی کہہ دیتے ہیں، جیسا کہ مفسرِ شہیر، حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یارخان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۱۳۹۱ھ) تحریر فرماتے ہیں: ''اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے مقبول بندے ''اَوْلِیَاءُ اللّٰہ'' کہلاتے ہیں، اور اس کے مردود ''مِنْ دُوْنِ اللّٰہ''، ان مقبولوں میں بعض تو تقویٰ، طہارت وغیرہ سے مقبول ہوجاتے ہیں، یہ ولایت کسبی ہے، بعض مادرزاد ولی ہوتے ہیں، یہ ولایت عطائی ہے دیکھو بی بی مریم مادرزاد ولیہ تھیں، اور آدم عَلَیْہِ السَّلَام پیدا ہوتے ہی مسجودِ ملائکہ ہوئے اور بعض لوگ کسی کی نگاہِ کرم سے ولی بن جاتے ہیں، اسے ولایتِ وہبی کہتے ہیں،

جیسے موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے جادوگر کہ آناً فاناً مؤمن، صحابی، شہید ہوئے، یا حبیب نجار (علیہ رحمۃ اللہ الغفّار) جو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے حواریوں میں آناً فاناً ولی ہوگئے، یہ آیت تینوں قسم کے ولیوں کو شامل ہے۔''

(نورالعرفان فی تفسیرالقرآن ، پاره ١١، سورة یونس ، تحت الایة :٦٢)

ولایت کی اقسام:

ولایت کی دو قسمیں ہیں: (1) ولایت تَشْرِیْعِی (2) ولایت تَکْوِیْنِی۔

ولایتِ تَشْرِیْعِی:

لفظِ ولی ''وَلَاءٌ'' سے بنا ہے۔ کبھی اس کا معنیٰ ''اعانت و مدد کرنا، حمایت کرنا، محبت کرنا، فرمانبرداری کرنا اور اطاعت کرنا'' آتا ہے۔ اسی سے ''مولیٰ'' بھی ہے۔ اس معنیٰ کے اعتبار سے ولایت عام ہے اور ولی کا اطلاق ہر عام و خاص پر ہوسکتا ہے بلکہ ہر نیک مسلمان جسے قربِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ حاصل ہو وہ ولی تشریعی ہے، اور ولی کو ولی اس وجہ سے بھی کہتے ہیں کہ وہ معین و مددگار و اطاعت گزار و فرمانبردار ہوتا ہے۔ چنانچہ،

مفسرِ شہیر، حکیم الاُمت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ١٣٩١ھ) ارشاد فرماتے ہیں: ''ولی دو قسم کے ہیں؛ ولی تشریعی، ولی تکوینی۔ ولی تشریعی ہر نیک مسلمان ہے جسے قربِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ حاصل ہو۔''

(نورالعرفان فی تفسیرالقرآن ، پاره ١١، سورة یونس ، تحت الایة :٦٢)

ولایتِ تکوینی:

اور کبھی ''وَلَاءٌ'' کا معنیٰ ''قرب'' آتا ہے۔ اس معنیٰ کے اعتبار سے ولایت کو تکوینی کہتے ہیں۔ اور جسے یہ حاصل ہو اسے ولی تکوینی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ،

مفسرِ شہیر، حکیم الاُمت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمٰن (متوفی ١٣٩١ھ) فرماتے

ہیں: ”تکوینی ولی وہ ہے جسے عالم میں تصرف کا اختیار دیا گیا ہو، ولی تشریعی تو ہر چالیس متقی مسلمانوں میں ایک ہوتا ہے، اور ولی تکوینی کی جماعت مخصوص ہے، غوث، قطب، ابدال وغیرہ اسی جماعت کے افراد ہیں۔ یہ تمام قیامت کے ڈر ورنج سے یا دنیا کے مُضِر خوف وغم سے محفوظ ہیں۔“

(نورالعرفان فی تفسیرالقرآن ،پارہ ۱۱، سورۃ یونس ، تحت الایۃ :۶۲)

وِلایت کے درجات:

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے::

اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (پ ۹ ،الانفال:۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اولیاء تو پرہیز گار ہی ہیں۔

مفسر شہیر، حکیم الاُمت حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۱۳۹۱ھ) اس آیتِ مبارکہ کے تحت ”تفسیر نور العرفان“ میں فرماتے ہیں: ”تقویٰ کے چار درجے ہیں اس لئے ولایت کے بھی چار درجے ہوئے، کفر سے بچنا، گناہوں سے بچنا، مشکوک چیزوں اور شبہات سے بچنا، غیر اللہ سے بچنا۔ غیر اللہ وہ جو رب سے غافل کرے۔ اگر نماز و دیگر عبادات ریا کے لئے ہوں تو وہ غیر اللہ ہیں اور اگر کھانا رب کے لئے ہو تو وہ غیر نہیں۔ مگر بعض لوگ ہر بھنگی چرسی کو ولی سمجھ لیتے ہیں یہ غلط ہے بعض لوگ بے دینوں (بدمذہبوں) کو ولی جانتے ہیں، یہ بھی دھوکہ ہے۔“

ولی کی تعریف اور اقسام کا بیان

ولی کی تعریف:

حضرت سیِّدُنا علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ۷۹۳ھ) فرماتے ہیں: ”ولی اس شخص کو کہتے ہیں جو ممکنہ حد تک اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی صفات

کا عارف ہو، اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ عبادت کرتا ہو اور ہر قسم کے گناہوں سے اجتناب کرتا ہو اور لذّات اور شہوات میں انہماک اور استغراق سے بچتا ہو۔''

(شرح العقائد، کرامات الاولیاء حق، ص ۱٤٤)

امام المفسرین حضرت سیِّدُنا امام فخر الدین ابوعبداللہ محمد بن عمر رازی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ۶۰۶ھ) ولی کی تعریف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''ولی وہ ہے جو اعتقادِ صحیح مبنی بر دلیل رکھتا ہو اور اعمالِ صالحہ شریعت کے مطابق بجالاتا ہو۔'' کچھ آگے ارشاد فرماتے ہیں: ''جب بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قربِ خاص پا لیتا ہے اور اس کی معرفت میں مستغرق ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کے دل میں ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کسی کا خیال تک نہیں گزرتا اور اس حال میں اسے مکمل ولایت حاصل ہو جاتی ہے اور جب اسے یہ مقام مل جاتا ہے تو پھر اس کو کسی شے کا خوف نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی چیز کے سبب غمگین ہوتا ہے۔''

(التفسیر الکبیر، سورۂ یونس، تحت الآیة ٦٢، ج٦، ص ٢٧٦)

اَولیاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی اَقسام:

پیارے اسلامی بھائیو! ہر دور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولی ہوئے ہیں اور اِنْ شَاءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مختلف مراتب وطبقات ہیں۔ محقق اہلسنّت، حضرت سیِّدُنا علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ۱۳۵۰ھ) نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''جَامِعُ کَرَامَاتِ الْاَوْلِیَاء'' میں حضرت سیِّدُنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۶۳۸ھ) کی کتاب مستطاب ''اَلْفُتُوحَاتُ الْمَکِّیَّة'' سے ان مراتب واقسام کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یہاں ان میں سے بعض کو اختصار کے ساتھ بیان جاتا ہے:

(1)......اَقْطَاب:

یہ قطب کی جمع ہے اور ''قطب'' اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ایسے عظیم الشان ولی کو کہتے ہیں جو ایک زمانہ اور ایک وقت میں ایک ہی ہوتا ہے۔ اسے ''غوث'' بھی کہتے ہیں۔ قطب اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نہایت ہی مقرب اور اپنے زمانے کے تمام اولیاء کرام کا آقا ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض کو باطنی خلافت کے ساتھ حکم ظاہر اور ظاہری خلافت بھی ملتی ہے جیسے، چاروں خلفائے راشدین، سیِّدُنا امام حسن، سیِّدُنا امیر معاویہ، سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہم الرضوان اور بعض کو صرف باطنی خلافت ملتی ہے جیسے حضرت سیِّدُنا ابویزید بسطامی علیہ رحمۃ اللہ الوالی وغیرہ۔ قطب کا صفاتی نام عبداللہ ہے۔

(2)......اَئِمَّہ:

یہ ہر دور میں صرف دو ہوتے ہیں۔ ایک کا صفاتی نام عبدالرب اور دوسرے کا صفاتی نام عبدالملک ہوتا ہے۔ یہ دونوں قطب کے وزیر ہوتے ہیں اور یہی اس کے انتقال کے بعد اس کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ ایک عالَم ''مَلَکُوت'' اور دوسرا عالَم ''مُلک'' تک محدود رہتا ہے۔

(3)......اَوْتَاد:

یہ ہر دور میں صرف چار حضرات ہی ہوتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان چاروں کے ذریعے چاروں جہات یعنی مشرق، مغرب، شمال اور جنوب کی حفاظت فرماتا ہے۔ ان میں ہر ایک کی ولایت ایک جہت میں ہوتی ہے۔ ان کے صفاتی نام یہ ہیں: عبدالحی، عبدالعلیم، عبدالقادر، اور عبدالمرید۔

(4)......اَبْدَال:

یہ ہر دور میں سات (7) ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ سات زمینوں

کی حفاظت فرماتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک زمین ہوتی ہے جہاں اس کی ولایت ہوتی ہے۔ یہ ساتوں بالترتیب ان سات انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے قدم پر ہوتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ، حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ، حضرت سیِّدُنا ہارون، حضرت سیِّدُنا ادریس، حضرت سیِّدُنا یوسف، حضرت سیِّدُنا عیسیٰ روح اللہ اور حضرت سیِّدُنا آدم صفی اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔

حضرت سیِّدُنا معاذ بن اشرص رحمۃ اللہ تعالی علیہ اسی قسم کے اولیاء سے تھے۔ ان سے عرض کی گئی: ''یہ مرتبہ کس عمل کے ذریعے ملتا ہے؟'' تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: چار باتوں کے ذریعے: (۱) بھوک (۲) بیداری (۳) خاموشی اور (۴) تنہائی۔

(5)......نُقَبَاء:

یہ ہر دور میں صرف 12 ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر نقیب آسمان کے بارہ برجوں میں سے ایک ایک برج کی خاصیتوں کا عالم ہوتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان نقباء کو آسمانی احکام کے علوم سے نوازتا ہے۔ نفس میں چھپی اشیاء اور آفات کا علم رکھتے ہیں اور اس کے مکر وفریب کو نکالنے پر قادر ہوتے ہیں۔ شیطان ان سے چھپ نہیں سکتا۔ یہ اس کے ان پوشیدہ معاملات کو بھی جانتے ہیں جن کو شیطان خود نہیں جانتا۔ ان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ شان عطا فرمائی ہے کہ کسی شخص کے زمین پر لگے پاؤں کے نقش ہی کو دیکھ کر انہیں اس کے شقی (یعنی بد بخت) اور سعید (یعنی خوش بخت) ہونے کا علم ہو جاتا ہے۔

(6)......نُجَبَاء:

ہر دور میں آٹھ (8) سے کم یا زیادہ نہیں ہوتے۔ ان حضرات کے احوال سے ہی قبولیت کی علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ حال کا ان پر غلبہ ہوتا ہے جس کو صرف

وہ اولیاءِ عظام پہچان سکتے ہیں جو مرتبہ میں ان سے اوپر ہوتے ہیں۔

(7)......رَجَبِی:

یہ ہر دور میں 40 ہوتے ہیں۔ یہ ایسے بندے ہیں جن کا حال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت کے ساتھ قائم ہے۔ حقیقت میں یہ (اولیاء کی ایک قسم) ''اَفراد'' میں سے ہوتے ہیں۔ انہیں رجبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس مقام کا حال صرف ماہِ رجب کی پہلی تاریخ سے آخری تاریخ تک طاری ہوتا ہے۔ البتہ! بعضوں پر اس کیفیت کا کچھ اثر پورے سال رہتا ہے۔ یہ مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔

(8)......قلب آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے مطابق:

یہ ہر زمانے میں 300 ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں خود حضور نبیِّ کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ ارشاد فرمایا ''یہ قلب آدم عَلَیْہِ السَّلَام پر ہیں۔'' اس فرمان عالی کا معنی یہ ہے کہ معارف الٰہیہ میں غور وفکر کرنے میں اِن کے دل اُن کے دل کی طرح ہیں۔ چونکہ علوم الٰہیہ دل پر وارد ہوتے ہیں تو جس طرح یہ علوم و معارف اکابر کے دلوں پر نازل ہوتے ہیں اسی طرح ان حضرات کے دلوں پر وارد ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو 300 اخلاق خداوندی عطا ہوتے ہیں اگر کسی بندے کو ان میں سے صرف ایک خُلق مل جائے تو وہ سعادت یافتہ ہو جاتا ہے۔

(9)......قلب نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے مطابق:

یہ ہر دور میں 40 ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی فرمان مصطفٰی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہے کہ ''میری امت میں ہمیشہ چالیس آدمی قلب نوح عَلَیْہِ السَّلَام پر ہوں گے۔'' ان کا مقام، غیرت دینیہ کا مقام ہے جس تک پہنچنا بہت دشوار و کٹھن ہے۔ ان 40 میں جو کمالات جدا جدا پائے جاتے ہیں وہ تمام کے تمام حضرت

سیِّدُ نا نوح عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ذات مقدسہ میں ایک ساتھ موجود ہیں۔

(10)......قلب ابراھیم عَلَیْہِ السَّلَام کے مطابق:

یہ ہر زمانہ میں سات افراد ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی حدیث پاک آئی ہے۔ ان کا مقام ہر طرح کے شک وشبہ سے سلامتی والا مقام ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس دنیا ہی میں ان کے سینوں سے کینہ کو دور کر دیا ہے اور یہ صحیح علم والے ہوتے ہیں۔ یہ ہستیاں لوگوں کے خیر ہی پر نظر رکھتی ہیں۔

(11)......قلب جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے مطابق:

ان کی تعداد ہر دور میں پانچ ہوتی ہے جس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔ یہ اس طریقِ ولایت کے بادشاہ ہوتے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ان حضرات کی پردۂ غیب سے مدد کرتے ہیں۔ اور اس قسم سے تعلق رکھنے والے اولیاء عظام روزِ محشر حضرت سیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ ہوں گے۔

(12)......قلب میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام کے مطابق:

یہ ہر زمانے میں تین ہی ہوتے ہیں۔ ان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ یہ نفوسِ قدسیہ خیر ورحمت اور نرمی کا منبع ومرکز ہوتے ہیں۔ ان میں مسکراہٹ، نرمی اور انتہائی شفقت ہوتی ہے۔ اور یہ اُنہی چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جو باعث شفقت ہوں۔

(14)......قلب اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام کے مطابق:

یہ ہستی ہر دور میں ایک ہی ہوتی ہے۔ امر ونہی پر ان کا تسلط ہوتا ہے۔ اور اس کے بارے میں نبیِّ پاک صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے حدیث شریف بھی منقول ہے کہ اسے علم اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام سے حصہ عطا ہوتا ہے۔

(15)......رِجَالُ الْغَیب:

یہ دس اولیاء کرام ہوتے ہیں جن میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ یہ اہل خشوع ہیں اور رحمانی تجلی کے ہمہ وقت غلبہ کے سبب صرف سرگوشی میں گفتگو کرتے ہیں۔ اگر کسی کو بلند آواز سے بولتا سن لیں تو حیرت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اہل اللہ جب بھی لفظ ''رجال الغیب'' بولتے ہیں تو ان کی مراد یہی اولیاء کرام ہوتے ہیں۔

(16)......مَظْهَر قوت خداوندی:

یہ ہر دور میں صرف آٹھ حضرات ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کی علامت ''اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ'' (یعنی کافروں پر سخت ہیں) بیان کی گئی ہے۔ راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں ملامت کرنے والے کی کسی ملامت کو کوئی حیثیت نہیں دیتے۔ انہیں ''رجال القہر'' بھی کہا جاتا ہے۔ انہیں بڑی فعال ہمتیں عطا کی جاتی ہیں۔ اور اسی علامت سے ان کو پہچانا جاتا ہے۔ حضرت سیّدُنا ابو عبداللہ دقاق علیہ رحمۃ اللہ الرزاق ایسے ہی بزرگ تھے۔ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین

(جامع کرامات الاولیاء، مقدمة الکتاب، ج ۱، ص ۶۹۔۷۴)

ان کے علاوہ بھی اولیاء عظام کی بے شمار قسمیں ہیں مثلاً اِلٰهِیُّون، رَحْمَانِیُّوْن، رِجَالُ الْغَنِی بِاللّٰه، بُدَلَاء، رِجَالُ الْاِشْتِیَاق، مَلَامَتِیَّه، فُقَرَاء، صُوْفِیَه، عُبَاد، زُهَاد، رِجَالُ الْمَاءِ، اَفْرَاد، اُمَنَاء، قُرَّاء، اَحْبَاب، مُحَدِّثُوْن، اَخِلَّاء، وَرَثَه، صِدِّیْقِیْن، شُهَدَاء، صَالِحِیْن، قَانِتِیْن، صَادِقِیْن، حَامِدِیْن، ذَاکِرِیْن، صَابِرِیْن، وَاصِلِیْن، حُلَمَاء، اَخْیَار، کُرَمَاء وغیرہ وغیرہ۔ یہاں صرف حصول برکت کے لئے چند اقسام کو بیان کیا گیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ان نیکوں کے فیوض و برکات سے خوب مالا مال فرمائے۔ (آمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰه تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّم)

کوئی ولی کسی نبی سے افضل نہیں:

اہلِ سنت و جماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ کوئی ولی کسی نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے افضل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا امام نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد نسفی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۵۳۸ھ) فرماتے ہیں: ''کوئی ولی، انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔'' (العقائدالنسفیة مع شرحه، ص١٥٨)

اور حضرت سیِّدُنا امام ابو القاسم عبدالکریم بن ھوازن قشیری علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۴۶۵ھ) فرماتے ہیں: ''اس بات پر اجماع ہے کہ کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا ہے۔'' (الرسالة القشيريه، باب کرامات الاولیاء ص ٣٨٠)

نیز حضرت سیِّدُنا ابو یزید بسطامی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ۲۶۱ھ یا ۲۳۴ھ) ارشاد فرماتے ہیں: ''عام مؤمنوں کے مقام کی انتہاء صالحین کے مقام کی ابتداء ہے اور صالحین کے مقام کی انتہاء شہیدوں کے مقام کی ابتداء ہے، اور شہیدوں کے مقام کی انتہاء صدیقوں کے مقام کی ابتداء ہے اور صدیقوں کے مقام کی انتہاء نبیوں کے مقام کی ابتداء ہے، اور نبیوں کے مقام کی انتہاء رسولوں کے مقام کی ابتداء ہے اور رسولوں کے مقام کی انتہاء اُولُوا الْعَزْم رسولوں کے مقام کی ابتداء ہے اور اُولُو الْعَزْم رسولوں کے مقام کی انتہاء حبیبِ خدا، احمد مجتبٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کے مقام کی ابتداء ہے اور حبیبِ خدا احمد مجتبٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کے مقام کی انتہاء کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

(تذکره مشایخ نقشبندیه، ص٥٨، بحواله البرهان، ص٤٩٢)

؎ خَلق سے اولیاء، اولیاء سے رُسُل اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

ولی کو نبی سے افضل کہنے والے کا حکم:

مجددِ اعظم، سیّدُ نا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، حضرت علامہ ومولٰینا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن (متوفی ۱۳۴۰ھ) **''فتاوی رضویہ شریف''** جلد ۱۵، صفحہ ۵۸۴ پر فرماتے ہیں: ''فقیر نے اپنے فتوی مسمّٰی بہ '' رَدُّالـرَّفْضَة''میں شفاء شریف امام قاضی عیاض وروضہ امام نووی وارشاد الساری امام قسطلانی وشرح عقائد نسفی وشرح مقاصد امام تفتازانی واعلام امام ابن حجر مکی ومنح الروض علامہ قاری وطریقہ محمدیہ علامہ برکوی وحدیقہ ندیہ مولیٰ نابلسی وغیرہا کتب کثیرہ کے نصوص سے ثابت کیا ہے کہ **باجماعِ مسلمین کوئی ولی کوئی غوث کوئی صدیق بھی کسی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا، جو ایسا کہے قطعاً اجماعاً کافر ملحد (یعنی بالاتفاق پکا کافرو بے دین)** ہے، ازاں جملہ شرح صحیح بخاری شریف میں ہے:''اَلنَّبِیُّ اَفْضَلُ مِنَ الْوَلِیِّ وَھُوَ اَمْرٌ مَقْطُوْعٌ بِهٖ وَالْقَائِلُ بِخِلَافِهٖ کَافِرٌ لِاَنَّهٗ مَعْلُوْمٌ مِنَ الشَّرْعِ بِالضَّرُوْرَةِ یعنی ہر نبی ہر ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریاتِ دین سے ہے۔''

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ، کتاب العلم ، باب ما یستحب للعالم......الخ ،تحت الحدیث: ۱۲۲، ج ۱، ص ۳۷۸)

کیا صاحبِ کرامت ولی زیادہ افضل ہوتا ہے:

شیخ الاسلام حضرت سیِّدُ نا زکریا انصاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں: ''ایسا ولی جس سے کرامت کا ظہور نہ ہوا کبھی وہ صاحبِ کرامت ولی سے افضل ہوتا ہے کیونکہ افضل ہونے کا مدار یقین کی زیادتی پر ہے، کرامت پر نہیں۔''

(جامع کرامات الاولیاء، مقدمۃ الکتاب، المطلب الاول، ج ۱، ص ۳۷)

حضرت سیِّدُ نا علامہ عفیف الدین عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی یمنی ثم مکی علیہ

رحمۃ اللہ القوی (متوفی ٦٨٧ھ) نے ارشاد فرمایا: ''یہ لازم نہیں کہ صاحبِ کرامت ولی اس ولی سے افضل ہو جو صاحبِ کرامت نہیں بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس ولی کے پاس کرامت نہیں وہ صاحبِ کرامت ولی سے افضل ہوتا ہے۔''

(المرجع السابق)

کرامت اور اس کے متعلق اُمُور کا بیان

کرامت کی تعریف:

عارف باللہ، ناصح الاُمہ حضرت سیِّدُنا امام عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ١١٤٣ھ) کرامت کی تعریف یوں فرماتے ہیں: ''کرامت سے مراد وہ خلافِ عادت امر ہے جس کا ظہور تحدی ومقابلہ کے لئے نہ ہو اور وہ ایسے بندے کے ہاتھ پر ظاہر ہو جس کی نیک نامی مشہور و ظاہر ہو، وہ اپنے نبی کا مُتَّبِع، درست عقیدہ رکھنے والا اور نیک عمل کا پابند ہو۔'' (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الباب الثانی فی الامور المھمۃ فی الشریعۃ، ج١، ص٢٩٢)

خلافِ عادت امر سے کیا مراد؟

خلافِ عادت امر سے مراد وہ کام ہے جو عام طور پر کسی انسان سے ظاہر نہ ہوتا ہو مثلاً ہوا میں اُڑنا، پانی پر چلنا وغیرہ افعال کہ عام طور پر آدمی نہ تو ہوا میں اُڑ سکتا ہے اور نہ ہی پانی پر چل سکتا ہے۔

خلافِ عادت امر کی اقسام:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات

پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفْحَہ 58 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولیٰنا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ١٣٦٧ھ) خلافِ عادت فعل کی مختلف صورتوں کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''نبی سے جو بات خلافِ عادت قبلِ نبوت ظاہر ہو اس کو اِرہاص کہتے ہیں (اور بعدِ نبوت ہو تو معجزہ) اور ولی سے جو ایسی بات صادر ہو اس کو کرامت کہتے ہیں، اور عام مؤمنین سے جو صادر ہو اسے معونت کہتے ہیں اور بے باک فجار یا کفار سے جو ان کے موافق ظاہر ہو اس کو استدراج کہتے ہیں اور ان کے خلاف ظاہر ہو تو اہانت ہے۔''

(بہارِ شریعت ، حصّہ ١، ج ١، ص٥٨)

علامۃ الدہر حضرت سیِّدُنا عبدالعزیز پرہاروی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ١٢٣٩ھ) نے بھی ''اَلنِّبْرَاس شَرْحُ شَرْحِ الْعَقَائِدْ'' صَفْحَہ 272 پر اسی طرح کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

معجزہ اور کرامت میں فرق:

معجزہ اور کرامت میں کئی اعتبار سے فرق ہے۔ چند فرق بیان کئے جاتے ہیں:

(1)...... حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطاہر قزوینی اور حضرت سیِّدُنا امام ابوبکر فورک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما معجزہ و کرامت میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''معجزہ کا ظہور تحدی (یعنی چیلنج) اور مقابلہ کے لئے ہوتا ہے جبکہ کرامت میں ایسا نہیں۔''

(حجۃ اللّٰہ علی العالمین، المقدمۃ، المبحث الاول، ص١٢۔ الرسالۃ القشیریۃ، ص٣٧٨)

پھر حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطاہر قزوینی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے اس کی وجہ یوں بیان فرمائی: ''کیونکہ جب ولی خلافِ عادت فعل کے ساتھ اپنی ولایت کا دعوی کرے تو یہ معجزۂ رسول کا منکر نہیں ہوگا۔ البتہ! اگر وہ نبوت کا دعوی کر بیٹھے تو اس صورت میں

وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوگا اور کوئی بھی جھوٹا شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ولی نہیں ہوسکتا۔''

(حجة اللّٰه علی العالمین،،المقدمة،المبحث الاول، ص۱۲)

(2)......حضرت سیِّدُ نا ابو اسحاق ابراھیم بن محمد اسفرا ئینی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۴۱۸ھ) ارشاد فرماتے ہیں: ''معجزات حضرات انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سچے نبی ہونے کی دلیل ہیں اور نبوت کی کوئی دلیل کسی غیر نبی میں نہیں پائی جاسکتی جیسے پختہ و محکم عقل عالم ہونے کی دلیل ہے جو غیر عالم میں نہیں پائی جاسکتی۔''

(الرسالة القشیریة، ص۳۷۸)

(3)......حضرت سیِّدُ نا امام اسفرا ئینی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں: ''کرامت ولی سے صادر ہوتی ہے اور وہ کسی نبی عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے صادر ہونے والے فعل یعنی معجزہ کے برابر نہیں ہوسکتی۔'' (المرجع السابق)

(4)......حضرت سیِّدُ نا امام ابو بکر فورک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک فرق مزید بیان فرماتے ہیں کہ ''حضرات انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے معجزات کو ظاہر کرنا لازم ہے مگر ولی کے لئے کرامت کو چھپانا ضروری ہے۔'' (المرجع السابق)

کرامت اور اِستدراج میں فرق:

(1)......محقق اہلسنّت، حضرت سیِّدُ نا علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبھانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ۱۳۵۰ھ) کرامت اور استدراج کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''ظہورِ کرامت کے وقت، صاحبِ کرامت بزرگ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف طاری ہوتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قہر سے اور زیادہ ڈرنے لگتا ہے کیونکہ اُسے یہ ڈر ہوتا ہے کہ جسے وہ کرامت سمجھ رہا ہے کہیں اِستِدراج نہ ہو۔ لیکن اِستدارج والے کا معاملہ اس کے بالکل اُلٹ ہوتا ہے۔ وہ اپنے استدراج کو دیکھ

کرانس وخوشی محسوس کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں اسی کا حق دار ہوں۔ اور اس کے سبب دوسروں کو حقیر سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اس دھوکے میں آکر وہ خود کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عقاب وگرفت سے محفوظ سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اپنے اُخروی انجام سے بے خوف ہوجاتا ہے۔ پس اگر بندہ یہ حالات دیکھے تو وہ یقین کرلے کہ یہ کرامت نہیں، اِستدارج ہے۔" (جامع کرامات الاولیاء، ج ۱، ص ۲٤ ملخصًا)

(2)...... مجددِ اعظم، سیِّدُنا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، حضرت علامہ ومولینا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن (متوفی ۱۳۴۰ھ) **"فتاوی رضویہ شریف"** جلد ۲۱، صفحہ ۵۵۷ پر سردارِ سلسلہ چشتیہ اشرفیہ حضرت قطب ربانی محبوب یزدانی مخدوم اشرف جہانگیر چشتی سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان نقل فرماتے ہیں: "خارق عادت اگر ازولی موصوف باوصاف ولایت ظاہربود کرامت گویند واگر از مخالف شریعت صادر شود استدراج حفظنا اللّٰہوایاکم ۔(ترجمہ) اگر اوصاف ولایت والے ولی سے خارق عادت ظاہر ہو تو وہ کرامت ہے اور اگر مخالف شریعت سے صادر ہو تو استدارج ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو محفوظ فرمائے۔"

(لطائف اشرفیہ، لطیفہ پنجم، ج ۱، ص ۱۲٦)

ولی ہونے کے لئے کرامت ضروری نہیں:

حضرتِ سیِّدُنا عارف باللہ امام عبدالکریم بن ہوازن قشیری علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۴٦۵ھ) ارشاد فرماتے ہیں: "ضروری نہیں کہ جو کرامت ایک ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو وہی کرامت تمام اولیاء کے ہاتھ پر بھی ظاہر ہو بلکہ اگر کسی ولی سے دنیا میں کرامت کا ظہور نہ بھی ہو تو اس کی ولایت کا انکار نہیں کیا جائے گا۔"

(الرسالۃ القشیریۃ، باب کرامات الاولیاء، ص ۳۷۹)

حضرت سیِّدُ نا شیخ اکبرمحی الدین ابن عربی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۶۳۸ھ) فرماتے ہیں: ''کبھی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے ولی کو کرامت کے ظاہر کرنے کی قدرت ہی عطا نہیں فرماتا باوجود یہ کہ وہ ولی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بڑا مقام رکھنے والوں میں سے ہوتا ہے۔اور کبھی کرامت کے اظہار پر قدرت تو ہوتی ہے مگر وہ ولی اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رضاء کے لئے کرامت کو ظاہر نہیں کرتا۔''

(جامع کرامات الاولیاء،مقدمۃ الکتاب،المطلب الاول،ج۱،ص۳۹ملخصًا)

ولی کو کرامت کیوں ملتی ہے؟

محقق اہلسنّت،حضرت سیِّدُ نا علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ۱۳۵۰ھ) ارشاد فرماتے ہیں: ''ولی اللہ کو خلافِ عادت فعل (یعنی کرامت) اس لئے عطا ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات کو خلافِ عادت بنالیتا ہے۔یوں کہ جب اس کا نفس کسی چیز کی خواہش کرتا ہے تو وہ اس کے خلاف کرتا ہے حتی کہ مباح (یعنی جائز) چیزوں سے بھی نفس کو دور رکھتا ہے۔یوں ہی جب شیطان مختلف اشیاء کو مزین کر کے اس کے نفس پر پیش کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کو ان اشیاء سے پھیر دیتا ہے۔اگر شیطان اس کو کسی واجب کے ترک پر آمادہ کرے تو وہ اس کی مخالفت کرتا ہے۔لہٰذا جب وہ اپنی ذات میں خلاف عادت افعال سرانجام دیتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے لئے دُنیا میں خلاف عادت کام پیدا فرما دیتا ہے۔'' (المرجع السابق،ص۴۳ ملخصًا)

کرامت کی اقسام:

کرامت کی دو اقسام ہیں (۱) محسوس ظاہری اور (۲) معقول معنوی

چنانچہ،مجدد اعظم،سیِّدُ نا اعلیٰ حضرت،امامِ اہلسنّت،حضرت علامہ ومولینا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن (متوفی ۱۳۴۰ھ) کرامت کی اقسام بیان کرتے ہوئے

ارشادفرماتے ہیں: ''کرامت دوقسم پر ہے، **محسوس ظاہری و معقول معنوی۔** عوام صرف کراماتِ محسوسہ کو جانتے ہیں جیسے کسی کو دل کی بات بتا دینا، گزشتہ وموجودہ وآئندہ غیبوں کی خبر دینا، پانی پر چلنا، ہوا پر اڑنا، صدہا منزلِ زمین ایک قدم میں طے کرنا، آنکھوں سے چھپ جانا کہ سامنے موجود ہوں اور کسی کونظر نہ آئیں اور کرامات معنویہ کوصرف خواص پہچانتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اپنے نفس پرآداب شرعیہ کی حفاظت رکھے، عمدہ خصلتیں حاصل کرنے اور بری عادتوں سے بچنے کی توفیق دیا جائے تمام واجبات ٹھیک ادا کرنے پر التزام رکھے۔'' (فتاویٰ رضویه ، جلد ٢١، ص ٥٤٩)

محسوس ظاہری کی تفصیل:

حضرت سیِّدُ نا علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن علی سبکی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ٧٧١ھ) نے ''طَبَقَاتُ الْکُبریٰ'' میں (محسوس ظاہری) کرامت کی پچیس اقسام تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی ہیں، یہاں ان کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے:

(١)... مُردوں کو زندہ کرنا (٢)... مُردوں سے باتیں کرنا (٣)... دریا کا پھٹ جانا، سوکھ جانا اور پانی پر چلنا (٤)... کسی شے کی اصل ہی کو تبدیل کر دینا (٥)... زمین کا لپٹ کر فاصلہ مختصر ہو جانا (٦)... جمادات وحیوانات کا ہم کلام ہونا (٧)... مرضوں کا دور ہونا (٨)... حیوانات کا تابع فرمان ہونا (٩)... زمانے اور وقت کا سکڑ جانا اور محدود ہو جانا یا (١٠)... ان کا پھیل جانا (١١)... دُعا کا شرفِ قبولیت پانا (١٢)... زبان کا بات کرنے سے رک جانا یا کھل جانا (١٣)... انتہائی نفرت کرنے والے دلوں کو اپنی جانب مائل کر لینا (١٤)... بعض غیوب کی خبر دے دینا یا کشف ہو جانا (١٥)... عرصۂ دراز تک کھائے پیئے بغیر رہنا (١٦)... تصرُّف کا حاصل ہونا (١٧)... زیادہ کھانا کھانے پر قدرت ہونا (١٨)... حرام کھانے سے محفوظ رہنا

(۱۹)... دوردراز مقام کا مشاہدہ کرنا(۲۰)... بعض اولیاء عظام کوایسی ہیئت و جلال عطا ہونا جسے دیکھنے سے انسان کی موت واقع ہوجائے(۲۱)...اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے کفایت وحمایت حاصل ہونا یوں کہ اگرکوئی اولیاء کرام سے شر کا ارادہ کرے تواللہ عَزَّوَجَلَّ اس کوخیر میں تبدیل فرمادے(۲۲)... مختلف شکلوں اور صورتوں کواختیار کرلینا(۲۳)...اللہ عَزَّوَجَلَّ کاانہیں زمینی ذخیروں پرآگاہ فرما دینا(۲۴)... قلیل وقت میں کثیر تصانیف لکھ لینا(۲۵)... زہر اور ہلاکت خیز چیزوں کااثر نہ کرنا۔''

حضرت سیِّدُنا علامہ تاج الدین سبکی علیہ رحمۃ اللہ القوی یہ اقسام بیان کرنے کے بعدفرماتے ہیں:''میرے گمان کے مطابق کرامت کی اقسام 100 سے بھی زیادہ ہیں اورہم نے جوپچیس اقسام بیان کی ہیں ان میں سے ہرایک کے تحت کثیر احادیث وواقعات اورحکایات وروایات منقول ہیں۔''(جامع کرامات الاولیاء، مقدمۃ الکتاب،المطلب الثانی فی انواع الکرامات ج۱، ص۴۸تا۵۲،ملخصًا)

معقول معنوی کی تفصیل:

محقق اہلسنّت،حضرت سیِّدُنا علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ۱۳۵۰ھ)ارشادفرماتے ہیں:''معنوی کرامات کواللہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندے ہی پہچانتے ہیں عوام کووہاں تک رسائی نہیں ہوتی۔معنوی کرامات یہ ہیں کہ آدابِ شریعت اس ولی اللہ کے لئے محفوظ ہوجاتے ہیں۔بہترین اخلاق کے ظہوراورگھٹیا اخلاق سے بچنے کی اسے توفیق مل جاتی ہے۔ وہ اوقاتِ صحیحہ میں واجبات کی ادائیگی پرمحافظت کرتاہے۔ بھلائیوں اورنیکیوں میں جلدی کرتاہے،اس کا سینہ بغض وکینہ اورحسدوبدگمانی سے پاک ہوتاہے۔اس کادل ہر بری صفت سے

پاک اور مراقبہ کے ذریعے آراستہ ہوتا ہے اور وہ اپنے اور دیگر اشیاء کے معاملہ میں حقوق اللہ کی رعایت کرتا ہے۔'' مزید فرماتے ہیں: ''ہمارے نزدیک یہ تمام کراماتِ معنویہ ہیں کہ جن میں مکر واستدراج کو دخل نہیں۔''

(المرجع السابق ، ص٦٦ ملخصًا)

کثیر کرامات کے ظہور میں حکمت:

دیگر امتوں کے مقابلے میں اولیائے امت محمدیہ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے بہت زیادہ کرامتوں کے ظہور کی حکمت وعظمت بیان کرتے ہوئے محقق اہلسنّت، حضرت سیِّدُنا علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ١٣٥٠ھ) ارشاد فرماتے ہیں: ''اُمَّتِ محمدیہ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے اولیاءِ عظام سے بہت زیادہ کرامتوں کے ظہور میں حکمت یہ ہے کہ حضور نبیٔ اکرم، رسول محتشم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے سردار انبیاء عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ہونے کو ظاہر کیا جائے اس طرح کہ حیاتِ ظاہری میں بھی آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے معجزات کثیر ہوں اور وصال ظاہری کے بعد بھی (بصورتِ کرامات اولیاء) بکثرت معجزات کا ظہور ہو (کیونکہ کرامت حقیقت میں نبی کے معجزہ کا تتمہ ہوتی ہے)۔ اور چونکہ حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم خاتم الانبیاء اور حبیبِ خدا عَزَّوَجَلَّ ہیں اور آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا دین ''اِسلام'' قیامت تک کے لئے ہے، لہٰذا آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی تصدیق کے اسباب کا باقی رہنا بھی ضروری ہے اور ان اسباب میں سے ایک قوی سبب کراماتِ اولیاء ہیں جو درحقیقت حضور نبیٔ پاک، صاحب لولاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ہی کے معجزات ہیں اور یہ کرامات ''معجزۂ قرآنِ کریم'' کے علاوہ ہیں۔''

مزید فرماتے ہیں: ''اور یہ کراماتِ اولیاء ان معجزات کے علاوہ ہیں جن کی خبر

نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنی ظاہری حیاتِ طیبہ میں ہی دے دی تھی مثلاً قیامت کی علامات وغیرہا جن کا ظہور بتدریج ہو رہا ہے۔اوران کرامات سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضورِ جانِ دوجہان، مالکِ کون ومکان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم امت میں بالفعل موجود ہیں اورامت آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے وصال شریف کے بعداسی طرح معجزات کا مشاہدہ کررہی ہے جس طرح آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی حیاتِ ظاہری میں کرتی تھی۔ان کرامات کے سبب مؤمنوں کے ایمان میں اضافہ اور بے ایمانوں کو دین کی دولت نصیب ہوتی ہے۔'' (حجة اللہ علی العلمین ، الخاتمہ فی اثبات کرامات الاولیاء......الخ ، ج ١ ، ٦٠٧)

قرآن وحدیث میں کرامات کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو:

قرآن مجیداوراحادیث مبارکہ میں کئی اولیاءِ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کی کرامات کا ذکرِ خیر موجود ہے۔ جوواضح طور پرکرامات اولیاء کے حق ہونے کی دلیل ہے۔اس مقام پرکرامات اولیاء پر مشتمل بعض آیات مقدسہ اوراحادیث مبارکہ تفسیر وشرح کے ساتھ پیش کی جارہی ہیں تا کہ ہمارے ایمان کوتازگی اورروح کو بالیدگی حاصل ہو۔اللہ عزَّوَجلَّ اپنے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صدقہ وطفیل میں ہمارے عقائدواعمال کی حفاظت فرمائے اورہمیں اپنے محبوب بندوں کی سچی محبت پرثابت قدمی عطا فرمائے اورصراطِ مستقیم پرگامزن رکھے۔

(آمین بِجاہِ النَّبیِّ الْاَمین صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ واَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ)

قرآن پاک میں کرامات کا ذکر

لمحہ بھر میں انتہائی وزنی تخت حاضر کر دیا:

{1}......اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۖ۫

(پ۱۹،النمل:۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا، کہ میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

مفسّرِ شہیر، حکیم الاُمت حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۱۳۹۱ھ) اس آیت مبارکہ کے تحت ''تفسیر نورُ العرفان'' میں فرماتے ہیں: ''یہ آصف بن برخیا تھے کتاب سے مراد یا تو لوحِ محفوظ ہے یا توراتِ شریف یا ابراہیمی صحیفے۔ یعنی حضرت آصف ان کتب کی تعلیم کی برکت سے ولی ہو چکے تھے کیوں نہ ہوتے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے شاگرد رشید تھے۔ علمِ کتاب سے مراد باطن یعنی علمِ تصوُّف ہے کیونکہ ظاہری علم، ولایت اور طاقت نہیں پیدا کرتا۔'' مزید فرماتے ہیں: ''اس آیت سے ولی کی قوت، ولی کی رفتار، ولی کا حاضر وناظر ہونا معلوم ہوا کیونکہ آصف نے بلقیس کے مقام کا پتہ کسی سے نہ پوچھا اور آناً فاناً اتنا وزنی تخت بغیر چھکڑے یا گاڑی کے لے آئے۔'' مزید فرماتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ ولایت برحق ہے اور اولیاء اللہ کی کرامات بھی برحق ہیں۔''

بے موسم غیب سے پھل ملتے:

{2 }......ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

(پ۳، اٰل عمران: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔

مفسِّرِ شہیر، حکیمُ الامت حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۱۳۹۱ھ) اس آیتِ مبارکہ کے تحت ''تفسیرِ نورُ العرفان'' میں فرماتے ہیں: ''اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، **ایک** یہ کہ کرامتِ ولی برحق ہے کیونکہ حضرت مریم کو بے موسم غیبی پھل ملنا ان کی کرامت تھی۔ **دوسرے** یہ کہ بعض بندے مادر زاد ولی ہوتے ہیں، ولایت عمل پر موقوف نہیں، دیکھو! حضرت مریم لڑکپن میں ولیہ تھیں۔ **تیسرے** یہ کہ ولی کو اللہ تعالیٰ علمِ لدنی اور عقلِ کامل عطا فرماتا ہے کہ حضرت مریم نے زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کے سوال کا جواب ایسا ایمان افروز دیا کہ سبحان اللہ۔ **چوتھے** یہ کہ بعض اللہ والوں کے لئے جنّتی میوے آئے ہیں، حضرت مریم کو یہ پھل جنت سے ملتے تھے۔ **پانچویں** یہ کہ حضرت مریم کی پرورش جنتی میووں سے ہوئی نہ کہ ماں کے دودھ یا دنیاوی غذاؤں سے۔''

حضرت سیِّدُنا امام مجاہد، حضرت سیِّدُنا عکرمہ، حضرت سیِّدُنا سعید بن جبیر، حضرت سیِّدُنا ابراہیم نخعی اور حضرت سیِّدُنا قتادہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ اس آیت مقدسہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُنا زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

حضرت سیِّدَتُنا مریم رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس گرمیوں کے پھل سردیوں میں دیکھتے تھے اور سردیوں کے پھل گرمیوں میں دیکھتے تھے۔'' اور اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں کی کرامات پر دلیل ہے اوراحادیث کریمہ میں تو اس کی بہت مثالیں موجود ہیں۔(تفسیر ابن کثیر، ال عمران، تحت الآیۃ: ۳۷، ج ۲، ص ۳۰)

حضرت سیِّدُنا قاضی ثناءاللہ پانی پتی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۱۲۲۵ھ) اسی آیتِ طیبہ کے تحت فرماتے ہیں: ''یہ قصہ (یعنی واقعہ) اولیاءاللہ کی کرامت پر دلیل ہے۔''

(تفسیر مظھری(مترجم)،ال عمران،تحت الآیۃ:۳۷، ج ۲، ص ۹۸)

سوتے ہوئے کرامت کا ظہور:

{3}......اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشادفرماتا ہے:

اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَہۡفِ وَالرَّقِیۡمِ ۙ کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ اِذۡ اَوَی الۡفِتۡیَۃُ اِلَی الۡکَہۡفِ فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً وَّ ہَیِّیٔۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ فَضَرَبۡنَا عَلٰۤی اٰذَانِہِمۡ فِی الۡکَہۡفِ سِنِیۡنَ عَدَدًا ﴿ۙ۱۱﴾

(پ ۱۵، الکھف: ۹ تا ۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی پھر بولے اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کے سامان کر تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی برس تھپکا۔

مفسِّرِ شہیر، حکیمُ الامت حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۱۳۹۱ھ) اس آیتِ مبارکہ کے تحت ''تفسیرِ نورُالعرفان'' میں فرماتے ہیں: ''اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے؛ ایک یہ کہ کراماتِ اولیاء برحق ہیں ان کا بے آب ودانہ اتنی مدت زندہ رہنا کرامت ہے۔ دوسرے یہ کہ کرامت ولی سے

سوتے میں بھی صادر ہوسکتی ہے۔اسی طرح بعدِ موت بھی ان کے جسموں کو مٹی کا نہ کھانا یہ بھی کرامتِ اولیاء ہے۔''

حضرت سیِّدُ نا امام فخر الدین ابوعبداللہ محمد بن عمر رازی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ۶۰۶ھ) اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ہمارے اصحابِ صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس آیت طیبہ سے کرامات کے قول کی صحت پر استدلال کیا ہے اور یہ استدلال بالکل ظاہر ہے۔''

(التفسیر الکبیر، الکھف، تحت الآیۃ:۹تا۱۲، ج۷ ، ص ۴۳۰)

احادیث مبارکہ میں کرامات کا ذِکر

چند دن کے بچے کا کلام کرنا:

{1}......حضرت سیِّدُ نا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بنی اسرائیل میں جریج نام کا ایک (عبادت گزار) شخص تھا۔ وہ ایک روز (اپنی عبادت گاہ میں) نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں اس کی ماں نے آکر اسے آواز دی۔ لیکن اس نے جواب نہ دیا اور دل میں یوں کہا: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! نماز پڑھوں یا ان کا جواب دوں۔'' اس کی ماں پھر آئی اور یوں دعا کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اسے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک یہ کسی فاحشہ عورت کے معاملہ میں ملوث نہ ہو۔'' پس جریج ایک دن نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک عورت نے کہا میں جریج کو فتنے میں مبتلا کردوں گی۔ چنانچہ، وہ اس کے سامنے آئی اور اس سے گفتگو کی (یعنی بدکاری کی دعوت

دی) مگراس (عبادت گزارنیک بندے) نے انکار کیا۔تو وہ عورت چرواہے کے پاس گئی اور (بدکاری کے لئے) اسے اپنے آپ پر قدرت دے دی۔تو اس نے ایک بچے کو جنم دیا اور کہنے لگی کہ یہ جریج کا ہے۔لوگ جریج کے پاس آئے اور اس کی عبادت گاہ توڑ دی اور اسے نکال باہر کیا اور اسے بہت برا بھلا کہا۔اس پر جریج نے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر اس بچے کے پاس آیا اور (بچے کے پیٹ میں انگلی چبھوکر) اس سے کہا: ''اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟'' تو (چند دن کا) بچہ بول اٹھا کہ: ''فلاں چرواہا۔'' لوگوں نے (شرمندہ ہوکر) جریج سے کہا: ''ہم تمہارے لئے سونے کی عبادت گاہ بنا دیتے ہیں۔'' مگر اس نے کہا: ''نہیں! ویسی ہی مٹی کی بنا دو۔''

(صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب اذھدم حائطافلیبن مثله، الحدیث:٢٤٨٢، ص١٩٥۔صحیح مسلم، کتاب البروالصلۃوالادب، باب تقدیم برالوالدین علی التطوع بالصلوۃ وغیرھا، الحدیث:٦٥٠٩،ص١١٢٥)

حدیث پاک کی شرح:

حضرت سیِّدُنا امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ٦٧٦ھ) اس حدیث شریف کے تحت فرماتے ہیں: ''اس حدیث پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں کی کرامات کا ثبوت ہے۔اور یہی اہلسنّت کا مذہب ہے جبکہ فرقہ معتزلہ والے اس مسئلہ (یعنی کرامات کے ثبوت) میں اختلاف کرتے ہیں یعنی نہیں مانتے (اور آج کل کے بدمذہبوں کا بھی یہی نظریہ ہے) اور اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی کبھار اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کی کرامات ان کے اختیار اور طلب سے بھی واقع ہوتی ہیں۔ ہمارے متکلمین علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی نظریہ صحیح و درست ہے۔'' (شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب البروالصلۃ والادب، باب تقدیم برالوالدین......الخ، ج١٦، ص١٠٨)

کھانا تین گُنا زیادہ ہوگیا:

{2}......حضرت سیِّدُ نا عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیان کردہ طویل حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور گھر آئے ہوئے مہمانوں کے سامنے کھانا رکھا گیا (وہ بیان کرتے ہیں) ہم جب بھی کوئی لقمہ اٹھاتے تو اس کے نیچے سے اور بڑھ جاتا۔ فرماتے ہیں: مہمان سب کے سب سیر ہوگئے اور کھانا جتنا تھا اس سے بھی زیادہ باقی بچ گیا۔ تو حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی طرف دیکھا کہ وہ اتنا ہی تھا جتنا پہلے تھا یا اس سے بھی زیادہ تھا۔ تو اپنی زوجہ (حضرت سیِّدَتُنا اُم رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمایا: ''اے بنی فراش کی بہن! یہ کیا ہے؟'' تو انہوں نے عرض کی: ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! یہ تو پہلے کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہے۔'' (صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب السمر مع الاھل والضیف، الحدیث: ٦٠٢، ص٤٩)

حدیث پاک کی شرح:

شارح بخاری، فقیہ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ١٤٢١ھ) اس حدیث پاک سے حاصل شدہ فوائد لکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے حضرت (سیِّدُ نا) صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی کرامت معلوم ہوئی کہ کھانے سے وہ (کھانا) کم نہ ہوا، زیادہ ہوگیا۔ اور اسے کثیر آدمیوں نے کھایا۔'' (نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج٢، ص٢٨٥)

حضرت سیِّدُ نا امام احمد بن علی بن حجر عسقلانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (متوفی ٨٥٢ھ) نے بھی ''فَتحُ البَارِی شَرحُ صَحِیحِ البُخَارِی، جلد٧، صفحہ ٥٠١'' پر کھانے کے زیادہ ہوجانے کو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت

قرار دیتے ہوئے فرمایا: ''یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت تھی جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ظاہر فرمایا۔''

نیز حضرت سیِّدُ نا امام زین الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن شہاب الدین حنبلی المعروف ''ابن رجب'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۷۹۵ھ) فرماتے ہیں: ''اس حدیث شریف میں اولیاء عظام کی کرامات اور ان سے ظاہر ہونے والے خلافِ عادت کاموں کا ثبوت ہے۔ اور یہی اہلسنّت کا نظریہ وعقیدہ ہے۔'' مزید فرماتے ہیں: ''یہ کرامات ہر وقت اور ہر زمانہ میں منجملہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات میں سے ہوتی ہیں کیونکہ جس شئے کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اولیاء کو عزت و بزرگی عطا فرماتا ہے وہ ان کی اپنے انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اتباع کی برکت اور حسن اقتداء کا صدقہ ہے۔'' (فتح الباری لابن رجب، ج۳، ص۳۸۵)

دور دراز مقام پر لشکر اسلام کو دیکھ لیا:

{3}......حضرت سیِّدُ نا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار بنا کر نہاوند (عراق کا ایک علاقہ) بھیجا، دشمن سے مقابلہ کے وقت حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عقب سے گھات لگا کر حملہ آور ہونے والے دُشمن سے غافل تھے۔ اِدھر مدینہ طیبہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے تین بار پکار کر فرمایا: ''یَاسَارِیَۃُ الْجَبَلَ یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف سے ہوشیار۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ آواز حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنی اور پلٹ کر دشمن پر حملہ کیا اور فتح و کامیابی حاصل کی۔''

(کنز العمال، کتاب الفضائل، باب فضائل الفاروق رضی اللہ عنہ، الحدیث ۳۵۷۸۳، ج۱۲، ص۲۵۶)

حدیث پاک کی شرح:

حضرت سیِّدُ نا علامہ عفیف الدین عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی یمنی ثم مکی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ٧٦٨ھ) فرماتے ہیں: ''اس حدیث شریف سے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو کرامتیں ظاہر ہوئیں: (١)......مدینہ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعۡظِیۡمًا سے چودہ سو (1400) میل دور مقام نہاوند (عراق) میں موجود لشکرِ اسلام اور ان کے دشمن کو ملاحظہ فرمالیا اور (٢)......مدینہ شریف زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعۡظِیۡمًا سے اتنی دور آواز پہنچادی۔''

(الروض الریاحین فی حکایات الصالحین، صفحہ ٣٩)

اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ ان کے بارے میں یہ فرمانِ مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مروی ہے کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی زبان اور ان کے دل پر حق کو جاری فرمادیا ہے۔'' (جامع الترمذی، الحدیث ٣٦٨٢، ص ٢٠٣١)

اور حضرت سیِّدُ نا ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت بھی معلوم ہوئی کہ انہوں نے دور سے آنے والی آواز سن لی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے مشکلات میں مدد فرماتے ہیں۔

حضرت سیِّدُ نا امام ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن حسن بن منصور طبری لالکائی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ٤١٨ھ) نے اپنی کتاب ''کَرَامَاتُ اَوۡلِیَاءِ اللّٰہِ (عَزَّوَجَلَّ) مَعَ شَرۡحِ اُصُوۡلِ اِعۡتِقَادِ اَھۡلِ السُّنَّۃِ وَالۡجَمَاعَۃِ'' جلد٢، صفحہ ١٣٣٣ پر۔ اور حضرت سیِّدُ نا امام علی بن سلطان محمد القاری المعروف ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری (متوفی ١٠١٤ھ) نے ''مِرۡقَاۃُ الۡمَفَاتِیۡح شَرۡحُ مِشۡکٰوۃِ الۡمَصَابِیۡح'' جلد١٠، صفحہ ٤١٥ پر اس واقعہ کو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات اور مکاشفات

سے شمار فرمایا ہے۔

حضرت سیِّدُ نا علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن علی سبکی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۷۷۱ھ) فرماتے ہیں: ''یہ واقعہ بھی ان کرامات میں سے ایک ہے جو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئیں۔'' مزید ارشاد فرماتے ہیں: ''سیّدُ نا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اس کرامت کو دکھانے کا ارادہ نہیں تھا۔ بلکہ انہیں کشف ہوا کہ وہ لشکر اسلام کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما رہے ہیں گویا کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ حقیقت میں ان کے درمیان موجود ہیں۔''

(جامع کرامات الاولیاء، ذکر کرامات عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ، ج ۱، ص ۱۵۷)

اللہ عَزَّوَجَلَّ قسم پوری فرماتا ہے:

{4} ......حضرت سیِّدُ نا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بہت سے ضعیف، کمزور، بوسیدہ لباس والے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر قسم کھالیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی قسم کو پورا فرما دیتا ہے اور براء بن مالک (رضی اللہ تعالٰی عنہ) بھی انہی میں سے ہیں۔''

راوی بیان فرماتے ہیں: اس کے بعد حضرت سیِّدُ نا براء بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ مشرکین کے خلاف ایک جنگ میں شریک ہوئے۔ مشرکین نے مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا تو مسلمانوں نے حضرت سیِّدُ نا براء بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا: ''اے براء رضی اللہ تعالٰی عنہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر قسم کھاؤ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ضرور تمہاری قسم کو پورا فرمائے گا۔ پس آپ (مشرکین کے خلاف) اللہ عَزَّوَجَلَّ پر قسم کھا

لیجئے۔'' حضرت سیِّدُ نا براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: ''یااللہ عَزَّوَجَلَّ ! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ ہمیں مشرکین پر غلبہ عطا فرما۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں کو مشرکین پر غلبہ عطا فرمادیا۔ پھر ایک مرتبہ ''سوس'' کے پل پر مسلمانوں کا کفار سے آمنا سامنا ہوا تو کفار نے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا مسلمانوں نے کہا: ''اے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر قسم کھائیے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یااللہ عَزَّوَجَلَّ ! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ ہمیں کفار پر غلبہ عطا فرما اور مجھے اپنے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ ملادے (یعنی شہادت عطا فرما)۔'' حضرت سیِّدُ نا براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا بھی قبول ہوئی اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور حضرت سیِّدُ نا براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے۔

(المستدرک، کتاب معرفۃالصحابۃ ،باب ذکرشھادۃ البراء بن مالک ، الحدیث ٥٣٢٥، ج٤، ص ٣٤٠ تا ٣٤١)

حدیث پاک کی شرح:

حضرت سیِّدُ نا علامہ عفیف الدین عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی یمنی ثم مکی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ٧٦٨ھ) اس حدیث شریف کے تحت ارشادفرماتے ہیں: ''کرامت کے ثبوت کے بارے میں اگرکوئی اورحدیث شریف نہ بھی ہوتی تو یہی ایک حدیث پاک اثباتِ کرامت کے لئے کافی تھی۔اور کرامت کے متعلق، صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس قدر روایات منقول ہیں کہ وہ شہرت اور تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔''

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، ص ٤٠)

اولیاء کے دُشمنوں پر قہرِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!

غور کرنا چاہئے کہ جب ایک عام مسلمان سے دشمنی کرنا، بغض و کینہ رکھنا، حسد و بدگمانی کرنا اور اس کی توہین و اہانت کرنا کبیرہ گناہ، حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے تو پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب بندوں یعنی اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ سے ایسے معاملات رکھنا کس قدر دنیا و آخرت کے خسارے کا سبب ہوں گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور اپنے محبوب بندوں کا باادب بنائے۔ ہمیں اور ہماری اولاد کو تادمِ حیات ہر طرح کے بے ادب اور بے ادبی سے محفوظ رکھے۔

(آمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ واَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اعلانِ جنگ:

احادیث مبارکہ میں صرف دو مقام ایسے ہیں جہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اعلانِ جنگ فرمایا ہے ایک تو سود کے معاملہ میں اور دوسرے اپنے ولی سے دشمنی رکھنے کے بارے میں۔ چنانچہ،

{1}......حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی رکھی اسے میرا اعلانِ جنگ ہے۔''

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، الحدیث:٦٥٠٢، ص٥٤٥)

{2}......حضرت سیِّدُنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین

حضرت سیِّدُ نا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نبی مُکَرَّم ،نُورِ مُجَسَّم ،رسولِ اَکرم ،شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے روضۂ انور کے پاس بیٹھ کر روتے ہوئے دیکھ کر سبب دریافت فرمایا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ ''مجھے اس بات نے رُلایا ہے جو میں نے رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے سنی ہے کہ ''تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی ولی سے دشمنی کی اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اعلان جنگ کیا۔'' (سنن ابن ماجه ، ابواب الفتن، باب من ترجی له السلامة من الفتن ، الحديث ٣٩٨٩، ص ٢٧١٦)

حدیث پاک کی شرح:

حکیم الاُمت حضرت سیِّدُ نا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۱۳۹۱ھ) اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں: میرے رونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور انور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) نے فرمایا کہ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے دوستوں کی ایذاء، رب سے جنگ ہے اور اللہ کے اولیاء ایسے چھپے ہوئے ہیں کہ ان کی پہچان بہت مشکل ہے۔ بہت دفعہ پڑوسیوں دوستوں سے شکر رنجی ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی ولی اللہ ہو ان کی تکلیف میرے لیے مصیبت بن جاوے حدیث قدسی میں ہے: ''اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قُبَائِیْ لَایَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ میرے ولی میری قبا میں رہتے ہیں۔ انہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا (مرقات)۔''

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۷، ص ۱۳۸)

باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب:

حضرت سیِّدُ نا ابوسعید عبداللہ محمد بن ہبۃ اللہ تمیمی شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی بیان

فرماتے ہیں کہ میں بھری جوانی میں علم دین کے حصول کے لئے بغداد شریف حاضر ہوا۔ ان دنوں مدرسہ نظامیہ میں ''ابن سقا'' میرا رفیق وہم سبق تھا۔ ہماری یہ عادت تھی کہ عبادت کے ساتھ ساتھ صالحین کی زیارت کرنے جایا کرتے تھے۔ انہی ایام کی بات ہے بغدادِ معلیٰ میں ''غوث'' نام سے مشہور ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رہا کرتے تھے۔ ان کی نسبت کہا جاتا تھا کہ وہ جب چاہتے ہیں ظاہر ہو جاتے ہیں اور جب چاہتے ہیں غائب ہو جاتے ہیں۔ ایک دن مَیں، ابن سقا اور حضرت سیّدُنا شیخ عبدالقادر جیلانی (غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو کہ ان دنوں جوان تھے، ان بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کے ارادے سے نکلے۔ راستے میں ابنِ سقا کہنے لگا کہ ''میں ان سے ایسا مسئلہ پوچھوں گا جس کا وہ جواب نہ دے سکیں گے۔'' میں نے کہا کہ ''میں بھی ایک مسئلہ پوچھوں گا، دیکھوں گا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔'' تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ! میں تو ان سے کوئی سوال نہ کروں گا بلکہ ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ان کی زیارت کی برکتیں لوٹوں گا۔''

پس جب ہم وہاں پہنچے تو انہیں اپنی جگہ موجود نہ پایا۔ ابھی ہم کچھ دیر ہی ٹھہرے تھے تو کیا دیکھا کہ وہ وہیں تشریف فرما ہیں۔ پھر انہوں نے ابنِ سقا کی طرف غصہ سے دیکھ کر فرمایا: ''اے ابنِ سقا! تیری ہلاکت ہو! تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھنے آیا ہے جس کا مجھے جواب نہیں آئے گا۔ سُن! وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ بے شک میں تیرے اندر کفر کی آگ بھڑکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔'' پھر انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: ''اے عبداللہ! تم مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھنے آئے ہو تاکہ دیکھو کہ میں اس کا کیا جواب دیتا ہوں۔ سنو! وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا

جواب یہ ہے۔اور تمہاری بے ادبی کی وجہ سے دنیا تمہارے کانوں کی لَو تک پہنچے گی۔'' پھر حضرت سیِّدُنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف نظر فرمائی ۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو اپنے قریب کر لیا اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تعظیم و تکریم کی اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے فرمایا: اے عبدالقادر! آپ نے اپنے ادب سے اللہ ورسول عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو راضی وخوش کیا ہے۔گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بغداد شریف میں منبر پر بیٹھے لوگوں سے فرما رہے ہیں:'' قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ یعنی میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔'' اور میں آپ کے زمانے کے اولیاء عظام کو بھی دیکھ رہا ہوں کہ انہوں نے آپ کی تعظیم کی خاطر اپنی گردنوں کو جھکا دیا ہے۔'' یہ فرما کر وہ بزرگ اسی وقت غائب ہو گئے۔اس کے بعد ہم نے انہیں نہ دیکھا۔

حضرت سیِّدُنا ابو سعید عبداللہ شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں : حضرت سیِّدُنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کا حال یہ ہوا کہ بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں جو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا قرب تھا اس کی نشانی وعلامت ظاہر ہوئی اور ہر عام وخاص (یعنی مشائخ ،اولیاء،علماء،اور عام لوگ) آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی بارگاہ سے فیض یاب ہونے لگا اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ اعلان بھی فرمایا:'' قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ یعنی میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔'' اور زمانے کے تمام اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی اس فضیلت کا اقرار کیا۔

اور ابنِ سقا کا حال یہ ہوا کہ علوم شرعیہ کے حصول میں لگا رہا حتی کہ ان ظاہری علوم میں بے انتہاء ماہر ہو گیا اور اپنے زمانے کے بہت سے ماہرین پر فائق ہو گیا، وہ غضب کا فصیح وبلیغ تھا کہ ہر علم میں اپنے مدمقابل مناظر کو زیر کر لیتا تھا۔جب

اس کی بہت زیادہ شہرت ہوئی تو بادشاہِ وقت نے اسے اپنا مقرب بنالیا اور اسے ملک روم کے بادشاہ کی طرف بھیجا۔ پس جب شاہِ روم نے اس کی کئی علوم میں مہارت اور فصاحت و بلاغت دیکھی تو بڑا حیران اور متعجب ہوا۔ چنانچہ، بادشاہ نے اس کے ساتھ مناظرہ کے لئے عیسائیوں کے بڑے بڑے اہلِ علم اور پادریوں کو جمع کیا۔ انہوں نے ابن سقا سے مناظرہ کیا تو اس نے تمام کو عاجز و بے بس کر دیا۔ یوں اسے شاہِ روم کے دربار میں بہت عزت و پزیرائی حاصل ہوئی۔ پھر ایک دن اس کی نظر بادشاہ کی لڑکی پر پڑی تو وہ اس پر فریفتہ ہوگیا اور بادشاہ سے درخواست کی کہ ''اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔'' بادشاہ نے کہا: ''اگر تم عیسائی مذہب اختیار کرلو تو نکاح کر دوں گا۔'' (نَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ ذَالِک) ابن سقا نے عیسائی مذہب قبول کرلیا اور بادشاہ نے اپنی لڑکی کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا۔ اس وقت ابن سقا کو اس غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بات یاد آئی تو اس نے جان لیا کہ یہ مصیبت اسی بے ادبی کے سبب ہے۔

اور میرا (یعنی اس حکایت کے راوی کا) حال یہ ہوا کہ میں دمشق چلا آیا۔ جہاں سلطان نورالدین ملک شہید نے مجھے بلا کر اوقاف کی وزارت قبول کرنے پر مجبور کیا تو میں نے وزارت قبول کرلی اور میرے پاس دنیا (یعنی مال و دولت) اس قدر زیادہ آئی کہ میں نے محسوس کیا دنیا میرے کانوں کی لو تک پہنچ گئی ہے۔ اور اس طرح ان غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام ہم تینوں کے بارے میں سچ ثابت ہوا۔

(بهجة الاسرار و معدن الانوار، ذكر اخبار المشايخ عنه بذالك، ص١٩)

پیارے اسلامی بھائیو!

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضورِ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولی کا ادب کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ولیوں کی سرداری کی بشارت وخوشخبری ملی۔اس لئے ہمیں چاہئے کہ محبوبانِ بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کا خوب خوب ادب کیا کریں۔ نیز اولیاء کرام کی ہر طرح کی بے ادبی سے خود کو بچائیں کیونکہ ابن سقانے زیادہ گستاخی وبے ادبی کی تو بہت بڑا نقصان اٹھایا کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ اس نے مرتد ہوکر عیسائیت اختیار کرلی اور ابوسعید عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تھوڑی سی بے ادبی صادر ہوئی تو انہیں مالِ دنیا کی آفت میں مبتلا ہونا پڑا۔

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 275 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''آدابِ مرشدِ کامل'' کے صَفْحَہ 27 پر ہے: حضرت سیِّدُنا ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ہمیں زیادہ علم حاصل کرنے کے مقابلے میں تھوڑا سا اَدَب حاصل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔''

(الرسالة القشيرية ،باب الادب،ص٣١٧)

اولیاء اللہ کا دُشمن ذلیل وخوار ہوتا ہے:

حضرت سیِّدُنا امام اسماعیل حقی حنفی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ١١٣٧ھ) ''رُوْحُ الْبَیَان'' میں سورۃ الحج کی آیت نمبر ١٨ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''ولی ایسا محبوب انسان ہوتا ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی عزت وکرامت سے بزرگی عطا فرماتا ہے کہ ایسی بزرگی اور کسی کو عطا نہیں فرماتا۔ پس اگر زمانے کے سارے لوگ مل کر بھی اس کی توہین واہانت کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے کیونکہ اسے عزت حقیقی مل چکی ہے اور وہ اس طرح کہ اس نے اپنے نفس کو فنافی اللہ کے مقام میں گرا دیا اور یہی حقیقی سجدہ ہے۔پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے عزت وبلندی کا تاج پہنا دیا۔ کیا تم اس حدیث قدسی میں غور نہیں کرتے۔اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''جس

نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اس نے مجھ سے جنگ کا اعلان کیا۔'' مطلب یہ ہے کہ جو میرے اولیاء میں سے کسی ولی پر ناراض ہوا، اسے اذیت دی یا اس کی توہین کی تو گویا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ جنگ کرنے نکلا ہے۔ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ صرف اپنے پیاروں (یعنی اولیاءِ کرام) ہی کی مدد فرماتا ہے لہٰذا رب عَزَّوَجَلَّ سے جنگ کے لئے نکلنے والا ذلیل وخوار ہوتا ہے۔ نہ اس کا کوئی مددگار ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی ذلت سے بچانے والا ہوتا ہے۔''

(تفسیرروح البیان، سورۃ الحج ،تحت الآیۃ:۱۸، ج۶،ص۱۸)

ولیوں پر اعتراض کرنے والے بدعتی وجاہل ہیں:

حضرت سیِّدُ نا علامہ دلجی علیہ رحمۃ اللہ الولی ''شَرْحُ مَقَاصِدِ الْمَقَاصِد'' میں ارشاد فرماتے ہیں: ''کرامات کا انکار بدعتی لوگ ہی کرتے ہیں اور ان کا انکار کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ عبادت وریاضت بجالانے اور گناہوں سے اجتناب کی کوشش کے باوجود نہ انہیں کوئی کرامت حاصل ہوئی اور نہ ہی ان کے بڑوں کو یہ دولت ملی تو یہ بدعتی لوگ اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ پر اعتراضات کرنے کی آفت میں مبتلا ہوگئے۔ ان کے گوشت نوچنا اور کھال کھینچنی شروع کردی۔ یہ لوگ اس بات سے جاہل ہیں کہ ولایت کے معاملہ کا مدار عقیدہ کی درستی، باطن کی صفائی، طریقت کی پیروی اور حقیقت کے انتخاب پر ہے۔''

(جامع کرامات الاولیاء، مقدمۃ الکتاب،المطلب الاول ،ج۱،ص۲۹)

توفیق خداوندی سے محروم لوگ:

حضرت سیِّدُ نا علامہ عفیف الدین عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی یمنی ثم مکی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۷۶۸ھ) فرماتے ہیں: ''کرامات اولیاء کے منکر پر انتہائی تعجب ہے

حالانکہ کرامات کے متعلق آیاتِ طیبہ، احادیثِ صحیحہ، آثارِ مشہورہ اور سلف وخلف کے مشاہدات وحکایات میں بہت سارے دلائل موجود ہیں۔ان بہت سے منکرین کی حالت یہ ہے کہ اگر اولیاء کرام اور صالحین عظام کو ہوا میں اڑتا دیکھ لیں تو چلا اٹھیں کہ ''یہ جادو ہے۔'' یا یہ بکواس کریں کہ ''یہ اولیاء نہیں شیاطین ہیں۔'' (نَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکْ) بلاشبہ یہ وہ لوگ ہیں جو توفیقِ خداوندی سے محروم ہیں۔اور ہر لحاظ سے حق کو جھٹلانے والے ہیں۔''

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، الفصل الثانی، ص۴۳)

منکر کا علاج:

حضرت سیِّدُنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ رحمۃ اللہ القوی (متوفی ۶۳۸ھ) اپنی کتاب ''مَوَاقِعُ النُّجُوْم وَمَطَالِعُ اَھْلِ الْاَسْرَار وَالْعُلُوْم'' میں ارشاد فرماتے ہیں: ''اگر منکرِ کرامات، صاحبِ کرامت یعنی ولی کے بجائے اس کے ہاتھ پر کرامت کو ظاہر فرمانے والے قادرِ مطلق رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہو تو وہ کرامت کے ظہور کو بعید سمجھے گا نہ ہی انکار کرے گا۔''

(جامع کرامات الاولیاء، مقدمۃ الکتاب، المطلب الاول ج۱، ص۳۳)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!

آپ نے اس مقدمہ ''فیضان کمالات اولیاء'' میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں، ان کی عزت وعظمت، کرامات اور ان کی ذوات سے متعلقہ اہم باتوں کا مطالعہ فرمایا۔جس سے یقیناً آپ پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اولیاء کو نہایت ہی اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمایا ہے۔اور ان نفوسِ قدسیہ پر

اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا بے حد فضل وکرم ہے۔لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ان پاکیزہ ہستیوں کی محبت دل میں راسخ کرلیں اوران پر اعتراض کرنے والے ناعاقبت اندیشوں سے اپنا ایمان وعقیدہ محفوظ رکھیں ۔اورکسی ایسے ماحول سے وابستہ ہوجائیں جس میں اولیاء اللہ کی محبت نہ صرف بتائی جاتی ہو بلکہ پلائی جاتی ہواوراس پرفتن اور پر آشوب دور میں وہ ماحول قرآن وسنت کی عالمگیر غیرسیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** کامدنی ماحول ہے۔آپ سے بھی مدنی التجاء ہے کہ دعوت اسلامی کے پیارےاور مدنی ماحول میں رہتے ہوئے ان اولیاءعظام کے نقش قدم پرچل کراپنی زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں۔ان شاء اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ اپنی زندگی میں مدنی انقلاب برپاہوتاپائیں گے۔

آیئے !اب اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے بعدوصال کرامات،ان کے مزارات پرگنبد بنانے ، چادر چڑھانے ،ان سے مددطلب کرنے اور بعد وصال ان کا خلق خدا کی مشکلات کوحل کرنے ایسے انتہائی اہم امور پرمشتمل،عارف باللہ، صاحب کرامات کثیرہ حضرت علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے مبارک رسالہ ''کَشْفُ النُّوْر عَنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْر'' کا ترجمہ بنام **''فیضان مزارات اولیاء''** کا اچھی اچھی نیتوں کےساتھ مطالعہ کیجئے۔ان شاء اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس مبارک رسالے کابغور مطالعہ کرنے سے بے شماروسوسوں کی جڑ کٹ جائے گی اور اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیاروں کی محبت سے دل لبریز ہوجائیں گے۔اوران کی محبت ایسی پختہ ہوجائے گی کہ ان کے بغض کوکبھی بھی دل میں جگہ نہ ملے گی۔

دُعائیہ کلمات:

اے ہمارے پیارے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے پیارے اولیاء کے صدقے اس رسالہ پر ترجمہ و تحقیق کا کام کرنے والے مدنی علماء کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی، اس کا مطالعہ کرنے والے اور اس کو لنگر رسائل میں تقسیم کرنے والے ہر اسلامی بھائی اور اسلامی بہن کو دین و دنیا کی بے شمار بھلائیاں اور برکتیں عطا فرما اور اولیاء عظام کی محبت کو عام کرنے کی توفیق عطا فرما۔

(آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم)

❁❁❁❁❁❁❁

عَالِم و فَاضِل مُرِید کو نَصِیحَت

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 275 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''آدابِ مرشدِ کامل'' کے صَفحہ 27 پر سیِّدُنا اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا یہ فرمان منقول ہے کہ ''کیا وجہ ہے کہ مرید عالم فاضل اور صاحبِ شریعت وطریقت ہونے کے باوجود (اپنے مرشدِ کامل کے فیض سے) دامن نہیں بھر پاتا؟ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مدارس سے فارغ اَکثر علمائے دِین اپنے آپ کو پیرومرشد سے افضل سمجھتے ہیں یا عمل کا غرور یا کچھ ہونے کی سمجھ کہیں کا نہیں رہنے دیتی۔ وگرنہ حضرت شیخ سعدی علیہ رحمۃ الھادی کا مشورہ سنیں: **فرماتے ہیں:** ''بھر لینے والے کو چاہئے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو اگرچہ کمالات سے بھرا ہوا ہو مگر کمالات کو دروازے پر ہی چھوڑ دے (یعنی عاجزی اختیار کرے) اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں۔ خالی ہو کر آئے گا تو کچھ پائے گا۔ اور جو اپنے آپ کو بھرا ہوا سمجھے گا یاد رہے کہ بھرے برتن میں کوئی اور چیز نہیں ڈالی جاسکتی۔'' (انوار رضا، امام احمد رضا اور تعلیمات تصوف، ص ۲۴۲)

كشف النور عن أصحاب القبور

فیضانِ کمالات اَولیاء

یک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(یعنی اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی لمحہ بھر کی صحبت، سو سال کی خالص عبادت سے بہتر ہے)

اولیاء کا جو کوئی ہو بے ادب
نازل اس پر ہوتا ہے قہر و غضب

محفوظ شہا رکھنا سدا بے ادبوں سے
اور مجھ سے بھی سرزد نہ کبھی بے ادبی ہو

ہم کو سارے اولیاء سے پیار ہے
اِنْ شَاءَ اللّٰہ اپنا بیڑا پار ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

تمام تعریفیں اللّٰہ وَحدہٗ لاشریک کے لئے ہیں، اور درود و سلام ہو حضور نبیٔ کریم، رَءُوف رَّحیم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت علامہ عَبدُ الغَنِی بن اِسماعِیل نابُلُسی حَنَفِی علیہ رحمۃ اللّٰہ القوی فرماتے ہیں: ''میں نے اس رسالہ میں اَولیاء کرام رحمہم اللّٰہ تعالٰی علیہم اجمعین کی وفات کے بعد اُن کی کرامات کے ظاہر ہونے، اُن کی قبروں پر مزارات بنانے اور اُن پر چادریں چڑھانے کے احکام لکھے ہیں اور میں نے اِس کا نام ''کَشْفُ النُّوْرِ عَنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْر'' رکھا ہے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ مجھے حق اور درست بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے اور میرے مسلمان بھائیوں کو حق ظاہر ہونے کے بعد اِنصاف کے ساتھ اُس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بے شک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہر شے پر قادر ہے اور دُعا کی قبولیت اس کے شایانِ شان ہے۔''

کرامت کسے کہتے ہیں؟

پیارے اسلامی بھائیو! کرامات، جن کے ذریعے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی بارگاہ میں مقرَّب اَولیاءِ کرام رحمہم اللّٰہ السلام کو عزَّت بخشی وہ مخلوق میں جاری اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عادت کے خلاف ایسی باتیں ہیں جن کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ محض اپنی قدرتِ کاملہ اور ارادۂ خاص سے پیدا فرماتا ہے،(1) ولی کی ذاتی طاقت و ارادہ کا اِس کرامت میں باعتبار

(1)...... حضرت مصنِّف عارِف باللّٰہ سیدی عبدالغنی نابُلُسی علیہ رحمۃ اللّٰہ القوی نے اپنی دوسری مایہ ناز تصنیف ''اَلْحَدِیْقَةُ النَّدِیَّة شَرْحُ الطَّرِیْقَةِ الْمُحَمَّدِیَّة'' میں کرامت کی جو جامع و مانع تعریف اور پھر اس کی شرح حضرت سیدنا امام لاقانی علیہ رحمۃ اللّٰہ الوالی کے حوالے سے بیان فرمائی ہے، وہ یوں ہے: ''ھِیَ اَمْرٌ خَارِقٌ لِلْعَادَةِ غَیْرُ مَقْرُوْنٍ بِالتَّحَدِّیْ یَظْهَرُ عَلٰی یَدِ عَبْدٍ ظَاهِرِ الصَّلَاحِ...... بقیہ اگلے صفحہ پر

تاثیر وتخلیق یقیناً کوئی دَخل نہیں، کیونکہ ولی کی ذات میں موجود قدرت وارادہ صرف اِس بات کا سبب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی ذات میں اِن کرامات کو پیدا فرمائے اور اِن کی نسبت اُس وَلی کی طرف کی جائے ،اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ کسی کرامت میں وَلی کی ذَاتی قُدرت واِرادہ کو دَخل ہے تو ایسا شخص ''علمِ توحید'' کی رُو سے کافر ہے۔''

مؤثرِ حَقیقی صرف اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ھے

اللہ عَزَّوَجَلَّ جو کرامات ولی کے ہاتھ پر پیدا فرماتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ ولی کو اس بات کا یقین ہے کہ مؤثرِ حقیقی اللہ وَحدہٗ لاشریک ہی کی ذات ہے، اور اِس کے نزدیک خود اُس کی اپنی ذات قطعاً مؤثرِ حقیقی نہیں، کیونکہ اُس کی ذات

بقیہ...... مُلْتَزِمٍ لِمُتَابِعَةِ نَبِیٍّ مِنَ الاَ نْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ مَصْحُوبٍ بِصَحِیْحِ الاِعْتِقَادِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ۔ ترجمہ: کرامت سے مراد وہ خلافِ عادت امر ہے جس کا ظہور تحدی ومقابلہ کے لئے نہ ہو اور وہ ایسے بندے کے ہاتھ پر ظاہر ہو جس کی نیک نامی مشہور وظاہر ہو، وہ اپنے نبی کا مُتَّبِع ، درست عقیدہ رکھنے والا اور نیک عمل کا پابند ہو۔'' پھر اس کی شرح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''تحدی ومقابلہ نہ ہونے کی قید سے کرامت، معجزہ سے الگ ہوگئی۔ نیک نامی کے مشہور وظاہر ہونے کی قید سے معونت سے جدا ہوگئی اور معونت سے مراد عام مسلمانوں کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والا وہ خلافِ عادت کام ہے جو اِبتلاء وآزمائش سے چھٹکارا دلائے۔ اور کرامت میں درست عقیدہ اور نیک عمل کی قید سے یہ اِسْتِدْرَاج (یعنی بے باک فجار یا کفار سے ان کے موافق خلافِ عادت بات) سے جدا ہوگئی۔ نیز نبی کی متابعت (یعنی پیروی) کی قید سے اس خلافِ عادت کام سے جدا ہوگئی جو نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے جھوٹ کو ثابت کرتا ہو جیسے مُسَیْلِمَہ کَذَّاب نے میٹھے پانی کے کنوئیں میں اس کی مٹھاس بڑھانے کے لئے تھوکا تو وہ نمکین وکھارا ہوگیا۔'' (الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة، الباب الثانی فی الامور المھمة فی الشریعة، الفصل الاوّل فی تصحیح الاعتقاد، ج۱، ص۲۹۲)

کی حرکات وسکنات یعنی روحانی قوّتیں جیسے دیکھنے، سننے، چکھنے، چھونے اور سُونگھنے والی قوتیں، عقلی باطنی قوت، تفکُّر وتخیُّل (یعنی غور وفکر اور سوچنے) کی قوت، یاد کرنے کی قوت، اسی طرح اُس کے تمام اَعضاء اور پٹھوں کی ظاہری حرکات وغیرہ یہ تمام یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی نے پیدا فرمائی ہیں۔ اور وہ ولی اِن تمام روحانی وظاہری قوّتوں کا اپنی ذات میں ہر وقت مشاہدہ کرتا ہے، اور یقین رکھتا ہے، مگر بعض اَوقات اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر غَفلَت طاری فرما دیتا ہے تو اُس وقت وہ اپنی سابِقہ حالت کے مطابق ولی ہی ہوتا ہے، جیسے سویا ہوا مؤمن کہ اُس وقت اُس پر غَفلَت طاری ہوتی ہے مگر وہ اپنی سابقہ حالت (یعنی بیداری) کے مطابق مؤمن ہی ہوتا ہے۔ اور یہ (یعنی بعض اَوقات غَفلَت طاری ہوجانا) اولیاء کرام رحمہم اللہ السلام کے اَحوال ومشاہدات کا اَدنیٰ دَرَجہ ہے۔''

اِختیارِی مَوت کسے کہتے ہیں؟

بعض اَوقات عُلماء کرام رحمہم اللہ السلام اپنی اِصطلاح میں اسے اِختیاری موت کا نام دیتے ہیں، اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِس فرمان عالیشان کو دلیل بناتے ہیں:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اوران کو بھی مرنا ہے۔ (پ۲۳، الزمر: ۳۰)

''مَیْت'' (یاء کے سکون کے ساتھ) اور ''مَیِّت'' (یاء کی تشدید کے ساتھ) کے درمیان فرق نہ کرنے کی صورت میں اِشارۃً آیت کے معنی یہ ہیں، جیسا کہ امام جَوہَرِی نے ''اَلصِّحَاح'' میں ذِکر کیا کہ ''اے محمد صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! آپ نے اِنتقال فرمانا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے، اگرچہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی ذاتِ بابرکات سے اوران سے بھی ظاہری وباطنی طور پر سوچنے سمجھنے اور مختلف

کام سرانجام دینے کا معاملہ یکساں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی حیاتِ مبارکہ مخلوق (یعنی پیدا کی گئی) ہے جیسے ان کی حیات مخلوق ہے، اور یہ حیات ایک ایسا عَرَض ہے (یعنی جو دوسری چیز کی وجہ سے قائم ہے) کہ جس کے موجود ہوتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بھی ذات میں باطنی طور پر اِدراک، اور ظاہری طور پر اَفعال واَقوال کو پیدا فرماتا ہے نہ کہ اِدراک واَفعال واَقوال کے سبب اِس حیات کو پیدا فرماتا ہے۔ کیونکہ یہ حیات اُن کے پیدا ہونے کا سبب ہے اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم اور اِن تمام لوگوں میں دَرحقیقت یہ موت ہے، اور یہی اِختیاری مَوت ہے جو مقامِ ولایت میں شرط ہے، اور جب تک ولی اس کے ساتھ متَّصف نہیں ہوتا وہ ولی نہیں بن سکتا۔ اور اسی کی طرف سرکارِ عالی وقار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کے فرمانِ عالیشان میں اِشارہ ملتا ہے: ''مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ یعنی جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا بلاشبہ اس نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کو پہچان لیا۔''

(کشف الخفاء، الحدیث: ۲۵۳۰، ج۲، ص۲۳۴)

''مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ'' سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس شخص نے غلبۂ قدرتِ اِلٰہی عَزَّوَجَلَّ کے سبب عدم سے وجود میں آنے والی اپنی ظاہری وباطنی قوَّتوں کو پہچان لیا اس نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کو پہچان لیا۔

اور لفظِ ربّ کا معنی ہے مالِک، تو معنی یہ ہوئے کہ اس نے اپنے ظاہری وباطنی معاملہ کے مالِک اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پہچان لیا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اِن قوَّتوں کو پیدا کرتا اور جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس کی جان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہ جس طرح چاہتا ہے اس میں تصرُّف فرماتا ہے، جیسا کہ رسولِ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ اَفلاک

صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم قسم کے لئے یہ اَلفاظ اَدا فرماتے تھے: ''وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ یعنی قسم ہے اُس ذات کی جس کے تصرُّف میں میری تمام ظاہری و باطنی قوتیں ہیں! اور میرا اس میں ذاتی طور پر یقیناً کوئی دخل نہیں۔'' اور اسی سے نوافل کے ذریعہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرنے کے متعلق مروی اِس حدیثِ پاک کا مفہوم سمجھا جاسکتا ہے کہ ''میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اُس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے......الی اٰخرہٖ۔''

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، الحدیث ۶۵۰۲، ص ۵۴۵)

پس اسی لئے نوافل کے ذریعہ قربِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ حاصل کرنے والے کے لئے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ اس کی تمام قوتوں میں تصرُّف کرنے والا کوئی فاعلِ حقیقی (یعنی رب عَزَّوَجَلَّ) ہے۔ اور یہ تمام قوَّتیں اس کے پاس عارضی اور زائل ہونے والی ہیں جیسا کہ حقیقت بھی یہی ہے، جب یہ قوَّتیں قُربِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ حاصل کرنے والے کی نظر سے زائل ہوجاتی ہیں تو ان کی جگہ انوارِ الٰہی ظہور پذیر ہوتے ہیں، اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ اس کے لئے اِختیاری موت کو تسلیم کیا جائے۔

موت کرامات کے منافی نہیں:

جب حقیقت یہ ہے تو عارفین کے نزدیک ولایت موتِ اِختیاری کے اِدْراک اور اس کے ساتھ متحقِّق ہونے سے مشروط ہوئی، اور اس وقت ان حضرات کے نزدیک کراماتِ اولیاء کے لئے موت شرط ہوگی نہ کہ زندگی۔ تو کوئی عاقل یہ گمان کیسے کرسکتا ہے کہ موت کرامات کے منافی ہے؟ حالانکہ موت تو کرامات کے لئے شرط ہے۔ پھر جب تک کوئی اِنسان اپنی ذات میں اس موت کا یقین نہ

کر لے وہ عارف ہوسکتا ہے نہ ولی، بلکہ وہ صرف عام مؤمن ہے جو غافل ہے اور اس پر پَردے پڑے ہیں۔

ولی اور غیر ولی میں فرق:

یہ سب کچھ اس لئے ہے کیونکہ ولی اپنے تمام ظاہری و باطنی معاملات اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سپُرد کر دیتا ہے جیسا کہ پیچھے ہم نے ذکر کیا ہے، جبکہ غیر ولی پر اس کا نفس حاوِی ہوتا ہے کیونکہ وہ تمام معاملات کے حقیقی مالک سے غفلت اور پردے میں ہوتا ہے اور وہ حقیقی مالِک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہے کہ وہی ہر مؤمن وکافر، غافل وہوش مند کے تمام معاملات کا مالِک ہے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۠ (۹) (پ۲۳، الزمر: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ! کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان، نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

مطلب یہ کہ عقل والے ہی اس بات کو جانتے ہیں کہ مؤمن وکافر دونوں کے درمیان اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں کہ ہر ایک کے تمام معاملات کا حقیقی مالک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

بعدِ وصال ثبوتِ کرامات پر دلائل

دلیل نمبر ا:

فقہاء کرام رحمہم اللہ السلام کے کئی اَقوال موت کے بعد کرامات کے ثبوت پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً:

(ا)......فقہاء کرام رحمہم اللہ السلام فرماتے ہیں ’’قبروں کو پامال کرنا (چلنا، روندنا وغیرہ)

مکروہ ہے۔''

(۲)......اِمَام خَبَّازِی علیہ رحمۃ اللہ الکافی ''مُختَصَر مُحِیطِ سَرَخسِی'' میں فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُ نا اِمامِ اَعظم ابوحَنِیْفَہ نُعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر کو پامال کرنے، اس پر بیٹھنے، سونے، پیشاب اور قضائے حاجت کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔'' (بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل فی سنن الدفن، ج۲، ص ٦٥) کیونکہ اِس میں صاحبِ قبر کی توہین ہے۔

(۳)......حضرت سیِّدُ نا عمر بن علی بن فارِس کِنانی حَنَفِی علیہ رحمۃ اللہ الغنی المعروف قَارِئُ الْھِدَایَہ کی تصنیف ''جامع الفتاوی'' میں ہے کہ ''بعض جید علماء کرام رحمہم اللہ السلام سے قبروں کو پامال کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اِس فعل کو مکروہ قرار دیا۔'' پوچھا گیا: ''کیا مکروہ سے مراد خلافِ اَوْلٰی ہے؟'' فرمایا: نہیں، بلکہ قبر پر چلنے والا شخص گنہگار ہے، کیونکہ حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَوْ لاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''بے شک مجھے اپنا پاؤں آگ کے اَنگارہ پر رکھنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔''

(سنن ابن ماجہ، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی النھی عن......الخ، الحدیث ۱۵٦۷، ص ۲۵۷۰، ماخوذاً)

(۴)......فقہاء کرام رحمہم اللہ السلام سے پوچھا گیا: ''صندوق اور اس کے اُوپر کی مِٹّی چھت کی مانند ہے (یعنی جب چھت پر چلنا جائز ہے تو قبر پر کیوں ناجائز ہے)؟'' ارشاد فرمایا: ''اگر چہ میّت کا صندوق اور اس کی مِٹّی چھت کی مانند ہوتی ہے لیکن میت کا حق تو اب بھی باقی ہے۔'' (الفتاوی الھندیہ، کتاب الکراھیۃ، الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور، ج۵، ص ۳۵۱، مفھوماً) لہٰذا اس کو پامال کرنا جائز نہیں۔

(۵)......اِمَام خُجَنْدِی علیہ رحمۃ اللہ الغنی سے سوال کیا گیا اگر کسی شخص کے والدین کی قبریں دیگر مسلمانوں کی قبروں کے درمیان ہوں تو کیا اس شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ دُعا و تسبیح اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہوئے ان کے درمیان سے گزرے اور اپنے والدین کی قبروں کی زیارت کرے؟ تو ارشاد فرمایا: ''اگر مسلمانوں کی قبروں پر چلے بغیر ممکن ہو تو اِجازت ہے ورنہ نہیں۔'' (المرجع السابق)

(٦)......فتح القدیر میں ہے کہ ''قبر پر بیٹھنا اور اسے پامال کرنا مکروہ ہے۔اسی وجہ سے وہ لوگ جنہوں نے اپنے رشتہ داروں کی قبریں بنائیں بعد میں ان کے قریب دیگر مسلمانوں کی قبریں بھی بن گئیں تو ان کا دیگر قبروں پر چلتے ہوئے اپنے قریبی رشتہ دار کی قبر پر جانا مکروہ ہے،اور قبر کے پاس سونا و قضائے حاجت کرنا بھی مکروہ ہے، بلکہ قضائے حاجت بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہے۔اور ہر وہ کام جو سنت سے ثابت نہ ہو مکروہ ہے اور سنت سے صرف کھڑے ہو کر زیارت کرنا اور دُعا کرنا ثابت ہے۔جیسا کہ حضور نبی مُکَرَّم ،نُورِ مُجَسَّم ،رسولِ اَکرم ،شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جنت البقیع کی طرف تشریف لے جاتے تو فرماتے: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِینَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُونَ اَسْأَلُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ یعنی تم پر سلامتی ہو اے مؤمنین کے گروہ! اور بے شک ہم بھی اِنْ شَاءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! جلد تم سے ملنے والے ہیں،اور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔''

(فتح القدیر شرح الھدایہ ، کتاب الصلاۃ ، فصل فی الدفن ، ج۲، ص۱۰۲)

قبروں پر چلنا، بیٹھنا وغیرہ کیوں مکروہ ہے؟

فقہ کی کتابوں سے یہی ثابت ہے کہ ''قبروں پر چلنا اور ان پر بیٹھنا مرنے کے بعد مسلمانوں کی کرامت (یعنی عزّت) کی وجہ سے ہی مکروہ ہے،اور یہ کرامت

شرع سے ثابت ہے، اور کرامت مخلوق میں جاری خلافِ عادت کام کو کہتے ہیں کیونکہ عادت اس طرح جاری ہے کہ انسان کے لئے زمین پر چلنا، بیٹھنا اور مُردہ جانوروں کے اَعضاء کو پاؤں سے رَوندنا جائز ہے مگر یہ تمام اُمور اَہلِ ایمان مُردوں کے ساتھ قطعاً جائز نہیں۔ ان (اہلِ ایمان) کے حق میں عادت مختلف ہوگئی لہٰذا ان کے حق میں مذکورہ تمام اَفعال مکروہِ تحریمی ہیں۔ کیونکہ مطلقاً مکروہ بولا جائے تو اس سے مراد مکروہِ تحریمی ہوتا ہے اور یہ حکمِ کراہت اہلِ ایمان کی موت کے بعد ان کی تعظیم کے لئے دیا گیا ہے، یہ تمام اَحکام تو عام مؤمنین کی قبروں کے لئے ہیں تو جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَولیاء ہوں اور اس کی بارگاہ میں مقرَّب ہوں ان کی قبروں کے کیا اَحکام ہوں گے۔ ہمارے اس بیان سے واضح ہوگیا کہ شرعاً موت کے بعد کرامت (یعنی عزّت وتکریم) ثابت ہے۔

دلیل نمبر۲:

موت کے بعد ثبوتِ کرامات پر یہ بات واضح دلیل ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم زیارتِ قبور کے لئے جنت البقیع تشریف لے جاتے اور ان کے پاس کھڑے ہوکر ان کے لئے دُعا فرماتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا، الحدیث ۲۲۵۵، ص ۸۳۰) کیونکہ اگر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم اس بات کو پیشِ نظر نہ رکھتے کہ مؤمنین کے دفن ہونے کے سبب ان کی قبروں کے پاس خصوصیتِ مقام کی وجہ سے دُعا قبول ہوتی ہے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم اس جگہ یہ دُعا نہ فرماتے: ''اَسْاَلُ اللّٰهَ لِیْ وَلَكُمُ الْعَافِیَةَ یعنی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔'' (المرجع السابق، الحدیث ۲۲۵۷، ص ۸۳۱)

اور مؤمنین کی قبور کہ جن پر رحمتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کا نزول ہوتا ہے، کی برکت سے دُعا کا قبول ہونا مؤمنین کے اِنتقال کے بعد ان کی کرامات میں سے ہے اور یہ تو عام اہل ایمان کی قبروں کا حال ہے تو پھر خاص اہلِ توحید، کامل یقین والے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مقرَّبین کی قبور کا عالم کیا ہوگا۔ اور اس میں بھی اِنتقال کے بعد کرامت کا ثبوت ہے۔

دلیل نمبر۳:

شریعت کا حکم ہے کہ مسلمان میِّت کو اس کے اِحترام کی وجہ سے غسل دینا، کفن پہنانا اور دفن کرنا واجب ہے اور یہ ایسی کرامت (یعنی عزَّت وتکریم) ہے جو شریعت نے اِنتقال کے بعد مؤمنین کے لئے رکھی ہے اور یہ خلاف عادت بات ہے کیونکہ بنی آدم میں سے تمام کافروں اور تمام جانوروں کے حق میں ان کے مرنے کے بعد یہ عادت جاری ہے کہ ان کو غسل نہیں دیا جاتا۔

دلیل نمبر۴:

صاحبِ نہایہ نے **شرح ہدایہ** میں فرمایا: ''میِّت موت کے سبب نجس ہو جاتی ہے اور نجاست کو زائل کرنے کے لئے اس کو غسل دینا واجب ہے۔ اور یہ بات بھی آدمی کے لئے موت کے سبب کرامت (یعنی اِعزاز واِکرام) کو ثابت کرتی ہے جبکہ باقی تمام حیوانات میں ایسا نہیں۔''

دلیل نمبر۵:

جامع الفتاویٰ میں ہے: ''میِّت کو اس لئے غسل دیا جاتا ہے کہ وہ خون والے جانوروں کی طرح موت کے سبب نجس ہو جاتی ہے البتہ! مؤمن بعدِ غسل کرامت (یعنی عزَّت) کی وجہ سے پاک ہو جاتا ہے۔'' بعض علماء کرام رحمہم اللّٰہ السلام

فرماتے ہیں: ''چونکہ وہ مؤمن ہے اس لئے ناپاک نہیں ہوتا البتہ! اسے غسل اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ (جوڑوں کے ڈھیلے پڑ جانے وغیرہ اَسباب کی وجہ سے) بے وضو ہو جاتا ہے۔'' (فتح القدیر شرح الهدایه، باب الجنائز، فصل فی الغسل، ج۲، ص۱۰۸، مفهومًا) یہ اَقوال بھی مؤمن کے اِنتقال کے بعد اس کی کرامت (یعنی عزّت وعظمت) کے ثبوت پر دلالت کرتے ہیں۔

دلیل نمبر۶:

جامع الفتاویٰ میں مزید یہ بھی ہے: ''جب میّت مشائخِ عظام، علماء وساداتِ کرام رحمہم اللہ السلام کی ہو تو اس کے اُوپر عمارت (یعنی مقبرہ وغیرہ) بنانا مکروہ نہیں۔'' اسی میں ہے کہ ''میّت کو غسل دینے والا باطہارت ہو (یعنی اُس پر غسل فرض نہ ہو) اور جُنبی اور حیض والی کا غسل دینا مکروہ ہے۔'' (ردالمحتار، باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی حدیث......الخ، ج۳، ص۱۱۱۔ الفتاوی الهندیه، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون، الفصل الثانی، ج۱، ص۱۵۹) یہ بھی مؤمن کے لئے بعد اَز وفات کرامت کا واضح ثبوت ہے۔ بلکہ تمام کرامات مؤمن کے لئے اس کی موت کے بعد ہی ہوتی ہیں، دُنیاوی زندگی میں اس کے لئے حقیقتاً نہیں بلکہ مجازاً کرامت ہوتی ہے کیونکہ وہ دشمنانِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے پڑوس میں ایسے گھر میں رہتا ہے جس میں ذاتِ باری تعالیٰ کو جھٹلایا جاتا ہے، اور اس میں کسی عقلمند کو شک نہیں ہوسکتا۔

بعدِ موت ایمان قائم رہتا ہے

عُمدۃُ الْاِعْتِقَاد میں حضرت سیِّدُنا ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نَسَفِی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''ہر مؤمن اِنتقال کے بعد بھی حقیقتاً مؤمن ہی ہوتا

ہے جیسا کہ سونے کی حالت میں مؤمن تھا۔ اور اسی طرح رُسل واَنبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی وفات کے بعد بھی حقیقتاً رُسل واَنبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی ہوتے ہیں اس لئے کہ رُوح نبوّت اور اِیمان کے ساتھ متّصف ہوتی ہے اور وہ موت کے سبب تبدیل نہیں ہوتی۔''

(تفسیر روح البیان، پ۱۷، الانبیاء، تحت الآیة ۳۵، ج۵، ص۴۷۸)

(حضرت مصنِّف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:) ہم کہتے ہیں: ''حضرت سیِّدُنا اِمام نَسَفِی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی مراد یہ ہے کہ مؤمن سے مراد مؤمنِ کامل یعنی ولی اور ایمان سے مراد اِیمانِ کامل یعنی ولایت ہے، اور ولایت موت کے بعد بھی باقی رہتی ہے، کیونکہ یہ روح کی صفت ہے اور رُوح موت کے سبب تبدیل نہیں ہوتی۔ یا مؤمن سے مراد مطلق مؤمن اور اِیمان سے مراد مطلق اِیمان ہے، تو اس صورت میں مؤمن کامل اور اِیمان کامل کا حکم بطریقِ اَوْلٰی وہی سمجھا جائے گا جو ہم نے بیان کیا۔ خصوصاً جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اہلِ جنت کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

لَا یَذُوۡقُوۡنَ فِیۡهَا الۡمَوۡتَ اِلَّا الۡمَوۡتَةَ الۡاُوۡلٰی ۚ (پ۲۵، الدخان:۵۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اس میں پہلی موت کے سوا پھر موت نہ چکھیں گے۔

اب ہم اہل اللہ کے طریقہ پر چلتے ہوئے اس آیتِ مبارکہ کے اِشارہ (یعنی اشارۃ النص) پر کلام کرتے ہیں، اور اس کی عبارت (یعنی عبارۃ النص) کا اِنکار بھی نہیں کرتے۔''[1] پس ہم کہتے ہیں:

---

[1] ......''کسی آیتِ مبارکہ کی عبارت سے جو حکم سمجھ آ رہا ہو اسے عِبَارَۃُ النَّص اور جو حکم اشارتاً سمجھ آ رہا ہو اسے اِشَارَۃُ النَّص کہتے ہیں۔'' مثلاً اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ مجید میں اِرشاد فرمایا: ''لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِهِمۡ وَاَمۡوَالِهِمۡ (پ۲۸، الحشر:۸) ترجمۂ کنزالایمان:...... بقیہ اگلے صفحہ پر

نفسانی موت اور بدنی موت:

عارِفین کی موت دوطرح کی ہے،ایک نفسانی موت اور دوسری بدنی موت اورعرفاء کے نزدیک نفسانی موت معتبر ہے نہ کہ بدنی۔ کیونکہ بدن نفس کی رہائش گاہ ہےاوراعتبار ساکن یعنی گھر میں رہنے والے کا ہوتا ہے نہ کہ گھر کا اور راز رہنے والوں میں ہوتا ہے نہ کہ رہائش گاہ میں۔پس جب عارفین ظاہری اور باطنی طور پر اپنے نفس کے ساتھ شرعی مجاہدہ کرتے ہیں اوراستقامت کی راہ پر چلتے رہتے ہیں تو ان کے نفوس (اِختیاری موت) مرجاتے ہیں،اورموت کا ذائقہ چکھ لینے کی بنا پرحق تعالیٰ کو پالیتے ہیں۔اُن کی روحیں دُنیامیں نفوس کے واسطہ کے بغیرجسموں کی تدبیر میں مصروف رہتی ہیں۔پس وہ عارفین صورتِ بَشرِی میں فرشتے ہوتے ہیں، کیونکہ فرشتے بھی محض اَروَاح ہیں،اور عارفین بھی نفوس کی موت کے بعدصرف روحیں ہی رہ جاتے ہیں،جیسا کہ حضرت سیِّدُ ناجبرئیل امین عَلَیْہِ السَّلَام حضرت سیِّدُ نا دِحیَہ کَلبِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں سرکارِوالاتَبار،ہم بےکسوں کے مددگار، شفیعِ روزِشُمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضری دیا کرتے تھے۔

جب عارِفین کی روحوں کاتعلق ان کےجسموں کے نظام سے منقطع ہوجاتا ہےاس وقت وہ حضرت سیِّدُ ناجبرئیل امین عَلَیْہِ السَّلَام کی طرح ہوتے ہیں جب وہ

بقیہ......(مالِ غنیمت) ان فقیرہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے۔''اس آیتِ مبارکہ میں ''مہاجرفقراء کے لئے مالِ غنیمت کے مستحق ہونے کاحکم'' عِبَارَۃُ النَّصّ ہے کیونکہ آیتِ مبارکہ کی عبارت سے یہی سمجھ آرہاہے۔اور''مسلمان کے مال پر قبضہ کرنے کے بعدکافرکی ملکیت کے ثبوت کاحکم'' اِشَارَۃُ النَّصّ ہے کیونکہ آیتِ مبارکہ سے اشارۃً یہ حکم سمجھ آرہاہے۔ (ماخوذ اَز تلخیصِ اُصول الشاشی، ص٤٦، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

صورتِ بشَرِی سے جدا ہوکر عالَمِ اَرواح کی طرف لوٹ جاتے ہیں، ان عارفین کے حق میں اسے موتِ حقیقی نہیں بلکہ ایک عالم سے دوسرے عالم اور ایک ہیئت سے دوسری ہیئت میں منتقل ہونا کہتے ہیں، اسی لئے اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے حق میں اِرشاد فرمایا:

لَا یَذُوۡقُوۡنَ فِیۡہَا الۡمَوۡتَ اِلَّا الۡمَوۡتَۃَ الۡاُوۡلٰی ۚ (پ۲۵،الدخان:۵۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اس میں پہلی موت کے سوا پھر موت نہ چکھیں گے۔

یہ آیتِ مبارکہ کا ایک اشارہ ہے جس کے معانی ومفاہیم کی کوئی حد نہیں اور اس کی حکمتیں، اسرار اور اشارات کبھی ختم نہ ہوں گے۔

جب حقیقتِ حال یہی ہے تو پھر کوئی عقل مند یہ گمان کیسے کرسکتا ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اس ولی سے اِنعام واِکرام کو منقطع فرمادے گا جس کی ولایت اس کی طبعی موت کے سبب کامل ہوگئی اور وہ عالَمِ مجرَّدات یعنی عالَمِ اَرْوَاح کے ساتھ ملحق ہوکر فرشتوں کی معیت میں پہنچ گیا۔ جیسا کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اپنے وصالِ ظاہری کے وقت فرمارہے تھے: ''اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے رفیقِ اعلیٰ سے ملادے۔'' (صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب دعاء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم :اللّٰھم الرفیق الأعلی، الحدیث ٦٣٤٨، ص٥٣٤)

بعد وصال کرامات کا ثبوت

موت کے بعد اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں سے کرامات ظاہر ہونے سے مُتعلّق حکایات اور واضح خبروں پر مشتمل محقّقین اہل اللہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں، اور میں

نے ان کو ایسے قابلِ اِعتماد راویوں سے لیا ہے جن کے اِنکار کی قطعاً گنجائش نہیں۔

اِمَام غزَّالِی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی کرامت:

ہمارے پیشوا، مجتہدِ کامل، عالمِ باعمل حضرت سیِّدُنا شیخ محی الدین اِبن عَربی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی کتاب ''رُوحُ الْقُدُس فِی مناصحَةِ النُّفُس'' میں حضرت ابوعَبدُاللّٰہ اِبن زَین یابُرِی اِشْبِیلِی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے حالات لکھتے ہوئے بیان فرماتے ہیں: ''آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شمار اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں میں ہوتا ہے، ایک رات آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیِّدُنا اِمام غزَّالِی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کے رد میں ابوالقاسم بن حَمدِین کی لکھی ہوئی کتاب پڑھ رہے تھے، تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بینائی چلی گئی، اسی وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور گریہ وزاری کی اور قسم کھائی کہ آئندہ کبھی بھی اس کتاب کو نہ پڑھوں گا اور اسے اپنے آپ سے دور رکھوں گا، اسی وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بینائی واپس لوٹا دی۔ یہ حضرت سیِّدُنا امام ابوحامد امام محمد بن محمد غزَّالِی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی کرامت ہے جو ان کے انتقال کے بعد حضرت سیِّدُنا ابوعَبدُاللّٰہ اِبن زَین یابُرِی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے ذریعے ظاہر ہوئی۔''

اسی طرح کے واقعات حضرت سیِّدُنا اِمام جلالُ الدِّین سُیُوطی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے تذکرۂ موت میں تصنیف کردہ اپنی کتاب ''بشری الکئیب بلقاء الحبیب'' میں بیان فرمائے ہیں۔

فرشتوں کا اَہلِ سنّت کو قبر میں تلقین کرنا:

حضرت سیِّدُنا حافظ ابوالقاسم لالکائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''اَلسُّنَّة'' میں

ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ محمد بن نَصر صَائغ فرماتے ہیں: ''میرے والد صاحب نمازِ جنازہ پڑھنے کے بہت شوقین تھے، انہوں نے مجھ سے اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہوئے کہا: بیٹا ایک دفعہ میں کسی جنازہ میں شریک ہوا، جب لوگوں نے میت کو قبر میں اتار دیا تو میں نے دیکھا کہ دو شخص قبر میں اترے، پھر ایک تو باہر نکل آیا مگر دوسرا قبر میں ہی تھا کہ لوگوں نے مٹی ڈال دی، میں نے کہا: اے لوگو! کیا میت کے ساتھ زندہ شخص کو بھی دفن کر دو گے؟ لوگوں نے کہا: ''قبر میں تو کوئی نہیں ہے'' میں نے سوچا ہوسکتا ہے یہ میرا وہم ہو، میں دوبارہ قبر پر گیا اور پھر سوچا کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دو شخصوں کو قبر میں اترتے دیکھا تھا جن میں سے ایک تو نکل آیا تھا مگر دوسرا قبر ہی میں موجود تھا، لہٰذا اب میں قبر کے پاس ہی موجود رہوں گا یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ پر یہ معاملہ منکشف فرما دے۔ چنانچہ میں نے دس مرتبہ سورۂ یٰسین اور دس مرتبہ سورۂ مُلک کی تلاوت کی، پھر بارگاہِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ میں دُعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور گڑگڑاتے ہوئے یوں التجا کی: ''اے میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! جو کچھ میں نے دیکھا اس کا حال مجھ پر منکشف فرما، بے شک میں اپنی سمجھ اور دِین کے بارے میں خوفزدہ ہوں۔'' تو اَچانک قبر شَق ہوئی اس میں سے ایک شخص نکل کر ایک جانب چل دیا۔ میں اس کے پیچھے دوڑا اور اس سے کہا: ''اے شخص تجھے تیرے معبود کا واسطہ! کیا تو تھوڑی دیر نہیں رُک سکتا کہ میں تجھ سے کچھ پوچھ لوں؟'' لیکن اس نے میری طرف توجہ نہ دی اور مسلسل چلتا ہی رہا، میں نے دوسری اور تیسری مرتبہ کہا تو اس نے میری طرف توجہ کی اور کہا: ''کیا تم نَصر صَائغ ہی ہو؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں میں ہی نَصر صَائغ ہوں۔'' اس نے کہا: ''کیا تم مجھے نہیں پہچانتے؟'' میں نے کہا: ''نہیں۔'' اس نے کہا: ''ہم رحمت کے فرشتوں

میں سے دوفرشتے ہیں، ہمارے ذمے یہ کام ہے کہ اہلِ سنّت میں سے جب بھی کسی کا اِنتقال ہوتا ہے اوراسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو ہم اس کی قبر میں اُتر کراسے حجت (یعنی سوالاتِ قبر کے جوابات) کی تلقین کرتے ہیں۔'' اتنا کہہ کر وہ فرشتہ غائب ہوگیا۔'' (شرح اصول اعتقاد اھل السنة والجماعة، الرقم ۲۱۴۵، ج۲، ص۹۶۹)

قَبرُوں کے مُختَلِف اَحوَال

نرم وملائم ریشمی لباس والے:

حضرت سیِّدُنا امام ابوالسعادات عبداللہ بن اَسعد یافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی ''رَوضُ الرَّیاحِین'' میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ایک ولی کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ''انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے قبروالوں کے مراتب دکھا۔'' فرماتے ہیں: ایک رات میں نے خواب میں مختلف قبروں کو دیکھا کہ شق ہوچکی ہیں، اورقبروالوں کے مختلف اَحوال ہیں کوئی مزے سے نہایت نفیس وریشمی بستر پر، کوئی ریشم کے نرم وملائم عمدہ قیمتی بستر پر، کوئی خوشبودار بستر پر محوِ استراحت ہے تو کوئی شاہی مسند پر اور کوئی رورہا ہے تو کوئی خوشی سے مسکرارہا ہے۔''

میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر تو چاہتا تو ان سب کو یکساں اِعزاز واِکرام سے نواز دیتا، تو اَچانک قبر والوں میں سے کسی نے پکارا، اے فلاں! یہ سب کچھ اَعمال کا بدلہ ہے، جو نہایت ریشمی نرم بستر والے ہیں یہ حضرات اَچھے اَخلاق کے مالک ہیں اور جو ریشم کے عمدہ وقیمتی بستر والے ہیں وہ شہداء ہیں، اور جو خوشبودار بستروں والے ہیں وہ روزہ دار ہیں، جو شاہی مسندوں والے ہیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے باہم محبت رکھنے والے ہیں اور

جو رو رہے ہیں وہ گناہ گار ہیں اور جو مسکرا رہے ہیں وہ توبہ والے ہیں۔''

(روض الریاحین، الحکایۃ الحادیۃ والستون بعد المئۃ، ص۱۷۹)

مُردوں کو اَچھی یا بُری حالت میں دیکھنا:

حضرت سیِّدُنا اِمام ابوالسعادات عبداللہ بن اَسعد یافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی مزید فرماتے ہیں: ''مُردوں کو اَچھی یا بُری حالت میں دیکھنا یہ کَشف کی ایک قِسم ہے، جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی خوشخبری، نصیحت، یا میت کی بہتری، کسی خیر کے پہنچنے، یا اَدائے قرض وغیرہ کے سبب ظاہر فرماتا ہے۔ پھر یہ کَشف عام طور پر سونے کی حالت میں ہوتا ہے، البتہ! کبھی بیداری کی حالت میں بھی ہوتا ہے اور یہ اُن اَولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کی کرامات میں سے ہے جو اعلیٰ مقامات اور احوال کے مالک ہیں۔''

(روض الریاحین، الحکایۃ الحادیۃ والستون بعد المئۃ، ص ۱۸۱)

اَولیاء کرام کا اَہلِ قُبور سے باتیں کرنا:

''کفایۃ المعتقد'' میں فرمایا کہ ہمیں بعض دوستوں نے یہ بھی خبر دی کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کچھ نیک بندے ایسے بھی ہیں جو بعض اَوقات اپنے والد کے مزار پر آتے ہیں اور ان سے گفتگو کرتے ہیں۔''

(شرح الصدور، باب زیارۃ القبور...الخ ، ص۲۰۹)

اَولیاء کرام کا اپنی قبروں میں اَذان کا جواب دینا:

حضرت سیِّدُنا امام لالکائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب ''اَلسُّنَّۃ'' میں نقل کرتے ہیں کہ ''حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معین علیہ رحمۃ اللہ المبین نے فرمایا: مجھے ایک گورکن نے

بتایا کہ میں نے اس قبرستان میں نہایت ہی عجیب وغریب بات دیکھی کہ ایک دن جب مؤذن اَذان دے رہا تھا تو ایک قبر والا اس کا جواب دے رہا تھا۔''

(شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، الرقم ۲۱۵۳، ج۲، ص۹۷۳)

اَولیاءِ کرام کا اپنی قبروں میں نماز پڑھنا:

حضرت سیِّدُنا اِمام ابونُعیم اَحمد بن عبداللہ اَصْفَہانی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی ''حِلْیَۃُ الاَوْلِیَاءِ وَطَبَقَاتُ الاَصْفِیَاءِ'' میں نقل فرماتے ہیں کہ ''حضرت سیِّدُنا سَعِید بن جُبَیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں نے اور حضرت سیِّدُنا حُمَید طَوِیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیِّدُنا ثابت بُنَانِی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کو لحد میں اُتارا جب ہم نے قبر کی اِینٹیں درست کیں تو ایک اینٹ گر گئی، میں نے دیکھا کہ حضرت سیِّدُنا ثابت بُنَانِی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور وہ دُنیا میں یوں دعا کیا کرتے تھے: ''اَللّٰھُمَّ إِنْ کُنْتَ أَعْطَیْتَ أَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ الصَّلَاۃَ فِیْ قَبْرِہٖ فَأَعْطِنِیْھَا یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اُس کی قبر میں نماز اَدا کرنے کا شرف بخشا ہے تو مجھے بھی یہ شرف ضرور عطا فرمانا۔'' پس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ ان کی اس دُعا کو رَدّ فرمائے۔''

(بشری الکئیب مع شرح الصدور، ذکر المؤمن فی قبره، ص ۳۵۰ ـ حلیة الاولیاء، ثابت البنانی، الرقم ۲۵۶۸، ج۲، ص۳۶۲، عن شیبان بن جسر عن ابیه)

❁❁❁❁❁❁❁

اَوْلِیَاءِ کِرَام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا اپنی قبروں میں تِلاوت فرمانا

قبر میں سورۂ ملک کی تلاوت:

(۱)......حضرت سیِّدُنا عبد اللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں: حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلَّم کے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے خیالی میں ایک قبر پر خیمہ نصب کردیا، انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے، انہوں نے دیکھا کہ اُس قبر میں ایک شخص سورۂ ملک کی تلاوت کررہا ہے یہاں تک کہ اس نے سورت کی تلاوت مکمل کرلی۔ وہ صحابی حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا، سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''یہ سورت روکنے والی اور نجات دینے والی ہے جو عذابِ قبر سے نجات دے گی۔'' (جامع الترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورة الملك، الحديث ٢٨٩٠، ص ١٩٤٢)

حضرت سیِّدُنا ابوالقاسم سعدی علیہ رحمۃ اللہ الہادی ''کِتَابُ الْاِفْصَاح'' میں فرماتے ہیں: مذکورہ بالا واقعہ میں سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلَّم کی طرف سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ''مرنے والا اپنی قبر میں تلاوت بھی کرتا ہے۔'' کیونکہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کی خبر دی اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان کی تصدیق فرمائی۔''

(بشری الكئيب مع شرح الصدور، ذكر قراءة الموتى فى قبورهم، ص ٣٥١)

سیِّدُ نا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قبر میں تلاوت کرنا:

(۲)......حضرت سیِّدُ نا عبیداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ میں مقامِ ''غابہ'' میں اپنا مال لینے گیا، وہاں رات ہوگئی، میں حضرت سیِّدُ نا عبداللہ بن عمرو بن حِزَام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قبر کے پاس ٹھہر گیا۔ میں نے ان کی قبر سے اتنی شیریں قراءت سنی کہ اس سے پہلے ایسی قراءَت نہ سنی تھی۔ جب میں سرکار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے سارا معاملہ عرض کیا، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تو نہیں جانتا کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ان بندوں میں سے ہے جن کی روحوں کو قبض فرما کر اس نے زبرجد و یاقوت کی قندیلوں میں رکھ دیا اور پھر ان قندیلوں کو جنت کے درمیان معلَّق کر دیا۔ جب بھی رات آتی ہے تو ان کی روحیں ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ پوری رات یہیں رہتی ہیں اور جب فجر طلوع ہوتی ہے تو انہیں واپس اس جگہ لوٹا دیا جاتا ہے جہاں ان کو رکھا گیا ہے۔'' (المرجع السابق)

سیِّدُ نا ثابِت بُنَانِی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا قبر میں تلاوت کرنا:

(۳)......حضرت سیِّدُ نا امام ابو نُعَیم احمد بن عبداللہ اَصْفَہانی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی ''حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء'' میں نقل کرتے ہیں، حضرت سیِّدُ نا اِبراہیم بن صِمَّہ مُہَلَّبِی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''سحری کے وقت قلعہ کے پاس سے گزرنے والوں نے مجھے بتایا کہ جب ہم حضرت سیِّدُ نا ثابت بُنانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کی قبر کے پاس سے گزرتے ہیں تو ہمیں قرآنِ پاک پڑھنے کی آواز آتی ہے۔'' (حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۵۸۳، ج۲، ص۳۶۵، بتغیرٍ۔شرح الصدور، ص۱۸۸، بتغیرٍ)

قبر میں تلاوت:

(۴)......حضرت سیِّدُ نا سَلَمَہ بن شُعَیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں نے ایک پرہیز گار گورکَن حضرت سیِّدُ نا ابوحمّاد علیہ رحمۃ اللہ الجواد کو فرماتے سنا: ''میں جمعۃ المبارک کے دن دوپہر کے وقت قبرستان میں گیا، جس قبر کے قریب سے گزرتا اس سے قرآنِ پاک کی تلاوت سنائی دیتی۔''

(شرح الصدور، باب احوال الموتٰی فی قبورھم......الخ، ص۱۸۸)

بلخی بزرگ کا قبر میں تلاوت کرنا:

(۵)......حضرت سیِّدُ نا عَاصِم سَقَطِی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''ہم نے بَلْخ (شہر) میں ایک قبر کھودی تو وہ دوسری قبر میں کھل گئی، اس میں سبز چادر اوڑھے قبلہ کی طرف منہ کئے ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف فرما تھے اور ان کے اِردگرد سبزہ ہی سبزہ تھا اور آغوش میں قرآنِ پاک رکھا تھا جس کی وہ تلاوت فرما رہے تھے۔''

(بشری الکئیب مع شرح الصدور، ذکر قراءۃ الموتی فی قبورھم، ص۳۵۱)

قبر میں تلاوت کرنے والا نوجوان:

(۶)......حضرت سیِّدُ نا اِبن مَنْدَہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ انتہائی متقی گورکَن حضرت سیِّدُ نا اَبو نَصر نَیْشَاپُوْرِی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے ایک قبر کھودی تو اس میں ایک اور قبر کُھل گئی، میں نے اس میں دیکھا کہ خوشبو سے معطّر ایک خوبصورت نوجوان، بہترین لباس پہنے چار زانو بیٹھا ہے اور اس کی آغوش میں نہایت ہی خوشخط، سبز رنگ سے لکھا ہوا قرآنِ پاک موجود ہے، میں نے اس سے پہلے کبھی ایسا قرآنِ پاک نہ دیکھا تھا، اور وہ اُس کی تلاوت کر رہا تھا

اس نوجوان نے میری طرف دیکھ کر پوچھا: کیا قیامت قائم ہوگئی؟ میں نے کہا: نہیں، اس نے کہا: میری قبر بند کردو۔ تو میں نے اس کی قبر بند کردی۔''

(بشری الکئیب مع شرح الصدور، ذکرقراءۃالموتی فی قبورھم ، ص ۳۵۱)

شہید کا اپنی قبر میں قرآنِ پاک پڑھنا:

(۷)......حضرت سیِّدُ نا سُہَیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''دَلَا ئِلُ النُّبُوَّۃ'' میں بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل فرماتے ہیں کہ ''انہوں نے ایک جگہ قبر کھودی، اس میں ایک طرف کھڑکی کھل گئی، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے سامنے قرآنِ پاک رکھا ہے جس کی وہ تلاوت کررہا ہے، اور سامنے ہی ایک سبز باغ ہے'' یہ واقعہ اُحد میں پیش آیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ شہید ہو کیونکہ اس کے چہرے پر ایک طرف زخم دکھائی دے رہا تھا۔'' اس واقعہ کو حضرت سیِّدُ نا ابوحیّان علیہ رحمۃ اللہ المنان نے بھی اپنی تفسیر میں بیان فرمایا۔''

(بشری الکئیب مع شرح الصدور، ذکرقراءۃالموتی فی قبورھم ، ص ۳۵۲)

قبر میں سونے کا قرآنِ پاک پڑھنا:

(۸)......حضرت سیِّدُ نا امام ابوالسعادات عبداللہ بن اَسْعَد یافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی ''رَوْضُ الرَّیَاحِیْن'' میں بعض صالحین سے نقل کرتے ہیں، فرمایا میں نے ایک عابد شخص کے لئے قبر کھود کر اس میں لحد بنائی، میں لحد کو برابر کررہا تھا کہ ساتھ والی قبر کی ایک اینٹ گرگئی، میں نے اس قبر میں دیکھا تو سفید لباس میں ملبوس ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس میں تشریف فرما ہیں، اور ان کے سامنے سونے سے لکھا ہوا قرآن پاک رکھا ہے جس کی وہ تلاوت فرما رہے ہیں، انہوں نے میری طرف سر

اُٹھا کر دیکھا اور فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے، کیا قیامت قائم ہوگئی؟'' میں نے کہا: نہیں۔'' تو فرمانے لگے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں معاف فرمائے، اینٹ کو اپنی جگہ پر رکھ دیں۔'' پس میں نے اینٹ کو اس کی جگہ رکھ دیا۔''

(بشری الکئیب مع شرح الصدور، ذکرقراءۃالموتی فی قبورھم، ص ٣٥٢)

قبر میں تخت پر بیٹھ کر قرآنِ پاک پڑھنا:

(٩)......حضرت سیِّدُنا اِمام یافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی مزید فرماتے ہیں: ''ہمیں ایک معتبر قبر کھودنے والے نے بتایا کہ اس نے ایک قبر کھودی، اس میں ایک شخص تخت پر بیٹھا ہوا نظر آیا جو ہاتھ میں قرآن پاک لئے تلاوت کررہا تھا اور اس کے نیچے ایک نہر بہ رہی تھی، یہ منظر دیکھ کر اس پر بے ہوشی طاری ہونے لگی، وہ جوں توں کر کے قبر سے نکلا اور کسی کو پتا نہ چل سکا کہ اسے کیا ہوا ہے، پھر تیسرے دن اسے ہوش آیا۔''

(المرجع السابق۔ روض الریاحین، الحکایۃ الثانیۃوالستون بعد المئۃ،ص ١٨٠)

کفن کی واپسی:

حضرت سیِّدُنا سعید بن منصور رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابیٔ رسول حضرت سیِّدُنا اُھبَان بن صَیْفِی غِفَارِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت سیِّدَتُنا عُدَیْسَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں: ''ہمارے والد محترم نے ہمیں وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے ایک قمیص میں کفنانا، ہم نے آپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے ایسا ہی کیا، دوسری صبح ہم نے دیکھا کہ جس قمیص میں ہم نے انہیں دفنایا تھا وہ ہمارے پاس ہی تھی۔'' (شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ و الجماعۃ، الرقم ١١٤، ج٢،ص ١٣٦٤، بتغیرٍقلیلٍ)

مُردوں کواَشیاء پہنچنا:

حضرت سیِّدُنا اِمام اِبنِ اَبِی الدُّنیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''کِتَابُ الْمَنَامَات'' میں حضرت سیِّدُنا راشد بن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مُرسل روایت بیان کرتے ہیں کہ'' ایک شخص کی زوجہ کا اِنتقال ہوگیا، رات کو اس نے خواب میں چند عورتوں کو دیکھا جن میں اس کی زوجہ نہ تھی، اس نے ان عورتوں سے اپنی زوجہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: ''تم لوگوں نے اسے کم قیمت کا کفن دیا تھا اس لئے اسے ہمارے ساتھ نکلتے ہوئے شرم آتی ہے۔'' وہ شخص سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا بیان کیا، حضورنبیٔ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا کوئی ایسا شخص ہے جو مرنے کے قریب ہو؟'' پھر وہ ایک ایسے انصاری کے پاس گیا جو قریبِ مرگ تھا، اور اسے صورتِ حال سے آگاہ کیا تو اس نے کہا اگر مُردوں کو کوئی چیز پہنچائی جاسکتی ہے تو میں پہنچادوں گا، جب اس انصاری کا انتقال ہوگیا تو اس شخص نے زعفران سے رنگے ہوئے دو کپڑے اس انصاری کے کفن میں لاکر رکھ دیئے۔ جب رات ہوئی تو اسے خواب میں وہی عورتیں نظر آئیں اور اس دفعہ ان کے ساتھ اس کی زوجہ بھی تھی اور اس نے زرد رنگ کے وہی دو کپڑے پہن رکھے تھے۔''

(الموسوعة للامام ابن ابی الدنیا، کتاب المنامات ،الحدیث ۱۶۱،ج۳،ص ۹۵)

اِنتقال کے بعد اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام کا مدد فرمانا:

حضرت سیِّدُنا شیخ شعرَاوِی علیہ رحمۃ اللہ الہادی اپنی کتاب ''طَبَقَاتُ الْاَخْیَار'' میں حضرت سیِّدُنا شیخ اَحمد بَدَوِی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے حالاتِ زندگی لکھتے ہوئے

بیان فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُ ناعَبدُالعَزِیز دِیرِینی علیہ رحمۃ اللہ الغنی سے حضرت سیّدُ نا اَحمد بَدَ وِی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے متعلق پوچھا جاتا تو فرماتے: ''وہ ایسا سمندر ہیں جس کی کوئی حد نہیں، وہ فرنگ (یعنی یورپ) سے قیدیوں کو لاتے اور ڈاکوؤں کے خلاف لوگوں کی مدد فرماتے، ڈاکوؤں اور مدد مانگنے والوں کے درمیان ان کے حائل ہونے کے واقعات اس قدر ہیں کہ کئی دفتر بھی ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔''

حضرت سیِّدُ نا اِمام شَعرَ اوِی علیہ رحمۃ اللہ الہادی فرماتے ہیں: ''میں نے خود اپنی آنکھوں سے 945 ہجری میں حضرت سیِّدُ نا عَبدُ العَال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منارہ پر ایک قیدی کو دیکھا جو بیڑیوں میں جکڑا اور گھبرایا ہوا تھا، میں نے اس حالت کے متعلق اُس سے پوچھا تو اُس نے بتایا: ''میں فرنگیوں کے علاقے میں قید تھا، رات کے آخری حصہ میں، میں نے حضرت سیِّدُ نا اَحمد علیہ رحمۃ اللہ الصمد کو دیکھا، میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف متوجہ ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اَچانک میرے سامنے تشریف لے آئے اور مجھے جھپٹ کر پکڑ لیا اور ہوا میں اُڑنے لگے اور مجھے یہاں لا کر چھوڑ دیا۔'' حضرت سیِّدُ نا اَحمد علیہ رحمۃ اللہ الصمد کے تیزی سے جھپٹنے کے سبب دو دن تک اس کا سر چکراتا رہا۔

(الطبقات الکبریٰ للامام الشعرانی، الرقم ۲۸۷، الجزء الاول، ص ۲۶۰)

اَولیاء کی توہین شیطانی کام ہے:

(حضرت مصنِّف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:) ''یہ تمام واقعات موت کے بعد کرامات کے ثبوت پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں، اور فی نفسہٖ یہ بات حق ہے اس میں وہی شک کرے گا جس کا اِیمان ناقص ہو، اُس کی بصیرت ختم ہو چکی ہو، فضلِ

الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے دروازے سے دھتکار دیا گیا ہو، بندگانِ خدا عَزَّوَجَلَّ سے تعصُّب رکھتا ہو، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اپنے ولیوں کی مخالفت کے گڑھے میں ڈال دیا ہو، اسے ذلیل وخوار کر دیا ہو، اور اس پر غضب فرمایا ہو۔ پس ایسے شخص پر اللہ عَزَّوَجَلَّ شیطان کو مسلّط کر دیتا ہے، وہ اس سے کھیلتا ہے اور اس کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیاروں کا بُغض ڈالتا ہے، اور اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں، ان کی کرامات اور ان کے مزارات کی توہین پر اُکساتا ہے، حالانکہ جس نے علمِ کلام اور علمِ توحید پڑھا اس کے لئے یہ بات اَظْھَر مِنَ الشَّمْس (یعنی سورج سے بھی زیادہ ظاہر) ہے کہ روحیں اپنے محل میں ہونے کے باوجود موت کے بعد بھی جسموں کے ساتھ ویسے ہی متصل رہتی ہیں جس طرح شعاعیں سورج میں ہونے کے باوجود زمین کے ساتھ متصل ہوتی ہیں، تو یقیناً مؤمنین کی قبروں کا اِحترام واجب ہے۔''

رُوحوں کا اپنے جسموں کی طرف لوٹنا:

حضرت سیِّدُنا اِمام جَلالُ الدِّین سُیُوطی شَافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی کتاب ''بشری الکئیب بلقاء الحبیب'' میں بیان فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُنا امام ابوالسعَادات عبداللہ بن اَسعد یافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی نے فرمایا: ''اَہلِ سنّت کا مذہب یہ ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا ہے تو مرنے والوں کی روحیں بعض اَوقات ''عِلِّیِّین'' یا ''سِجِّین''[1] سے قبروں میں ان کے جسموں کی طرف لوٹائی جاتی ہیں خصوصاً جمعۃ المبارک کی رات، اور وہ مل بیٹھ کر گفتگو بھی کرتی ہیں اور نیک روحوں کو اِنعام واِکرام سے نوازا جاتا ہے جبکہ بدکار روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے۔'' مزید فرماتے

[1] ...... ''عِلِّیِّین'' نیک روحوں کا ٹھکانہ ہے اور ''سِجِّین'' بدکار روحوں کا ٹھکانہ ہے۔ (علمیه)

ہیں: ”عِلِّیِّیْن“ یا ”سِجِّیْن“ میں اِنعام واِکرام یا عذاب دینے کا تعلق جسم کے ساتھ نہیں بلکہ روح کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ قبر میں اس کا تعلق جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔“ (بشری الکئیب مع شرح الصدور، ذکر تزاور الموتی فی قبورھم، ص۳۵۷۔ روض الریاحین، الحکایة الثامنة والستون بعد المئة، ص۱۸۳)

”موت کے بعد بھی روحیں قبروں میں اپنے جسموں کے ساتھ مُتَّصِل رہتی ہیں۔“ اس بات پر وہ کلام دلالت کرتا ہے جو حضرت سیِّدُنا امام نَسَفِی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے اپنی کتاب ”بَحْرُ الْکَلَام“ کے باب ”عَذَابُ الْقَبْر“ میں نقل فرمایا۔ چنانچہ، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ قبر میں گوشت کو کیسے تکلیف ہوتی ہے حالانکہ اس میں تو روح ہی نہیں ہوتی؟ تو ہم کہیں گے کہ حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیَّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم سے یہی بات پوچھی گئی تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”تمہارے دانتوں میں کیسے تکلیف ہوتی ہے حالانکہ اس میں بھی روح نہیں ہوتی؟“ پتا چلا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب، ہم گنہگاروں کے طبیب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے واضح طور پر بتا دیا کہ ”جس طرح دانت میں روح نہ ہونے کے باوجود صرف گوشت کے ساتھ مُتَّصِل ہونے کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح موت کے بعد جب روح گوشت کے ساتھ مُتَّصِل ہوتی ہے تو اس میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔

(بحر الکلام، قوله فی عذاب القبر)

اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ موت کے بعد قبروں میں روحوں کا اپنے جسموں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اگرچہ ان کے جسم بوسیدہ اور مٹی ہو گئے ہوں، اسی وجہ سے شریعت نے ان کی قبروں کے اِحترام کا حکم دیا جیسا کہ پیچھے ہم نے ذکر کیا۔ پھر

مؤمنوں کے لئے ان کی قبروں کا اِحترام کرنا، تعظیم کرنا، زیارت کرنا اور ان سے برکت حاصل کرنا کیسے ناجائز ہوسکتا ہے؟ حالانکہ تمام مؤمنین جانتے ہیں کہ مٹی ہونے کے باوجود کامل روحوں کا تعلق طیّب وطاہر جسموں کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ احادیثِ نبویہ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ثابت ہے۔

ایک اَحمقانہ عقیدہ اور اس کا رَدّ:

(حضرت مصنِّف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:) میرے نزدیک وہ شخص سراسر جاہل ہے جو بعض گمراہ فرقوں کی طرح یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ''روحیں عارضی ہیں اور موت کے سبب وہ ایسے زائل ہوجاتی ہیں جیسے مردے سے حرکات وسکنات زائل ہوجاتی ہیں۔'' اور وہ گمراہ فرقے یہ سمجھتے ہیں کہ جب اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام اِنتقال کر جاتے ہیں تو وہ مٹی ہوجاتے ہیں اور زمین کی مٹی کے ساتھ مل کر ان کی روحیں بھی ختم ہوجاتی ہے لہٰذا ان کی قبروں کی کوئی تعظیم نہیں، اسی وجہ سے یہ لوگ ان کی توہین وتحقیر کرتے ہیں اور ان کی زیارت، ان سے برکت حاصل کرنے والوں پر اعتراض کرتے ہیں۔

(حضرت مصنِّف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:) ''ایک دن میں حضرت سیِّدُنا شیخ اَرسلان دِمَشْقی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے مزارِ پراَنوار کی زیارت کے لئے جارہا تھا تو میں نے خود اپنے کانوں سے ایک شخص کو یہ کہتے سنا: ''تم ان مٹی کے ڈھیروں پر کیوں جاتے ہو؟ یہ تو سراسر بے وقوفی ہے۔'' اس کی بات سن کر مجھے انتہائی تعجب ہوا، میں نے دل میں کہا: ''کوئی مسلمان ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔''

وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہ ۔ اَسْتَغْفِرُاللّٰہ

قبر جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا:

اَحادیثِ کریمہ میں آیا ہے کہ ''بے شک قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔'' (مرقاۃ المفاتیح ، کتاب الفتن ، باب العلامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجال،تحت الحدیث ٥٤٧٢، ج٩، ص٣٧٥۔المعجم الاوسط ، الحدیث ٨٦١٣،ج٦،ص ٢٣٢) اس سے مراد یہی ہے کہ ''مرنے والوں کی روحوں کو یا تو اِنعام واِکرام سے نوازا جاتا ہے یا عذاب دیا جاتا ہے۔'' اور یہ اِنعام واِکرام یا عذاب کا سلسلہ اسی صورت میں ہے کہ روحیں اپنے ان اَجسام کے ساتھ متَّصل ہوں جو دُنیا میں نہ رہے،اور وہ تمام مؤمن ہونے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَحکامات کی طاعت کرنے کے سبب یا تو پاکیزہ تھے یا پھر کافر ہونے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَحکامات کی نافرمانی کرنے کے سبب خبیث ہوگئے،تو اس وقت مؤمنین کی قبریں ویسے ہی معزَّز ومحترم اور مستحقِ تعظیم وتوقیر ہیں، جیسے وہ خود حیاتِ ظاہری میں معزَّز ومکرَّم تھے۔فقہائے کرام رحمہم اللہ السلام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ''جو شخص کسی عالِم کو حقیر جانے یا اس سے بغض رکھے تو اس کا خاتمہ کفر پر ہونے کا اندیشہ ہے۔'' (1) (اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ہر ولی عالم ضرور ہوتا ہے لہٰذا اَولیائے کرام رحمہم اللہ السلام سے بغض رکھنے والے کا خاتمہ بھی کفر پر ہونے کا خوف ہے۔)

1......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 186 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِشریعت'' حصَّہ9،صَفْحہ183 پرصدرُ الشَّریعہ،بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولیٰنا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''علمِ دین اور علماء دین کی توہین بے سبب یعنی محض اس وجہ سے کہ عالم علم دین ہے کفر ہے، یوں ہی عالِمِ دین کی نقل کرنا مثلاً کسی کو منبر وغیرہ کسی اُونچی جگہ پر بٹھائیں اور اس سے مسائل بطورِ اِستہزاء دریافت کریں پھر اسے تکیہ...... بقیہ اگلے صفحہ پر

زندہ اورمُردہ تعظیم میں برابر ہیں:

تعظیم وتوقیر کے اِعتبار سے زندوں اورمُردوں کے مابین کوئی فرق نہیں، کیونکہ زندہ اورمُردہ سب کے سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق ہیں اوران میں کوئی بھی کسی شے میں قطعاً مؤثرِ حقیقی نہیں، کیونکہ مؤثرِ حقیقی تو ہر حال میں صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات ہے،اورزندہ ومُردہ مؤثرِ حقیقی نہ ہونے میں یقیناً برابر ہیں، لیکن اِحترام سب کے حق میں واجب ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشادفرماتا ہے:

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ (پ۱۷،الحج:۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جواللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیاں وہ چیزیں ہیں جن کے سبب معرفتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ حاصل ہوتی ہے جیسا کہ علماء کرام رحمہم اللہ السلام اور نیک پرہیزگارلوگ چاہے وہ زندہ ہوں یاوفات پاچکے ہوں۔

اَولیاءکرام رحمہم اللہ السلام کی قُبور پر گُنبد بنانا:

اَولیاءکرام رحمہم اللہ السلام کی قبروں پرگنبد بنانا،اوران کے لئے اَعلیٰ قسم کی لکڑی کے تابوت بنانا تاکہ عوامُ النَّاس ان کو بےاَدبی کی نگاہ سے نہ دیکھیں یہ بھی ان کی

بقیہ......وغیرہ سے ماریں اورمذاق بنائیں یہ کفرہے۔'' (الفتاوی الهندية،كتاب السير، الباب التاسع فی احكام المرتدين،ج۲، ص۲۷۰) **مزیدفرماتے ہیں:** ''یوں ہی شرع کی توہین کرنامثلاً کہے: میں شرع ورع نہیں جانتا یاعالِمِ دین محتاط کا فتویٰ پیش کیا گیااس نے کہا: میں فتویٰ نہیں مانتا یا فتویٰ کوزمین پر پٹک (یعنی پھینک) دیا۔'' (یہ بھی کفرہے)

تعظیم ہی ہے۔ اگر چہ یہ بدعت ہے لیکن بدعتِ حسنہ یعنی اچھی بدعت ہے۔ جیسا کہ فقہاء کرام رحمھم اللہ السلام فرماتے ہیں: ''علماء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کے لئے بڑے بڑے عمامے کھلے کھلے کپڑے پہننا جائز ہے تا کہ عام لوگ ان کو حقیر نہ سمجھیں اور ان کی تعظیم کریں۔'' اگر چہ یہ ایسی بدعت ہے جس پر ہمارے اسلاف کا عمل نہ تھا۔

قبروں پر قبّہ بنانا مکروہ نہیں:

جامع الفتاویٰ میں قبر پر قُبّہ (یعنی گُنبد وغیرہ) بنانے کے بارے میں ایک قول یہ ہے: ''میّت مشائخ، علماء اور ساداتِ کرام رحمھم اللہ السلام کی ہو تو ان کی تعظیم کے لئے قُبّہ بنانا مکروہ نہیں۔'' (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، بَابُ صَلَاةِ الْجِنَازَةِ، مطلب فی دفن المیت، ج۳، ص ۱۷۰)

قبر کے لئے پکّی اینٹوں کا اِستعمال کیسا؟

''مُضمَرات'' میں ہے: حضرت سیّدُنا شیخ ابوبکر محمد بن فَضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''ہمارے ہاں قبروں کے لئے پکّی اینٹیں اور رَفرَف لکڑی اِستعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔'' (المبسوط للسرخسی، کتاب الصلاۃ، باب غسل المیت، ج ۱، الجزء ۲، ص ۹۸)

حضرت سیّدُنا اِمَام تُمُرتَاشِی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں: ''قبر کے لئے پکّی اینٹوں کے اِستعمال میں اِختلاف اس وقت ہے جبکہ میّت کے اِردگرد لگائی جائیں، اور اگر قبر کے اُوپر ہوں تو جائز ہے کیونکہ اس طرح قبر کی درندوں سے حفاظت ہوتی ہے۔'' جیسا کہ کفن کو چوری سے بچانے کے لئے قبر کو کچی اینٹوں کے ساتھ کوہان نما(۱)

......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفحہ 846 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ...... بقیہ اگلے صفحہ پر

بنانے کا رواج ہے اور عوام وخواص میں اسے بہت اَچھا سمجھا جاتا ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ ، بَابُ صَلَاۃِ الْجِنَازَۃِ ، مطلب فی دفن المیّت ، ج۳، ص۱۶۷ تا ۱۷۰)

''تنویرُ الابصار'' میں ہے: ''قبر پر قُبَّہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اور یہی صحیح ہے۔'' (تنویرالابصارمع رد المحتار، کتاب الصلاۃ ، بَابُ صَلَاۃِ الْجِنَازَۃِ ، مطلب فی دفن المیّت ، ج۳ ، ص۱۶۹)

قبر پر لکھنے اور پتھر رکھنے کا حکم:

حضرت سیِّدُ نااِمَام زَیْلَعِی علیہ رحمۃ اللہ الولی ''شرح کنزالدقائق'' میں فرماتے ہیں: ''قبر کے اُوپر بطورِ نشانی کچھ لکھنے یا پتھر رکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سیِّدُ نا عثمان بن مَظْعُون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر بطورِ نشانی ایک پتھر رکھا تھا۔''

(تبیین الحقائق، کتاب الصلاۃ ، باب الجنائز، ج ۱ ، ص۵۸۸)

مَزَارات پر چادر وغیرہ چڑھانے کا حکم:

فقہائے کرام نے صالحین اور اَولیائے کرام رحمہم اللہ السلام کی قبروں پر چادریں چڑھانے، عمامے اور کپڑے وغیرہ رکھنے کو مکروہ کہا ہے، جیسا کہ

بقیہ...... حضرتِ علّامہ مولٰینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''قبر چوکھونٹی نہ بنائیں بلکہ اس میں ڈھال رکھیں جیسے اونٹ کا کوہان اور اس پر پانی چھڑکنے میں حرج نہیں بلکہ بہتر ہے اور قبر ایک بالشت اونچی ہو یا کچھ خفیف زیادہ۔'' (الفتاوی الھندیہ ، کتاب الصلاۃ ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس ،ج ۱ ، ص۱۶۶۔ ردالمحتار، کتاب الصلاۃ ، باب الصلاۃ الجنائز ، مطلب فی دفن المیت ، ج۳ ، ص۱۶۸)

''فتاویٰ حجۃ'' میں ہے ''قبروں پر چادریں چڑھانا مکروہ ہے۔'' (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ ، بَابُ صَلَاۃِ الْجِنَازَۃِ ، مطلب فی دفن المیت ، ج۳ ، ص ۱۷۱)

(حضرت مصنِّف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:) لیکن ہم کہتے ہیں: ''اگر چادریں چڑھانے اور عمامے و کپڑے وغیرہ رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عام لوگوں کی نظر میں ان کی عزّت وعظمت میں زیادتی ہو، تاکہ لوگ صاحبِ مزار سے نفرت نہ کریں، اور غافل زائرین کے دِلوں میں ان کا اَدب واِحترام پیدا ہو، کیونکہ ان کے دل مزارات میں موجود اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام (کا مقام نہ جاننے کے سبب ان) کی بارگاہ میں حاضری دینے اوران کا اَدب واِحترام کرنے سے خالی ہوتے ہیں، جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے کہ اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام کی مقدس اَرواح ان کے مزارات کے پاس جلوہ اَفروز ہوتی ہیں۔ لہٰذا چادریں چڑھانا اور عمامے وغیرہ رکھنا بالکل جائز ہے، اوراس سے منع نہیں کرنا چاہئے[1]، کیونکہ اَعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہرایک کے لئے اسی کا بدلہ ہے جواس نے نیت کی، اگرچہ یہ ایسی بدعت ہے جس پر ہمارے اَسلاف کا عمل نہ تھا۔'' لیکن یہ بات ویسے ہی جائز ہے جیسے فقہاء کرام رحمہم اللہ السلام ''کتاب الحج'' میں فرماتے ہیں: ''حج کرنے والا طوافِ وَداع کے بعد اُلٹے پاؤں چلتا ہوا مسجد حرام سے نکلے کیونکہ یہ بیت اللہ شریف زَادَھَا اللّٰہُ

---

[1]......سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''اور جب چادر موجود ہواور وہ ہُنُوز (ابھی) پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے۔ بلکہ جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو اِیصالِ ثواب کے لئے محتاج کو دیں۔ ہاں جہاں معمول ہو کہ چڑھائی ہوئی چادر جب حاجت سے زائد ہو، خدام، مساکین حاجت مند لے لیتے ہیں اوراس نیت سے ڈالے تو مضائقہ نہیں کہ یہ بھی تصدق ہوگیا۔'' (احکامِ شریعت ،حصہ اول ، ص ۸۹)

شَرَفًاوَّتَعْظِیْمًا کی تعظیم وتکریم ہے۔‘‘اور’’منہج السالک‘‘میں ہے:’’طوافِ وَداع کے بعدلوگوں کا اُلٹے پاؤں واپس لوٹنا نہ تو سنّت ہے اور نہ ہی اس بارے میں کوئی واضح حدیث ہے۔اس کے باوجود بزرگانِ دین ایسا کیا کرتے تھے۔‘‘

(الفتاوٰی تنقیح الحامدیة ، وَضْعُ السُّتُورِ......الخ ،ج۲، ص۳۵۷)

بیت اللہ شریف سے بڑھ کر تعظیم:

جب بیت اللہ شریف زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّتَعْظِیْمًا کی اس قدر تعظیم ہے جوایک بے جان پتھر ہے تو اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام کی کتنی تعظیم ہوگی جو بلاشبہ بیت اللہ شریف سے اَفضل ہیں، کیونکہ اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام تو خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنے کے مکلَّف (یعنی پابند) ہیں اور بیت اللہ شریف مکلَّف (یعنی شرعی اَحکام کا پابند) نہیں کہ اس کی عبادت بغیر مکلَّف ہونے کے ہے۔اوراگراَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام اِنتقال کرجائیں تو میت بظاہر ایک بے جان چیز کی طرح ہوتی ہے لیکن سب کا اِحترام کرنالازم ہے۔

نیز کعبۃ اللہ شریف زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّتَعْظِیْمًا پرغلاف چڑھانا بھی جائز ہے، فقہاء کرام رحمہم اللہ السلام نے فرمایا:’’کعبۃ اللہ شریف پر ریشمی غلاف چڑھانا جائز ہے،اورصالحین واَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام کے مزارات اگرچہ کعبۃ اللہ نہیں اور نہ ہی احکام میں کعبۃ اللہ شریف کی طرح ہیں (مثلاً مزاراتِ اَولیاء کا طواف نہیں کیا جاتا وغیرہ) مگر قابلِ اِحترام ضرور ہیں، کیونکہ ہمیں نماز میں کعبۃ اللہ شریف کی طرف منہ کرنے،اس کا طواف اوراَدب واِحترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہم اس کے پابند ہیں ورنہ وہ محض پتھروں کا مجموعہ ہے۔‘‘

بعینہ کعبۃ اللہ شریف کو سجدہ کرنے والا کافر ہے:

جو شخص خاص کعبۃ اللہ شریف کو سجدہ کرے وہ بتوں کی عبادت کرنے والا اور کافر ہے، اسی لئے امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دورانِ طواف حجرِ اَسود کو بوسہ دینے کے بعد ارشاد فرمایا: ''میں جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو بذاتہ نہ تو نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان، اگر میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔'' (صحیح البخاری ، کتاب الحج ، باب ماذکر فی الحجر الاسود ، الحدیث ١٥٩٧، ص١٢٦)

علمائے کرام فرماتے ہیں اس کا سبب یہ تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں بیت اللہ شریف زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کے اِردگرد بُت رکھے ہوئے تھے اور کفار ان کو سجدہ کیا کرتے تھے پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خدشہ ہوا کہ مجھے حجرِ اَسود کو بوسہ دیتے ہوئے کوئی اسے زمانۂ جاہلیت کی مشابہت ہی نہ سمجھ بیٹھے، اسی لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوسہ دینے کے بعد اِرشاد فرمایا۔

مزارات، کعبۃ اللہ نہیں:

(حضرت سیّدُنا عبد الغنی نابُلُسی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:) میں نے عوام وخواص میں کسی سے نہیں سنا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ ''صالحین کی قبریں کعبۃ اللہ ہیں، ان کا طواف کرنا یا ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا درست ہے۔'' حتی کہ ہمیں اس بات سے کسی طرح کا خوف ہو اور عوامُ الناس سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ''قبلہ بس کعبہ شریف ہی ہے اور وہ مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں ہے اسی وجہ سے یہ

لوگ مزارات کی بہت زیادہ تعظیم اوران کا اِحترام کرتے ہیں کیونکہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَولیاء، اس کے پسندیدہ بندوں اورصوفیائے کرام کے مزارات ہیں۔'' عوام الناس کے بارے میں ہمیں یہی علم ہے،اور مؤمن، اہلِ اِیمان کے بارے میں اَچھا ہی گمان رکھتا ہے۔حضرت سیِّدُ نا اِمام جَلالُ الدِّین سُیُوطی شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے **''جَامِعُ الصَغِیر''** میں حدیث پاک نقل فرمائی ہے۔چنانچہ،

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَوْ لاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:''حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَۃِ یعنی حُسنِ ظن اچھی عبادت ہے۔''

(الجامع الصغیر للسیوطی، الحدیث ۳۷۲۲، ص۲۲۶)

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ١٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا١ؕ (پ۲۶، الحجرات:۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اورایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

عام مؤمنین کے حق میں واجب ہے کہ ان کے اَفعال کو اَچھائی پر محمول کیا جائے جیسا کہ حضور نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ان کے ساتھ معاملہ فرماتے تھے حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ان کے بارے میں بتادیا تھا کہ ان میں سے بعض منافقین بھی ہیں جن کے باطن میں کفر واِنکار اور ظاہر میں ایمان ہے،اس کے باوجود آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سب کے ساتھ مؤمنوں والا معاملہ فرماتے، کیونکہ حکم ظاہر پر ہوتا ہے، اوردلوں کے حالات بذاتِ خود اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانتا ہے۔چنانچہ،

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے لوگوں سے اس وقت تک جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں، پس جب وہ یہ گواہی دے دیں گے تو مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کرلیں گے، مگر وہ جن کا تعلق دماء اور اموال سے ہے (یعنی قصاص اور زکوٰۃ وغیرہ) اور ان کا حساب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمہ ہے۔'' (سنن النسائی، کتاب الجہاد، باب وجوب الجہاد، الحدیث ۳۰۹۵ تا ۹۷، ص ۲۲۸٦)

ہر نیا کام ناجائز نہیں:

(حضرت مصنّف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:) کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ جو نیا کام دیکھے فوراً اس کا اِنکار اس لئے کردے کہ یہ کام سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے زمانے میں تو نہیں تھا، جب تک کہ وہ اس کے اندر کوئی برائی نہ دیکھ لے یا یہ بات نہ دیکھ لے کہ اس کو کرنے والا غیر شرعی طریقہ پر کر رہا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ حضور **سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، جنابِ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور جو قیامت تک اس پر عمل کرتے رہیں گے ان کا ثواب بھی ملے گا۔''

(الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الطھارۃ، قولہ سنن الطھارۃ، ص ۵۔ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث جریر بن عبداللہ، الحدیث ۱۹۱۷۷، ج۷، ص ٥٦ ۔ سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب من سن سنۃ......الخ، الحدیث ۲۰۳، ص ۲۴۸۹)

لٰہذا ہر وہ نیا کام جو اس اُمت میں اِیجاد ہوا اور وہ مقصودِ شرع کے خلاف بھی نہیں، حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے زمانے میں نہ ہونے

کے باوجود اس کو سنّت کہیں گے، پس وہ بدعتِ حسنہ جو مقصودِ شرع کے موافق ہو اس کو بھی سنّت کا نام دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کو سنّت کہنا شارع عَلَیْہِ السَّلَام کی زبانِ حق ترجمان پر جاری ہوا ہے۔

مدینۂ منورہ میں بطورِ تعظیم پیدل چلنا:

اور یہ بات بھی اس بات کی طرح ہے جسے فقہاء کرام نے زِیَارَۃُ النَّبِی صلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسلَّم کی بحث میں ذکر فرمایا کہ ''بعض لوگوں کی عادت ہے کہ ادباً مدینۂ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کے قریب اُتر جاتے ہیں اور پیدل چل کر اس میں داخل ہوتے ہیں یہ فعل بہت اَچھا ہے کیونکہ ہر وہ کام جو اَدب و اِحترام میں داخل ہو وہ اَچھا ہی ہوتا ہے جیسا کہ میرے (یعنی سیدی عبدالغنی نابُلُسی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے) والدِ ماجد علیہ رحمۃ اللہ الواحد نے اپنے ''حَاشِیَه شَرْحُ الدُّرَر، کِتَابُ الْحَج'' میں بیان فرمایا۔

مزاراتِ اَولیاء پر چراغاں کرنے کا حکم(۱):

اَولیاء وصالحین کرام رحمہم اللہ السلام کے مزارات کے پاس لالٹین اور مَوم بتّیاں وغیرہ روشن کرنے کو اسی پر قیاس کیا جائے گا، کیونکہ یہ بھی اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام کی

۱...... مجدِّدِ اعظم، فقیہ بے بدل، اِمام اہلسنّت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''البتہ! روشنی کا بے فائدہ اور فضول استعمال جیسا کہ بعض لوگ ختم قرآن والی رات یا بزرگوں کے عرسوں کے مواقع پر کرتے ہیں سیکڑوں چراغ عجیب وغریب وضع وترتیب کے ساتھ اُوپر نیچے اور باہم برابر طریقوں سے رکھتے ہیں محل نظر ہے اور اِسراف کے زمرے میں آتا ہے چنانچہ فقہائے کرام نے کتب فقہ مثلاً غمز العیون وغیرہ میں اِسراف (فضول خرچی) کی بنا پر ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں اِسراف صادق آئے گا وہاں پرہیز ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک۔ برتر اور خوب جاننے والا ہے۔'' (فتاوی رضویه، ج۲۳، ص۲۵۹)

تعظیم وتوقیر میں سے ہے، اوراس کا اچھا ہی مقصد ہے خاص طور پر اگر فقراء ولی کی خدمت کرتے ہوں تو انہیں رات کے وقت قرآنِ پاک، تسبیح، تہجد وغیرہ عبادات کے لئے چراغ روشن کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

کیا مزارات کے پاس نماز اَدا کرسکتے ہیں:

فقہاء کرام رحمہم اللہ السلام نے قبروں کے پاس نماز پڑھنے کو مکروہ فرمایا ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ قبروں سے دور نماز کے لئے تیار شدہ جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ پڑھی جائے۔ میرے (یعنی سیدی عبدالغنی نابُلُسی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے) والدِ محترم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم ''حَاشِیہ شَرحُ الدُّرَر'' میں فرماتے ہیں: ''قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت ہے، اور اگر ایسی جگہ نماز کے لئے بنائی گئی ہو جس میں کوئی قبر نہ ہو، نہ ہی نجاست ہو تو کوئی حرج نہیں۔'' جیسا کہ ''فتاویٰ خانیہ'' اور ''حاوی'' میں ہے: ''اگر قبریں نمازی کے پیچھے ہوں تو نماز مکروہ نہیں، اگر (قبریں سامنے ہوں اور) اتنے فاصلے پر ہوں کہ اگر یہ شخص نماز میں ہو اور کوئی سامنے سے گزرے تو اُس کا گزرنا مکروہ نہ ہو تو یہاں بھی نماز مکروہ نہیں۔''

(الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلاة ، ما یکره للمصلی......الخ ،ج١،ص ٥٧٠)

مزاراتِ اَولیاء کو چُھونے(١) کا حکم:

قبروں پر ہاتھ رکھنے اور اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام کی پاکیزہ اَرواح والی جگہوں

......مجدّدِ اعظم، فقیہ بے بدل، امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری کا طریقہ یوں بیان فرماتے ہیں: ''مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم اَزکم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز باَدب سلام عرض کرے: ''اَلسَّلَامُ عَلَیکَ یَا سَیِّدِیْ وَرَحمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔'' پھر درودِ غوثیہ...... بقیہ اگلے صفحہ پر

سے برکت حاصل کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ''جامع الفتاویٰ'' میں ہے: ''قبروں پر ہاتھ رکھنا نہ تو سنّت ہے اور نہ ہی مستحب، مگر اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔'' (القنية ، كتاب السير، باب فيما يتعلق بالمقابر......الخ ، ص٢٢٧) کیونکہ اَعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، پس اگر اس کا مقصد اَچھا ہے تو یہ فعل بھی اَچھا ہے۔ بہرحال دلوں کے راز اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانتا ہے۔

مزاراتِ اَولیاء پر چراغ جلانے کی نذر ماننا:

قبورِ اَولیاء پر بطورِ تعظیم ومحبت زیتون کا تیل اور موم بتیاں وغیرہ روشن کرنے کی نذر ماننا جائز ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ السلام بیت المقدس کے چراغ میں جلائے جانے والے ذمی کے وقف کئے ہوئے زیتون کے تیل کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''یہ بھی جائز ہے کیونکہ ہمارے اور ان کے نزدیک یہ عبادت ہے۔'' اور اِمام خَصّاف کی ''کتاب الاوقاف'' میں وقفِ ذمی کی بحث میں ہے: ''اگر ذمی کہے کہ میری زمین وقف ہے جس کی پیداوار بیت المقدس کے چراغ کے تیل کے لئے خرچ ہوگی۔ یہ جائز ہے کیونکہ یہ بالاتفاق ہمارے اور ان کے نزدیک عبادت ہے۔''

بقیہ......تین بار، الحمد شریف ایک، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ اِخلاص سات بار، پھر درودِ غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسٓ اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرے کہ الٰہی! اس قراءَت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے، نہ اُتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اُسے میری طرف سے اس بندۂ مقبول کو نذر پہنچا پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اُس کے لئے دُعا کرے اور صاحبِ مزار کی روح کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے، پھر اُسی طرح سلام کر کے واپس آئے۔ مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام۔''

(فتاویٰ رضویه (مخرَّجه) ، ج٩ ، ص٥٢٢)

بیت المقدّس باعظمت مسجد ہے اس میں چراغ جلانا اس کی تعظیم والے کاموں میں سے ہے، اسی طرح نیک بندوں اوراولیاء کرام رحمہم اللہ السلام کے مزارات کا معاملہ ہے (یعنی وہاں چراغ جلانا ان کی تعظیم ہے اور شرعاً جائز ہے)۔''

درہم ودینار کی نذر ماننا جائز ہے:

اسی طرح مزاراتِ اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام پر درہم ودینار نذر کرنا کہ اُن کے مجاور فقراء پر صرف کئے جائیں، یہ بھی فی نفسہ جائز ہے کیونکہ اس معاملہ میں نذر، تحفہ دینے کی طرح ہے جیسا کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ السلام فقراء کو ہبہ (یعنی بلاعوض کسی چیز کا مالک) کرنے کے متعلق فرماتے ہیں: ''فقراء کے لئے یہ صدقہ ہے، اور دینے والا اسے واپس نہیں لے سکتا۔'' اور اَغنیاء کو صدقہ دینے کے متعلق فرماتے ہیں: ''اَغنیاء کے لئے یہ ہبہ ہے اور دینے والا واپس لے سکتا ہے۔'' **کیونکہ اعتبار مقاصدِ شرع کا ہوتا ہے نہ کہ اَلفاظ کا۔** نذر محض ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، اگر غیر اللہ کے لئے کی جائے۔ مثلاً کوئی شخص کہے: ''اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے مریض کو شِفاء دے دے تو میں تجھے دس درہم دوں گا۔'' پھر کہے: ''میں نے فلاں کے لئے اتنے دراہم کی نذر مانی۔'' تو یہ اِس نذر ماننے والے کی طرف سے اُس کے ساتھ وعدہ ہوگا، اب اگر وہ شخص مال دار ہے تو یہ ہبہ ہے اور اگر فقیر ہے تو صدقہ ہے۔ اور کئی لوگ ہوتے ہیں جو ذمی کافروں (۱) کو کہہ دیتے ہیں: ''اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے

---

(۱)......**ذمی** اس کافر کہتے ہیں جس کے جان ومال کی حفاظت کا بادشاہِ اسلام نے جزیہ کے بدلے ذمہ لیا ہو۔ (فتاوی فیض الرسول، ج۱، ص ۵۰۱) اور دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''**بہارِ شریعت**'' جلد اوّل صَفحہ 931 پر ہے ''ہندوستان اگرچہ دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کفار ذمی نہیں، انہیں صدقاتِ نفل مثلاً ہدیہ وغیرہ دینا جائز ہے۔''

مریض کو شِفاء دے تو میں تجھے سو درہم دوں گا۔'' تو ایسا کہنا گناہ نہیں کیونکہ یہ تو صدقہ ہے۔ اور فقہاء کرام رحمہم اللہ السلام نے اپنی کتب میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ ذمی فقراء پر (نفلی) صدقہ کرنا جائز ہے، البتہ! ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ولی کے اِنتقال کے بعد اسے یوں کہے: ''اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے مریض کو شِفا دے تو میں آپ کی خدمت میں سو درہم پیش کروں گا تو کوئی عقل مند اسے حرام نہیں کہہ سکتا اور اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام تو دوسروں کے مقابلے میں اس بات کے زیادہ حق دار ہیں، اگرچہ وہ اِنتقال فرما چکے ہوں، کیونکہ نذر ماننے والا جانتا ہے کہ اس کے پیسے اس ولی کے خدام اور فقراء مجاوروں پر خرچ کئے جائیں گے، لہٰذا اس قائل کی طرف سے یہ چیز لینے والے کے اِعتبار سے وعدہ، تحفہ اور مباح قرار دی جائے گی کیونکہ مؤمن کا قول حتی الامکان صحیح صورت پر محمول کیا جائے گا۔ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ توفیق دینے والا ہے۔

کسی چیز کو حرام قرار دینے کے لئے دلیلِ قطعی درکار ہوتی ہے

بعض لوگ ان تمام باتوں پر بغیر کسی دلیلِ قطعی کے حرام ہونے کا فتوی لگا دیتے ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف اور شرم وحیا نہیں، کیونکہ کسی کام سے روکنے میں حرام کی وہی حیثیت ہے جو کسی کام کے کرنے میں فرض کی ہے اور ان دونوں کو ثابت کرنے کے لئے دلیل قطعی چاہیے، یا تو کتاب اللہ میں سے کوئی آیت ہو، یا خبر متواتر ہو، یا معتبر اِجماع ہو، یا وہ کسی مجتہد کا قیاس ہو، کسی مقلِّد کا قیاس نہ ہو کیونکہ ایسے مقلدین کے قیاس کا کوئی اعتبار نہیں جن میں کتبِ اُصولِ فقہ میں مذکور شرائط اجتہاد نہ پائی جاتی ہوں۔

تعظیمِ مزارات سے روکنے والوں کی خبیث توجیہ اور اس کا رد:

(حضرت مصنِّف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:) بعض فریبی لوگ کہتے ہیں: ''ہمیں تو صرف اس بات کا ڈر ہے کہ عوام الناس جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں سے عقیدت رکھیں گے، ان کی قبروں کی تعظیم کریں گے، ان سے برکت اور مدد چاہیں گے، تو کہیں وہ یہ عقیدہ نہ بنالیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرح یہ اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام بھی مُؤثِر بالذّات ہیں (یعنی عطائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے بغیر ذاتی طور پر اَثر کرتے ہیں) اور جب ان کا یہ عقیدہ ہوگا تو کافر و مشرک ہو جائیں گے، اس لئے ہم انہیں تعظیم وتوقیر سے روکتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں کے مزارات اور ان کے اُوپر بنی ہوئی عمارات گرا دیتے ہیں، ان پر چڑھائی گئی چادروں کو اُتار کر پھینکتے ہیں، اور اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام کے ساتھ یہ بے اَدَبی ہم دل سے نہیں کرتے بلکہ صرف ظاہری طور پر کرتے ہیں تاکہ جاہل عوام کو پتا چل جائے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرح یہ اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام بھی اگر مؤثر بالذات ہوتے تو اپنے ساتھ ہونے والی اِس بے اَدبی کو ضرور روکتے جو ہم ان کے ساتھ کررہے ہیں۔''

منکرینِ تعظیمِ اَولیاء کا حکم:

مزید فرماتے ہیں: ''خبردار! ہوشیار! فریبی اور دھوکے باز لوگوں کی مذکورہ تمام بکواسات صریح کفر ہیں اور یہ فرعون کے اس قول سے ماخوذ ہیں جس کو ہمارے پَرْوَرْدْگار عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ پاک میں حکایت کرتے ہوئے بیان فرمایا:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرعون بولا مجھے چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کروں اور وہ اپنے...

اَنۡ یُّبَدِّلَ دِیۡنَکُمۡ اَوۡ اَنۡ یُّظۡہِرَ فِی الۡاَرۡضِ الۡفَسَادَ ﴿۲۶﴾ (پ ۲۴، المؤمن: ۲۶)

... رب کو پکارے، میں ڈرتا ہوں کہیں وہ تمہارا دین بدل دے یا زمین میں فساد چمکائے۔

اسی طرح ان دھوکے بازوں کا حال ہے جنہیں ابھی تک کامل یقین نہیں ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام سے محبت فرماتا ہے، اوران کی زندگی میں ہر وہ چیز جس کا یہ ارادہ کرتے ہیں ان کے لئے ظاہر فرما دیتا ہے جبکہ وہ خلافِ شرع نہ ہواوران کی روحیں جس چیز کا اِرادہ کرتی ہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے وہ تمام غیر معمولی چیزیں ان کے لئے پیدا ہو جاتی ہیں۔ گویا ان منکرین نے ابھی تک نہیں جانا کہ اِیمان حق ہے اور یہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک نجات دلانے والا ہے، کیونکہ ان لوگوں کے دل بُرے گمانوں، شکوک وشبہات، اوہام اور کجی یعنی ٹیڑھے پن سے بھرے ہوئے ہیں، یہ اَندھے اور بہرے ہو چکے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دلوں پر مہر کردی ہے کہ وہ حق اور باطل میں فرق ہی نہیں کر سکتے، اور جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

اور اگر بالفرض ان لوگوں کو عوام الناس کے کفر وشرک میں مبتلا ہونے کا واقعی خوف ہوتا تو یہ ضرور مسلمانوں کے لئے عقائد وتوحید کے اَحکام سکھاتے اور بغیر کسی جھگڑے کے ان کو براہین اور دلائلِ قطعیہ کی تعلیم دیتے اور ان کو عقائد سمجھنے اور فضائل میں غور وفکر کرنے پر اُبھارتے، اور اس معاملے میں ان پر بہت زیادہ شدت کرتے، کیونکہ عام لوگ جب اپنی ذات میں غور وفکر کر کے جان لیں گے کہ فاعلِ حقیقی ہر حال میں ایک ہی ہے اور کوئی شے مؤثِرِ حقیقی نہیں تو ان کے دل اس عقیدہ سے پھر جائیں گے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی اور بھی مؤثِرِ حقیقی ہے، اور وہ

جان لیں گے کہ ہر مخلوق اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وسوسے اور شکوک وشبہات ایسے اَسباب ہیں جن کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے چاہے گمراہ فرماتا ہے اور جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿٢٠﴾ (پ ۳۰، البروج: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ان کے پیچھے سے انھیں گھیرے ہوئے ہے۔

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمام حسی وعقلی اَشیاء کو محیط ہے، معنی یہ ہوئے کہ ذاتِ باری تعالٰی کسی شے کے مشابہ نہیں اور نہ ہی کوئی شے ذاتِ باری تعالٰی کے مشابہ ہے۔

اور اگر بالفرض ان کا مقصود وہی ہو جو بیان کیا گیا، پھر بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں اور اس کے خاص بندوں کی اس طرح تذلیل ہرگز جائز نہیں کہ عام لوگوں کے سامنے ان کی قبروں کو منہدم کردیا جائے اور ان کے مزارات کی بے ادبی کی جائے، اور ان کی تعظیم کی خاطر جو وہ چادریں چڑھاتے تھے انہیں اتار کر پھینک دیا جائے، اور یہ ساری بے حرمتی صرف اُس بات (عوام کے گمراہ ہونے کے ڈر) کی وجہ سے کی جائے جو سراسر وہم ہے۔ نیز عام مسلمانوں کے حق میں بدگمانی کیسے جائز ہو سکتی ہے حالانکہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے کبھی اس طرح نہیں کیا، کیونکہ مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی کرنا یقیناً حرام ہے، جیسا کہ ہم پیچھے بیان کرچکے ہیں۔

پیرِ کامل کی اتباع شرعاً پسندیدہ ہے:

مرید کا مخصوص شیخ (پیر)[1] سے عقیدت ونسبت رکھنا اور اس کے مخصوص نقشِ

---

[1]......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلداوّل صفحہ 278 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ ...... بقیہ اگلے صفحہ پر

قدم پر چلنا ایک خاص مقصد ہے کیونکہ ظاہری اَعمال میں جس طرح مقلد اگر مجتہد نہ ہوتو وہ کسی مخصوص مذہب پر چلنے کا محتاج ہوتا ہے مثلاً حنفی حضرت سیِّدُ نا اِمام اَعظم ابوحَنِیفَہ نُعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کرتا ہے اور شافعی حضرت سیِّدُ نا اِمام محمد بن اِدْرِیس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کرتا ہے وغیرہ۔اسی طرح معرفتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ حاصل کرنے والا راہِ طریقت میں ایک مخصوص شیخ (یعنی پیر) کا محتاج ہوتا ہے، تا کہ اس شیخ سے محبت اور عقیدت کے سبب اسے برکتیں ملیں اور مشکلات میں اس کی مدد ہو۔اور جس طرح شیخ کی حیاتِ ظاہری میں اس کے خادمین، عقیدت رکھنے والے اور اس سے مدد مانگنے والے کو برکت پہنچتی ہے اسی طرح جب شیخ اِنتقال کے بعد قبر میں آرام فرما ہوتو بھی اس سے برکت پہنچتی ہے، کیونکہ مؤثِرِ حقیقی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔اور جب مرید کو اِس بات کی معرفت حاصل ہوگئی کہ اس کا پیر چاہے زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو، دونوں حالتوں میں وہ قطعاً مؤثِرِ حقیقی نہیں تو اس کے لئے شیخ کی زندگی واِنتقال کے بعد مدد طلب کرنے میں کوئی فرق نہیں۔تو جب کوئی مرید صادق اپنے پیر کے وسیلے سے، چاہے وہ زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے صدقِ دل سے مدد طلب کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بالکل نامراد نہیں کرتا۔ کیونکہ مرشِدِ کامل جب زندہ ہوتو اپنے مرید کو رب عَزَّوَجَلَّ سے ملانے میں اس کی

بقیہ......حضرتِ علاّمہ مولٰینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''پیری کے لئے چار شرطیں ہیں، قبل اَز بیعت ان کا لحاظ فرض ہے: اوّل: سُنّی صحیح العقیدہ ہو۔ دوم: اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے۔سوم: فاسِقِ مُعلِن نہ ہو۔ چہارم: اس کا سلسلہ نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم تک متَّصل (یعنی پہنچتا) ہو۔'' (بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ج ۲۱، ص ۴۹۲ـ۵۰۵ـ۶۰۳)

نوٹ: تفصیلی معلومات کے لئے آدابِ مُرشِدِ کامل مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کا مطالعہ فرمائیں۔

ذاتی طاقت کا کوئی دَخل نہیں، کیونکہ حقیقی طور پر ملانے والا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے اور یہ پیر تو صرف سبب ہے، جیسا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اُمّت کے سب سے بڑے مرشدِ کامل یعنی حضور نبیٔ اکرم، رسولِ محتشم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو ارشاد فرمایا:

اِنَّكَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ ﴿۵۶﴾ (پ ۲۰، القصص: ۵۶)

ترجمہ کنز الایمان: بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو، ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے، اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔ (۱)

اور ایک مقام پر آپ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو ارشاد فرمایا: ''لَیۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ (پ ۴، اٰل عمران: ۱۲۸) ترجمہ کنز الایمان: یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں۔'' (۲)

(یعنی مؤثرِ حقیقی صرف اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہے اگرچہ حضور نبیٔ کریم رَءُوفٌ رَّحیم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم سب سے بڑے سبب ہیں۔)

۱...... مفسّرِ شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ''یہاں محبت کے مقابل مشیّت اِرشاد ہوا۔ یعنی وہ ہدایت نہیں پاتا جس سے آپ محبت کریں۔ کیونکہ آپ تو رحمتِ عالَم ہیں۔ سب سے رحم کی بنا پر محبت کرتے۔ بلکہ ہدایت وہ پائے گا جو آپ سے سچی محبت کرے جیسے کہ ہر وہ شخص ہدایت نہیں پاتا جس سے ربّ محبت کرے کیونکہ وہ رَبوبیّت کی محبت ہر بندے سے کرتا ہے۔ بلکہ ہدایت وہ پائے گا جس کی ہدایت ربّ چاہے۔ اسی لئے یہ نہ فرمایا کہ ''یَهۡدِیۡ مَنۡ یُّحِبُّ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقبول عبادت ہمارے مِلک نہیں بلکہ ربّ تعالٰی کی چیزیں ہیں لہٰذا وہ نہ دنیا میں ہیں اور نہ فانی ہیں بلکہ وہ ماعند اللہ میں داخل ہیں۔

(تفسیر نور العرفان، پ ۲۰، القصص تحت الایۃ: ۵۶)

۲...... اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے مفسّرِ شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''اے محبوب صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! اُحد کے ظالم کافروں کے لئے بددُعا کرنا یا ایک مُثلہ کے عوض تیس مقتول کفار کا مُثلہ کرنا یا بیرِ معونہ کے غدار کافروں کے..... بقیہ اگلے صفحہ پر

جب معمولی اَشیاء رہنما ہیں تو اَولیاء کرام کیوں نہیں؟

ہمارے پیشوا حضرت سیِّدُ ناشیخِ اَکبر، محی الدین اِبن عَربی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''وہ تمام راہبر جن سے میں نے طریقت کی راہ میں نفع حاصل کیا، ان میں سے ایک وہ پرنالہ بھی ہے جو ''فَاس''شہر کی دیوار میں لگا ہوا تھا، جس سے چھت کا پانی نیچے گرتا تھا، میں نے اس سے بھی راہنمائی حاصل کی۔ (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ساری مخلوق وسائل اور اَسباب کی حیثیت رکھتی ہے، اوران کے سبب حاصل ہونے والا تمام نفع ونقصان اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہوتا ہے) حضرت سیِّدُ ناشیخِ اَکبرمحی الدین ابن عربی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے راہنماؤں میں سے ایسے بھی ہیں جن کا سایہ ان کی ذات سے بھی درازتھا (یعنی سایہ کا لمبا ہونا کمال نہیں کیونکہ وہ تو صاحبِ سایہ کا عکس ہے، اسی طرح تمام مخلوق سے نفع ونقصان کا حاصل ہونے میں مخلوق کا کوئی کمال نہیں کیونکہ تمام نفع ونقصان اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہوتا ہے) اوراس طرح کی دیگرکئی مثالیں انہوں نے اپنی کتاب ''رُوحُ القُدُس''میں بیان فرمائی ہیں۔

تو یہ تمام اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام جو اپنی قبروں میں تشریف فرما ہیں کیا یہ سب اس پرنالہ اورسایہ سے بھی اَعلیٰ نہیں؟ جن سے شیخِ اَکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی طلبِ صادق کی وجہ سے راہنمائی لیتے تھے۔ تو ایک عقلمند شخص کیسے کسی فوت شدہ ولی سے مدد چاہنے کا انکار کرسکتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام کی روحانیت

بقیہ...... لئے فجر کی نماز میں قنوتِ نازلہ کی شکل میں بددعا فرمانا وغیرہ، ان میں سے کوئی چیز بھی آپ کی شانِ رحیمی کے لائق نہیں، ان معاملات کو آپ ربّ تعالیٰ پر چھوڑ دیں، کہ ربّ تعالیٰ انہیں یا تو توبہ کی توفیق دے جس سے وہ مسلمان ہوکر آپ کے قدموں میں آگریں، اورآپ کے دامنِ کرم سے وابستہ ہوجائیں، یا پھر انہیں عذاب دے، کہ وہ ظالم تو ہیں ہی۔'' (تفسیرِ نعیمی، ج٤، ص١٦٩)

قبروں میں ان کے اَجسام کے ساتھ متصل ہیں، جیسا کہ پہلے اس کا بیان گزر چکا۔ اور کوئی مسلمان ان فوت شدہ اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام سے مدد چاہنے کو کیسے بعید جان سکتا ہے، جو یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت سے غافل زندہ لوگوں سے افضل ہیں۔

اَولیاء کرام سے مدد کے منکرین کو تنبیہ:

(حضرت مصنِّف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:) جو اَولیاء اللہ سے مدد طلب کرنے کو ناجائز کہتا ہے جب خود اسے کوئی حاجت پیش آتی ہے اور اسے کسی ظالم، فاسق یا کافر کے پاس جانا پڑ جاتا ہے تو وہاں اس کے سامنے بڑی عاجزی واِنکساری کرتا ہے اور اس کی چاپلوسی بھی کرتا ہے، اور اسے اپنی حاجت پوری کرنے کو کہتا ہے، اس سے مدد مانگتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ ''فلاں نے میری حاجت پوری کردی'' یا ''فلاں نے مجھے نفع دیا۔'' بلکہ جب وہ بھوکا ہو تو بھوک مٹانے اور پیاسا ہو تو پیاس بجھانے اور بے لباس ہو تو ستر چھپانے میں مدد لیتا ہے، اسی طرح طبیعت کے مطابق کئی قسم کی مدد طلب کرتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ کھانا، پینا اور لباس وغیرہ تمام اَشیاء بے جان ہیں۔ تو اگر اِس مدد طلب کرنے کی صراحت کرتے ہوئے یوں کہہ دے کہ ''میں جو کھانا پینا وغیرہ اَشیاء سے مدد حاصل کرتا ہوں یہ سب حقیقتاً نہیں بلکہ مجازاً ہے کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ حقیقی طور پر مدد کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔'' تو اس میں کوئی خطا نہیں، کوئی گناہ نہیں، کوئی عار نہیں۔

اور ایسے ہی مدد کا منکر غافل شخص خود کہتا ہے: ''فلاں دوا قبض ختم کرتی اور فلاں قبض لاتی ہے، فلاں معجون بہت مفید ہے۔'' تو اس طرح کہنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہوتا، اس وقت کوئی اِعتراض نہیں ہوتا، کوئی گناہ یاد نہیں آتا، ہاں! اگر کوئی مسئلہ یا اِعتراض یا گناہ ہے تو صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَولیاء کرام رحمہم اللہ تعالٰی سے مدد

طلب کرنے میں ہے جو ہر دوا اور ہر معجون سے اَفضل ہیں۔ ایسی باتیں وہی کرتا ہے جس کا نورِ بصیرت زائل ہو چکا ہو اور جو راہِ راست دیکھنے سے اَندھا ہو چکا ہو۔

بعض باتیں ایسی ہیں جو مرید کو شیخ کی زندگی میں اس سے راہنمائی طلب کرنے یا اس کے اِنتقال کے بعد اس سے مدد طلب کرنے پر اُبھارتی ہیں، جن کو حضرت سیِّدُنا شیخ عبدالوھّاب شَعْرَاوِی علیہ رحمۃ اللہ الکافی نے اپنی کتاب ''**اَلْعُھُوْدُ الْمُحَمَّدِیَّۃ**'' میں ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ،

بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا مَعْرُوف کَرْخی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنے مریدین سے فرمایا کرتے: ''جب بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں تمہیں کوئی حاجت درپیش ہو تو اس پر میری قسم اُٹھایا کرو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم نہ اُٹھایا کرو'' آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ''انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل نہیں ہے، لہٰذا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کی درخواست قبول نہیں فرمائے گا، ہاں! اگر انہیں بھی اس کی معرفت حاصل ہو جائے تو ضرور ان کی دُعا قبول فرمائے گا۔''

اسی طرح کا واقعہ حضرت سیِّدی محمد حَنَفِی شَاذِلی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کا بھی ہے کہ ''آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور آپ کا قافلہ مِصْر سے رَوضہ (۱) کی طرف پانی پر چلتا ہوا جا رہا تھا، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ان سے فرمایا: ''**یا حنفی، یا حنفی** کہتے ہوئے میرے پیچھے پیچھے چلنا، اور ''**یا اللّٰہ**'' نہ کہنا ورنہ ڈوب جاؤ گے۔'' ان میں سے ایک شخص نے حضرت کی بات نہ مانی اور ''**یا اللّٰہ**'' کہا تو وہ ڈگمگا کر گرا اور داڑھی تک پانی میں ڈوب گیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''بیٹے! ابھی تجھے

---

(۱)...... یہ بڑے جزیروں کے سلسلے میں سے ایک جزیرہ ہے، جزیروں کا یہ سلسلہ قدیم قاہرہ کے قریب ہے۔ (اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، ج ۱۰، ص ۳۹۲، ملخصًا)

اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل نہیں ہوئی کہ تو اس کے نام کے ساتھ پانی پر چل سکے، ٹھہر! تجھے اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت عطا کر دوں پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمام پردے اُٹھا دیئے۔ (العهود المحمدية ، قسم المأمورات ، ص۲۳۶)

اَولیاءاللہ پر اِعتراض باعثِ ہلاکت ہے:

الغرض زندہ پیرِ کامل میسر ہو تو اس کا دامن تھام لینا ورنہ فوت شدہ سے وابستہ ہوجانا بہتر ہے اور حقیقت میں سب نے مرنا ہے جیسا کہ ہم نے پیچھے اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ذکر کیا: ''اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ (پ۲۳،الزمر:۳۰) ترجمہ کنز الایمان: بے شک تمہیں اِنتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔'' بس ان تمام باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرو اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ ہدایت پا جاؤ گے اور اِعتراض مت کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ جب اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں کی بے اَدبی کی جائے تو اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سخت غیرت فرماتا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بے شک قرآن پاک ضرور فیصلہ کی بات ہے اور کوئی ہنسی کی بات نہیں، بے شک کافر اپنا سا داؤ چلتے ہیں اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں تو تم کافروں کو ڈھیل دو، انہیں کچھ تھوڑی مہلت دو۔

نام نہاد جعلی پیروں کا کوئی اِعتبار نہیں:

(حضرت مصنِّف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:) یہ جو آج کل کے نام نہاد پیشہ ور بھکاری ڈھول، بانسریاں اور جھنڈے وغیرہ اختیار کرتے ہیں اسی طرح آج کل کے نام نہاد پیروں نے جو غیر شرعی رسمیں اِیجاد کی ہوئی ہیں یہ تمام چیزیں جہالت، فضول اور باطل ہیں۔ مرشدِ کامل کو چاہیے کہ وہ ہرگز ایسے کام نہ کرے اور نہ ہی ان کی تائید کرے۔ کیونکہ ان میں غیرِ خدا کے فریب میں مبتلا ہونے اور علمِ نافع کی

طلب اور حضور نبی کریم، رءُوفٌ رَّحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی اَحادیث اور سنتوں میں کوشش سے منہ پھیرنے والا فساد پایا جاتا ہے، اگرچہ عرفاءِ کاملین سے یہ اَفعال صادر ہوں تو ہم اس پر اِنکار بھی نہیں کرتے (کیونکہ اَولیاء کرام رحمہم اللہ السلام کی لغزش پر گرفت کرنا خطا ہے) اللہ عزَّوَجلَّ اِرشاد فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾ (پ ۲۳، الزمر: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ! کیا برابر ہیں جاننے والے اورانجان، نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

اجتماعِ ذکرونعت اور باآوازِ بلند ذکرکرنا جائز ومستحب ہے:

عقائدِ صحیحہ، عبادات ومعاملات میں سے جن کا جاننا ضروری ہے ان کے علم کے بعد، بغیر موسیقی، اَدب وخشوع کے ساتھ اجتماعِ ذکر ونعت منعقد کرنا بھی نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے اور جو تعصب وجہالت کی وجہ سے اس کا اِنکار کرے اس کے منہ لگنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت سیِّدُ نا شیخ عبدالرءُوف مُناوِی علیہ رحمۃ اللہ القوی ''اَلْجَامِعُ الصَّغِیر'' کی شرح میں نقل فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُ نا شیخ اِمام جلالُ الدِّین سُیُوطی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی اس فرمانِ مصطفٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کہ ''اَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللهِ حَتّٰى يَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ یعنی اللہ عزَّوَجلَّ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں۔'' (جامع الصغیر، الحدیث ۱۳۹۷، ص ۸۶) اور اس طرح کی دیگر اَحادیثِ مبارکہ سے یہ نتیجہ اَخذ کرتے ہیں: ''صوفیاء کرام رحمہم اللہ السلام جو مساجد میں ذکر کے حلقے منعقد کرتے ہیں، اور اُونچی آواز سے ذکراللہ کرتے ہیں، اور بلند آواز سے کلمۂ طیبہ پڑھتے ہیں اس میں کوئی کراہت نہیں۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کو اپنے ''فتاوٰی حدیثیہ'' میں ذکر فرمایا۔

ذِکر سے متعلق اَحادیثِ مبارکہ میں تطبیق:

حضرت سیِّدُنا اِمام عبدالرءُوف مُناوِی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں: ''بعض اَحادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے جبکہ بعض آہستہ ذکر کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔'' ان میں تطبیق (یعنی موازنہ) یہ ہے کہ یہ مختلف حالتوں اور مختلف لوگوں کے اِعتبار سے ہے (بعض حالات میں بعض اَفراد کے لئے بلند آواز سے ذکراللہ بہتر ہے اور بعض کے لئے آہستہ آواز سے ذکراللہ بہتر ہے۔) جیسے حضرت سیِّدُنا اِمام ابوزَکریّا یحییٰ بن شَرَف نَوَوِی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے ان اَحادیثِ مبارکہ میں تطبیق فرمائی جن میں سے بعض بلند آواز سے ذِکراللہ کے مستحب ہونے پر اور بعض آہستہ آواز سے مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر، تحت الحدیث۱۳۹۷،ج۲، ص۱۰۸)

اِجتماعِ ذِکرونعت میں چیخنے چلانے کا حکم:

(حضرت مصنِّف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:) ''البتہ! اِجتماعِ ذِکرونعت میں چیخنے چلّانے ،تڑپنے اور اِظہارِ غم کرنے'' کے بارے میں ہم مطلقاً کچھ نہیں کہتے ، ہاں! ہم اس کی وضاحت دوصورتوں میں کرتے ہیں:

(۱)......اگر اس کی یہ کیفیت حق ہے کہ اس کے دل پر وَارد ہونے والے معانیٔ اِلٰہیہ نے اس کو اس حالت پر مجبور کر دیا ہے اور وہ حالتِ وَجد میں بے ساختہ اس طرح کر رہا ہے تو ایسے شخص کا ہم اِنکار نہیں کریں گے، لیکن ایسا کرنے والے سے یہ ضرور کہیں گے کہ یہ کمال نہیں، کیونکہ کمال تڑپنے میں نہیں بلکہ سکون میں ہے، جیسا کہ حضرت سیِّدُنا شیخ اَرْسَلان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ''عِلْمُ التَّوحِید'' کے موضوع پر لکھے

ہوئے اپنے رسالہ میں بیان کیا کہ ”جب تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل ہو جائے گی تو تجھے سکون مل جائے گا اور جب تک اسے نہ پہچانے گا مُضطَرِب رہے گا۔“

(۲)......اگر محض خواہشِ نفس نے اسے کھڑا ہونے، وَجد میں آنے اور جان بوجھ کر ایسی حرکات پر اُبھارا ہے اور اسے خوشی اور طرب میں مبتلا کیا ہے تو یہ سرکش شیطان ہے، اسے منع کرنا، دور کرنا اور حلقہ ذکر سے نکال دینا ضروری ہے تاکہ ذکر کرنے والے دیگر لوگوں کے ذوق میں خلل نہ آئے، ان کے دل منتشر نہ ہوں اور ان کا خشوع وخضوع اور اَدب زائل نہ ہو۔

حقیقی و بناوٹی وَجد میں فرق معلوم کرنے کا طریقہ:

اگر کوئی یہ کہے کہ ”یہ کیسے پتا چلے گا کہ فلاں شخص بے خودی کے عالم میں ایسا کر رہا ہے یا صرف بناوٹی طور پر ایسا کر رہا ہے؟“ تو ہم کہیں گے کہ ”جو شخص شراب پی لے وہ بدمست ہو جاتا ہے یا اس کے منہ سے شراب کی بو ضرور آتی ہے۔“ یعنی ہم ایسے شخص سے پوچھیں گے کہ وہ کونسی چیز تھی جس نے تجھے چیخنے چلانے پر اُبھارا؟ اگر وہ کہے کہ مجھے ذِکر اللہ کے دوران اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے وارد ہونے والے کسی معنی نے اس پر اُبھارا اور اس معنٰی کی تفصیل بیان کر دیتا ہے، تاکہ ہم پھل سے شاخوں پر اور پھول سے باغ پر اِستدلال کر سکیں تو ہم اس کی بات مان لیں گے اور اس کے بارے میں اَچھا گمان رکھیں گے کہ وہ صحیح تھا اور اس کی وہ کیفیت واقعی درست تھی۔

اور اگر ہم اس سے اس کی کیفیت کے بارے میں سوال کریں مگر وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے کہ ”بس میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں گم تھا، میں جو ذکر کر رہا تھا اس کی وجہ سے مجھے کسی چیز کا پتا نہیں تھا۔“ تو ایسا شخص فضل وکمال سے خالی اور

سرکش شیطان ہے۔ اسے وہاں سے نکالنا اور تادیب کرنا ضروری ہے۔

اور عارِفین مثلاً حضرت سیِّدُنا شیخ شَرَفُ الدِّین ابن فارِض علیہ رحمۃ اللہ الخالق، حضرت سیِّدُنا شیخِ اکبر، محی الدین ابن عربی علیہ رحمۃ اللہ القوی، حضرت سیِّدُنا عَفِیفُ الدِّین تِلْمِسَانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی، حضرت سیِّدُنا شیخ عبدالہادی السودی علیہ رحمۃ اللہ الھادی اوران کی مثل دیگر سادات صوفیاء کرام رحمہم اللہ السلام کے اَشعار پڑھنا دلوں کو بارگاہ اِلٰہیہ کی طرف مائل کرتا ہے، اور حقائق کو سمجھنے والے شخص کے لئے ان اَشعار کا سننا اور پڑھنا جائز ہے اور جسے یہ اَشعار غافل کر دیں اور نفسانی خواہشات میں ڈال دیں، اسے ان اَشعار کا سننا ناجائز ہے، کیونکہ اس صورت میں ان کا سننا بالکل فضول اور باطل ہے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

لَقَدْ أَسْمَعْتَ لَوْ نَادَيْتَ حَيًّا وَلٰكِنْ لَا حَيَاةَ لِمَنْ تُنَادِي

ترجمہ: اگر تو نے زندہ کو پکارا ہے تو تو نے اسے ضرور سنایا ہے اور لیکن جسے تو پکار رہا ہے وہ تو زندہ ہی نہیں۔

اور ہم پر لازم ہے کہ کائنات کے کسی شخص کے بارے میں بدگمانی نہ کریں البتہ! ایسے شخص کا اِعتبار نہیں کیا جائے گا جس کا کفر ظاہر ہو اور وہ اپنے فسق کے سبب بدنام ہو۔ جب وہ اپنے بارے میں خود کوئی بات بتائے، یا ہمیں اس کی بیہودہ گفتگو کے بارے میں معلوم ہو جائے، اور ہم پر آشکار ہو جائے کہ اسے معرفت حاصل نہیں اور وہ اپنے رب پر یقین نہیں رکھتا ورنہ ہمارے نزدیک تمام اَچھائی پر محمول ہیں۔

اس قدر بیان ہم پر واجب تھا۔ اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اپنے آپ سے خیانت نہ کرے اور نہ ہی اپنے آپ کو مغالطہ میں ڈالے، اگر اپنے نفس میں

معرفت کی قوت پاتا ہے اورمحافلِ ذکر وغیرہ میں حاضری دینے سے اسے فائدہ ہوتا ہے تو ضرور حاضر ہو ورنہ اس کے لئے علومِ نافعہ کو طلب کرنے میں مشغول ہو جانا زیادہ بہتر ہے۔ جیسے شاعر نے کہا ہے:

إِذَا لَمْ تَسْتَطِعْ شَيْئاً فَدَعْهُ وَجَاوِزْهُ إِلَى مَا تَسْتَطِيعُ

ترجمہ: جس کام کو تو نہیں کرسکتا اسے چھوڑ دے، اور ایسا کام کر جو تو کرسکتا ہے۔

اور راہِ طریقت میں اپنے آپ کو مکمل طور پر منافقت سے بچائے یقیناً جانچنے والا ہی صاحبِ بصیرت ہے۔ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ جیسی حالت بنانا جیسے مراقعہ،[1] اُونی چادریں اور ٹوپیاں پہننا ایسا کام ہے جس کے ذریعے اپنے سابقہ بزرگوں سے برکت حاصل کی جاتی ہے، لہٰذا نہ تو اس کام سے منع کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

اس (یعنی مصنّف کے) زمانے میں اکثر لباس اسی طرح کے ہیں جیسا کہ فقہاء کرام اور محدثین کرام رحمہم اللہ السلام کے عمامے اور وہ عمامے جو لشکری فوجی پہنتے ہیں اور وہ لباس جو سب عوام وخواص پہنتے ہیں یہ تمام مباح یعنی جائز ہیں، اگرچہ ان میں سے بہت ہی کم عمامے سُنَّت کے مطابق ہوتے ہیں، مگر پھر بھی ہم اس کو بدعت نہیں کہیں گے، کیونکہ بدعت سے مراد دین میں ایسا نیا کام ہے جو شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم، صحابۂ کرام وتابعین عظام علیہم الرضوان کے طریقہ کے خلاف ہو، اور مذکورہ

---

[1]......مراقعہ صوفیاء کرام علیہم الرضوان کا ایک مخصوص لباس ہے جس میں پیوند لگے ہوتے ہیں اسے گدڑی بھی کہتے ہیں۔ **(علمیہ)**

انداز ولباس اورعمامے دین میں بدعت نہیں بلکہ عادت میں بدعت ہیں اورخلافِ سنت بھی نہیں ۔ کیونکہ فقہاء کرام رحمہم اللہ السلام کی تعریف کے مطابق سنت ہر وہ فعل ہے جوسرکارِ مدینہ ،قرارِقلب وسینہ ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے بطورِعبادت کیا ہونہ کہ بطورِ عادت ۔ اور حضور نبی مُکَرَّم ،نُورِ مُجَسَّم ، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم عمامہ شریف اور دیگر مخصوص لباس بطورِعبادت زیبِ تن نہ فرماتے تھے(۱) ۔اور کپڑے پہننے سے مقصود جسم ڈھانپنا اور گرمی سردی کی تکلیف سے بچنا ہے،اسی لئے نور کے پیکر،تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم سے اُون اور روئی وغیرہ کے عام اور بہترین کپڑے پہننا ثابت ہے لہٰذا لباس کی مخالفت سنت کی مخالفت نہیں اگر چہ ہر چیز میں اتِّباعِ نبوی افضل اور مستحب ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجَعُ وَالْمَآب، وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحَابَتِہٖ اَجْمَعِیْن، آمین۔ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ زیادہ بہتر جانتا ہے اور سب نے اسی کی طرف لوٹنا ہے، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرت سیِّدُنا محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کے آل واصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر درود نازل فرمائے۔(آمین)

تَمَّتْ بِالْخَیْر

(۱)......حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں: ''جو کام حضور صلَّی اللہ علیہ وسلَّم نے عادتِ کریمہ کے طور پر کیے وہ سنتِ زوائد ہیں جیسے بالوں میں کنگھی کرنا، کدو رغبت سے کھانا اور جو کام عبادۃً کیے وہ سُنَّتِ ہُدیٰ ہیں۔ سُنَّتِ ہُدیٰ کی دو قسمیں ہیں: مؤکدہ اور غیر مؤکدہ۔ جو کام حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہمیشہ کیے وہ مؤکدہ ہیں اور اگر ان کا حکم بھی دیا وہ واجب، اور جو کام کبھی کبھی کیے وہ غیر مؤکدہ ہیں۔ لہٰذا جماعت کی نماز اور مسجد میں حاضری، حق یہ ہے کہ دونوں واجب ہیں۔''
(مرآۃ المناجیح ، باب الجماعۃ وفضلھا، الفصل الثالث ،ج۲، ص۱۷۵)

ماٰخذ و مراجع

کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعہ
قرآن مجید	کلام باری تعالیٰ	ضیاء القرآن
ترجمۂ قرآن کنزالایمان	اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۴۰ھ	ضیاء القرآن
التفسیرالکبیر	امام فخر الدین ابوعبداللہ محمدبن عمر رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث ۱۴۲۰ھ
تفسیر روح البیان	امام اسماعیل حقی البر وسوی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۱۳۷ھ	کوئٹہ پاکستان
تفسیر ابن کثیر	الامام الحافظ عمادالدین ابن کثیر متوفّٰی ۷۷۴ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ
تفسیر مظھری (مترجم)	علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۲۲۵ھ	ضیاء القرآن ۱۳۲۳ھ
تفسیرخزائن العرفان	صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۶۷ھ	ضیاء القرآن
تفسیرنور العرفان	مولانامفتی احمد یارخان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی
تفسیرِ نعیمی	مولانامفتی احمد یارخان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۹۱ھ	مکتبہ اسلامیہ
صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۵۶ھ	دار السلام ریاض ۱۴۲۱ھ
صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۶۱ھ	دار السلام ریاض ۱۴۲۱ھ
جامع الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۹ھ	دار السلام ریاض ۱۴۲۱ھ
سنن أبي داود	امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۷۵ھ	دار السلام ریاض ۱۴۲۱ھ
سنن النسائی	امام احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۰۳ھ	دار السلام ریاض ۱۴۲۱ھ
سنن ابن ماجه	امام محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۳ھ	دار السلام ریاض ۱۴۲۱ھ
المسندللامام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۴۱ھ	دارالفکربیروت ۱۴۱۴ھ
المعجم الاوسط	حافظ سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	دارا لکتب العلمیة ۱۴۲۰ھ
موسوعة لابن ابی الدنیا	الحافظ ابی بکرعبداللہ بن محمدبن عبیدابن ابی دنیارحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۸۱ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۳ھ
حلیة الاولیاء	امام الحافظ ابونعیم الاصفھانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۸ھ
الجامع الصغیر	امام جلال الدین السیوطی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۵ھ
التمھید لابن عبدالبر	الامام ا بن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۶۳ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ
المستدرك	الامام محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۰۵ھ	دارالمعرفة ۱۴۱۸ھ
شرح مسلم للنووی	امام یحییٰ بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۷۶ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۱ھ
فیض القدیرللمناوی	امام محمد عبد الرءُوف المناوی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۰۳۱ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۲ھ
جامع کرامات اولیاء	علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۵۰ھ	مرکز اھل السنةبرکات رضا
مرقاة المفاتیح	علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۰۱۴ھ	دارالفکربیروت ۱۴۱۴ھ
الطبقات الکبریٰ	امام ابوالمواھب عبدالوھاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۷۳ھ	دارالفکربیروت ۱۴۱۹ھ
شرح الصدورمعبشری الکئیب بلقاء الحبیب	امام جلال الدین السیوطی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۱۱ھ	مرکز اھل السنةبرکات رضا ۱۴۲۳ھ
طبقات الشافعیة الکبری	علامہ تاج الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۷۷۱ھ	المکتبة الشاملة
الرسالة القشیریة	امام ابو القاسم عبدالکریم ھوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۶۵ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۸ھ

الحدیقۃ الندیۃ	امام عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی۱۱۴۳ھ	نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۹۷۷ء
تاریخ دمشق	امام ابن عساکر رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ۵۷۱ھ	دارالفکربیروت۱۴۱۵ھ
البرھان	فقیہ عصر حضرت علامہ مولاناالحاج مفتی امین مدظلہ العالی	مکتب سلطانیہ۱۴۱۷ھ
شرح العقائد	سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ۷۹۱ھ	ضیاء القرآن
ارشاد الساری	امام شہاب الدین احمد القسطلانی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی۹۲۳ھ	دارالفکربیروت۱۴۲۷ھ
کنزالعمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ۱۴۱۹ھ
فتح الباری لابن رجب	امام زین الدین ابوالفرج عبد الرحمن ابن شہاب الدین حنبلی المعروف ابن رجب رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی۷۹۵ھ	المکتبۃ الشاملۃ
حجۃ اللّٰہ علی العالمین	علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ۱۳۵۰ھ	مرکز اہل سنت برکات رضا
روض الریاحین	ابوالسَعَادَات عبداللّٰہ بن اسعدیافعی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی۷۶۸ھ	دارالکتب العلمیہ۱۴۲۱ھ
کشف الخفاء	امام اسمٰعیل بن محمد بن الھادی رحمۃ اللّٰہ علیہمتوفّٰی۱۱۶۲ھ	دارالکتب العلمیہ۱۴۲۲ھ
المبسوط للسرخسی	شیخ الاسلام ابوبکرمحمد بن احمدالسرخسی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی۴۹۰ھ	کوئٹہ پاکستان
بدائع الصنائع	امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی۵۸۷ھ	داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۱ھ
الفتاوی الھندیہ	ملا نظام الدین متوفّٰی ۱۱۶۱ھ وعلمائے ہند	دارالفکربیروت۱۴۱۱ھ
فتح القد یرشرح الھدایہ	علامہ کمال الدین بن ہمام رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ۸۶۱ھ	باب المدینہ، کراچی
رد المحتار	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ	دارالمعرفۃبیروت ۱۴۲۰ھ
الجوھرۃ النیرۃ	علامہ ابوبکر بن علی حداد رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ۸۰۰ھ	کوئٹہ پاکستان
الفتاوٰی تنقیح الحامدیۃ	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ	پشاور پاکستان
تنویرالابصارمع رد المحتار	علامہ شمس الدین محمد بن عبداللّٰہ رحمۃ اللّٰہ علیہ تمرتاشی متوفّٰی۱۰۰۴ھ	دارالمعرفۃبیروت ۱۴۲۰ھ
تبیین الحقائق	امام فخرالدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی۷۴۳ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۰ھ
الفتاوی التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الانصاری رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی۷۸۶ھ	باب المدینہ کراچی
القنیہ	ابو رجاء مختار بن محمود الزاھدی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی۶۵۸ھ	مخطوطہ
اصول الشاشی	امام نظام الدین الشاشی رحمۃ اللّٰہ علیہ	مکتبۃ المدینہ
کتاب السنہ	علاّمہ ابو القاسم ہبۃ اللّٰہ ابن الحسن بن منصور رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی۴۱۸ھ	مکتبُ دارِ البصیرۃ مصر
العھودالمحمدیۃ	امام ابوالمواھب عبدالوھاب الشعرانی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی۹۷۳ھ	المکتبۃ الشاملہ
کوثرالخیرات	شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی مد ظلہ العالی	ضیاء القرآن ۲۰۰۲ء
اردودائرۂ معارف اسلامیہ	اردودائرۂ معارف اسلامیہ	اردودائرۂ معارف اسلامیہ
(فتاویٰ رضویہ (مخرَّجہ)	اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ۱۳۴۰ھ	رضا فاونڈیشن
احکامِ شریعت	اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ۱۳۴۰ھ	بك کارنرپرنٹرپبلشرزجھلم
بہارشریعت	صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی۱۳۷۶ھ	مکتبۃ المدینہ
نزھۃ القاری	فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ۱۴۲۱ھ	فرید بك سٹال ۱۴۲۱ھ
مرآۃ المناجیح	مولانامفتی احمد یارخان نعیمی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن
آداب مرشد کامل	پیشکش: شعبہ اصلاحی کتب مجلس المدینۃ العلمیہ	مکتبۃ المدینہ

مجلس المدینۃ العلمیۃ کی طرف سے پیش کردہ 177 کتب ورسائل مع عنقریب آنے والی 15 کتب ورسائل

{شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت}

اردو کتب:

1......الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (حصہ اول) (کل صفحات250)

2......کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات (کِفلُ الْفَقِیہِ الْفَاھِمِ فِیْ اَحْکَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاھِمْ) (کل صفحات:199)

3......فضائل دعا (اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاءِ مَعَہٗ ذَیْلُ الْمُدَّعَا لِاَحْسَنُ الْوِعَاءِ) (کل صفحات:326)

4......والدین، زوجین اوراساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوقُ لِطَرْحِ الْعُقُوْقِ) (کل صفحات:125)

5......اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (اِظْھَارُ الْحَقِّ الْجَلِیْ) (کل صفحات:100)

6......ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہیدِ ایمان) (کل صفحات:74)

7......ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ اِثْبَاتِ ھِلَالٍ) (کل صفحات:63)

8......ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلْیَاقُوْتَۃُ الْوَاسِطَۃُ) (کل صفحات:60)

9......شریعت وطریقت (مَقَالُ الْعُرَفَاءِ بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَاءٍ) (کل صفحات:57)

10......عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِیْدِ فِیْ تَحْلِیْلِ مُعَانَقَۃِ الْعِیْدِ) (کل صفحات:55)

11......حقوق العباد کیسے معاف ہوں (اعجب الامداد) (کل صفحات 47)

12......معاشی ترقی کا راز (حاشیہ وتشریح تدبیر فلاح ونجات واصلاح) (کل صفحات:41)

13......راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاءِ بِدَعْوَۃِ الْجِیْرَانِ وَمُوَاسَاۃِ الْفُقَرَاءِ) (کل صفحات:40)

14......اولاد کے حقوق (مشعلۃ الارشاد) (کل صفحات 31)

15......الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (حصہ دوم) (کل صفحات226)

عربی کتب:

16، 17، 18، 19، 20......جَدُّ الْمُمْتَارِ عَلٰی رَدِّالْمُحْتَارِ (المجلد الاول والثانی والثالث والرابع والخامس) (کل صفحات:570، 672، 713، 650، 483)

21...... اَلزَّمْزَمَۃُ الْقَمَرِیَّۃِ (کل صفحات:93)

22...... تَمْھِیْدُ الْاِیْمَان ۔ (کل صفحات:77)

23...... کِفْلُ الْفَقِیہِ الْفَاھِمْ (کل صفحات:74)

24...... اَجْلَی الْاِعْلَامِ (کل صفحات:70)

25......اِقَامَۃُ الْقِیَامَۃِ (کل صفحات:60)

26...... اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِیْنَۃ (کل صفحات:62)

27......اَلْفَضْلُ الْمَوْھَبِیْ (کل صفحات:46)

عنقریب آنے والی کتب

1......جَدُّ الْمُمْتَارِ عَلٰی رَدِّالْمُحْتَارِ (المجلدالسادس)

2......اولاد کے حقوق کی تفصیل (مشعلۃ الارشاد)

{شعبہ تراجمِ کتب}

عنقریب آنے والی کتب

1......کتاب العلم (باب کنز العمال) 2......ماذا فعل اللہ بک بعد الموت

{شعبہ درسی کتب}

1...... اتقان الفراسة شرح دیوان الحماسه(کل صفحات:325)

2......نصاب الصرف (کل صفحات:343)

3...... اصول الشاشی مع احسن الحواشی(کل صفحات:299)

4......نحو میرمع حاشیه نحو منیر(کل صفحات:203)

5......دروس البلاغة مع شموس البراعة(کل صفحات:241)

6......گلدسته عقائد و اعمال (کل صفحات : 180)

7...... مراح الارواح مع حاشیةضیاء الاصباح (کل صفحات:241)

8......نصاب التجوید (کل صفحات:79)

9......نزهة النظر شرح نخبة الفکر (کل صفحات:280)

10......صرف بهائی مع حاشیه صرف بنائی(کل صفحات :55)

11......عناية النحو فی شرح هداية النحو (کل صفحات:175)

12......تعریفاتِ نحویه (کل صفحات:45)

13......الفرح الکامل علی شرح مئة عامل(کل صفحات: 158)

14......شرح مئة عامل(کل صفحات:44)

15......الاربعین النووية فی الأحاديث النبوية (کل صفحات:155)

16...... المحادثة العربية(کل صفحات:101)

17......نصاب النحو(کل صفحات:288)

18......نصاب المنطق(کل صفحات:168)

19......مقدمةالشیخ مع التحفةالمرضية (کل صفحات:119)

20......تلخیص اصول الشاشی(کل صفحات144)

21......نورالایضاح مع حاشیةالنورو الضیاء (کل صفحات392)

22......نصاب اصولِ حدیث(کل صفحات95)

23......شرح العقائد مع حاشیةجمع الفرائد(کل صفحات384)

عنقریب آنے والی کتب

1...... قصیده برده مع شرح خرپوتی 2......خاصیات ابواب 3...... انوارالحدیث

{شعبہ تخریج}

1......بہارِ شریعت، جلد اوّل (حصہ اول تا ششم، کل صفحات 1360) 2......جنتی زیور (کل صفحات:679)

3......عجائب القرآن مع غرائب القرآن (کل صفحات:422) 4......بہارِ شریعت (سولھواں حصہ، کل صفحات 312)

5......صحابہ کرام رضی الله عنهم کا عشقِ رسول صلی الله علیه و سلم (کل صفحات:274)

عنقریب آنے والی کتب

{شعبہ اصلاحی کتب}

{شعبہ امیرِ اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ}

1......آدابِ مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے) (کل صفحات:275)
2......قوم جِنّات اور امیرِ اہلسنّت (کل صفحات:262)
3......دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں (کل صفحات:220)
4......شرح شجرہ قادریہ (کل صفحات:215)
5......فیضانِ امیرِ اہلسنّت (کل صفحات:101)
6......تعارفِ امیرِ اہلسنّت (کل صفحات:100)
7...... گونگا مبلغ (کل صفحات:55)
8......تذکرۂ امیرِ اہلسنت قسط (1) (کل صفحات:49)
9...... تذکرۂ امیرِ اہلسنت قسط (2) (کل صفحات:48)
10......قبر کھل گئی (کل صفحات:48)
11......غافل درزی (کل صفحات:36)
12......میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟ (کل صفحات:33)
13......کرسچین مسلمان ہوگیا (کل صفحات:32)
14......ہیرونچی کی توبہ (کل صفحات:32)
15......ساس بہو میں صلح کا راز (کل صفحات:32)
16......مردہ بول اٹھا (کل صفحات:32)
17......بدنصیب دولہا (کل صفحات:32)
18......عطاری جن کا غسلِ میّت (کل صفحات:24)
19......حیرت انگیز حادثہ (کل صفحات:32)
20...... دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24)
21......قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24)
22......تذکرۂ امیرِ اہلسنت قسط سوم (سنّتِ نکاح) (کل صفحات:86)
23......مدینے کا مسافر (کل صفحات:32)
24......فلمی اداکار کی توبہ (کل صفحات:32)
25......معذور بچی مبلغہ کیسے بنی؟ (کل صفحات:32)
26......جنوں کی دنیا (کل صفحات:32)
27......25 کرسچین قیدیوں اور پادری کا قبولِ اسلام (کل صفحات:33)
28......صلوٰۃ وسلام کی عاشقہ (کل صفحات:33)
29......کرسچین کا قبولِ اسلام (کل صفحات:32)
30......بے قصور کی مدد (کل صفحات:32)
31......سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام عطار کے نام (کل صفحات:49)
32......شرابی کی توبہ (کل صفحات:32)
33......نومسلم کی درد بھری داستان (کل صفحات:32)
34......خوفناک دانتوں والا بچہ (کل صفحات:32)
35......تذکرۂ امیرِ اہلسنت قسط4 (کل صفحات:49)

عنقریب آنے والے رسائل

1......اعتکاف کی بہاریں (قسط1)
2......V.C.D کی مدنی بہاریں قسط3 (رکشہ ڈرائیور کیسے مسلمان ہوا؟)

{شعبہ مدنی مذاکرہ}

1......وضو کے بارے میں وسوسے اور ان کا علاج (کل صفحات:48)
2......مقدس تحریرات کے ادب کے بارے میں سوال جواب (کل صفحات:48)
3...... پانی کے بارے میں اہم معلومات (کل صفحات:48)
4......بُلند آواز سے ذکر کرنے میں حکمت (کل صفحات:48)

عنقریب آنے والے رسائل

1......اولیائے کرام کے بارے میں سوال جواب
2......دعوت اسلامی اصلاحِ امت کی تحریک

نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کے فضائل ومسائل پر مشتمل اہم تحریر

اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْف وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَر

ترجمہ بنام

نیکی کی دعوت کے فضائل

مؤلف:

فَضِیْلَةُ الشَّیْخ

اَسْعَد مُحَمَّد سَعِیْد صَاغِرجِی مُدَّظِلُّهُ العَالِی

پیش کش: مجلس المدینة العلمیة (دعوتِ اسلامی)

شعبۂ تراجمِ کتب

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

اچھی تربیت کے لئے نصیحتوں کا مدنی گلدستہ

وَصَایَا اِمَامِ اَعْظَم

ترجمہ بنام

امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیتیں

امام الائمہ، سراج الاُمہ

امامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَلْمُتَوَفّٰی ۱۵۰ھ

پیشکش: مجلس المدینة العلمیة (دعوتِ اسلامی)

شعبۂ تراجم کتب

ناشر

مکتبة المدینہ باب المدینہ کراچی

صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن کے فضائل، اَقوال اور زُہد وتقویٰ کا بیان

(جلد ۱)

حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء

ترجمہ بنام

اللہ والوں کی باتیں

مُؤَلِّف

اِمام ابونُعَیم احمد بن عبداللہ اَصْفَہانی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی

اَلْمُتَوَفّٰی ۴۳۰ ھ

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

شعبہ تراجم کتب

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

اخلاق وآداب سکھانے والی ایک مختصر وجامع تحریر

اَلْاُدَبُ فِی الدِّیْن

ترجمہ بنام

آدابِ دین

مُصنِّف

حُجَّۃُ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی

اَلْمُتَوَفّٰی ٥٠٥ھ

پیشکش: مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ تراجم کتب)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

محشر کی سخت گرمی میں عرشِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کا سایہ پانے والے خوش نصیبوں کا بیان

تَمْهِيْدُ الْفَرْشِ فِی الْخِصَالِ الْمُوْجِبَةِ لِظِلِّ الْعَرْش

ترجمہ بنام

سایۂ عرش کس کس کو ملے گا...؟

مُصنِّف

امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی

المتوفیٰ ١١ھ

پیش کش: **مجلس المدینۃ العلمیہ**

(شعبہ تراجم کتب)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

نفس کی اِصلاح اور فکرِ آخرت کا جذبہ بڑھانے والی جامع تحریر

اَیُّهَا الْوَلَد

ترجمہ بنام

بیٹے کو نصیحت

مؤلف:

حُجَّةُ الْاِسْلام حضرتِ سیِّدُنا اِمام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی

مُتَرجِمِین: مدنی عُلَما (شعبہ تراجِمِ کتب)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

حُسنِ اَخلاق کے فضائل پر مشتمل 200 مستند اَحادیث کا مجموعہ

مَکَارِمُ الْاَخلَاق

ترجمہ بنام

حسن اَخلاق

مؤلِّف:

حضرت سیِّدُنا اِمام ابوقاسم سلیمان بن احمد طبرانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی

(اَلْمُتَوَفّٰی ٣٦٠ھ)

پیش کش: مجلس المدینة العلمیة (دعوتِ اسلامی)

ناشر

مکتبة المدینہ باب المدینہ کراچی

نیکیوں کی جزاؤں اور گناہوں کی سزاؤں سے متعلق آیات، احادیث اور حکایات کا مدنی گلدستہ

قُرَّۃُ الْعُیُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن

ترجمہ بنام

نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں

مؤلِّف:

فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی

(متوفّٰی ۳۷۵ھ)

پیش کش: مجلس المدینة العلمیة (دعوتِ اسلامی)

(شعبہ تراجم کتب)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

حصولِ تقویٰ اورطلبِ آخرت کا جذبہ بڑھانے والی ایک تحریر

رِسَالَةُ المُذَاكَرَة

مع الاخوانِ المحبّین من اهل الخیر والدّین

ترجمہ بنام

اَچھے بُرے عمل

مؤلِّف:

شَیخُ الاِسلام اِمام عبداللّٰہ بن علَوی حدّاد حضرمی شافعی عَلَیہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الکَافِی

(اَلْمُتَوَفّٰی ۱۱۳۲ھ)

پیش کش: مجلس المدینة العلمیة (دعوتِ اسلامی)

مُتَرجِمِین: مدنی عُلَما (شعبۂ تراجم کتب)

ناشر

مکتبة المدینہ باب المدینہ کراچی

تخریج کشف النور

١﴾......(کشف الخفاء،الحدیث٢٥٣٢،ج٢،ص٢٦٢)

٢﴾......(صحیح البخاری،کتاب الاذان،باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، الحدیث٦٤٤، ص٥٢)

٣﴾......(صحیح البخاری،کتاب الرقاق ،باب التواضع،الحدیث٦٥٠٢،ص٥٤٥)

٤﴾......(بدائع الصنائع،کتاب الصلاۃ،فصل فی سنن الدفن،ج٢،ص٦٥)

٥﴾......(المعجم الکبیر،الحدیث٩٦٠٥،ج٩،ص٣٢١)

٦﴾......()

٧﴾......()

٨﴾......(فتح القدیر شرح الھدایۃ،کتاب الصلاۃ،فصل فی الدفن،ج٢،ص١٠٢۔صحیح مسلم،کتاب الجنائز،باب مایقال عنددخول القبوروالدعاء لاھلھا،الحدیث٢٢٥٥، ص٨٣٠)

٩﴾......(فتح القدیر شرح الھدایۃ،کتاب الصلاۃ،فصل فی الدفن،ج٢،ص١٠٢)

١٠﴾......(صحیح مسلم ،کتاب الجنائز،باب مایقال عند دخول القبوروالدعاء لاھلھا،الحدیث٢٢٥٥،ص٨٣٠)

١١﴾......()

١٢﴾......()

١٣﴾......(تفسیر روح البیان،سورۃ الانبیاء،تحت الایۃ٣٥،ج٥،ص٤٧٨)

١٤﴾......(صحیح بخاری،کتاب الدعوات،باب دعاء النبی ﷺ :اللّٰھم الرفیق الأعلی، الحدیث ٦٣٤٨،ص٥٣٤)

١٥﴾......()

١٦،١٧﴾......(شرح اصول اعتقاد اهل السنة و الجماعة،الرقم ٢١٤٥،ج٢،ص٩٦٩)

١٨﴾......(روض الرياحين فى حكايات الصالحين،الحكاية الحادية والستون بعد المئة،ص١٧٩)

١٩﴾......(روض الرياحين فى حكايات الصالحين،الحكاية الخامسة والستون بعد المئة،ص١٨١)

٢٠﴾......(شرح اصول اعتقاد اهل السنة و الجماعة،الرقم ٢١٥٢،ج٢،ص٩٧٣)

٢١﴾......(حلية الاولياء ،ثابت البنانى،الرقم ٢٥٦٨،ج٢،ص٣٦٣)

٢٢﴾......(جامع الترمذى،ابواب فضائل القرآن،باب ماجاء فى فضل سورة الملك، الحديث ٢٨٩٠،ص١٩٤٢ ـ بشرىٰ الكئيب بلقاء الحبيب،ذكر ألم المؤمن فى قبره،ص٨،شامله)

٢٣﴾......(بشرىٰ الكئيب بلقاء الحبيب،ذكر ألم المؤمن فى قبره،ص٨،شامله)

٢٤﴾......(بشرىٰ الكئيب بلقاء الحبيب،ذكر ألم المؤمن فى قبره،ص٨،شامله)

٢٥﴾......(حلية الاولياء ،ثابت البنانى،الرقم ٢٥٨٣،ج٢،ص٣٦٥)

٢٦﴾......(بشرىٰ الكئيب بلقاء الحبيب،ذكر ألم المؤمن فى قبره،ص٨،شامله)

٢٧الف﴾......(بشرى الكئيب بلقاء الحبيب،ذكر ألم المؤمن فى قبره،ص٨،شامله)

٢٧ب﴾......(بشرى الكئيب بلقاء الحبيب،ذكر ألم المؤمن فى قبره،ص٨،شامله)

٢٨﴾......(روض الرياحين فى حكايات الصالحين،الحكاية الثانيةو الستون بعد المئة،ص١٨٠ ـ بشرىٰ الكئيب بلقاء الحبيب،ذكر ألم المؤمن فى قبره،ص٨،شامله)

٢٩﴾......(شرح اصول اعتقاد اهل السنة و الجماعة،الرقم ٢١١٤،ج٢،ص١٣٦٤)

۳۰﴾۞﴿......(ابن ابی الدنیا ،کتاب المنامات ،الحدیث ۱٦۱،ج۳ص۹۵)

۳۱﴾۞﴿......(الطبقات الکبرٰی للامام شعرانی،الرقم ۲۸۷،ج۱،الجزء الاول،ص ۲٦۰)

۳۲،۳۳﴾۞﴿......(روض الریاحین فی حکایات الصالحین،الحکایة الثامنةو الستون بعد المئة،ص۱۸۳ـ بشریٰ الکئیب بلقاء الحبیب،ذکر ألم المؤمن فی قبره،ص ۱۰،شامله)

۳٤﴾۞﴿......()

۳۵﴾۞﴿......(مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الفتن،باب العلامات بین یدی الساعة و ذکر الدجال،تحت الحدیث ۵٤۷۲، ج۹، ص۳۷۵)

۳٦﴾۞﴿......(رد المحتار، کتاب الصلاة،بَابُ صَلَاةِ الْجِنَازَةِ،مطلب فی دفن المیت، ج۳، ص۱۷۰)

۳۷﴾۞﴿......()

۳۸﴾۞﴿......(ردالمحتار، کتاب الصلاة،بَابُ صَلَاةِ الْجِنَازَةِ،مطلب فی دفن المیت،ج۳، ص۱٦۷)

۳۹﴾۞﴿......(تنویر الابصارمع درالمختار، کتاب الصلاة،بَابُ صَلَاةِ الْجِنَازَةِ،مطلب فی دفن المیت،ج۳،ص۱٦۹)

٤۰الف﴾۞﴿......(تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق،کتاب الصلاة،باب الجنائز، ج۲، ص۵۸۸)

٤۰ب﴾۞﴿......(رد المحتار، کتاب الصلاة،بَابُ صَلَاةِ الْجِنَازَةِ،مطلب فی دفن المیت، ج۳، ص۱۷۱)

٤۰ ج﴾۞﴿......(الفتاوی تنقیح الحامدية،(فَائِدَةٌ)وَضُعُ السُّتُورِ ......الخ،ج۲،ص۳۵۷)

٤۱﴾۞﴿......(صحیح البخاری، کتاب الحج،باب ماذکر فی الحجرالاسود، الحدیث

۱۵۹۷، ص۱۲٦)

٤۲﴾......(الجامع الصغیرللسیوطی،الحدیث ۳۷۲۲،ص۲۲٦)

٤۳﴾......(سنن النسائی،کتاب الجهاد ،باب وجوب الجهاد،الحدیث۳۰۹٦، ص۲۲۸٦)

٤٤﴾......(الجوهرةالنیرة، کتاب الطهارة،قوله سنن الطهارة،ص٥۔صحیح مسند امام احمد بن حنبل،حدیثجریربن عبدالله ،الحدیث ۱۹۱۷۷،ج۷،ص٥٦۔سنن ابن ماجة، کتاب السنة،باب من سن سنة......الخ ،الحدیث۲۰۳،ص۲٤۸۹)

٤٥﴾......()

٤٦﴾......(الفتاوی التاتارخانیة،کِتَابُ الصَّلَاۃِ،مَا یُکْرَہُ للمصَّلی وَمَا لَا یُکْرَہُ،ج۱،ص٥۷۰)

٤۷﴾......(الموسوعة الفقهیة،الجزء الرابع والعشرون،ص۹۲،شامله)

٤۸﴾......()

٤۹،٥۰﴾......(العهود المحمدیة،قسم المأمورات،ص۲۳٦،شا،له)

٥۱الف﴾......(جامع الصغیر،الحدیث ۱۳۹۷،ص۸٦)

٥۱ب﴾......(فیض القدیر شرح جامع الصغیر،تحت الحدیث۱۳۹۷،ج۲،ص۱۰۸)

٥۲﴾......()

درجه ذیل تخاریج میں متروکه تخاریج بهی موجود هیں

(الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة، الباب الثانی فی الاموالمهمة فی الشریعة، الفصل الاوّل فی تصحیح الاعتقاد،ج۱، ص۲۹۲)

(کشف الخفاء، الحدیث،۲۰۳۰،ج۲، ص۲۳٤)

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق،باب التواضع، الحدیث ۶۵۰۲،ص ۵۴۵)

(بدائع الصنائع ،کتاب الصلاۃ، فصل فی سنن الدفن، ج۲، ص ۶۵)

(سنن ابن ماجه ، ابواب الجنائز ، باب ماجاء فی النھی عن......الخ، الحدیث:۱۵۶۷، ص ۲۵۷۰، ماخوذاً)

(الفتاوی الھندیہ، کتاب الکراھیة،الباب السادس عشر فی زیارہ القبور، ج۵،ص ۳۵۱،مفھومًا)

(فتح القد یرشرح الھدایہ، کتاب الصلاۃ،فصل فی الدفن، ج۲،ص ۱۰۲)

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاءِ لاھلھا، الحدیث ۲۲۵۵، ص ۸۳۰)

(شرح فتح القدیر، باب الجنائز، فصل فی الغسل، ج۲، ص ۱۰۸، مفھومًا)

(رد المحتار،باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی حدیث......الخ، ج۳، ص ۱۱۱۔

الفتاوی الھندیہ، کتاب الصلوٰۃ الباب الحادی والعشرون، الفصل الثانی، ج۱،ص ۱۵۹)

(تفسیر روح البیان،پ۱۷، الانبیاء،تحت الایة ۳۵، ج۵، ص ۴۷۸)

(ماخوذ ازتلخیصِ اصول الشاشی، ص ۴۶۔۴۷)

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات،باب دعاءِ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم :اللّٰھم الرفیق الأعلی، الحدیث ۶۳۴۸،ص ۵۳۴)

(الروح القدس........................)

(شرح اصول اعتقاد اھل السنة والجماعة،الرقم ۲۱۴۵،ج۲،ص ۹۶۹)

(روض الریاحین، الحکایة الحادیةوالستون بعد المئة،ص ۱۷۹)

(روض الریاحین، الحکایة الخامسةوالستون بعدالمئة ، ص ۱۸۱)

شرح الصدور، باب زیارۃ القبور...الخ،ص ۲۰۹)

(شرح اصول اعتقاد اهل السنة و الجماعة،الرقم ٢١٥٣،ج٢،ص٩٧٣)

(بشـرى الـكـئيـب مـع شـرح الـصدور،ذكر الم مؤمن فی قبره، ص ٣٥٠۔ حلیة الاولياء ،ثابت البنانی، الرقم ٢٥٦٨،ج٢،ص٣٦٢،عن شيبان بن جسرعن ابیه)

(جـامـع التـرمـذی، ابـواب فـضـائـل الـقـرآن، بـاب مـاجـاء فی فضل سورة الملك، الحديث ٢٨٩٠،ص١٩٤٢)

(بشری الكئيب مع شرح الصدور،ذكر قراء ة الموتی فی قبورهم ،ص٣٥١)

(حـلیة الاولیـاء ، ثـابت البنانی، الرقم ٢٥٨٣، ج٢، ص٣٦٥،المصر بدله الحفر۔ شرح الصدور، باب احوال الموتٰی فی قبورهم......الخ،ص١٨٨،المصر بدله الحصن)

(شرح الصدور،باب احوال الموتٰی فی قبورهم......الخ،ص١٨٨)

(بشری الكئيب مع شرح الصدور،ذكرقراء ةالموتی فی قبورهم ،ص٣٥١)

(بشری الكئيب مع شرح الصدور،ذكرقراء ةالموتی فی قبورهم ،ص٣٥١)

(المرجع السابق ۔روض الرياحين ،الحكاية الثانيةوالستون بعد المئة،ص١٨٠)

(شرح اصول اعتقاد اهل السنة و الجماعة، الرقم ٢١١٤، ج٢، ص١٣٦٤، بتغيرٍقليلٍ)

(الموسوعة للامام ابن ابی الدنيا،كتاب المنامات ،الحديث ١٦١،ج٣،ص٩٥)

(الطبقات الكبرٰی للامام الشعرانی، الرقم ٢٨٧،الجزء الاول،ص٢٦٠)

(بشری الكئيب مع شرح الصدور، ذكر تزاورالموتی فی قبورهم، ص٣٥٧۔ روض الرياحين،الحكاية الثامنة والستون بعد المئة، ص١٨٣)

(بحرالكلام، قوله فی عذاب القبر)

(مـرقـاة الـمفاتيح ، كتاب الفتن ، باب العلامات بين يدی الساعة وذكر الدجال،تحت الحديث٥٤٧٢، ج٩، ص٣٧٥۔المعجم الاوسط۔الحديث ٨٦١٣،ج٦،ص٢٣٢)

(الفتاوی الهندية، كتاب السير، الباب التاسع فی احكام المرتدين، ج٢، ص٢٧٠)

(بہارِشریعت، مرتد کابیان، مسئلہ٤٤،حصہ٩،ص١٨٣)

(ردالمحتار،کتاب الصلاۃ،بَابُ صَلَاۃِ الْجِنَازَۃِ،مطلب فی دفن المیت،ج٣،ص١٧٠)

(کتاب المبسوط،کتاب الصلاۃ،باب غسل المیت،ج١،الجزء٢، ص٩٨)

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ،بَابُ صَلَاۃِ الْجِنَازَۃِ ، مطلب فی دفن المیّت، ج٣، ص١٦٧۔١٧٠)

(تنویرالابصارمع رد المختار،کتاب الصلاۃ ، بَابُ صَلَاۃِ الْجِنَازَۃِ ، مطلب فی دفن المیّت ، ج٣ ، ص١٦٩)

(تبیین الحقائق،کتاب الصلاۃ،باب الجنائز،ج١،ص٥٨٨)

(ردالمحتار،کتاب الصلاۃ،بَابُ صَلَاۃِ الْجِنَازَۃِ ، مطلب فی دفن المیت، ج٣،ص١٧١)

(الفتاوٰی تنقیح الحامدیۃ، وَضْعُ السُّتُورِ......الخ ،ج٢، ص٣٥٧)

(صحیح البخاری، کتاب الحج،باب ماذکر فی الحجر الاسود، الحدیث ١٥٩٧، ص١٢٦)

(الجامع الصغیر للسیوطی، الحدیث ٣٧٢٢، ص٢٢٦)

(سنن النسائی، کتاب الجہاد ، باب وجوب الجہاد ، الحدیث٣٠٩٥ تا ٩٧، ص٢٢٨٦)

(الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الطہارۃ ، قولہ سنن الطہارۃ ، ص٥۔

صحیح مسند امام احمد بن حنبل، حدیث جریربن عبداللّٰہ، الحدیث١٩١٧٧،ج٧،ص٥٦ ۔

سنن ابن ماجہ،کتاب السنۃ، باب من سن سنۃ......الخ ، الحدیث ٢٠٣، ص٢٤٨٩)

(الفتاوی التاتارخانیۃ،کِتَابُ الصَّلَاۃِ،مَا یُکْرَہُ للمصَّلی وَمَا لَا یُکْرَہُ، ج١،ص٥٧٠)

(القنیۃ، کتاب السیر،باب فیما یتعلق بالمقابر ......الخ،ص٢٢٧)

(فتاویٰ رضویه (مخرَّجه)، ج۹، ص۵۲۲)

(تفسیرنور العرفان)

(تفسیرِ نعیمی،ج٤،ص١٦٩)

(العهود المحمدية،قسم المأمورات،ص٢٣٦)

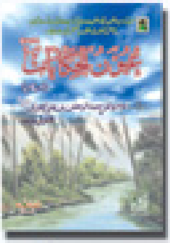
(اردو دائرۂ معارف اسلامیه،ج١٠،ص٣٩٢، ملخصاً)

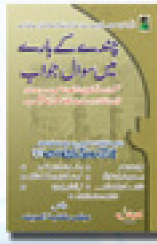
(جامع الصغیر، الحدیث١٣٩٧، ص٨٦)

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر،تحت الحدیث١٣٩٧،ج٢،ص١٠٨)

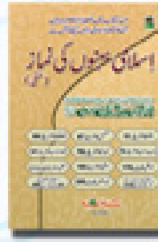
(مرآة المناجیح ، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثالث،ج٢، ص١٧٥)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط










اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

سنّت کی بہاریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰه عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **دعوتِ اسلامی** کے مہکے مہکے مَدَنی ماحول میں بکثرت سنّتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، ہر جمعرات کو **فیضانِ مدینہ** محلہ سوداگران پُرانی سبزی منڈی میں مغرب کی نماز کے بعد ہونے والے سنّتوں بھرے اجتماع میں ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجا ہے، عاشقانِ رسول کے مَدَنی قافلوں میں سنّتوں کی تربیت کے لیے سفر اور روزانہ **فکرِ مدینہ** کے ذریعے مَدَنی انعامات کا رسالہ پُر کر کے اپنے یہاں کے ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے، اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابندِ سنّت بننے گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لیے کُڑھنے کا ذہن بنے گا، ہر اسلامی بھائی اپنا یہ ذہن بنائے کہ ”مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔“ اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ

اپنی اصلاح کے لیے **مَدَنی انعامات** پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے لیے **مَدَنی قافلوں** میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

کراچی: شہید مسجد کھارادر۔ فون: 021-2203311-2314045
لاہور: داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ۔ فون: 042-7311679
سردار آباد (فیصل آباد): امین پور بازار۔ فون: 041-2632625
کشمیر: چوک شہیداں، میرپور۔ فون: 058 -37212
حیدر آباد: فیضانِ مدینہ آفندی ٹاؤن۔ فون: 022-2620122
ملتان: نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ۔ فون: 061-4511192
اوکاڑہ: کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال۔ فون: 044-2550767
راولپنڈی: فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ۔ فون: 051-5553765
پشاور: فیضانِ مدینہ گلبرگ نمبر 1، النور اسٹریٹ، صدر۔
خان پور: دُرانی چوک، نہر کنارہ۔ فون: 068-5571686
نواب شاہ: چکرا بازار، نزد مسلم کمرشل بینک۔ فون: 4362145
سکھر: فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ۔ فون: 5619195
گوجرانوالہ: فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ۔ فون: 055-4225653

مکتبۃ المدینہ فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ (کراچی)
فون: 4921389-93/4126999 فیکس: 4125858
Email:maktaba@dawateislami.net \ www.dawateislami.net

خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت آدم علیہ السلام قبے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطاب کرنا اور قبے کا آپ کے زمانے میں موجود ہونا

حدثنا محمد بن عبداللہ بن غیر قال نا ابی قال نا مالک وھو ابن معول عن ابی اسحٰق عن عمرو بن میمون عن عبداللہ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسند ظھرہ الیٰ قبۃ آدم فقال الا لا ید خل الجنۃ الا نفس مسلمۃ

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام کے قبے سے ٹیک لگا کر ہمیں خطاب فرمایا پھر فرمایا کہ جنت میں سوائے مسلمان آدمی کے کوئی شخص داخل نہیں ہوگا

(مسلم شریف جلد ا صفحہ ۱۱۷ مطبوعہ بیروت)

وھابیوں جس طرح میں نے قبہ کا ثبوت ثابت کیا ہے اگر علمی جرأت ہے تو ثابت کرو کہ نبی پاک نے اپنی ظاہری زندگی پاک میں کوئی قبہ دیکھ کر فرمایا ہو کہ اس کو گرادو یہ حرام ہے

Z.jpg